www.KitaboSunnat.com

جماعت کا بیان

معلوم کرو کہ رسوم کی خرابی دور کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ ایک عبادت کو عام رسم مقرر کیا جاوے اور ہر ایک خبردار اور بیخبر کے سامنے اُسکو ادا کیا جائے اور تمام شہری دیہاتی آسمیں برابر ہوں اور باہم انہیں اس عبادت کے ذریعہ سے فخر اور عزت جتانے کا موقع ہو تاکہ وہ عبادت انکی تدابیر ضروریہ میں ہو جاوے جسکی وجہ سے پھر وہ اس عبادت کو نہ چھوڑ سکیں اور نہ اسمیں تاخیر کر سکیں تاکہ عبادت الٰہی کی اسمیں تائید ہو اور حق کیطرف لوگونکو بلائیں اور جس چیز سے انکو ضرر کا خوف تھا وہی حق کی طرف انکو کھینچکر لادے اور تمام عبادات میں سے کوئی عبادت نماز سے زیادہ عظیم الشان اور عظیم البرہان نہیں ہے اسلئے انمیں اسکی اشاعت اور لوگوں کو اجتماع اور موافقت اُس پر لازم ہے اور نیز ملت اسلام کے اندر کئی قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک علماء جن کا اقتدا کیا جاتا ہے اور دوسرے وہ لوگ کہ انکو احسان کا درجہ حاصل کرنے میں رغبت کے ساتھ دعوت اسلام کی حاجت ہے اور تیسرے وہ لوگ جو ضعیف البنیہ ہیں کہ اگر انکو سب کے سامنے عبادت کی ادا کرنیکا حکم نہ دیا جائے تو بلاشبہ عبادت کے اندر اُنسے کاہلی ہونے لگے اسلئے کوئی چیز ان سب کے حق میں اس سے زیادہ نافع اور زیادہ تر مصلحت کے موافق نہیں ہے کہ اُن سب کو خلق کے روبرو عبادت الٰہی کرنیکا حکم دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون اُسکی بجا آوری کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے اور کون رغبت سے بجالاتا ہے اور کون بے رغبتی سے اور جو عالم ہے اُسکا اقتدا کیا جاوے اور جاہل کو تعلیم دیجاوے اور خدا تعالےٰ کی بندگی انکے حق میں بمنزلہ ایک مثال ہو جائے جو انکار کی قابل بات ہے اُس سے انکار کیا جاوے اور جو بات قابل کرنیکے ہو وہ بتائی جاوے اور کھرا اور کھوٹا معلوم ہو تا رہے اور نیز خدا کیطرف رغبت اور امید اور خوف کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماع کو جب وہ اپنی جانوں کو خدا کے حوالے کردیں برکات کے نازل ہونے اور رحمت الٰہی کے جھک پڑنے میں ایک عجیب خاصیت ہے جس کو ہم استسقاء اور حج میں بیان کر چکے ہیں اور نیز اس امت کے قائم کرنے سے خدا تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اُسی کا بول بالا ہے اور روئے زمین پر کوئی دین اسلام پر غالب نہ ہے اور یہ بات اسیوقت متصور ہو سکتی ہے کہ اُن میں دستور مقرر کیا جائے تاکہ تمام خواص و عوام اور شہری و دیہاتی اور چھوٹے بڑے اس عبادت کے لئے جو دین کا بڑا شعار اور عبادات میں سے بڑی نامی عبادت ہے جمع ہوں اس سبب سے عنایت شرعی جمعہ اور جماعات کے مقرر کرنے اور انمیں رغبت دلانے اور اُنکے ترک سے سخت ممانعت کرنیکی طرف متوجہ ہوئی اور اشاعت دو قسم کی ہے ایک تو کسی قوم کے اندر اشاعت اور ایک تمام شہر کے اندر اشاعت قوم کے اندر تو اشاعت بسہولیت ہر نماز میں ہو سکتی ہے لیکن شہر کے اندر کچھ زمانہ پیچھے ہو سکتی ہے مثلاً ہفتہ میں قوم کے اندر اشاعت کے ہی اعتبار سے جماعت مقرر کی گئی اور اسکے باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اور ایک روایت میں بخمس وعشرین درجۃ آیا ہے جماعت کی نماز کو اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت ہے اور ایک روایت میں پچیس درجہ آیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یا تو اس بات کی تصریح فرما دی ہے یا اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ ان سے نماز کو ترجیح ہوتی ہے کہ جب کسی نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر صرف نماز کی خاطر مسجد کی طرف چلا تو اسکا یہ چلنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے حکم میں ہے اور اسکے قدم اسکے گناہوں کو دور کر دیتے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کی دعا پیچھے سے ان کو گھیر لیتی ہے اور
نمازوں کے انتظار میں اعتکاف اور رباط کے معنی پائے جاتے ہیں اور اسی قسم کے اشارے حدیثوں میں پائے جاتے ہیں
یعنی آپ نے دونوں عددوں سے اٹھائیس اور پچیس ایک عدد کے ساتھ فضیلت کے درجات کی تعیین کی ہے اس کا مدار
ایک بڑے نکتہ پر ہے جو آپ کے سامنے منکشف ہوا ہے اور ہم پہلے اسکو بیان کر چکے ہیں اسکو دیکھ لینا چاہیے اور اس دین حق
کے اندر جسکے باطل دکرد ہو کر نہیں بکتا نیز بوجہ من الوجوہ کسی طرح سے تخمین و اٹکل کو دخل نہیں ہے اور نیز جماعت کے باب میں
آپ نے فرمایا ہے کہ کسی گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ایسے نہیں رہتے کہ جنمیں نماز قائم نہیں ہوتی پر شیطان انپر غالب رہتا ہے
میرے نزدیک اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جماعت کے ترک سے دین کی اہمیت سستی کا دروازہ کھلتا
ہے اور انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ لقد ہممت ان امر بحطب فیحطب الخ اس ذات کی قسم
جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اس بات کا مصمم قصد کر لیا ہے کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں کہ وہ اکٹھی
کر دیجاویں۔ آخر تک۔ میں کہتا ہوں جماعت سنت موکدہ ہے اور چونکہ دین کا شعار ہے اس لئے اس کے ترک کرنے
سے ملامت متوجہ ہو جاتی ہے مگر چونکہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے بعض لوگوں میں تاخیر اور دیر دیکھی اور آپ نے معلوم کیا
کہ اسکا سبب ضعف اسلام ہے اسلئے سخت وعید انپر متوجہ کی اور انکے دلوں کو خوف دلایا پھر چونکہ جماعت کو حاضر ہونا نہیں
ضعیف اور مریض اور ذی حاجت لوگوں کیلئے ایک قسم کی دقت تھی اسلئے حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ ان کو اس وجہ سے جماعت
کے ترک کرنے کی اجازت دیجاوے تاکہ افراط و تفریط میں اعتدال ہو جاوے۔ اقسام حرج میں ایک یہ صورت بھی ہے
کہ شب کا وقت ہو اور مینہ برستا ہو یا پالا پڑتا ہو تو ایسے وقت میں موذن کو یہ کہنا مستحب ہے کہ اے لوگو خبردار تم اپنی اپنی جگہ
پر نماز پڑھو الا صلوا فی الرحال اور اسی قبیلہ سے وہ حاجت ہے کہ جس سے رکنا دشوار ہو مثلاً شب کا کھانا جب موجود ہو
کیونکہ بسا اوقات تو دل پڑا رہتا ہے اور کبھی کھانا ہی ہاتھ سے ضائع ہو جاتا ہے اور جیسے پیشاب پاخانہ کی حاجت کا ہونا
کیونکہ جب نفس اسمیں مشغول رہیگا تو اس کو نماز کا کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا اور لا صلوۃ بحضرۃ طعام کی حدیث اور اس حدیث میں
کہ لا تؤخروا الصلوۃ بحضرۃ طعام اور ان کے علاوہ اور احادیث میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ ہر حدیث کا ایک صورت خاص
یا معنی خاص پر قائم کرنا ممکن ہے کیونکہ پہلی حدیث میں باب تعمق کے انسداد کے لئے کھانے کے تیار ہونے سے نفی وجوب
مراد ہے اور جو شخص تعمق کی قباحت سے امن میں ہے اسکے لئے عدم تاخیر نماز کا حکم ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے روزہ دار
کے لئے افطار اور عدم افطار کا حکم دو وقتوں کے ساتھ متعلق ہے یا یہ معنی ہیں کہ اگر نمازی کو کھانے کا شوق یا اسکے ضائع ہونے
کا خوف ہے تب تو نماز تاخیر کرنی چاہیے اور اگر یہ بات نہیں ہے تو تاخیر نہ کرنی چاہیے اور حالت کے حال سے یہ بات سمجھ میں
آتی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ کسی فتنہ کا خوف ہو۔

اور انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعہا تم میں سے جب کسی
کی بیوی مسجد میں آنے کی اجازت چاہے تو نہ روکنا چاہیے اسمیں اور جمہور صحابہ نے عورتوں کے مسجد میں آنے سے منع کیا
ہے اختلاف نہیں ہے کیونکہ جو غیرت تکبر اور غرور کی وجہ سے پیدا ہو اور فتنہ کے خوف سے نہ ہو منہی عنہ ہے اور وہ غیرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے جو بخوف فتنہ ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الغیرۃ غیرتان۔ الحدیث۔ غیرتیں دو ہیں۔ اور
حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے ان النساء احدثن۔ الحدیث۔ اور لنا بجملہ خوف و مرض ہیں اور انکا اقسام صحیح میں ہونا
ظاہر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک نابینا سے فرمایا تسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب۔ تو اذان
سنتا ہے اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا اسکی تعمیل کر اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکا سوال عزیمت میں تھا پس آپ نے اسکو
رخصت نہ دی پھر اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی کہ امامت کے قابل کون شخص ہے اور اجتماع کی کیا صورت
ہے اور امام کو اس بات کی وصیت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ مختصر نماز پڑھا کرے اور مقتدیوں کو اس بات کے حکم دینے کی
کہ پورے طور سے اسکا اتباع کریں اور حضرت معاذؓ کا قصہ نماز کے طویل کرنیمیں مشہور ہی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نہایت تاکیدی طور پر ان امور کو بیان فرمایا چنانچہ آپ نے فرمایا یؤم القوم اقرأہم لکتاب۔ الحدیث یعنی امامت قوم کی وہ
شخص کرے جو ان سب سے زیادہ قرآن کو اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرأت میں برابر ہیں تو جو شخص سنت کا زیادہ واقف ہو پھر اگر
علم سنت میں بھی برابر ہیں تو وہ شخص جو ہجرت میں مقدم ہو پھر اگر ہجرت میں بھی برابر ہیں تو جو عمر میں زیادہ ہو اور کوئی شخص
دوسرے کی سلطنت میں اسکا امام نہ بنے افراد کے مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علم کی
ایک معین حد کر دی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور شروع شروع صحابہ کے اندر قرآن کا علم تھا کیونکہ وہ تمام علوم کی اصل ہے
اور نیز وہ شعائر الٰہی میں سے ایک شعار ہے لہذا اس شخص کا مقدم کرنا ضروری ہوا اور اس کی تعظیم واجب ہوئی تاکہ اس سبب
سے لوگوں کے دلمیں قرآن کے سیکھنے کی حرص پیدا ہو اور بعض نے جو یہ گمان کیا ہے کہ اسکے مقدم کرنیکی صرف یہ وجہ
ہے کہ نماز پڑھنے والیکو قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے مگر اصل یہ ہے کہ اسمیں لوگوں کا شوق اور حرص بھرتا ہے علم اہم
حرص کرنے کے سبب سے کمالات حاصل ہوتے ہیں اور نماز میں قرأت کا ضروری ہونا خود نماز کے اعتبار حرص کے ساتھ
مخصوص ہونے کا سبب ہے۔ فلیتدبر۔

بعد ازاں سنت کا علم ہے کیونکہ سنت کا درجہ کتاب کے بعد ہے اور اس سے دین کا قیام ہے اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے یہی ورثہ چھوڑا ہے اور بعد ازاں ہجرت کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہجرت کو عظیم الشان جانا ہے اور لوگوں کو اسکی رغبت دلائی ہے اور اسکو معظم امور میں سے سمجھا ہے امامت کا اسمیں مہاجر
کو مقدم رکھنا اسی ترغیب اور تادیب کا تتمہ ہے اسکے بعد عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا کیونکہ تمام قوموں میں بڑوں کی تعظیم اور توقیر
کرنے کا دستور جاری ہے علاوہ بریں کبیر السن آدمی کا تجربہ اور علم لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے اور صاحب سلطنت کا اس
سلطنت میں کسی کو امام بننے سے جو آپ نے منع فرمایا ہے اسکا یہ سبب ہے کہ یہ بات اس صاحب سلطنت پر شاق
گذریگی اور اسکی سلطنت میں اس بات سے نقصان پیدا ہوگا تو صاحب سلطنت کو سلطنت کے باقی رکھنے کے لحاظ سے
اس امر کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا صلی احدکم ایہا الناس فلیخفف الحدیث جب تم میں سے
جو کوئی لوگوں کا امام بنے تو نمازمیں اختصار کرے کیونکہ انمیں مریض اور ضعیف اور بوڑھا بھی ہوتا ہے لیکن جب تم میں سے
کوئی اکیلا نماز پڑھے تو نماز میں جتنا چاہے طول کرے۔ میں کہتا ہوں کہ دعوت الی الحق کا فائدہ بدون آسانی کے پورے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں حاصل ہوسکتا اور لوگوں کو نفرت دلانا دین کے مراد کے خلاف ہے اور جس چیز سے تمام دنیا کو مخاطب کیا جاوے اسمیں تخفیف ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے ان منکم منفرین بعض تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں اس بات کی تصریح فرمادی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے انما جعل الامام لیوتم بہ الحدیث۔ امام تو اقتدا کرنے کے لئے بنایا گیا ہے پس تم اسپر مت جھگڑو پس جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھکر نماز پڑھو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے اس کے بعد جب وہ ولا الضالین کہے تم آمین کہو میں کہتا ہوں جماعت کی ابتدا حضرت معاذ کی اجتہاد عقلی سے ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی رائے کو برقرار رکھا اور اسکو درست بتایا اور انہوں نے یہ اجتہاد اسلئے کیا کہ جماعت کے سبب سے ان سب کی نماز ایک نماز ہوجاتی ہے اور بغیر جماعت کے مسجد میں جمع ہونے سے اگرچہ اتفاق فی المکان ہوجاتا ہے مگر نماز سب کی جدا جدا رہتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو سب بیٹھکر نماز پڑھو یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیر عمر میں بیٹھکر اور لوگوں نے کھڑے ہوکر آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور اسکے منسوخ ہونے میں یہ بھید ہے کہ امام کا بیٹھا رہنا اور لوگوں کا اس کے پیچھے کھڑا ہونا عجمیوں کے فعل کے ساتھ مشابہ ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے ہیں جیسا کہ حدیث کی بعض روایتوں میں اسکی تصریح پائی جاتی ہے مگر جب کہ اسلام کی بنیاد پایہ استحکام کو پہنچی اور بہت سے احکام میں عجمیوں کے ساتھ مخالفت ظاہر ہوگئی تو اس قیاس پر ایک دوسرے قیاس کو ترجیح دیگئی کہ قیام نماز کا رکن ہے جو بلا عذر شرعی متروک نہیں ہوسکتا اور اس صورت میں مقتدی کسی صورت سے معذور نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیلینی منکم اولی الاحلام والنھی۔ الحدیث تم میں سے جو لوگ فہیم اور دانا ہیں وہ میرے پاس رہا کریں پھر جو ان کے قریب ہیں اسکو آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا بازاروں کی طرح شور وشغب سے اجتناب کرو میں کہتا ہوں یہ آپ نے اسلئے فرمایا کہ انکے دلوں میں بڑوں کی عظمت پیدا ہو اور شرفاء کی عادت اختیار کرنے کی انکو حرص پیدا ہو اور تاکہ عقلاء کو اپنے کم درجے کے لوگونکا مقدم ہونا ناگوار نہ گزرے اور شور وغل سے جو منع فرمایا ہے اس سے انکا ادب دینا منظور ہے اور تاکہ وہ قرآن کے اندر فکر اور غور کرسکیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو بادشاہ کے روبرو التجا کرتے ہیں مشابہت پیدا کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا تصفون کما تصفت الملائکۃ عند ربھا جس طرح ملائک اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے برابر کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر فرشتہ کے لئے ایک درجہ مقرر ہے اور استعدادوں کے اندر ترتیب عقلی کے موافق ان کو پیدا کیا ہے اس لئے ان میں فرجہ نہیں ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صفوں کے فرجہ سے نکلتا ہے گویا کہ بھیڑ کا سیاہ بچہ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقوں میں مل مل کے بیٹھنے سے دلجمعی خوب ہوتی ہے اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور خطرات بند ہوجاتے ہیں اور اس بات کے ترک کرنے سے یہ سب باتیں کم ہوجاتی ہیں اور ان باتوں میں سے میں قدرکسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات ہیں کی ہوتی ہے سینہ . . ہاں شیطان کو دخل ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسیوجہ سے صف کے اندر شیطان کو دخل ہوتے دیکھا ہے اور اس خاص صورت میں دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے اعتبار سے بھیڑ کا بچہ اکثر ایسی تنگ جگہوں میں گھسا پھرتا ہے اور پھر اسکو سیاہی کی صفت کیساتھ دیکھنا جو ایک شے کی بدبختی پر دلالت کرتی ہے اسیوجہ سے شیطان اس صورت میں آپ کے سامنے متمثل ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم یا تو اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ خدا تعالے تمہارے منہ پھیر دیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار امام سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھالیتا ہے کیا اس کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ خدا تعالے اُس کا سر گدھے کا سا کردے میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ حکم اُن کے لئے تسویہ اور اقتدا میں تھا لیکن انہوں نے اس میں تفریط کی آپ نے تہدید فرمائی جب اُس پر بھی باز نہ آئے تب آپ نے تغلیظ کے ساتھ تہدید فرمائی اور ان کو خوف دلایا اس بات کا اگر اب مخالفت پر اصرار کرینگے اور اس پر بھی باز نہ آینگے تو خدا کی لعنت میں مبتلا ہونگے کیونکہ مخالفت احکام الہیہ کے مستوجب لعنت کے ہوتی ہے اور خدا تعالے کی لعنت جب کسی کو محیط ہوتی ہے تو بلا شبہ اُس کا اثر احد الامرین میں سے ایک ضرور ہوتا ہے مسخ یا واقع ہونا خلاف کا اُس قوم میں اور گدھے کی تشبیہ میں یہ ہے کہ یہ جانور اپنی حماقت اور اہانت میں ضرب المثل ہے لہذا ایسے عاصی نافرمان نے جب امام سے سر اٹھانے میں سبقت کی تو اس پر بھی بہیمیت اور حماقت کا غلبہ ہوکر لپٹا جائیگا اور تخصیص سر کی اسلئے ہوئی کہ سر ہی نے خدا تعالے کی نافرمانی میں سوء ادبی کی تھی اس سے جس عضو سے یہ قصور ہوا اُسی عضو کو یہ سزا دیگئی جس طرح منہ کے داغ دینے کی سزا ظاہر میں انہوں نے آگے پیچھے ہوکر یہ اختلاف کیا تھا اس سے اختلاف معنوی اور باہم مخالفت سے یہ سزا دیگئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیئا اجب کہ ہم سجدہ میں ہوں اُس کی اور تم نماز کے لئے آؤ تو تم سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور اُسکو رکعت شمار مت سمجھو اور جس کو رکوع ملگیا اُسکو نماز ملگئی میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ رکوع قیام کے قریب ہے اور رکوع میں ملجانا گویا قیام میں ملجانا ہے اور نیز سجدہ نماز میں اصل الاصول ہے اور قیام و رکوع اُسکے لئے بمنزلہ تمہید اور واسطے کے ہیں اور نیز آپ نے فرمایا ہے اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ جب کہ تم دونوں نے اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھلی ہو پھر آؤ تم اس مسجد میں جس میں جماعت ہو رہی ہے تو اُنکے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ وہ تمہارے لئے نفل ہے میں کہتا ہوں۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ تارک الصلوۃ کو اس عذر کا موقع نہ رہے کہ میں نے اپنے مکان پر نماز پڑھلی ہے پس اُسکے لئے انکار کرنا درست نہ ہو اور دوسرے یہ ہے کہ مسلمان کی بات میں افتراق نہ پڑے اگرچہ وہ افتراق ظاہری ہی کیوں نہ ہو

جمعہ کا بیان

اصل بات یہ ہے کہ ہر روز نماز کی اسطرح پر اشاعت کہ تمام شہر کے لوگ ایک جگہ اُس کے لئے جمع ہوں یہ امر متعذر ہے اسلئے ضروری ہوا کہ اُس کے لئے ایک حد مقرر کیجاے کہ اُس حد کا دوران نہ تو بہت جلد جلد ہو جسکی وجہ سے اُن کو دشواری ہوجائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ بہت۔ تیز ہیں ہو کہ جس کے سبب سے مقصود ہاتھ سے نکل جاوے اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب و عجم اور اکثر ملتوں میں اسکا استعمال کیا جاتا ہے اور اسمیں اس بات کی قابلیت ہے کہ اسکو معیار بنایا جاوے اسلئے اسی کو نماز کا وقت معین کیا گیا اب اس بات کے اندر کہ ان دنوں میں سے کونسا دن ایسی عبادت کیلئے مخصوص کیا جاوے یہود نے ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ نے اتوار کو اپنی اپنی رائے کے موافق ان دنوں کو اور دنوں پر ترجیح دیکر پسند کیا اور اس امت کو اللہ پاک نے علم عظیم کے ساتھ خاص کیا کہ شروع شروع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں اس کا القاء فرمایا جس کی بنا پر اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے سے پیشتر خود بخود جمعہ کے دن کو قائم کیا بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اسکا انکشاف فرمایا اس طرح پر کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس ایک آئینہ کہ جس کے اندر ایک سیاہ نقطہ تھا تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپ کو بتلائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو معلوم کر لیا اور اس علم کا حاصل یہ ہے کہ اول اس طاعت کے لئے بہترین اوقات میں سے وہ وقت ہے کہ جسوقت خدا تعالے کو بندوں کے ساتھ قربت ہوتی ہے اور اسوقت میں انکی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں کیونکہ ایسے وقت میں طاعت کے قبول ہونے میں بہت سرعت ہوتی ہے اور خاص دن کے اندر اسکا اثر ہوتا ہے اور ایک عبادت بہت سی عبادتوں کا نفع بخشتی ہے دوسرے یہ کہ اللہ پاک کو اپنے بندوں کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے جو ہفتوں کی گردشوں سے اسکی بھی گردش ہوتی رہتی ہے اسوقت میں جنت الکشف میں اپنے بندوں کیلئے تجلی فرماتا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے کیونکہ اسمیں اور بہت سے عظیم الشان امور واقع ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ الحدیث بہترین دنوں کا جسمیں آفتاب کا طلوع ہوتا ہے دن جمعہ ہی کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی روز اس سے باہر کئے گئے اور جمعہ ہی کے دن قیامت برپا ہوگی اور تمام بہائم جمعہ کے دن گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں یعنی پریشان اور خائف ہوتے ہیں جس طرح کسی سخت مہیب آواز سے ڈرتے ہیں اور اسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ اس دن ملا سافل میں انکے دلوں پر اس گھبراہٹ کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور ملا سافل میں ملا اعلےٰ سے جب انکے نفوس میں حکم الٰہی کے نازل ہونے سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے یا اثر پیدا ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسلسلۃ علی صفوان حتی اذا فزع عن قلوبہم الحدیث یعنی جس طرح سخت پتھر پر لوہے کی زنجیر ماری جاتی ہے تو اس سے آواز پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت کا حسب الحکم جناب باری تعالےٰ کے ذکر بھی کیا ہے اور فرمایا ہے ہم ایسے آخر میں پیدا ہونیوالے اور قیامت کے دن سابق رہنے والے ہیں یعنی جنت میں داخل ہونے یا حسنات کے پیش ہونے میں بجز اتنی بات کے کہ انکو ہم سے پیشتر کتاب دیگئی ہے اور ہمیں ان سے بعد کو عطا ہوئی ہے تو صرف اسکے لحاظ سے وہ ہم سے مقدم ہیں پھر ایک دن ہے جو انکے لئے مقرر کیا گیا ہے انھوں نے اس دن میں اختلاف کیا تو خدا تعالےٰ نے اپنی مرضی کے موافق ہم کو بتلایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس دن کے کہنے سے دن کا ایک فرد منتشر مراد ہے جو ہمارے لئے وہ جمعہ کے پانے میں پایا جاتا ہے اور انکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تی ہیں انوار اور ہفتہ کے دن سے حاصل وہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اللہ پاک نے خاص اسی امت کو عطا کی ہے اور شرح کرنا جو چیز حاصل ہونی چاہئے یہود و نصاریٰ بھی اس سے محروم نہیں اور آسمانی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے کوئی قانون شرعی ان میں باقی نہیں رہتا ہے اگرچہ بعض کو بعض سے زیادہ فضیلت نے امتیاز ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گھڑی کا نہایت اہتمام فرمایا ہے اور اسکا بڑا مرتبہ بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے لا یوافقها مسلم یسئل اللہ فیها خیراً الا اعطاہ ایاہ۔ اس گھڑی میں کوئی مسلمان بندہ خدا تعالےٰ سے بہتری کا سوال نہیں کرتا ہے مگر اللہ پاک اسکو عطا فرماتا ہے اب اس گھڑی کی تعیین میں روایات مختلف آئی ہیں بعض تو کہتے ہیں یہ گھڑی اسوقت ہوتی ہے کہ جب امام بیٹھے یہانتک کہ نماز سے فارغ ہو کیونکہ اس گھڑی میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایمان والے اسوقت خدا تعالےٰ کیطرف متوجہ ہوتے ہیں پس اس وقت میں آسمان وزمین کی برکات جمع ہو جاتی ہیں بعض کے نزدیک وہ گھڑی عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے کیونکہ وہ وقت احکام الہیہ کے نازل ہونے کا ہے اور بعض کتب الہیہ میں اس بات کا بیان ہے کہ حضرت آدم بھی اسی گھڑی میں پیدا کئے گئے ہیں اور میرے نزدیک یہ سب تخمین ہے تعیین نہیں ہے پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ لوگوں کے لئے جمعہ کا وقت واجب ہونا بیان کیا جائے اور انکو اسکی تاکید کیجائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لینتهین اقوام عن ودعهم الجمعات الحدیث یا تو لوگ جمعوں کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدا تعالےٰ انکے دلوں پر مہر لگا دیگا پھر وہ بےخبر ہو جاوینگے میں کہتا ہوں کہ اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ کا ترک کرنا دین کے اندر سبب تہاون کھول دینا ہے اور شیطان کے غالب ہونے کا سبب ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تجب الجمعة علی کل مسلم الا امرأة او صبی او مملوک بجز عورت اور بچے اور غلام کے ہر ایک مسلمان پر جمعہ واجب ہے اور فرمایا ہے الجمعة علی من سمع النداء جس کے کان میں اذان کی آواز پہونچے اسپر جمعہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسمیں افراط و تفریط کے اندر اعتدال رعایت مد نظر ہے اور ان لوگوں کے لئے جنکو نماز جمعہ تک پہونچنا دشوار ہے یا ان کے وہاں جانے میں فتنہ کا خوف ہے انکے لئے تخفیف ہے اور نیز اس بات کی ضرورت پڑی کہ ان کے لئے نہانے اور مسواک کرنے اور خوشبو لگانے اور کپڑوں کے پہننے سے پاکیزگی کو مستحب کیا جاوے کیونکہ یہ اشیا طہارت کا تتمہ ہیں انکے سبب سے نفس کو پاکیزگی کی صفت پر زیادہ تنبیہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوٰة اگر میں امت پر گراں نہ سمجھتا تو وقت ہر نماز کے مسواک کا حکم دیتا اور نیز لوگوں کیواسطے نہانے اور خوشبو لگانے کیلئے کوئی بات ضرور ہونی چاہئے کیونکہ بنی آدم کی عمدہ عادات میں سے یہ باتیں ہیں اور چونکہ ہر دن ان چیزوں کا التزام دشوار تھا اسلئے جمعہ کا دن اس بات کے لئے مقرر کیا گیا کیونکہ جمعہ کا دن مقرر کرنے سے جمعہ کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے اور نماز بھی کامل ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حق علے کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعة ایام یوما یغسل فیه رأسه وجسده۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دن غسل کیا کرے اور غسل میں اپنا سر اور بدن دھویا کرے اور نیز وہ لوگ اپنا کام دکاج خود کرتے تھے اور جب جمع ہوتے تھے تو ان میں سے بھیڑوں کی سی بدبو نکلتی تھی اس لئے انکو نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ تغیر کا سبب دفع ہو اور انکا باہم جمع ہو کر بیٹھنے کو دل چاہے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ نے اسکا بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو خاموش رہنے اور امام سے قریب ہونے اور لغویات کے ترک کرنے اور سویرے آنے کا حکم دیا جائے تاکہ وعظ و نصیحت کے سننے اور انمیں تدبر کرنیکا انکو پورا پورا موقع ملے اور نیز اس بات کا حکم دیا جائے کہ جمعہ کی نماز کو پیادہ پا آئیں اور سواری میں نہ آئیں کیونکہ تواضع اور خاکساری کے وہ قریب ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کے اندر تنگدست اور غنی سب طرح کے لوگ جمع ہوتے ہیں اس سبب سے یہ احتمال ہے کہ جس شخص کے پاس سواری نہیں ہے اس کو وہاں آنے سے حجاب آوے لہذا اس دروازے کا بند کر دینا مناسب ہوا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ خطبہ سے پہلے کچھ نماز کا پڑھنا مستحب کیا جائے جسکی وجہ نماز پنجگانہ کی سنتوں میں ہم بیان کر چکے ہیں اگر کوئی شخص امام کے خطبہ پڑھنے میں مسجد میں آیا تو اسکو چاہئے کہ دو رکعت چھوٹی چھوٹی پڑھ لے کیونکہ اسمیں بقدر امکان سنت کی بھی رعایت ہے اور خطبہ کا بھی ادب ہے اس مسئلہ میں تیرے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہیں ان کے دھوکے میں نہ آ کیونکہ اسکے حق میں حدیث صحیح وارد ہے جس کا اتباع واجب ہے اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو لوگوں کے اوپر ہو کر گذرنے اور دو شخصوں کو علحدہ کرنے اور کسی کو اپنی جگہ پر اس غرض سے بٹھانا کہ کوئی اور وہاں نہ بیٹھ جائے منع کیا جائے کیونکہ جاہل لوگ اس قسم کی حرکت اکثر کیا کرتے ہیں اور ایسے امور سے باہم فساد پیدا ہوتا ہے اور عداوت کا تخم ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو تمام آداب کے ساتھ پورے طور پر ادا کرنیوالے کا ثواب بیان فرمایا کہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سب گناہ صاف ہو جاتے ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ نور الٰہی اور مومنین کی دعا اور انکی صحبت برکات اور وعظ اور ذکر الٰہی وغیرہ کی برکت کے دریا میں غرق ہونے کیلئے یہ نماز کافی مقدار ہوتی ہے اور پھر آپ نے اس نماز میں سویرے آنے کے درجات اور انکے اوپر جو ثواب مترتب ہوتا ہے اونٹ اور گائے اور دنبہ اور مرغی کے ساتھ مثال دیکر اسکا بیان فرمایا اور جمعہ کے وجوب کیوقت سے خطبہ کیلئے کھڑے ہونے تک یہ ساعتیں تھوڑی تھوڑی اوقات ہیں اور معلوم کرنا چاہئے کہ جس نماز میں تمام اور شہر والے لوگ جمع ہوتے ہیں وہ ایک ہی شفع (دو رکعت) کی مقرر کی گئی ہے تاکہ انپر گراں نہ گذرے علاوہ بریں ان میں ضعفاء اور مریض اور صاحب حاجت سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور ایسی نمازوں میں قران پاک جہراً پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ ان کو قرآن کے اندر تدبیر کا موقع حاصل ہو اور اسمیں قرآن کی عظمت بھی پائی جاتی ہے اور ایسی نمازوں میں خطبہ بھی مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہیں وہ واقف ہو جاویں اور جو لوگ باوجود واقفیت کے غافل ہیں انکے لئے یاد دہانی ہو جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اندر دو خطبوں اور انکے درمیان میں جلسہ کرنیکو مسنون فرمایا تاکہ مطلوب پورا پورا حاصل ہو جائے اور خطیب کو آرام بھی ملجائے اور نیز اس کا اور سامعین کا نشاط از سر نو تازہ ہو جائے اور خطبہ کا پڑھنا اس طرح پر مسنون ہے کہ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کرے اور آپ پر درود بھیجے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کرے اور بیچ میں کلمہ فصل (اما بعد) لاکر لوگوں کو پند و نصیحت و تقوی کا حکم کرے اور ان کو دنیا و آخرت کے عذاب الٰہی سے ڈرا دے۔ اور کچھ قرآن پاک پڑھے اور کچھ مسلمانوں کے حق میں دعاء خیر کرے اس کا سبب یہ ہے کہ اس طریقہ نصیحت کے ساتھ خدا تعالےٰ و رسول و قرآن پاک کی عظمت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ خطبہ دین کا شعار ہے او ان کیطرح یہ چیزیں اسمیں بھی ضرور ہونی چاہئیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کل خطبة ليس فيها تشهد فهي كاليد الجذماء جس خطبہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ شہادت نہ ہو وہ مثل دست بریدہ کے ہے معنا یہ بات بدون انقطاع کے ہم کو برابر پہونچتی چلی آئی ہے کہ جمعہ کے اندر جماعت اور ایک قسم کی شہرت شرط ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالےٰ ان سب کی یہی عادت تھی کہ جمعہ شہروں ہی میں کرتے تھے اور اہل قریٰ سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے اور انکے عہد میں قریہ کے اندر جمعہ نہ ہوتا تھا اس بات سے لوگ قرناً بعد قرن یہ سمجھنے لگے کہ جمعہ کیلئے جماعت اور شہرت شرط ہے میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ جمعہ کی حقیقت شہر میں دین کی اشاعت ہے لہذا شہریت اور جماعت کا اعتبار ضروری ہوا اور صحیح تر قول میرے نزدیک یہ ہے کہ کم از کم جس پر قریہ کا اطلاق آتا ہو جمعہ کیلئے کافی ہے کیونکہ مختلف طریقوں سے جو بعض بعض کی تائید کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اور اہل بادیہ کو بھی آپ نے انہیں میں شمار کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجمعة علی خمسين رجلا۔ پچاس لوگوں پر واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پچاس آدمیوں سے قریہ بنجاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے الجمعة واجبة علی كل قرية۔ ہر گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے اور کم سے کم جسکو جماعت کہہ سکیں میرے نزدیک جمعہ کی صحت کیلئے کافی ہیں اور حدیث انفضاض اس پر دال ہے اور بظاہر وہ لوگ متفرق ہو کر پھر واپس نہیں آئے واللہ اعلم جب ابتداء جماعت کے لوگ موجود ہوں تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے اور انکے ساتھ نہ ہونے سے عاصی نہ ہوگا اور چالیس آدمیوں کی تعداد شرط نہیں ہے اور نیز اس حکم کا دینا ضروری تھا کہ نماز کے قائم کرنیکے لئے حاکم کا ہونا مناسب ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اربع الا الامام یعنے سوائے امام کے یہ چار ہوں اور امام کا ہونا شرط نہیں ہے۔ واللہ اعلم ۔

عید الضحےٰ اور عید الفطر کا بیان

اصل نہیں یہ ہے کہ ہر ایک قوم کیلئے ایک دن مخصوص ہوتا ہے کہ اسمیں اپنا تجمل کرتے ہیں اور خوب زینت کے ساتھ اپنے شہروں سے نکلتے ہیں اور یہ ایسی رسم ہے کہ اس سے کوئی خالی نہیں عرب اور عجم میں اور جبکہ آپ مدینے میں تشریف لائے تو انکے لئے دو دن ایسے تھے کہ ان میں وہ لہو و لعب کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کیسے دن ہیں انہوں نے عرض کی کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے تب آپنے فرمایا کہ اللہ پاک نے بجائے ان دو دن کے دو اور دن اس سے بہتر بدلے میں دیئے وہ یوم الضحےٰ اور یوم الفطر ہیں اور یوں مشہور ہے کہ وہ دو دن یوم نیروز اور یوم مہرجان تھے اور انکی تبدیل کرنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ لوگوں میں کوئی دن خوشی کا نہیں ہوتا مگر مقصود اس سے اظہار شعار دین یا ائمہ مذہب کے موافقت یا کوئی اسی قسم کی اور بات ہوتی ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال ہوا کہ اگر انکو آپ نے اسی حالت پر چھوڑ دیا تو ایسا نہ ہو کہ جاہلیت کی رسم باقی رہجائے یا پچھلوں کے طریقہ کی ترویج انمیں پائی جاے پس اسی لئے آپ نے بجاے ان دو دنوں کے ایام عیدین کو مقرر فرمایا اور انمیں ملت حنیفہ کے شعار کی عظمت ہے اور باوجود تجمل کے انمیں ذکر خدا اور ابواب بندگی کو ملایا اسلئے تاکہ اجتماع مسلمانوں کا صرف لعب نہ ہو اور تاکہ انکا باہم اکٹھا ہونا خدا کے کلمہ کے بلند ہونے سے خالی نہ ہو اور ان دونوں میں سے ایک تو وہ دن ہے کہ جب وہ اپنے روزوں سے فارغ ہوتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اسلئے اُسدن وہ قوم کی خوشیاں جمع ہوجاتی ہیں طبعی اور عقلی طبعی خوشی تو انکو اسلئے حاصل ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہوجاتے ہیں اور محتاجوں کو صدقہ ملجاتا ہے اور فرحت عقلی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی انکو توفیق عطا فرمائی اور اُنکے اہل وعیال کو دوسرے سال تک باقی رکھنے کا انپر انعام کیا اور دوسرا وہ دن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کیا اور خدا تعالیٰ نے انکی جان کے بدلے میں جنت کا دنبہ عنایت کیا اسلئے کہ ہمیں ملت ابراہیمی کے ائمہ حالات کی یاد دہانی اور جان ومال کی خدا تعالیٰ کے فرمانبرداری میں خرچ کرنے اور اُنکے نہایت درجہ کے صبر کرنے کے ساتھ لوگونکو عبرت دلانا ہے اور نیز اسمیں حاجیوں کے ساتھ تشبہ ہے اور انکی عظمت ہے اور جس کام میں وہ مشغول ہیں اُسکی طرف ترغیب دلانا ہے لہذا تکبیر کا کہنا مسنون کیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم۔ اور خدا تعالیٰ نے جو انکو ہدایت فرمائی ہے اُس کے بدلے اسکی بڑائی بیان کرو یعنی تمکو جو روزوں کے ادا کرنے کی توفیق دی ہے اُس کے شکر میں ایسا کرو اسلئے قربانی اور تکبیر با آواز کہنا ایام منیٰ میں مسنون کیا گیا اور جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اُسکے لئے سر کا نہ منڈوانا یعنی حجامت نہ کروانا مستحب کیا گیا اور نماز اور خطبہ مقرر کیا گیا تاکہ اُن کا کوئی اجتماع ذکر الٰہی اور شعار دین کی عظمت سے خالی نہ ہو اور اُس کے ساتھ شارع نے منجملہ مقاصد شرعیہ کے ایک اور مقصد کو بھی شامل کیا اور وہ یہ ہے کہ ہر ملت کے لئے ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہئے جس میں اُس ملت کے لوگ اپنے اظہار شوکت اور مجمع کی کثرت ظاہر کرنے کی غرض سے باہر نکلکر جمع ہوں اس لئے سب کا جانا عید کیلئے مستحب ہوتے کہ بچے اور عورتیں پردہ نشین اور بے نماز عورتوں کا نکلنا بھی مستحب کیا گیا ہے لیکن حائضہ عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ ہو کر ایک طرف کو بیٹھ جاویں مگر دعا میں شریک ہوجاویں لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آنے اور جانے کا راستہ بدلدیتے تھے تاکہ دونوں طرف کے لوگوں کو مسلمانوں کی شوکت وعظمت ظاہر ہوجائے اور چونکہ اصل عید سے زینت مقصود ہے لہذا اچھا لباس پہننا اور دف کا بجانا اور ایک راستے سے عیدگاہ کو جانا اور دوسرے سے پھرنا مستحب کیا گیا عیدین کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ بغیر اذان واقامت کے نماز شروع کرے اور بالجہر قرآن پڑھے اگر تخفیف کا موقع ہو تو سورہ سبح اسم ربک الاعلی الذی اور سورہ ہل اتٰک پڑھے اور اگر طوالت کے ساتھ پڑھنا ہو تو سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرأۃ سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں بھی قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہے اور اہل کوفہ کے نزدیک مثل نماز جنازہ کے قرأۃ سے پہلے پہلی رکعت میں چار تکبیریں اور دوسری میں بھی قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے مگر دونوں طور سے سنت ہے اتنا ضرور ہے کہ جس پر اہل حرمین کا عمل ہے اسکو ترجیح ہے نماز کے بعد پھر خطبہ پڑھے اور خدا تعالیٰ سے خوف کرنے کا لوگوں کو حکم دے اور وعظ ونصیحت کو بیان کرے مگر عید الفطر کے لئے یہ بات خاص ہے کہ جب تک چند چھوارے نہ کھالے نماز کو نہ جاوے اور اُن کو طاق کھانا چاہئے اور نماز سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کرے تاکہ اُسی روز مساکین کی حاجت رفع ہوجائے اور وہ بھی سے نماز کو جائیں اور چونکہ ماہ صیام کے گذرنے پر اطلاع دینا منظور ہے اور ان باتوں کے کرنے میں روزے کے خلاف باتیں پائی جاتی ہیں اور عید الضحٰی میں یہ بات خاص ہے کہ نماز سے واپس ہونے کے بعد کچھ کھائے اور قربانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے کھائے اسمیں قربانی کی عظمت اور اسکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اسکا متبرک ہونا ثابت ہوتا ہے اور قربانی بعد نماز کے کرے کیونکہ قربانی کا کرنا حاجیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے عبادت مقرر کیا گیا ہے اور نماز کیلئے اجتماع سے یہ مشابہت انکو حاصل ہوسکتی ہے اور قربانی کیلئے بھیڑ کا سال بھر کا بچہ یا بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہر گھر والے کے لئے ہونا چاہیے اور قربانی کو ہدی پر قیاس کرکے گائے اور اونٹ کو سات قربانیوں کیطرف کافی سمجھا ہے اور چونکہ قربانی خدا تعالے کیلئے مال خرچ کرنیکے قبیلے سے ہے چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ ان کے گوشت و خون خدا کے پاس کبھی نہیں پہنچے مگر تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے اسلئے قربانی کا موٹا کرنا اور اچھا جانور پسند کرکے قربانی کرنا مستحب ہوا کیونکہ اس سے خدا تعالے کی طرف رغبت صحیح طور سے معلوم ہوتی ہے اسواسطے چار قسم کے جانوروں کی قربانی نہ کرنی چاہئے ایک تو لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن کھلا ہوا ہو اور دوسرا وہ جانور جس کی آنکھ صاف پھوٹی ہو اور تیسرے وہ جانور جسمیں کوئی کھلی ہوئی بیماری ہو چوتھے ایسا دبلا جسکی ہڈیوں کا مغز بھی تحلیل ہوگیا ہو اور جسکا کان یا سینگ کٹا ہو تو اسکی بھی قربانی کرنا منع ہے اور آنکھ و کان کا دیکھ لینا مستحب ہے اور جس جانور کا سامنے سے کان کٹا ہوا ہو اسکی بھی قربانی منع ہے اور جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہو اسکی بھی نہیں درست ہے اور نہ اس جانور کی کہ جسکا کان چرا ہوا ہو اور جس کے کان میں سوراخ ہو اسکی بھی قربانی درست نہیں اور نر قوی سینگدار دنبہ کی قربانی کرنا جسکی آنکھیں اور پیٹ اور سینہ اور پاؤں سیاہ ہوں مسنون ہے کیونکہ یہ سب باتیں اسکی جوانی بھرنے کی علامتیں ہیں اور جو وظیفہ قربانی کرتے میں پڑھا جاتا ہے یہ ہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الخ اللھم منک والیک ولک من اللہ و اللہ اکبر۔

جنازوں کا بیان

معلوم کرو کہ مریض کو دیکھنے جانا اور تعویذوں مبارک سے اسکا تمسک کرنا اور مرتے وقت اسکے ساتھ نرمی کی باتیں کرنا اور کفن و دفن میت کا اور اسکے ساتھ نیکی کرنا اور اسپر رونا اسکے پسماندوں کی دلجمعی کرنا اور قبور کی زیارت کرنا یہ ایسے امور ہیں کہ تمام عرب کے لوگ انپر قائم ہیں اور اپنے ہاں انکو برتتے ہیں اور اہل عجم بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور یہ ایسی رسوم ہیں کہ کوئی ذی شعور اس سے خالی نہیں اور یہ غیر مناسب ہے کہ یہ رسوم انسے چھڑا دیجائیں پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ کی بعثت ہوئی تب آپنے انکی عادات و رسوم کا جنکو وہ کرتے تھے ملاحظہ فرمایا اور انکی اصلاح فرمائی اور جو نقصان تھے انکو دور کیا اور مصلحت میں دنیا و آخرت کے اعتبار سے تو خاص اس مریض ہی کا لحاظ ہوتا ہے یا اسکے اہل و عیال کا ہوتا ہے انھیں دونوں اعتباروں میں سے ایک اعتبار سے یا ملت کا ہوتا ہے پس دنیا کے اعتبار سے مریض اس بات کا حاجتمند ہوتا ہے کہ اس کی تکلیف و مصیبت میں اسکو تسلی دیں اور اسکے درد و دکھ میں شریک ہوں اور اسکے ساتھ پیار و محبت کی باتیں کریں اور جس بات سے وہ عاجز ہے اسمیں اسکی اعانت کیجاے اور یہ امر بغیر اس بات کے ممکن نہیں کہ اسکے بھائی بند اور اسکے شہر کے دوست آشنا اور اور لوگوں کو اسکے ہاں آنا سنت لازمہ گردانا جاے اور آخرت میں اسکو ہر ایک حاجت ہے کیونکہ یہیں وہ صبر کرے اور بیماری کی تکلیفیں اسکے سامنے مشق و آرام کی معلوم ہوں جسکا ذائقہ ناگوار ہوتا ہے لیکن اسمیں نفع کی امید ہوتی ہے تاکہ بیماری اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں جب دنیا اور بعد الہیٰ کا سبب نہ ہوگا اُسکی جان کے اجزا تحلیل ہونے کے ساتھ وہ بیماری اُسکے گناہونکی کمی کا باعث ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ اسکو اُس تکلیف کی حالت میں صبر کے فوائد اور تکالیف کے اجر پر آگاہ کیا جاوے اور جب آدمی کا دم نکلنے لگتا ہے تو یہ دن اُس کے حق میں دنیا کا اخیر اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے لہٰذا یہ بات ضروری ہو کہ اسکو یاد الہیٰ اور توجہ الی اللہ پر ترغیب دلائی جائے تاکہ اُسکی جان ایمان کے جامہ میں اس جہان سے مفارقت کرے اور آخرت میں اُسکا ثمرہ اسکو حاصل ہو اور انسان بشرطیکہ اسکا مزاج صحیح ہو جسطرح اُسکی سرشت میں مال اولاد وغیرہ کی محبت داخل ہوتی ہے اسیطرح یہ بات بھی اُسکو عزیز ہوتی ہے کہ حالت زندگی اور نیز مرنے کے بعد بھلائی سے اسکو یاد کریں اور اسکا کوئی عیب اُن پر ظاہر نہ ہونے پاوے حتی کہ ہر گروہ کے بڑے بڑے ہوشمند اور صحیح العقل اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ کوئی بلند عمارت مال کثیر صرف کرکے تیار کیجاوے جس سے انکا ذکر باقی رہے اور صرف اس غرض سے کہ لوگ انکو بہادروں کے زمرہ میں شمار کریں جان جوکھونکی جگہ گھس پڑتے ہیں اور کبھی انہیں سے کوئی اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ میری قبر بلند بنائی جاوے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ فلان شخص اپنی زندگی میں بھی صاحب نصیب رہا اور بعد وفات بھی حتی کہ انکے عقلا کا یہ قول ہے کہ جسکا ذکر لوگوں میں موجود ہے وہ مردہ نہیں ہے اور چونکہ یہ ایسا امر تھا کہ اسی پر انکی پیدائش اور اسی پر انکی موت ہوتی ہے لہٰذا اُنکے اس خیال کی تصدیق اور اُنکے وعدوں کا پورا کرنا مرنے کے بعد اُنکے حق میں ایک قسم کا احسان ہوا اور نیز جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اُسکی حس مشترک وغیرہ کو حس اور ادراک باقی رہتا ہے اور جو خیالات اور علوم زندگی میں اُس کے ساتھ تھے مرنے کے بعد بھی اُسکے ہمراہ رہتے ہیں اور پھر عالم بالا سے اُسپر اور علوم کا ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نیک بندوں کی ہمتیں جب عالم قدس تک پہنچتی ہیں اور اُس میت کے لئے وہ گڑگڑا کے دعا کرتی ہیں یا میت کے لئے بہت کچھ صدقہ دیتے ہیں تو حکم الہیٰ سے میت کے حق میں وہ نافع پڑتا ہے اور اُس عالم سے جب اُس پر فیضان ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ ہوکر اُس میت کی درستی حالت کا سبب ہو جاتا ہے اور میت کے گھر والوں کو اُسکی موت سے سخت غم اور رنج ہوتا ہے لہٰذا دنیا کے اعتبار سے اُنکے حق میں بھلائی یہ ہے کہ لوگ اُنکی تعزیت کیلئے آئیں تاکہ انکا رنج کچھ کم ہو اور میت کے دفن کرنے میں شریک ہوکر اُنکی مدد کریں اور انکو ایک دن رات کھانا دیں اور آخرت کے لحاظ سے اُنکے لئے بہتری یہ ہے کہ انکو اجر عظیم کی ترغیب دلائی جاوے تاکہ بہ تن اُسکی پریشانی میں وہ مصروف نہ ہوں اور خدا کی طرف اُنکی توجہ ہو اور چلانے اور کپڑے پھاڑنے اور تمام اُن چیزوں سے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہیں اور انکا غم اور پریشانی بڑھاتی ہیں منع کریں کیونکہ اسوقت میں وہ لوگ بمنزلہ مریض کے ہو جاتے ہیں اُنکے مرض کا علاج کرنا چاہیئے نہ یہ کہ انکا مرض اور بڑھایا جاوے اہل جاہلیت نے کچھ رسمیں اپنی جانب سے ایجاد کرلی تھیں جنسے شرک لازم آتا تھا اسلئے مصلحت شرعی کا یہ مقتضیٰ ہوا کہ اس دروازہ کو بند کیا جاوے۔

جب تم کو یہ سب باتیں معلوم ہوگئیں تو اب ہم ان احادیث کی شرح کرنی چاہتے ہیں جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الاحط اللہ بہ سیئاتہ کما تحط الشجر ورقہا۔ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہیں کہ جس کو کوئی مرض اور کسی طرح سے کوئی تکلیف پہونچے مگر خدا تعالیٰ نے اُس کے سبب سے اُسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گناہ کم کر دیتا ہے جیسے درخت سے اسکے پتے گر جاتے ہیں میں کہتا ہوں گناہوں کے دور ہونے کے اسباب کا ذکر پہلے ہو چکا ہے منجملہ ان اسباب کے ایک سبب حجاب نفسانی کا کمزور ہو جانا اور حیات بہیمیہ کا جو اخلاق رذیلہ کا محل ہے تحلیل ہو جانا ہے اور مصیبت کے سبب سے انسان کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور اس کو زندگی سے ایک قسم کی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ہی کی مثل المومن کمثل الخامۃ ومثل المنافق کمثل الارزۃ الحدیث مثل مومن کی مثل اس پودہ کے ہے کہ شروع شروع زمین سے اگتا ہے اور منافق کا حال مثل درخت صنوبر کے ہے میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ انسان کے نفس میں دو قوتیں ہیں ایک قوت بہیمی دوسری ملکی اور آدمی کا یہ خاصہ ہے کہ کبھی تو اس کو قوت بہیمی دبجاتی ہے اور ملکی ظاہر ہو جاتی ہے تو اسوقت میں وہ انسان ملک کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے اور کبھی قوت ملکی دبجاتی ہے اور قوت بہیمی کا ظہور ہو جاتا ہے اسوقت میں وہ انسان مثل بہائم کے خدا تعالے کے نزدیک بیقدر ہو جاتا ہے اور جب آدمی قوت بہیمی کے قبضہ سے نکلکر قوت ملکی کی عملداری میں داخل ہوتا ہے تو اسکے حالات مختلف ہوتے ہیں ان حالات میں باہم ان دونوں قوتوں کا مقابلہ رہتا ہے کبھی قوت بہیمی ملکی پر غلبہ کرتی ہے کبھی ملکی بہیمی پر دنیا میں جزا و سزا دینے کے یہی محل ہوتے ہیں اور دنیا کے اندر جزا و سزا کی حقیقت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اسکو دیکھنا چاہئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اسکے لئے بقدر اعمال کا اجر لکھا جاتا ہے جو حالت صحت و اقامت میں وہ کرتا تھا میں کہتا ہوں جب آدمی کسی کام کرنے پر ہمت باندھتا ہے اور بجز مانع عارض کے کوئی اسکو اس کام سے روکنے والا نہیں ہوتا تو جو کام قلب کا ہے وہ اس سے ادا ہو جاتا ہے اور تقوی کا دار و مدار قلب ہی پر ہے اور باقی اعمال تقوی کا عنوان اور اسکی دلیل ہیں کہ قدرت کے وقت انکا کرنا ضرور ہوتا ہے اور مجبوری کے وقت متروک کر دیے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشہداء خمسۃ او سبعۃ شہید پانچ لوگ ہیں یا یہ فرمایا ہے کہ سات شخص ہیں میں کہتا ہوں کہ وہ سخت مصیبت جو بندہ کی طرف سے نہیں ہوتی گناہوں کے دور کرنے اور اس شخص پر رحمت الٰہی کے نازل کرنے میں شہادت کا کام دیتی ہے اور فرمایا ہے ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع کوئی مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کو جاتا ہے جبتک واپس آتا ہے برابر جنت کے پھل چنتا رہتا ہے میں کہتا ہوں شہر والوں میں میل جول جب ہی رہ سکتا ہے کہ جب باہم ایک دوسرے کی حاجت کے وقت مدد کریں اور اللہ تعالے کو وہ چیز پسند ہے جسمیں انکے شہر کی بھلائی ہو اور باہم میل جول پیدا کرنے کیلئے عیادت کرنا کامل سبب ہے قیامت کے دن اللہ پاک فرمائیگا یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی الخ اے آدمی میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت بھی نہ کی میں کہتا ہوں اس تجلی کا حال بہ نسبت روح اعظم کے جسکا تنزل الملائکۃ والروح فیہا کے اندر بیان ہے اس صورت کا سا حال ہے جو انسان کو خواب میں بہ نسبت اس انسان کے ظاہر ہوتی ہے پس جس طرح انسان کا اپنے رب اور اسکے حکم اور اسکی رضامندی کے ساتھ اعتقاد اسکی خواب میں خدا تعالے کی مثال بنے ظاہر ہوتا ہے اور اسی لئے مومن کامل کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ وہ اسکو نہایت عمدہ صورت میں دیکھتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے اور جس شخص نے خدا تعالے کو اپنے دروازہ کی دہلیز میں اپنے طمانچہ لگاتے ہوئے دیکھا تو اس خواب کی تعبیر یہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اِس دلیل میں آپ نے خدا تعالیٰ کا کوئی تصور کیا ہے اسیطرح خدا تعالیٰ کا حق اور اُسکا حکم اور اُس کی رضامندی اور اسکی تدبیر واسطے افراد انسانوں کے لئے اُسکے قیومیت اور اُسکا نکے لئے سبب وجود ہونا اپنے رب کی نسبت انکے اعتقاد کا درجہ بشرطیکہ انکا مزاج صحیح ہو اور اُنکے نفوس راستی پر ہوں اور جسطرح صورت نوعیہ سے افراد انسان پر اُن نفوس کا فیضان ہوا ہے یہ سب چیزیں آخرت میں مختلف صورتوں کے ساتھ متمثل ہوکر ظاہر ہونگی جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا ہے اور یہ سب تجلیات روح اعظم کی تجلیات ہیں جو افراد انسان کے جامع اور انکی کثرت کا مبدء اور انکی دنیاوی اور اخروی ترقی کا منتہی ہے اس سے میری یہ مراد ہے کہ وہاں پر خدا تعالیٰ کیلئے باعتبار اسکی قومیت اور اسکے حکم کی ایک شان کلی ہے جسکو آخرت میں اپنے دلوں کی بینائی سے ہمیشہ مشاہدہ کرتے رہینگے اور کبھی جب کسی صورت مناسب میں اس شان کا ظہور ہوگا تو آنکھوں سے اُس کا معائنہ کرینگے الحاصل اسی لئے یہ تجلی خدا تعالیٰ کے حق اور اسکے حکم سے صورت نوعیہ کے فیضان کے موافق افراد انسانی میں ظاہر ہوتی ہے جیسے باہم انکا مانوس ہونا اور کمال انسانی کا جو اُسکے نوع کے ساتھ خاص ہے حاصل کرنا اور مصلحت مناسبہ کا اپنے اندر قائم کرنا اسلئے یہ چیز بندوں کے حالات میں سے ہے اس علاقہ کی وجہ سے اپنی طرف اُسکا منسوب کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ جو منتر پورے اور کامل ہیں جنکے اندر ذکر الٰہی اور اُس سے استغاثہ پایا جاتا ہے انکو لوگ پڑھا کریں جب کوئی ضرورت پیش آوے یہاں سے کچھ یہ منظور ہے کہ اُن کلمات طیبات کے پڑھنے سے رحمت الٰہی اُنپر چھا جائے اور اُن کے مصائب دور ہوجائیں اور نیز ایام جاہلیت میں لوگ جو اپنے ٹھاکروں سے مدد چاہا کرتے تھے اس بات سے انکو انکار کرنا مقصود تھا اور اسکی بدلے میں انکے عوض بعض معوذ کر دیا اور رقیے بہت ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرتا جائے اور یہ پڑھتا جاوے اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما۔ اور از انجملہ یہ ہے بسم اللہ ارقیک من کل شیء یوذیک من شر کل نفس ۔ یا النفس کی جگہ عین حاسد کہے، اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک اور از انجملہ یہ ہے کہ سات مرتبہ اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک . پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھکر دم کرے اور جس جگہ مریض کے بدن پر تکلیف ہے اسپر ہاتھ پھیرتا جاوے اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفاءک علی ہذا الوجع ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایتمنین احدکم الموت الحدیث تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ میں کہتا ہوں بارگاہ الٰہی میں منجملہ آداب کے انسان کیلئے ایک ادب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو جو نعمت عنایت فرمائی ہے اس بات کی جرأت نہ کرے کہ اُسکا جاتا رہنا چاہے اور زندگی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کیونکہ نیکی کے حاصل کرنیکا ذریعہ ہے اسلئے کہ جب انسان مرجاتا ہے اسکے اکثر اعمال منقطع ہوجاتے ہیں اور بجز طبعی ترقی کے کچھ ترقی نہیں کرسکتا اور نیز موت کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرزو کرنا نہایت بیباکی ہے اور بے اطمینانی کی دلیل ہے اور یہ دونوں بدترین اخلاق میں سے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ - جو کوئی خدا سے ملنا چاہتا ہے خدا اُس سے ملنا چاہتا ہے اور جس شخص کو خدا سے ملنا ناگوار معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ کو اُسکا ملنا ناگوار ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے ملنے کے معنی ہیں کہ ایمان بالغیب سے ایمان بالمشاہدہ کیطرف اُس کا انتقال ہوجاتا ہے اور اسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ بہیمیہ کے گاڑھے گاڑھے پردے اُس سے دور ہو کر ملکیہ کا نور اُسپر ظاہر ہوجاتا ہے اور عالم قدس سے اُسپر یقین کا ترشح ہوجاتا ہے اور جتنی چیزوں کا ذکر اُسنے صرف زبان سے سنا تھا سب وہ چیزیں اُسکو مشاہدہ ہوجاتی ہیں اور مومن بندہ جو ہمیشہ بہیمیہ سے مدافعت کرتا اور ملکیہ کا ساتھ دیتا رہا ہے اس حالت کا اسی طرح مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر عنصر اپنے مکان طبعی کا مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر شخص اُن چیزوں کی طرف جن سے اُسکے حس کو لذت حاصل ہوتی ہے مشتاق ہوتا ہے اگرچہ باعتبار نظام بدنی کے اُسکو موت اور اُسکے اسباب سے تکلیف اور رنج ہوتا ہے اور جو بندہ نافرمان ہے ہمیشہ اسکی کوشش بہیمیہ کے فربہ کرنے میں رہتی ہے اور دنیا کی زندگی اُسکو پیاری معلوم ہوتی ہے اور اسی کی طرف اسکے دل کو لگاؤ ہوتا ہے اور حدیث شریف میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اُسکی کراہیت کا جو ذکر ہے وہ بطور مشاکلہ کے وارد ہوا ہے مگر مراد اُس سے آرام یا تکلیف کی چیزوں کا موجود و مہیا کرنا اور اُسکی گھات میں ہوتا ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ دونوں چیزیں باہم مشتبہ تھیں اسلئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے محبت کے حالات میں سے زیادہ ظاہر حال کا جسکا عالم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جسکو دوسرے حال سے اشتباہ یعنی ملائکہ کے ظاہر ہونے کی حالت بیان فرماکر اُسکی مراد پر مطلع کردیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لا یموتن احدکم الا وہو یحسن الظن بربہ اپنے رب سے حسن ظن کئے بغیر تم میں سے کوئی نہ مرے معلوم کرو کہ کوئی عمل صالح ان ضروریات کے ادا کرنیکے بعد جس سے نفس کی کجی دور ہوتی ہے اور وہ راستی پر آتا ہے یعنی فرائض کی بجا آوری اور کبائر سے اجتناب کرنا انسان کے حق میں اُس سے زیادہ فائدہ مند نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ سے اُسکو بھلائی کی امید ہو کیونکہ خدا تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھنا نزول رحمت الٰہی کے سبب ہوتی ہیں بمنزلہ نہایت مضبوط ارادہ اور کمال رغبت سے دعا کرنے کے ہے اور خوف الٰہی تو ایک تلوار ہے جس کے ذریعہ سے دشمنان خدا سے کہ قوت شہوانیہ اور قوت سبعیہ اور وساوس شیطانیہ کے بڑے بڑے مستحکم پردے میں مقابلہ کیا جاتا ہے اور جسطرح کوئی شخص لڑائی کی مہارت نہیں رکھتا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ تلوار چلاتا ہے تو وہ تلوار الٹی اسی کے لگتی ہے اسی طرح جو آدمی اپنے نفس کو مہذب کرنے کا کمال نہیں رکھتا بسا اوقات وہ خوف الٰہی کو بیموقع استعمال کرتا ہے اور وہ اپنے تمام اعمال صالحہ کو عجب و ریا اور اسی طرح کے بہت سے عیوب وآفات سے خود بخود متہم کرلیتا ہے یہانتک کہ اپنے گمان میں خدا کے ہاں اپنے اعمال کو رائگان سمجھنے لگتا ہے اور اس سے جو کچھ گناہ صغیرہ اور بلا قصد خطائیں ہو جاتی ہیں انکا وقوع اُسکے نزدیک یقینی ہوتا ہے اور جب وہ مرجاتا ہے تو اُسکے گمان میں وہ گناہ اُسکو کاٹتے رہتے ہیں اور اُن خیالی صورتوں میں اُس کے سبب سے قوت مثالیہ کا فیضان ہوجاتا ہے جس کے سبب سے وہ ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ان شکوک اور خیالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس سے اُس شخص کو اپنے اعمال صالحہ سے معتدبہ نفع نہیں پہنچتا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃً عن اللہ تعالے
فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی یعنی میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو اُس کو میرے ساتھ ہو اور چونکہ انسان اپنی مرض
و ضعف کی حالت میں خوف کی تلوار کو اُسکے موقع پر بسا اوقات نہیں استعمال کرتا یا اُسکو استعمال کرنے کی تمیز نہیں رہتی
لہذا اُسکے حق میں یہ مسنون کیا گیا کہ بنسبت خوف کے اُسکو امید زیادہ رکھنا چاہئے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اکثروا ذکر ہادم
اللذات یعنی جو چیز لذتوں کے کھونے والی ہے اُسکا ذکر کیا کرو۔ میں کہتا ہوں حجاب نفسانی کے دور کرنے اور طبیعت
کو لذائذ دنیا سے باز رکھنے میں ذکر موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں ہے۔ موت کے یاد کرنے سے دنیا سے مفارقت اور
خدا تعالےٰ سے ملنے کی صورت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے اور اُسکا عجیب اثر ہوتا ہے اُسکا بیان ہم تھوڑا سا پہلے
کر چکے ہیں اُسکو وہاں دیکھ لینا چاہئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل
الجنۃ جسکا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں گیا۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں جو اسکی جان پر بن
رہی ہے خدا تعالےٰ کی یاد کو اپنے دل سے اُسنے نہیں بھولنے دیا۔ یہ اُسکے ایمان کی صحت اور اُسکے دل میں ایمان کی محبت
کے سرایت کر جانے کی دلیل ہے اور نیز اُسکا مرتے وقت یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ احسان کی صفت کیساتھ اُس کا
دل رنگا ہوا ہے پس جو شخص ایسی حالت پر مر گیا لامحالہ جنت اُسکے لئے واجب ہو گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور فرمایا ہے اقرؤا علی موتاکم یٰس اپنے موتے
پر یٰس پڑھا کرو۔ میں کہتا ہوں مرنے والے کے حق میں باعتبار اُس کی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے اور
لا الہ الا اللہ کو اسلئے خاص کیا ہے کہ وہ افضل الذکر اور توحید اور نفی شرک پر مشتمل ہے اور تمام اذکار اسلام میں اسکی فضیلت
ہے اور سورہ یٰس کے مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اور اُس کا بیان عنقریب آتا ہے اور وہ دوسرے
یکھو وہ نصیحت کیلئے بہت کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم تصیبہ مصیبۃ الخ کوئی مسلمان
ایسا نہیں کہ اُسپر کوئی مصیبت پڑے اور خدا تعالےٰ کے حکم کے موافق وہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی
واخلفنی خیرا منہا پڑھے مگر خدا تعالےٰ اُسکے بدلے میں اُس سے بہتر عطا فرماتا ہے۔ میں کہتا ہوں اس حکم میں یہ رمز ہے
کہ اُس شخص کو اُسکے پڑھنے سے مصیبت کا ثواب اور خدا تعالےٰ کا اُس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہونا یاد آجاسے
اور اُس کا رنج کم ہو جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حضرتم المیت فقولوا خیرا۔ مردہ کے پاس جب
تم جاؤ تو کلمہ خیر اُسکے حق میں کہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ الخ۔ میں کہتا
ہوں ایام جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے اوپر بددعا کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھڑی قبولیت کی ہوتی تھی
اور اُن کو وہ بددعا لگ جاتی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے لئے عورتوں سے ارشاد فرمایا
اغسلنھا وترا الخ یعنی اس کو طاق طاق نہلا دو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ۔ پانی اور بیر کے پتوں سے اور اخیر مرتبہ
میں کافور لگا دو۔ اور فرمایا کہ اُس سے داہنے اعضاء سے شروع کرو۔ میں کہتا ہوں کہ مردہ کے نہلانے میں اصل یہ ہے
کہ زندہ کے غسل پر قیاس کیا جائے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا اور نہلانے والے بھی خود ایسے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہلاتے ہیں اسلئے میت کی تنظیف کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہلانے کی نہیں ہے اور بیر کے پتے اسکی مرتبہ میں دھونیکا اسلئے حکم دیا کہ مرض کے ماندہ اکثر اوقات بدن پر میل ہوجاتا ہے اور بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور اخیر مرتبہ میں کافور لگانے کا اسلئے حکم دیا کہ سب چیزیں کافور لگایا کرتے ہیں وہ چیز جلد نہیں بگڑتی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ کافور لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کوئی موذی جانور اسکے قریب نہیں آتا اور داہنے اعضا سے شروع کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ مردوں کا غسل زندوں کے غسل کے ہو اور تاکہ ان اعضا کی عزت معلوم ہو اور شہید کے اندر غسل نہ دینے اور اپنے کپڑوں اور خون کے ساتھ دفن کرنے کی سنت جاری ہے اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو اسکا شہید ہونا معلوم ہو اور تاکہ قبر میں اسکے عمل کی صورت متمثل ہوجائے اور دوسرے یہ کہ نفوس بشریہ جب اپنے ابدان کو چھوڑتے ہیں تو ان کو حس اور اپنی جانوں کا علم باقی رہتا ہے بلکہ بعض کو ان چیزوں کا بھی ادراک ہوجاتا ہے جو انکے ساتھ کیجاتی ہیں پس جب ایسے عمل کا اثر بدستور چھوڑ دیا جاوے تو ضرور ان کو اسکے سبب سے اپنا عمل یاد رہتا ہے اور انکے سامنے وہ عمل متمثل ہوجاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے جرحہ یثعب دما اللون لون دم والریح ریح مسک انکے زخموں سے خون جاری ہونگے رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی سی اس سے یہی مراد ہے اور محرم کے باب میں بھی حدیث صحیح وارد ہے کفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم القیامۃ ملبیا یعنی اسکو دونوں کپڑوں میں لپیٹ دو اور اسکے خوشبومت لگاؤ اور اسکے سر کومت ڈھکو اسلئے کہ قیامت کے دن وہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھیگا اسمیں اسکی طرف رجوع کرنا چاہئے اسی نکتہ کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا یعنی جن کپڑوں میں وہ مرتا ہے انہیں میں وہ مردہ اٹھتا ہے اور اصل کفن پہنانے میں کپڑا اوڑھکر سونے والے کے ساتھ مشابہت کا ہونا ہے مرد کا پورا پورا کفن تہبند اور کرتا اور چادر لپیٹنے کی یا صرف حلہ یعنی دو کپڑے ہیں اور عورت کیلئے اس سے کچھ زیادہ ہیں کیونکہ اسکے لئے زیادہ ستر مناسب ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا سریعا۔ زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا ہوجائیگا اس سے افراط وتفریط میں اعتدال مراد ہے تاکہ جاہلیت کی عادت کو قیمتی کفن دینے میں اختیار نہ کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسرعوا بالجنازۃ الحدیث جنازہ کے لیجانے میں جلدی کرو میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے میں مردہ کے بدن کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے دوسرے قرابت والوں کو اسکے دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھتے ہیں تو اضطراب زیادہ ہوجاتا ہے اور جب انکی نگاہ سے غائب ہوجاتا ہے تو انکو خیال نہیں رہتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں سبب کی طرف ایک ہی کلمہ سے اشارہ فرمایا ہے لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان یحبس بین ظہرانی اہلہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ کسی مسلمان کی نعش اسکے گھر والوں کے روبرو رکھی جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے فان کانت صالحۃ الخ کہ اگر وہ جنازہ نیک ہے میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے اور بعض نفوس جب اپنے بدن کو چھوڑتے ہیں تو انکے بدن کیساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے انکو اسکی حس ہوتی ہے اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں وہ انکی خوشی کے مترشح ہونے سے سمجھا جاتا ہے انکا کلام معمولی نہیں ہوتا جو کانوں سے سنا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الا الانسان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بجز انسان کے اسکی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من تبع جنازة مسلم ایمانا واحتسابا الخ یعنی جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کا پیچھا کرے اور اسکی نماز پڑھے اور دفن سے بھی فارغ ہوکر واپس آجاوے تو دو قیراط کے برابر ثواب لیکر آتا ہے میں کہتا ہوں جنازہ کے ساتھ جانے کا اسلئے حکم دیا گیا کہ اسمیں میت کی عزت اور اُس سے اُسکے پس ماندوں کے دل شکنی کی تسلی ہے اور تاکہ اس ذریعہ سے مومنین صالحین کا ایک گروہ اُسکے لئے دعا کرنے اور دفن کرنے میں معاونت کے لئے شریک ہوجاوے لہذا آپ نے دفن کے وقت تک کھڑا رہنے کی رغبت دلائی ہے اور جب تک جنازہ اتار کر نہ رکھا جاوے لوگوں کو بیٹھنے سے منع کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الموت فزع فاذا رایتم الجنازة فقوموا ۔ کہ البتہ موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی کے جنازہ کو دیکھو کھڑے ہوجایا کرو میں کہتا ہوں چونکہ لذتوں کے دور کرنیوالی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے نصیحت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا کہ اسکو کرنیوالے اور نہ کرنیوالے میں تمیز نہ ہوسکتی تھی اسلئے شارع نے اُسکے لئے کھڑے ہونیکا حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا انضباط ہوجاوے مگر آپ نے اسکو لوگوں پر واجب نہیں کیا اور نہ وہ سنت قائمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور اگر منسوخ ہے تو اُسکے منسوخ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے امور کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونے کے مشابہ تھے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ یہ کھڑا ہونا محمل نہ کیا جائے کہ جسکے سبب سے ممنوعات کا دروازہ مفتوح نہ ہوجائے اور جنازہ کی نماز اسلئے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لئے شریک ہونا اُسپر رحمت الہی نازل ہونیمیں بڑا کامل اثر رکھتا ہے ۔ اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ امام اس طرح پر کھڑا ہو کہ جنازہ اُسکے اور قبلہ کے مابین ہو اور امام کے پیچھے قوم صف باندھکر کھڑی ہو اور امام چار تکبیریں کہے اور میت کے لئے دعا کرے اُسکے بعد سلام پھیر دے یہ طریقہ ایسا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قائم رہا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق رہا اگرچہ احادیث اس باب میں طریقوں مختلفہ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی اس نماز میں سنت ہے کیونکہ وہ سب دعاؤں سے بہتر اور سب سے زیادہ ترجامعیت رکھتی ہے خدا تعالے نے اپنی کتاب محکم میں بندوں کو اُس کی تعلیم فرمائی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میت پر جو دعا ماثور ہے یہ ہے اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده اور اللهم ان فلان بن فلان في ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنة القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق اللهم اغفر له وارحمه انك انت الغفور الرحيم اور اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار اور ایک روایت میں وقه فتنة القبر وعذاب النار ۔ آیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان هذه القبور مملوة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتي ۔ یہ قبریں اہل قبور پر تاریکی سی بھری ہوتی ہیں اور میری دعا سے اللہ پاک اُن کی قبروں کو نورانی کر دیتا ہے اور فرمایا ہے ما من مسلم يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا لا يشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه ۔ وفي رواية يصلي عليه امة

نماز جنازہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من المسلمین یبلغون مائة - کوئی مسلمان ایسا نہیں مرتا ہے کہ اُسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہوں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے مگر اللہ تعالیٰ اُس میت کے حق میں اُنکی شفارش قبول فرماتا ہے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ سو مسلمانوں کا گروہ اُسپر نماز پڑھے میں کہتا ہوں چونکہ ان لوگوں کی دعاؤں کا پورا پورا اثر ہوتا ہے کہ جنکی خدا تعالیٰ کے نزدیک عزت ہے وہ دعا پر دوں کو پھاڑ کر اس شخص کو نزول رحمت الٰہی کے قابل بنا دیتی ہے جس طرح استسقا میں اس لئے ضروری ہوا کہ دو امروں میں ایک طرف رغبت دلائی جائے یا تو نفس اس درجہ کا ہونا چاہیئے کہ وہ تنہا بمنزلہ ایک گروہ شمار کیا جاوے یا ایک بڑی جماعت ہونا چاہیئے ؛ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہذا اثنیتم علیہ خیرا فوجبت له الجنة الحدیث تم نے اسکی بھلائی بیان کی اُسکے لئے جنت واجب ہو گئی۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ نے کو کسی بندہ سے محبت ہوتی ہے ملاء اعلیٰ کو بھی اُسکے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر ملاء سافل میں اُسکی قبولیت نازل ہو کر نیک بندوں کے دل میں اُسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب خدا تعالیٰ نے کو کسی بندہ سے نفرت ہوتی ہے تو ان سب کو اُس سے نفرت ہوتی ہے پس جب بندہ کے لئے صلحا کا ایک گروہ اپنے خاص دل سے بلا ریا و بغیر اتفاق عادت کے اُس کی نیکی کی گواہی دے تو وہ اُس شخص کے ناجی ہونے کی دلیل ہے اور جب کسی کو وہ دل سے برا جانیں تو اُس شخص کے ہلاک ہونے کی علامت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے تم خدا کے گواہ ہو زمین میں اُس کے یہ معنی ہیں کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الیٰ ما قدموا مردوں کو بُرا مت کہو کیونکہ جو وہ کر گئے تھے اُسکو وہ پہنچ گئے۔ میں کہتا ہوں چونکہ مُردوں کو بُرا کہنا زندوں کی رنجید گی اور اذیت کا سبب ہے اور یہ لغو کام ہے اور نیز بہت سے لوگوں کا حال بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اس لئے مردوں کے بُرا کہنے سے منع کی گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کے ایک مردہ کو بُرا کہنے اور حضرت عباسؓ کے اُسکے سبب سے رنجیدہ ہونے کے قصہ میں اُسکا بیان کیا ہے اب رہی یہ بات کہ جنازہ کے آگے چلے یا پیچھے اور اُسکو چار آدمی اُٹھا دیں یا دو اور اُسکو پیروں کی طرف سے اُتاریں یا قبلہ کی طرف سے اُس میں قول مختار یہ ہے کہ ان سب باتوں میں گنجائش ہے اور ہر ایک مدیث صحیح یا اثر صحابہ وارد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا یعنی ہم لوگوں کے لئے قبر ہے اور غیر ملکوں کے لئے شق ہے میں کہتا ہوں اُس کی یہ وجہ ہے کہ لحد میت کی عزت کے مناسب ہے اور بلا ضرورت اُسکے اوپر مٹی ڈالنا اُس کے ساتھ ایک قسم کی بے ادبی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کے لئے بھیجا کہ کوئی تصویر بغیر مٹائے چھوڑیں اور کوئی اونچی قبر برابر کئے بغیر نہ چھوڑیں اور قبر کو پختہ کرنا اور اُس پر گنبد وغیرہ بنانا اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ قبروں کی طرف نماز مت پڑھو کیونکہ اس ذریعہ سے قبروں کی پرستش کرنی یا حد سے زیادہ تعظیم کرنے کا اور اُس کے سبب سے دین میں تحریف ہونے کا احتمال ہے جیسا اہل کتاب نے کیا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ اُنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور قبروں پر بیٹھنے سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو بعض کے نزدیک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے زیارت کرنیوالوں کا قبروں پر تمیز نامراد ہے اور بعض کے نزدیک قبروں پر پیر رکھنا مراد ہے اور اس تصویر پر یہ حکم آپ
نے میت کی عزت کے لحاظ سے دیا ہے پس حق یہ ہے کہ نہ تو مردہ کی اس قدر تعظیم کرے جو شرک کے قریب ہو جائے اور نہ
یہ چاہیئے کہ اسکی اہانت اور اسکے ساتھ عداوت کرے۔ اور چونکہ میت پر رونا اور اسکے لئے غم کرنا ایک طبعی امر تھا جو ان سے
چھوٹ نہیں سکتا اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادتی نہیں کی کہ انکو رونے سے بالکل منع کیا جاتا اور یہ ہونا
بھی نہیں چاہیئے کیونکہ رونا اور غم کرنا ہمجنس ہونے کے سبب سے رقت پیدا کرتا ہے اور وہ ایک عمدہ صفت ہے کیونکہ
لوگوں کا باہم مالوف و مانوس ہونا اسیپر موقوف ہے اور نیز مزاج انسانی کا بشرطیکہ وہ سالم ہو یہ مقتضی ہے چنانچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء خدا تعالے اپنے انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل
ہیں اور فرمایا ہے ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولاکن یعذب بھذا واشار الی لسانہ او یرحم۔ خدا تعالے
آنکھوں آنسوؤں اور دل کے غمگین ہونے سے نہیں عذاب دیتا اور زبان کی طرف اشارہ فرماکے ارشاد کیا کہ اسکے
سبب سے عذاب دیتا ہے اور فرمایا ہے لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ جو شخص رخسارے
پیٹنے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اسمیں بھید یہ ہے کہ ان باتوں سے
غم بڑھتا ہے اور جسوقت جس کا کوئی مرجاتا ہے وہ بمنزلہ مریض کے قابل علاج کے ہوتا ہے تاکہ اس کا مرض کم ہو اور یہ
مناسب نہیں ہے کہ اسکی بیماری بڑھانے میں کوشش کیجائے اور نیز جب اس پر مصیبت پڑچکی تو وہ اس سے فارغ
ہوگیا اب اسکو قصداً اس مصیبت میں نہ پڑنا چاہیئے اور نیز اس بیقراری کے بڑھنے میں احتمال ہے کہ خدا تعالے کے حکم
پر راضی نہ ہونے کا سبب ہو اور نیز اہل جاہلیت لوگوں پر اپنا نمائشی رنج ظاہر کرنے کیلئے رویا کرتے تھے اور یہ خبیث
اور نہایت مضر عادت ہے اسلئے آپ نے انکو اس سے منع کیا اور آپ نے نوحہ کرنیوالی عورت کے باب میں فرمایا
ہے۔ تقام یوم القیمۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب میں کہتا ہوں یہ اسلئے ہوا کہ اسکے گناہ نے اس کو گھیر لیا
تو اسی صورت میں اسکو سزا دیگئی کہ تمام اسکا بدن بدبو بھرا ہوا ہے اور کھڑی اسلئے کیجائیگی تاکہ لوگوں کو اسکا حال معلوم
ہوجا اسواسطے کہ نوحہ اس نے کھڑے ہوکر کیا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اربع فی امتی من امر
الجاھلیۃ لا یترکونھن چار باتیں میری امت میں جاہلیت کی ایسی ہیں کہ انکو نہ چھوڑینگے میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو ان باتوں سے ان لوگوں کا نہ چھوڑنا اسوجہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ باتیں طبیعۃ بشریہ کی حد سے بڑھجانے سے پیدا
ہوتی ہیں جس طرح حد سے زیادہ شہوت کا ہوجانا کیونکہ نفوس کے اندر ایک قسم کی غیرت وعار ہے جو انساب میں
ظاہر ہوتی ہے اور مردوں کے ساتھ جو انکو محبت ہے وہ آدمی کو رونے پیٹنے پر آمادہ کرتی ہے اور ایک شکل ہے
جس کے سبب سے خواہ مخواہ ستاروں سے بارش چاہتے ہیں لہذا کسی قسم کے لوگ ہوں اہل عرب ہوں یا اہل عجم
سب کا یہ دستور ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے باب میں جو جنازہ کے ساتھ جاتی تھیں فرمایا
ہے ارجعن موزورات غیر ماجورات گنہگار ہوکر نہ ماجور ہوکر لوٹ جاؤ۔ میں کہتا ہوں انکو اسلئے منع کیا گیا کہ انکے جانے سے
شور اور رونے پیٹنے اور صبر کے نہ کرنے اور ستر کے کھلنے کا احتمال ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویموت مسلم ثلثة من الولد فیلج النار۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے مرجاویں اور پھر وہ دوزخ میں جاوے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے طلب ثواب کر کے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا ہے اسکے علاوہ اور کئی وجوہ ہیں جنکا ہم ذکر کر چکے ہیں انکو وہاں دیکھنا چاہیئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تسلی کرتا ہے تو اسکو بھی مثل اسکے ثواب ملتا ہے میں کہتا ہوں اسکے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ جسقدر مصیبت زدہ کو رقت ہوتی ہے ایسی ہی اس تسلی دینے والے کو اور دوسرے یہ کہ عالم مثال کا مدار معانی مناسبہ کی ظاہر ہونے پر ہے پس مصیبت زدہ کے تعریت کرنے میں مصیبت کی صورت معلوم ہوتی ہے لہذا مثل اسی کے جزا پائیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصنعوا لال جعفر طعاما فقد اتاہم ما یشغلہم۔ جعفر کے کنبہ کو کھانا تیار کر دو کیونکہ انکو ایسا حادثہ پیش ہوا ہے جس سے وہ اور کام نہیں کر سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ اہل مصیبت کو کھانا کھلانا ہمدردی کا باعث اور بھوک مرنے سے ان کی حفاظت ہے اور بھی آپ نے فرمایا ہے نہیتکم عن زیارت القبور فزوروہا میں نے تم کو زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا مگر اب ان کی زیارت کیا کرو میں کہتا ہوں آپ نے ان کو قبروں کی زیارت سے اسلئے منع فرمایا تھا کہ اس کے سبب سے قبر پرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا تھا پھر جب اصول اسلام کو استحکام ہوگیا اور عبادت بغیر اللہ ہونے پر انکے دلوں کو اطمینان ہوگیا اس لئے بعد کو انکے لیئے زیارت کرنے کی اجازت دیدی اور اس اجازت دہی کی علت بھی بیان فرمادی کہ اسکا بڑا فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور دنیا کے تغیرات سے عبرت حاصل ہونیکا سبب ہے :۔ زیارت قبور

جب قبر کی زیارت کیلئے جاوے تو اہل قبور کے حق میں یہ دعا کرنی آئی ہے السلام علیکم یا اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسئال اللہ لنا ولکم العافیة۔ اور ایک روایت میں ہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم ۔

ان احادیث کا بیان جو زکوٰۃ کے باب میں آئی ہیں

معلوم کرنا چاہیئے زکوٰۃ میں جن امور کی رعایت کیگئی ہے انہیں سے زیادہ مہتم بالشان دو مصلحتیں ہیں ایک مصلحت کا انجام نفس کا شایستہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ نفوس کے اندر بخل پایا جاتا ہے اور بخل بدترین اخلاق میں سے ہے اور آخرت کے اندر نہایت ضرر پہنچانیوالی صفت ہے اور بخیل جب مرجاتا ہے تو اسکا قلب مال کی محبت میں الجھا رہتا ہے اور اسوجہ سے وہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور جب انسان زکوٰۃ کا عادی ہوجاتا ہے اور بخل کی صفت کو اپنے دل سے دور کر دیتا ہے آخرت میں اس سے اسکو بہت نفع پہنچتا ہے اور آخرت کے اندر خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری کے بعد سب اخلاق میں زیادہ تر نافع دل کی سخاوت ہے جسطرح فرمانبرداری سے نفس کے اندر خدا تعالیٰ کی کبریائی پر اطلاع پانے کی صفت حاصل ہونے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح سخاوت کیوجہ سے دنیاوی اخلاق رذیلہ سے پاک ہونیکی قابلیت حاصل ہوجاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ سخاوت فی الحقیقت ملکیہ کے بہیمیہ پر غالب ہونے اور اسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکیہ کے رنگ میں رنگ جانے اور اُسکا حکم قبول کر لینے کا نام ہے ایمان اوصاف پرنفس کو ان باتوں سے تنبیہ ہوتی ہے اور اپنی ضرورت کیوقت مال کو خدا کیلئے خرچ کرے اور جو اُسپر ظلم کرے اُسکو معاف کرے اور حوادث کی سختیوں پر برداشت کرے بایں طور کہ آخرت پر یقین رکھنے کیوجہ سے دنیا کی تکلیف اُسکو سہل معلوم ہو اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کا حکم فرمایا اور جو ان سب میں زیادہ دشوار امر تھا یعنی مال کا صرف کرنا اُسکو چند حدود کے اندر منضبط فرمایا اور نیز قرآن کے اندر بہت سے مقامات میں نماز و ایمان کے ساتھ اُسکا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اللہ پاک نے دوزخیوں کے حال کی حکایت میں فرمایا ہے لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین یعنی ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور بکنے والوں کے ساتھ بکا کرتے تھے اور نیز جب کسی مسکین کو سخت حاجت پیش آتی ہے اور تدبیر الٰہی کا مقتضی ہوتا ہے کہ اسکی یہ تکلیف اسطرح پر دور کیجائے کہ کسی شخص کے دل کے اندر اُسپر کچھ مال صرف کرنیکا الہام ہو تو یوں ہی ہو کر رہتا ہے یعنی کسی شخص کا دل الہام کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے اور اسکے سبب سے ایک روحانی انکشاف ہوتا ہے اور رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا سبب اور اُسکے نفس کی تہذیب میں نہایت نافع ہوتا ہے اور احکام شرعیہ کے اندر جو لوگوں کی طرف بالاجمال الہام متوجہ ہوتا ہے الہام کے فوائد میں الہام تفصیلی سے وہ کم درجہ کا ہوتا ہے اور نیز مزاج سلیم کی سرشت میں اپنے ہمجنس کے ساتھ ہمدردی داخل ہوتی ہے اور ایسی خصلت ہے جسپر بہت سے اخلاق جن کا انجام لوگوں کے ساتھ خوش حالی ہوتا موقوف ہوتے ہیں جس شخص میں ہمدردی نہیں ہوتی اُسکے اندر نہایت نقصان ہوتا ہے جسکی اصلاح اُسپر واجب ہے اور نیز صدقات گناہوں کے دور ہونے اور برکات کے زیادہ ہونے کا اسباب ہوتی ہیں چنانچہ سابقاً ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور دوسری مصلحت شہر کے حق میں ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کے اندر لامحالہ ہر قسم کے لوگ ناتوان اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ حوادث آج ایک پر اور کل دوسرے پر ہوتے رہتے ہیں پس اگر فقرا اور اہل حاجت کا طریقہ نہیں پایا جائے تو ضرور وہ لوگ ہلاک ہو جاویں اور بھوکے مر جاویں اور نیز شہر کے انتظام کیلئے ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جسکے اندر اُسکے محافظین اور مدبرین اور حکام کی معاش کا مدار ہو اور چونکہ وہ لوگ اُس شہر کے کارکن اور اُسکے حق میں نفع پہنچانیوالے ہیں اور اُسکے سبب سے کچھ اور دوسرا کار نہیں کر سکتے لہذا ضروری ہوا کہ انکی معاش اُس شہر سے حاصل کی جاوے اور خاص خاص لوگ انکی خرچ کے بسہولت متکفل نہیں ہو سکتے یا تحمل ہی نہیں کر سکتے اسلئے ضروری ہوا کہ رعایا کے مال میں سے کچھ حصہ لینا مقرر کیا جاوے چونکہ اس سے زیادہ سہل تر مصلحت کے موافق کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے شامل کر دیا جاوے لہذا شارع نے ایک کو دوسرے میں داخل کر دیا پھر اسبات کی ضرورت پڑی کہ ہر طرح کے مال کے لئے زکوٰۃ کی مقدار مقرر کیجاوے اسلئے کہ اگر مقدار مقرر نہ ہوتی تو جو کمی سے دینا چاہتا تو وہ کمی سے دیسکتا تھا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا وہ زیادتی سے لیسکتا تھا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ اُسکی مقدار زیادہ نہ مقرر کی جائے کہ اُسکے دینے سے انکو بار نہ گذرے اور اُسکے بخل کی اصلاح نہ ہو اور نہ اسقدر زیادہ مقرر کی جائے کہ اُسکا ادا کرنا اُنپر گراں نہ ہو اور نیز اُسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کیجائے جسمیں سب لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر سکیں اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ مدت بہت کم نہ ہو کہ جلد جلد انکو زکوۃ دینی پڑے اور اسکا ادا کرنا انکو دشوار ہو اور نہ وہ مدت اسقدر دراز ہو کہ اسکے ادا کرنے سے انکا بخل کچھ کم نہ ہو اور محتاج لوگ اور محافظین بعد انتظار شدید کے تمتع اٹھا سکیں اور مصلحت کے مناسب اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نہیں ہے کہ زکوۃ کے لینے میں وہ قانون مقرر کیا جائے بادشاہ اول اپنی رعایا سے اس قانون کو برتتے رہے ہیں اور لوگ اُسکے عادی ہو رہے ہیں کیونکہ جس چیز کے عجم و عرب عادی ہیں اور وہ بمنزلہ ضروری چیز کے ہو گئی ہے جس کے سبب سے وہ تنگدل نہیں ہوتے اور لوگوں نے اسکو ایسا مان لیا ہے کہ انپر اسکا بار نہیں ہے اس سے لوگوں کو مکلف کرنا حکم کی شان کے مناسب اور انکے قبول کرنے کے قریب ہے اور جن ابواب کی ملوک عادی ہیں انپر وہ گراں نہیں ہے اور سب کی عقل نے انکو تسلیم کر لیا ہے وہ چار باب ہیں اول تو یہ کہ اموال نامیہ میں سے زکوۃ لیجائے کیونکہ ان اموال کو حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ انکا بڑھاؤ بیرون شہر کی آمد و رفت پر ہے اور نیز انہیں سے زکوۃ لینا انکو بھی آسان ہے اسلئے کہ ہر وقت اس مال کا بڑھاؤ انکو معلوم ہوتا رہتا ہے تو اس سے زکوۃ کا دینا ان کو آسان ہے اور جو مال بڑھتے رہتے ہیں انکی تین قسمیں ہیں ایک تو مویشی جو جنگل میں چرتے ہیں اور انکی نسلیں بڑھتی رہتی ہیں دوسری زراعت تیسری تجارت۔ دوسرے زکوۃ ان لوگوں سے جو متمول اور صاحب خزانہ ہیں لیجائے اسلئے کہ انکو اس بات کی بڑی حاجت ہے کہ چوروں اور بٹماروں سے اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور انکو اور اخراجات لاحق ہوتے رہتے ہیں اسلئے انپر بھی بار نہیں ہے کہ انکے اخراجات کے ساتھ زکوۃ داخل کی جائے اور تیسری زکوۃ ان اموال سے لیجائے جنکو وہ مال بلا مشقت و محنت حاصل ہوتا ہے مثل دفینوں زمانہ جاہلیت اور جواہر جو دشمنوں سے ہاتھ لگے ہیں تو ایسے مال بمنزلہ مفت کے انکو حاصل ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کو اسمیں سے زکوۃ کا دینا آسان ہے چوتھے یہ ضرور ہے کہ پیشہ وروں پر بس مقرر کیا جائے اسلئے کہ پیشہ ور لوگ مخلوق میں عام اور بکثرت ہوتے ہیں اور جب ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا وصول کیا جائیگا تو انکو اسکا ادا کرنا آسان ہوگا اور فی نفسہ وہ مال کثیر ہوگا اور جو کہ دور کے شہروں سے تجارتوں کا جاری رہنا اور کھیتوں کا کٹنا اور پھلوں کا توڑا جانا سزاوار ہوا کرتا ہے اور زکوۃ کی قسموں میں یہ ایک قسم سب میں بڑی ہے اسلئے ان چیزوں کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کیگئی اور نیز ایک سال میں ہر ایک قسم کی فصلیں شامل ہوتی ہیں جنکے طبائع مختلف ہیں اور نیز پورے ایک سال میں مال کے بڑھنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اسلئے ایک سال کی مدت اس قسم کے اندازوں کے لئے مناسب ہے اور نیز مصلحت کے اعتبار سے زیادہ آسان اور موافق صورت یہ ہے کہ جس قسم کا مال ہو اسی قسم میں سے زکوۃ لی جائے اسلئے اونٹوں کے ونگ میں سے اونٹنی لیجاتی ہے اور گایوں کے گلہ اور بکریوں کے ریوڑ میں سے گائے اور بکری لیجاتی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مثال اور تقسیم اور تلاش سے اس قسم کے اموال معلوم کئے جائیں تاکہ ان کے ذریعہ سے جامع اور مانع انکی تعریفیں ہو سکیں اکثر شہروں میں مویشی اونٹ گائے اور بکریاں ہوتی ہیں اور انعام کے لفظ میں وہ سب آجاتی ہیں اور گھوڑے کے گلے اکثر جگہ نہیں ہوا کرتے اور انکی نسلیں بعض بعض ملکوں میں مثل ترکستان کے اور کہیں زیادہ نہیں ہوا کرتی ہیں اور کھیتیاں ان اناجوں اور پھلوں کو کہتے ہیں جو پورے سال بھر تک باقی رہ سکیں اور جو سال بھر تک نہ رہیں تو انکا نام ترکاریاں ہیں اور تجارت اس کا نام ہے کہ کوئی چیز اس ارادہ سے خرید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیجائے کہ اسمیں نفع ہو اسلئے کہ جو شخص ہبہ یا ورثہ سے کسی چیز کا مالک ہوجاوے اور اتفاقاً وہ اس کو فروخت کرے اور اسمیں نفع ہوجاوے اسکو تاجر نہیں کہا کرتے اور خزانے سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر کو کہتے ہیں جو مدت دراز تک محفوظ حالت میں رہے دس درم یا بیس درم کو اگرچہ وہ برسوں تک باقی رہیں خزانہ نہیں کہہ سکتے ایسے ہی علاوہ سونے چاندی کے اور سرمایوں کا نام بھی خزانہ نہیں ہے گو وہ کتنے ہی ہوں اور جو چیز صبح وشام آتی جاتی رہے اور وہ مستقل طور پر نہ ہو اسکو خزانہ نہیں کہتے یہ تمام مقدمات باب زکوٰۃ میں مسلم قاعدوں کے مرتبہ میں قرار دیے گئے ہیں پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قصد فرمایا کہ ان اشیا میں سے جنمیں شبہ اور ابہام تھا اسکو ان تعریفوں کے ساتھ منضبط فرمادیں جو عرب میں مشہور تھیں اور ہر باب میں اہل عرب نے اسکا استعمال کیا تھا۔

سخاوت کی فضیلت اور بخل کی برائی کا بیان

اب اس بات کی حاجت ہوئی کہ امور مذکورہ بالا کے بعد خرچ کرنے کے فضائل ادا کی طرف ترغیب بیان کیجائے تاکہ دلی رغبت اور دلی سخاوت سے وہ خدا کی راہ میں خرچ کریں اور زکوٰۃ کی روح یہی ہے اور جس اصلاح سے نفس کی تہذیب حاصل ہوتی ہے اُس کا مدار اسی سخاوت اور رغبت پر ہے اور نیز اس بات کی حاجت ہوئی کہ بخل کی برائیاں اور دنیا سے بے رغبتی کا حال بیان کیا جائے اسواسطے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کیلئے اصل نقصان کا منشا دنیا میں بھی ٹوٹے کی حالت میں ہے اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں تو یہ خداتعالےٰ کا ایک فرشتہ اُسکے لیے خرچ کرنیوالے کے حق میں یہ دعا کرتا رہتا ہے اللھم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ خرچ کرنیوالے کو اُسکے بدلے میں اور دے اور جو شخص کنجوس ہوتا ہے اُس کے لئے دوسرا فرشتہ یہ بد دعا کرتا رہتا ہے اللھم اعط ممسکا تلفا خدایا کنجوس کو کھودے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اھلک من قبلکم۔ الحدیث بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے تباہ کردیا اور فرمایا ہے ان الصدقۃ لتطفی غضب الرب یقیناً صدقہ پروردگار کے غضب کو فرو کرتا ہے اور فرمایا ہے ان الصدقۃ تطفی الخطیئۃ کما تطفی الماء النار۔ صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جسطرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور فرمایا ہے فان اللہ یتقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبھا الحدیث پس خداتعالےٰ اُسکو اپنے داہنے ہاتھ میں قبول فرماتا ہے اور پھر دینے والے کیلئے اسکی پرورش فرماتا رہتا ہے میں کہتا ہوں اس سب کا بھید یہ ہے کہ ملاء اعلےٰ میں جو بنی آدم کی اصلاح حال کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور جو شخص شہر کے یا صرف اپنی ہی ذات کی اصلاح میں کوشش رکھتا ہے اُسکے لئے رحمت ہوتی رہتی ہے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے وہ دعا اور رحمت اس خرچ کرنیوالے کیطرف جھک پڑتی ہے اور اسکی وجہ سے ملاء سافل اور بنی آدم کے قلوب میں اس بات کا القا ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ سلوک کریں اور وہ رحمت اُسکے گناہوں کے دور ہوجانے کا سبب ہوجاتی ہے اور خداتعالےٰ کے اُس صدقہ کو قبول فرمانے کے معنی یہ ہیں کہ عالم مثال میں اس عمل کی صورت اس شخص کے نام سے پیدا ہوجاتی ہے اور پھر ملاء اعلےٰ کی دعاؤں اور خداتعالےٰ کی رحمت سے اُس صورت کو نشو ونما ہوتا رہتا ہے آخرت میں زکوٰۃ نہ دینے والے کے لئے یہ نقصان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من صاحب ذھب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا فضة لا یودی منہا حقہا الا اذا کان یوم القیامۃ صفحت لہ صفائح ۔ الحدیث ۔ کوئی سونے والا اور چاندی والا جو اسمیں سے حق نہیں نکالتا ہے اس سے نہیں چھوٹ سکتا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسکے لئے پتر بنائے جائینگے۔ حدیث تک اور فرمایا ہے مثل لہ شجاعا اقرع ۔ اسکا مال اسکے لئے اقرع سانپ بنجائیگا ۔ اور اونٹ اور گائے اور بکری میں بھی اسی کے قریب قریب آپ نے فرمایا ہے میں کہتا ہوں زکوۃ نہ دینے والوں کے لئے اس قسم کی سزا ہونے کے دو باعث ہیں ایک تو اصلی سبب ہے دوسرا اسکے لئے بمنزلہ تاکید کے ہے وہ سبب یہ ہے کہ جس طرح ایک صورت ذہن دوسری کو شش کرلیتی ہے جسطرح خیالات کے سلسلہ میں ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یا جسطرح ذہن کے اندر ایسی ایک صورت کا پایا جانا کہ جسکا تصور دوسری صورت کے تصور پر موقوف ہے اس موقوف علیہ کے تصور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً باپ ہونا اور بیٹا ہونا جیسے منی کے ظروف کا منی سے بھر جانا اور پھر قوائے فکریہ کے اندر اسکے بخارات کا چڑھنا نفس اس بات کی حرکت پیدا کردیتا ہے کہ خواب میں عورتوں کی صورتوں کا مشاہدہ کرے یا جیسے دماغ کے اندر تاریک بخارات کے بھر جانے سے نفس کے اندر ان چیزوں کی صورتیں پیدا کردیتا ہے جو لوگوں کو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہیں مثلاً ہاتھی کی صورت اسی طرح جب نفس پر قوۃ مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے تو فی نفسہ اور اکات کا مقتضی ہوتا ہے کہ بخل کی صورت اسکے سامنے مال کی صورت میں ظاہر ہو اور پھر اس صورت سے اسکے نہ دینے اور اسکی نگرانی میں بہت رنج اور تکلیف اٹھانے کی صورت ظاہر ہو اور اسکے قوائے فکریہ پورے طور پر اس خیال سے بھر جاویں اور جس طرح ان چیزوں سے تکلیف پہونچانے کا طریقہ خدا تعالے نے جاری کیا ہے اسی طریقہ سے اسکو تکلیف پہونچے مثلاً سونے اور چاندی سے تکلیف پہنچنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے داغ لگایا جاوے اور اونٹ سے تکلیف پہونچنے کی یہ صورت ہے کہ وہ اسکو پیروں کے تلے دابے اور کاٹے اور علی ہذا القیاس اور چونکہ ملاء اعلے کو اس بات کا علم ہے اور بندوں پر زکوۃ دینا انہیں مقرر ہو گیا ہے اور نفوس بشریہ کا ان چیزوں سے ایذا پانا ملاء اعلی کو معلوم ہے اس سبب سے میدان حشر میں اس صورت کا فیضان ہوتا ہے اور سانپ کی صورت اور پتروں کی صورت کے ظاہر ہونے میں یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اس شخص کیلئے ظاہر ہوگی جسپر اجمالا مال کی محبت کا غلبہ ہے اسلئے یا تو خود مال ہی اسی ایک چیز کی صورت میں ظاہر ہو جاویگا یا اسکے دل کو مال کی محبت کا طوق کیطرح گھیر لینا اور دل کا اس سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کے ڈسنے کی صورت میں ظاہر ہوگا اور دوسری صورت ایسے شخص کے لئے ظاہر ہوگی جس کو سونے چاندی کی صورت سے محبت ہے اور اسکی حفاظت میں اپنی جان کھو رہا ہے اور اس کے قوائے فکریہ دینار و درہم کی صورت سے بھرے ہوئے ہیں وہ صورتیں اسکو لئے بڑی بڑی صورتوں میں ظاہر ہو کر موجب اسکے عذاب کا ہونگی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السخی قریب من اللہ یعنی سخی آدمی خدا تعالے کے نزدیک ہے جنت کے نزدیک ہے لوگوں کے نزدیک ہے آگ سے بعید ہے اور بخیل خدا تعالے سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگوں سے بعید ہے آگ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی خدا تعالے کو عابد بخیل سے پیارا ہے ۔ میں کہتا ہوں خدا تعالے سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالے کی معرفت اور حجاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسانی کے دور ہوجانے کی قابلیت رکھتا ہے اور جنت سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص صفات رذیلہ کو جو قوت ملکی کے بالکل منافی ہیں چھوڑ کر اس بات کی قابلیت رکھتا ہے کہ اسکی قوت بہیمی جو ان صفات کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ میں رنگ جاے اور لوگوں سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور کوئی انکو نہیں چھیڑتا کیونکہ اکثر لڑائی جھگڑے بخل اور حرص پر ہی مبنی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الشح اہلک من کان قبلکم حملہم علی ان یسفکوا دماءہم ویستحلوا محارمہم۔ حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اسی نے انکو اس بات پر آمادہ کیا کہ باہم خونریزی کریں اور اپنے محارم کو حلال سمجھیں۔ اور جاہل سخی خدا تعالٰے کو عابد بخیل سے اسواسطے پسند ہے کہ جب دلی سخاوت سے کوئی چیز دیجاتی ہے تو اس کا اثر بہ نسبت اسکے زیادہ ہوتا ہے کہ دباؤ سے اور مجبور ہو کر کچھ دیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیہما جنتان۔ الحدیث۔ بخیل اور سخی کا حال ان دو شخصوں کا سا ہے کہ ان پر لوہے کی دو زرہیں ہوں اخیر حدیث تک۔ میں کہتا ہوں اس حدیث میں سخاوت اور بخل کی حقیقت اور انکی روح کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ جب انسان کو خرچ کرنے کے اسباب لاحق ہوجاتے ہیں اور وہ خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اگر سخی اور دلچلا ہے تو اسکے دل میں ایک روحانی مسرت اور مال کے اوپر اسکو ایک قسم کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور اس وقت اسکی آنکھوں کے سامنے حقیر اور ذلیل معلوم ہونے لگتا ہے اور اسکو اسکا چھوڑنا آسان ہوتا ہے بلکہ اسکے چھوڑنے میں اسکو ایک قسم کی راحت معلوم ہوتی ہے اور نفس کو صفات رذیلہ بہیمیہ کے ساتھ جو کچھ تعلقات ہوتے ہیں اور وہ صفات اسکے اندر منقش ہوجاتے ہیں ان صفات کے چھوڑنے میں اس خصلت کو بہت دخل ہوتا ہے اور وہ آدمی بخیل ہوتا ہے تو خرچ کرنے کے وقت میں مال کی محبت میں اسکا دل مستغرق ہوجاتا ہے اور اسکی آنکھوں کے سامنے مال کی محبت متمثل ہوجاتی ہے اور اسکی محبت اسکے قلب کو دبا لیتی ہے جس کے سبب سے وہ رہائی نہیں پاسکتا اور صفات دنیہ کے نفس کے اندر جم جانے اور اسکے اندر الجھانے کا یہ خصلت بخل نہایت قوی سبب ہے اس تحقیق سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے معلوم کر لینے چاہئیں لا یدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان یعنی جنت میں نہ داخل ہوگا چغلخور اور نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا اور نیز اس قول کے لا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابدا کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل نہ جمع ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے للجنۃ ابواب ثمانیۃ الخ جنت کے آٹھ دروازے ہیں میں کہتا ہوں کہ جنت درحقیقت میں ان امور سے راحت پانے کا نام ہے جنکا عالم بالا سے نفس پر ترشح ہوتا رہتا ہے مثل رضامندی اور موافقت اور تسلی وغیرہ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خلدون۔ پھر خدا کی رحمت میں ہو کر انمیں ہمیشہ رہینگے اور اسکے خلاف میں فرماتا ہے اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خلدین فیہا۔ وہی لوگ ہیں جن پر خدا تعالٰے اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے اور ہمیشہ وہ اسمیں رہینگے اور بہیمی تاریکیوں سے اسی خلق کے راستے سے نفس باہر آسکتا ہے جس کے اعتبار سے ملکیہ کا غالب ہونا اور بہیمیہ کا مغلوب ہونا نفس کی سرشت میں داخل ہے اب بعض نفوس کے اندر خشوع اور طہارت کی صفت کے اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ اس شخص کو نماز میں پورا حظ حاصل ہوتا ہے اور کسی نفس میں سماحت کی صفت سے قوۃ ملکیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو غلبہ ہوتا ہے اور اسکی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس شخص کو صدقات کے دینے اور غلاموں سے درگذر کرنے اور مسلمانوں کیساتھ تواضع کرنے میں باوجود اپنی عزت کے اسکو نہایت شوق ہوتا ہے یا شجاعت کی صفت کے اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے پس جب بندوں کی اصلاح کے متعلق تدبیر الہی کا نفوس میں القا ہوتا ہے اور اول اس القا کو شجاعت کی صفت قبول کرتی ہے اور وہ شخص جہاد سے پورا حصہ لیتا ہے یا اسکا نفس ان لوگوں کے نفوس میں سے ہوتا ہے جنکے قوی بہیمیہ ادراکیہ میں باہم کشاکشی رہتی ہے اور پھر اس کے دل میں یا تو اس بات کا الہام پیدا ہوتا ہے یا اسکو اپنے نفس پر اس بات کا تجربہ حاصل ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے اور اعتکاف کرنے سے قوت بہیمی پست ہو جاتی ہے اور اس ترکیب سے اسکی تاریکیوں سے نفس کو نجات حاصل ہو سکتی ہے اس سبب سے وہ شخص ان باتوں کو نہایت شوق سے سنکر انکے عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر باب الریان سے اس کو پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے یہ وہی دروازے ہیں جنکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تصریح فرمائی ہے اور غالبا علاوہ راضین کا دروازہ اور مصیبت زدہ اور فقرا کا دروازہ اور انصاف کا دروازہ بھی انہیں میں ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصوں کے اندر جنکو خدا تعالے اپنے سایہ میں داخل کریگا امام عادل کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اسکی شناخت یہ ہے کہ اس شخص کو لوگوں کے اندر باہم محبت پیدا کرنے میں بڑی کوشش رہتی ہے اور توکل کرنے اور بدشگونی پر عمل نکرنے کا دروازہ بھی انہیں میں ہے اور ان ابواب میں سے ہر باب کے متعلق بہت سی احادیث مشہورہ وارد ہوئی ہیں الحاصل نفس کے رحمت الہی میں داخل ہونے کے یہ بڑے بڑے عالیشان دروازے ہیں اور حکمت الہی کا مقتضی ہے جنت کے بھی جسکو خدا تعالے نے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے ان دروازوں کے مقابل میں آٹھ دروازے ہوں اور جو لوگ بڑے بڑے کاملین اور سابقین میں سے ہیں وہ دو دو اور تین تین اور چار چار دروازوں میں سے احسان کی چہار دیواری میں آمد و رفت رکھتے ہیں لہذا قیامت کے روز بھی وہ جنت کے کئی کئی دروازوں سے بلائے جاوینگے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ سے اسکا وعدہ کیا گیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالے کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کریگا جنت کے دروازوں سے بلایا جائیگا اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکے بعض دروازوں سے بلایا جائیگا زیادتی اہتمام کے لحاظ سے اسکو ذکر کے اندر خاص کیا ہے۔

زکوۃ کی مقدار کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس فیما دون خمس ذود من خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمسۃ اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ۔ پانچ وسق سے کم چھواروں میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے میں کہتا ہوں غلہ اور چھواروں میں پانچ وسق کی مقدار آپ نے اسواسطے مقرر فرمائی ہے کہ یہ مقدار چھوٹے سے چھوٹے کنبے کو ایک سال تک کافی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کم سے کم گھر میں ایک خاوند اور ایک بیوی اور ایک خدمتگار یا انکا ایک بچہ ہوتا ہے اور یا اسکے قریب قریب ہو وہ بھی اس قبیلہ سے ہے اور اکثر ایک آدمی کی خوراک ایک رطل یا ایک مد کی ہوتی ہے پس اس حساب سے اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص انمیں سے اسقدر کھائے تو ایک سال کیلئے یہ مقدار کافی ہو سکتی ہے اور کچھ آنکے وقت بوقت یا نان خورش کیلئے باقی رہ سکتا ہے اور چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ اسواسطے مقرر کی کہ یہ مقدار بھی چھوٹے سے چھوٹے کنبہ کو بشرطیکہ اکثر ملکوں میں غلہ کا نرخ قریب قریب ہو پورے ایک سال کیلئے کافی ہو سکتی ہے اور معتدل ملکوں میں تلاش کرنے سے لوگونکی عادات کا گرانی اور ارزانی میں یہ حال معلوم ہو سکتا ہے اور اونٹ کی تعداد پانچ مقرر کی گئی اور ان پانچ کی زکوۃ ایک بکری واجب کی گئی اگرچہ فی الحقیقت جس جنس کا مال ہو اسی قسم کا مال زکوۃ میں لینا چاہئے اور نیز زکوۃ کی نصاب ایک مقدار کثیر مقرر کرنی چاہئے اسکی وجہ یہ ہے کہ اونٹ سب مواشی میں عظیم الجثہ اور بڑا نفع پہونچانیوالا جانور ہے چاہے اسکو ذبح کر کے کھاو چاہو سوار ہو چاہے دودھ پیو چاہے اس سے بچے لو اور اسکے بال اور کھال سب کام میں آتی ہے اور بعض لوگ صرف تھوڑی سی اونٹنیاں پال لیتے تھے اور دوانگ کا کام انسے لیلیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ایک اونٹ دس اور کوئی آٹھ اور کوئی بارہ بکریوں کے برابر سمجھا جاتا تھا جیساکہ بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے اس واسطے پانچ اونٹ بکریوں کی ادنے نصاب کے برابر سمجھے گئے اور ایک بکری انکی زکوۃ مقرر کیگئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فرسہ مسلمان پر اسکے غلام اور گھوڑے میں صدقہ نہیں ہے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ غلاموں کو پیداوار بڑھانے کی غرض سے جمع کرنے کا دستور نہیں ہے اور اسی طرح اکثر ملکوں میں گھوڑ دنکے اندر قابل اعتبار بڑھاؤ نہیں ہوتا جس کا مویشی کے بڑھاؤ کے لحاظ سے اعتبار کیا جائے لہذا اونٹ اور گھوڑا اموال نامیہ میں داخل نہیں ہے مگر جبکہ تجارت کی غرض سے انکو پالا جائے.

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت علی بن ابیطالبؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عمرو بن حزم وغیرہم رضی اللہ عنہم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانوں میں یہ بات متواتر ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوۃ چوبیس تک ایک بکری ہے اور پچیس اونٹ کی پینتیس تک بنت مخاض (وہ بچہ جو ایک برس سے نکلکر دوسرے میں پاؤں رکھے) ہے اور چھتیس سے پینتالیس تک بنت لبون (وہ بچہ جو تیسرے برس میں ہو) ہے اور چھیالیس سے ساٹھ تک حقہ (وہ بچہ جو چوتھے برس میں ہو) اور اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ ہے (وہ بچہ جو پانچویں برس میں شروع ہو) اور چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں اور اکیانوے سے ایکسو بیس تک دو حقے ہیں اور ایکسو بیس سے آگے ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے میں کہتا ہوں کہ اصل اسمیں یہ ہے کہ جب اونٹوں کی دانگوں پر اونٹنیوں کا تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی کے چھوٹے دانگ کے لئے اور بڑی کو بڑے کے لئے انصاف کے اعتبار سے مقرر کیا اور دوانگ کا اطلاق انکے عرف میں بیس سے زیادہ پر ہوتا ہے اسلئے پچیس سے اسکو منضبط کیا پھر ہر دہائی پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا جسمیں عرب کی رغبت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ہر پندرہ میں اس زیادتی کو مقرر کیا اور صحابہؓ کی روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بکریوں کی زکوۃ چالیس سے ایک سو بیس تک میں ایک بکری ہے اور اس سے آگے دو سو تک دو بکریاں ہیں اس کے بعد تین سو تک تین بکریاں بعد ازاں ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے میں کہتا ہوں کہ بکریوں کا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے اس کے گلوں میں بہت سا فرق ہوتا ہے کیونکہ بکریوں کا پالنا آسان ہے اور ہر شخص اپنی گنجائش کے موافق پال سکتا ہے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اندازہ چالیس بکریوں کے ساتھ کیا اور بڑے کا اس مقدار سے صرف چند پر اور پھر ہر بکریٹے پر حساب کی آسانی کیلئے ایک بکری کو مقرر کیا اور حضرت معاذؓ سے گائے بیل کی زکوٰۃ میں حدیث صحیح مروی ہے کہ ہر تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھیہ ہے اور ہر چالیس میں دو برس کا بچھڑا یا بچھیہ ہے اور یہ اسلئے ہے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان میں ہے اس لئے انہیں دونوں کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا اور احادیث سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے پھر صرف اگر ایکسو لوے درم چاندی ہے تو اس پر کچھ بھی زکوٰۃ نہیں کیونکہ سونا چاندی جملہ اموال میں نفیس مال ہے جس کے اندر مقدار کثیر صرف کرنے سے لوگوں کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے اسلئے سب قسموں کے اموال سے اسکی زکوٰۃ کا کم ہونا مناسب ہوا اور سونا بھی چاندی پر قیاس کیا گیا ہے اور اس زمانہ ایک اشرفی دس درہم کو بھنائی جاتی تھی اسلئے سونے کے نصاب بیس مثقال ہ۔ ماشہ مقرر کیگئی اور جن کھیتوں نے بارش یا چشموں کے پانی سے پرورش پائی ہے یا وہ عشری ہے اسپر دسواں حصہ واجب ہے اور جن کھیتوں کو ہاتھ سے پانی دیا جاتا ہے اسپر بیسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ جنمیں محنت کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ ہوتا ہے اسپر لگان زیادہ ہونا چاہئے اور جسمیں محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے اسکے لگان میں تخفیف مناسب ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور اور چھواروں کے تخمینہ کرنے میں فرمایا ہے دعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع یعنی ثلث کو چھوڑ دو اور اگر ثلث کو نہ چھوڑو تو ربع چھوڑ دو میں کہتا ہوں اہل زراعت کے حرج دور کرنے کے سبب سے آپ نے تخمینہ کو مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ کچھ کچا کچھ پکا کھانا چاہتے ہیں اور نیز صدقہ قبول کرنیوالوں کو بھی اس وجہ سے دقت جاتی رہے کیونکہ وہ نہایت دقت سے پھلوں کی حفاظت کر سکتے ہیں اور چونکہ تخمینہ میں کمی وبیشی کا احتمال ہوتا ہے اور زکوٰۃ میں تخفیف مناسب ہے اور جو چیز تجارت کی غرض سے جمع کیجاوے بجز قیمت کے اسکا اندازہ نہیں ممکن ہے اس لئے نقد کے زکوٰۃ پر اسکا قیاس کرنا ضروری ہوا اور دفینہ کے اندر خمس (پانچواں حصہ) ہے اسلئے کہ اسکو ایک طرح سے مال غنیمت سے مشابہت ہے اور ایک طرف سے مفت میں داخل ہے اسلئے اسکی زکوٰۃ پانچواں حصہ مقرر کی گئی۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر غلام اور حر اور مرد اور عورت چھوٹے و بڑے پر جبکہ مسلمان ہوں ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو مقرر فرمائے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک صاع اقط (وہ خاص قسم کا کھانا ہوتا ہے) یا ایک صاع منقی دیجاوے۔ اور ایک صاع اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ غالباً یہ ایک کنبہ کو کافی ہوجاتا ہے اور فقیر کی حاجت پورے طور پر رفع ہوجاتی ہے اور غالباً کوئی شخص ایک صاع کے دینے سے ضرر بھی نہیں پاتا۔ اور بعض روایات میں جو کہ ایک صاع کو گیہوں کے نصف صاع پر قیاس کیا ہے کیونکہ اس وقت میں بہ نسبت جو کے گیہوں کی گرانی تھی او رامرا اسکو کھا سکتے تھے اور مساکین گیہوں نہ کھاتے تھے زید بن ارقم نے سرقہ کے قصہ میں اسکو بیان کیا ہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا ہے اذا وسع اللہ فوسعوا جب خدا تعالے وسعت کرے تم بھی وسعت کرو اور عید الفطر میں اس صدقہ کو اسواسطے مقرر فرمایا کہ اول تو اسکے سبب سے عید الفطر کے شعار الٰہی ہونے کی اس سے تکمیل ہے دوسرے یہ ہے کہ اسمیں روزہ داروں کیلئے طہارت اور انکے روزہ کی تکمیل ہے جسطرح کہ نماز میں سنن کا مقرر کرنا اب رہی یہ بات کہ زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں اسکے باب میں متعارض حدیثیں وارد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہیں مگر زیور پر جمع کرنے کا اطلاق بعید ہے لیکن جمع کرنیکے معنی اسمیں موجود ہیں۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ زیور کی زکوۃ دیکر اس کے اختلاف سے علیحدہ ہو جاؤ +

زکوۃ کے مصارف کا بیان

مصارف کے اندر اصل یہ ہے کہ شہر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکے باشندے صرف مسلمان ہوں اور کسی غیر ملت کے لوگ اُنکے پاس نہیں رہتے ایسے شہروں پر تخفیف کرنا مناسب ہے کیونکہ ایسے شہروں کو فوج کے اکٹھے کرنے اور جہاد کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں اور بسا اوقات ایسے شہروں میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہو جاتے ہیں۔ جو رفاہ عام کے کام اپنے متعلق کر لیتے ہیں اللہ پاک نے محسنین کے لئے جس اجر کا وعدہ کیا ہے اسکی تصدیق اُن کو اس بات پر آمادہ کر دیتی ہے اور ان لوگوں کی معاش اپنے مالوں میں ہوتی ہے مسلمانوں کی جماعت کثیرہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کے وہ شہر ہیں کہ جنمیں اور ملتوں کے لوگ بھی رہتے ہیں ایسے شہروں پر سختی کرنا مناسب ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ کافروں پر سخت ہیں باہم مہربان ہیں اور ایسے شہروں کے لئے بہت سی فوج اور مددگاروں کی ضرورت اور نیز اس بات کی حاجت ہے کہ ہر نافع کام کے لئے ایک شخص مقرر کیا جاوے اور اسکی معاش بیت المال میں ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قسموں کے شہروں میں سے جدا جدا طریقہ مقرر فرمایا اور مصارف کے اعتبار سے محصول مقرر کیا دوسری قسم کے مباحث کتاب الجہاد میں عنقریب آتے ہیں اور جن شہروں میں صرف مسلمان ہی باشندے ہیں عمدہ مال جو وہاں پیدا ہوتا ہے وہ دو قسم کا ہوتا ہے جسطرح مصرف کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے جو مالک کے قبضہ سے نکلجاتا ہے جیسے میت کا ترکہ جسکا کوئی وارث نہ ہو اور گم شدہ مویشی جنکے مالک کا پتہ نہیں اور وہ لقطہ جسکو بیت المال کے مہتمموں نے اٹھایا اور پھر اسکا اعلان کیا گیا اور کوئی مالک معلوم ہوا اور اسی قسم کے اموال۔ اس قسم کے مال کو ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہیے جنکا نفع عام و شامل ہو اور اسمیں کسی کی تملیک نہ پائی جاوے جیسے نہروں کا کرایہ دینا پل و مساجد اور کنوؤں اور چشموں کا کھودوانا اور اسی قسم کے کام + اور دوسری قسم مال وہ صدقات ہیں جو مسلمانوں کے مال سے لیکر بیت المال میں جمع کئے جاتے ہیں ایسے اموال کو اُن مواقع میں خرچ کرنا چاہیے جنمیں کسی کو مالک بنایا جائے اس بات کی دلیل اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے انما الصدقت للفقراء والمسٰکین۔ اور اسکا اجمالی بیان یہ ہے کہ اگرچہ اس قسم کے حوائج بہت کثرت سے پیش آتے ہیں مگر سب سے بڑھکر تین نہایت ضروری ہیں ایک محتاج لوگ! اور شارع نے فقراء اور مساکین اور مسافروں اور قرضداروں کے اندر انکو منحصر کیا ہے۔ دوسرے محافظین اور شارع نے مجاہدین اور محصلین میں اُن کو منحصر کیا ہے اور تیسرے یہ ہے کہ اُن فتنوں کے دور کرنے میں مال صرف کیا جاوے جو مسلمانوں میں واقع ہوتے ہیں یا دوسرے لوگوں نے مسلمانوں میں اُن فتنوں کے واقع کرنے کا خطرہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ ضعیف الاسلام لوگ کفار سے میل پیدا کر لیتے ہیں یا کہیں کوئی کافر مسلمانوں کے ساتھ کوئی بُرائی کرنا چاہتا ہے اسلئے اُسکو کچھ مال دیکر اسکی تالیف کی جاتی ہے اور ان دونو نکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولفۃ القلوب کا لفظ شامل ہے یا مسلمانوں کے باہمی نزاعوں میں اس مال کو صرف کیا جاتا ہے۔

۱ اور اپنے تقسیم کرنے کی صورت اور یہ بات کہ کن لوگوں سے دینا شروع کیا جائے اور کسقدر دیا جاوے امام کی رائے پر موقوف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج میں بھی دیسکتا ہے اور حضرت امام حسنؓ سے بھی مثل اسی کے مروی ہے پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا انما الصدقٰت للفقراء۔ ان مواضع میں جہاں چاہے صرف کرے کافی ہے اور ابولاسؓ سے مروی ہے کہ ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیلئے صدقہ کا اونٹ سواری کے لئے دیا اور حدیث صحیح میں آیا ہے واما خالد فانکم تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ یعنی اور خالد پر تو تم ظلم کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہ بکتر اور ہتھیار خدا کی راہ ٹھیرا دئے ہیں اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر چیز کے عوض دوسری چیز جسمیں فقراء کا زیادہ نفع ہو دیوے تو جائز ہے دوسرے یہ کہ فی سبیل اللہ دیدینا صدقہ کی جگہ کافی ہو سکتا ہے میں کہتا ہوں اس تقدیر پر اللہ پاک کے اس حکم میں انما الصدقٰت للفقراء الآیہ حصر اضافی یعنی ان مصارف کی نسبت حصر ہے جنکو منافق لوگ اپنی خواہش کے موافق زکوٰۃ کا مصرف بنانا چاہتے تھے جیسے کہ سیاق آیۃ سے معلوم ہوتا ہے اسمیں سر یہ ہے کہ حوائج بیشمار ہوا کرتے ہیں اور ان شہروں میں جنکے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں بیت المال کے اندر کوئی اور مال کثیر نہیں ہوتا لہذا اسمیں وسعت دینا ضروری ہے تاکہ شہر کے حوائج کو وہ مال کافی ہو سکے واللہ اعلم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصدقات انما ہی من اوساخ الناس وانہا لاتحل لمحمد ولا لآل محمد یہ صدقات لوگوں کا میل ہوتے ہیں اسلئے یہ نہ محمد کے لئے حلال ہیں اور نہ اولاد محمد کے لئے حلال ہیں میں کہتا ہوں کہ صدقات کے میل ہونیکی یہ وجہ ہے کہ صدقات کے دینے سے گناہ دور ہوتے ہیں اور بلا دفع ہوتی ہے اور ان باتوں میں وہ انسان کا فدیہ ہوتے ہیں اسلئے ملاء اعلے کے ادراکات میں یہ صدقات ان صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں جسطرح صورت ذہنیہ اور نقشیہ اور خطیہ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں کے یہ نام ہیں وہی چیزیں ذہن اور الفاظ اور کتابت کے اندر موجود ہیں اور ہمارے نزدیک اسکا نام وجود تشبیہی ہے اسلئے بعض نفوس عالیہ میں اس بات کا ادراک پیدا ہوتا ہے کہ ان صدقات میں ایک قسم کی تاریکی پائی جاتی ہے اور کبھی اس امر کا الہام سافلہ کیطرف نزول ہوتا ہے اور بلکہ بعض اہل مکاشفہ بھی اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میرے سردار والد ماجد قدس سرہ بھی اس بات کی اپنی ذات سے حکایت کرتے تھے جسطرح صالحین کو زنا، یا اعضاء خبیثہ کا ذکر ناگوار معلوم ہوتا ہے اور نفیس کے اشیاء کے ذکر سے بشاش ہوتے ہیں اور اللہ پاک کے نام کی تعظیم کرتے ہیں ویسے ہی جس مال کو انسان بلا کسی عوض کے خواہ وہ عوض کوئی خاص شے ہو یا صرف نفع ہی ہو ایسی سے لیتا ہے اور اس دینے والیکو اس شخص کی عزت مقصود نہیں ہوتی ہے تو اس مال کے لینے میں اس شخص کو ایک قسم کی ذلت واہانت حاصل ہوتی ہے اور معطی کو اس شخص پر فضیلت اور احسان ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الید العلیا خیر من الید السفلی یعنی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ بہرحال سوال سے کمانا تمام پیشوں میں بدترین پیشہ ہے اور جو لوگ مقدس و بزرگان دین ہیں انکی شان کے بالکل مناسب نہیں ہے اور اس حکم میں دوسرا ادرامر ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود بعض لینے اور اپنے عزیزوں اور ان لوگوں کے لئے جنکا نفع اپنا ہی نفع ہے تجویز فرماتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس بات کا احتمال تھا کہ لوگ آپ سے بدگمان ہوتے اور آپ کے حق میں وہ وہ باتیں کہتے جو بالکل لغو ہوتیں۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بالکل بند کر دیا ہے اور اس بات کا ظاہر کر دینا چاہا کہ صدقات کے منافع انہیں کیطرف عائد ہوتے ہیں اور انہیں کے اغنیاء سے لیکر انہیں کے فقراء کو واپس کر دیے جاتے ہیں یا انکے حق میں بڑی رحمت اور مہربانی اور اور بھلائی کا پہونچانا اور برائی سے بچانا ہے اور چونکہ سوال کرنے میں ایک بڑی ذلت کا سامنا ہوتا ہے اور سوال کرنیوالا حیا سے باہر ہو جاتا ہے اور اسکی مروت میں نفاق آ جاتا ہے اسلئے آنحضرت صلعم نے بلا ایسی ضرورت کے جسکی وجہ سے آدمی مجبور ہو سوال کرنے سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور نیز جب لوگونکو لوگونمیں سوال کی عادت پڑ جاوے اور انکو سوال کرنے میں کچھ غیرت باقی نہ رہے اور بھیک سے مال جمع کرنے لگیں تو اسکے سبب سے ضروری پیشوں کا متروک ہونا لازم آتا ہے یا ان پیشوں کی قلت لا مالداروں پر بلا وجہ دقت لازم آتی ہے لہذا حکمت شرعیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ سوال سے غیرت کرنیکی صورت انکے سامنے ظاہر کی جائے تاکہ لوگ بلا ضرورت شدید کے سوال کرنے کا ارادہ نہ کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من سال الناس لیثری مالہ کان خموشا فی وجہہ ورضفا یاکلہ من جہنم جو شخص اپنا مال بڑھانے کی غرض سے لوگوں سے سوال کریگا تو اس کا منہ چھلا ہوا ہوگا یا انگارا ہوگا جہنم سے کہ کھائیگا اسکو۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ رمز ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے میں جو انکو تکلیف رہی ہے تو وہ اسی صورت میں ظاہر ہوگی جیسے ہاتھ میں لینے سے ظاہر میں تکلیف پہنچا کرتی ہے جیسے آگ کا انگارہ یا اسکے کھانے سے تکلیف پہنچتی ہے جیسے پتھر بریاں کیا ہوا آگ میں اور لوگوں میں اسکا ذلیل اور پشیمان ہونا ایسی صورت میں ظاہر ہوگا جو اسکے بہت مناسب ہے یعنی منہ پر خراش ہونا۔ اور جس شخص کو کوئی آفت عظیم پہنچے جس کے سبب سے اسکا تمام مال برباد ہو ہو اسکے حق میں آیا ہے کہ اگر وہ شخص سوال کرے اور اسقدر مال جمع کرے کہ اسمیں اسکی معاش حاصل ہوتی رہے تو اس کے لئے جائز ہے اس غنا کا اندازہ جسکے ساتھ سوال کرنا منع ہے ایک اوقیہ یا پچاس درہم سے ایک حدیث میں آیا ہے اور ایک حدیث میں اسکا اندازہ اتنے کھانے کے ساتھ آیا ہے جو صبح و شام کے لئے کافی ہو سکے اور ہمارے نزدیک ان احادیث میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے درجہ مختلف ہیں اور ہر کسی کے لئے جدا پیشہ ہوتا ہے جس کے بغیر اسکا رہنا ناممکن ہے۔ امکان سے ہمارے وہ امکان مراد ہے جو ان علوم میں مستعمل ہوتا ہے جنکے اندر سیاست مدن سے بحث کیجاتی ہے اور اس سے وہ امکان مراد نہیں ہے جو علم تہذیب النفس میں بولا جاتا ہے پس جو شخص ہاتھ کا پیشہ کرتا ہے جبتک اسکے پاس اسکے پیشہ کے آلات نہ ہوں تو اس پیشہ سے معذور ہے اسی طرح جو شخص کھیتی کرتا ہے کھیتی کے آلات نہ ہونے سے معذور ہے اور تاجر کے پاس جبتک سرمایہ تجارت نہ ہو معذور ہے اور جو شخص جہاد میں رہتا ہے اور صبح و شام اسکا رزق آتا جاتا رہتا ہے یعنی مال غنیمت۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے تو اسکے لئے اس مقدار کا اندازہ ایک اوقیہ یا پچاس درہم ہے اور جو شخص بازاروں میں باربرداری کرتا ہے یا جنگل سے لکڑیاں فراہم کرکے فروخت کیا کرتا ہے یا اور اسی قسم کے پیشے کرتا ہے تو اس شخص کے حق میں اسی مقدار کا اندازہ یہ ہے کہ اس کا ایک وقت کا کھانا چل سکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تلحفوا فی المسئلۃ یعنی سوال میں لپٹا مت کرو کیونکہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوتا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کچھ طلب کرے اور اسکا سوال مجھ سے اسے کچھ دلوا دے مگر میرا دل خوش نہ ہو اور پھر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ی ہوئی چیز اسکے لئے برکت کیجاوے میں کہتا ہوں اُسکا یا نہ ہے کہ جو نفوس ملحق بملاء اعلیٰ میں نہیں کراہیت اور رضامندی کا
کی صورت ذہنیہ بمنزلہ دعا و استجاب کے ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان ہذا المال خضر حلو الحدیث البتہ یہ مال ہرا اور شیریں
ہے جو شخص دل کی خوشی سے اُس کو لے لیتا ہے اُسمیں اسکے لئے برکت دیجاتی ہے اور جو دل کی حرص سے لیتا ہے اُسمیں
اسکو برکت نہیں دیجاتی اور اُس کا حال اُس شخص کا سا ہوتا ہے جو کھائے چلا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کسی چیز کے
اندر برکت ہونے کی کئی قسمیں ہیں ادنیٰ قسم یہ ہے کہ دل اُس سے مطمئن ہو اور اسکی طرف سے دلکو بیقراری نہ ہو مثلاً دو شخص
ہیں کہ انہیں سے ہر ایک کے پاس بیس بیس درہم ہیں مگر ان میں سے ایک شخص کو اپنے تنگدست ہونیکا خوف لگا رہتا
ہے اور دوسرے کو اس بات کا خیال بھی نہیں ہے بلکہ اسکو امید ہی رہتی ہے اس قسم کے بعد برکت کی دو قسم ہے کہ اس
چیز سے انتفاع زیادہ حاصل ہو جیسے کہ دو شخصوں کے پاس برابر برابر مال ہے انمیں سے ایک نے اپنے مال کو ضروریات میں
صرف کیا اور اسکے دل میں مال کے اچھی جگہ صرف کرنے کا الہام پیدا ہوا اور دوسرے نے اُس مال کو ضائع کر دیا اور میانہ روی
سے کام نہ لیا۔ نفس کی ہیئت اس برکت کو اسطرح سے چلتی جسطرح دعا کھینچ لیجاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
من یستعفف یعفہ اللہ جو کوئی شخص سوال کرنے سے بچیگا خدا تعالیٰ اسکو محفوظ رکھیگا میں کہتا ہوں اس میں
اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنیکو ہمت کے مجتمع ہونے اور ارادہ کے مضبوط ہونے
میں کامل دخل ہے ۔

ان امور کا بیان جو زکوۃ کے متعلق ہیں

اب اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگوں کو اس بات کی نصیحت کیجائے کہ صدقہ تحصیل کرنیوالے کو خوشی سے صدقہ ادا کیا
کریں لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وہو عنکم راض یعنی جب تمہارے پاس صدقہ
تحصیل کرنیوالا آوے پس چاہیے کہ خوش ہو کر تم سے رخصت ہو اور اسمیں یہ حکمت ہے کہ انکے نفس کی اصلاح ہو جاوے
اور آپ نے یہ بھی چاہا کہ لوگوں کو ظلم کے حیلہ سے زکوۃ کے اندر عذر کا موقع نہ رہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے فان عدلوا فلا
نفسہم وان ظلموا فعلیہا۔ پس اگر وہ انصاف کرینگے تو اپنے لئے اور اگر ظلم کرینگے تو اپنے لئے اور اس حدیث میں اور آنحضرت صلعم
کے اس قول میں فمن سئل فوقہا فلا یعط پس جس شخص سے اُس سے زیادہ مانگا جاوے تو نہ دے اختلاف نہیں ہے
اسلئے کہ ظلم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو اُس صورت میں کہ جس جگہ نص نے اُسکا حکم ظاہر کر دیا ہے اُس مقام
کے متعلق دوسری حدیث ہے یعنی اُسے معمول معین سے زیادہ نہ دینا چاہئے اور ایک وہ صورت ہے جسمیں اجتہاد
کی گنجائش ہے اور انکلیں لڑ سکتی ہیں ان مواضع میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عذر کے دروازہ کو بند کیا ہے اور
صدقہ لینے کیلئے اس بات کی نصیحت کرنی ضروری تھی کہ صدقہ کے لینے میں زیادتی نہ کرے اور انکے نفیس نفیس مال کو چھوڑ دے
مال غنیمت میں خیانت نہ کرے تاکہ انصاف اور بہت سے مقاصد اسکی وجہ سے حاصل ہو سکیں اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ لا یاخذ منہ شیئا الا جاء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبتہ ان بعیرا لہ رغاء پس قسم اُس ذات کی جسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضہ میں میری جان ہے انہیں سے وہ کچھ دبیگا قیامت کے دن اپنی گردن پر لائیگا اگر وہ اونٹ ہے تو بلبلاتا ہوگا اسکا نہ بولے کلام ملاق کے دیکھنے سے ہوا لغین زکوۃ کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور نیز اس بات کی ضرورت تھی کہ مال والوں کے فریب اور حیلہ کا دروازہ بند کیا جاوے اور اُسکے متعلق یہ علم ہو اکہ جو مال متفرق ہے وہ جمع نہ کیا جاوے اور جو مال مجتمع ہے وہ صدقہ کے ڈر سے جمع نہ کیا جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لان یتصدق المرأ فی حیوتہ بدرہم خیر لہ من ان یتصدق بمأۃ عند موتہ۔ زندگی کی حالت میں آدمی کو ایک درہم کا صدقہ کرنا مرتے وقت سو درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل کمثل الذی یہدی اذا شبع یعنی ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ بعد سیر ہونے شکم کے صدقہ دے میں کہتا ہوں اُسکی مرتبہ ہے کہ ایسی چیز کا خرچ کرنا جسکی اسکو حاجت نہیں ہے اور نہ حاجت ہونیکی توقع ہے پوری پوری سخاوت پر مبنی نہیں ہے پھر آنحضرت صلعم نے اُن خصلتوں کی تعلیم کا قصد کیا جن سے بخل کا ازالہ یا نفس کی تہذیب یا باہم الفت و محبت ہوتی ہے اور اُنکو بھی صدقات کے قبیلہ سے گردانا تاکہ صدقات کے ساتھ کثرت کے ساتھ ان اخلاق کا شریک ہونا معلوم ہو جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعدل بین اثنین صدقۃ الحدیث۔ دو شخصوں میں کوئی انصاف کرتا ہے وہ صدقہ ہے اور کسی شخص کی اپنی سواری پر سوار کرنے سے مدد کرنا صدقہ ہے اور اچھی بات زبان سے کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے جانے کیلئے ڈالتا ہے اور ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور اسی قسم کی باتیں اور نیز آپ نے فرمایا ہے ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری الحدیث جو کوئی مسلمان کسی ننگے بدن مسلمان کو کپڑا پہنادے تو وہ بھی صدقہ ہے اخیر حدیث تک میں کہتا ہوں کئی مرتبہ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ طبیعت مثالیہ کا مقتضی ہے کہ معانی کا ظہور اُن صورتوں میں ہو جو اُنکے قریب تر ہیں اور کھانا کھلانے میں کمانے کی صورت پائی جاتی ہے خوابوں کے دیکھنے اور واقعات کے پیش ہونے اور معانی کے جسموں کی صورتوں میں اس بات کی عبرت تم کو ظاہر ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی وبا کو جو ایک سیاہ عورت کی صورت میں دیکھا اسکی وجہ بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

پھر بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر غیروں کو صدقہ دیا کرتے تھے اور اسکے اندر ان لوگوں کی رعایت کا جنکی رعایت ضروری ہے لحاظ نہ پایا جاتا تھا اور یہ بات تدبیر و قرب لوگوں کے ساتھ الفت پیدا ہونے کے بالکل خلاف تھی۔ لہذا اس سے منع کرنے کی حاجت ہوئی اور آپ نے فرمایا دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ۔ الحدیث ایک تو وہ اشرفی ہے جس کو تو خدا کی راہ میں خرچ کرے اور ایک وہ ہے کہ جس کسی کی جان چھوڑانے میں دے اور ایک وہ دینار ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جسکو تو اپنے کنبہ پر خرچ کرے ان سب میں ثواب کے لحاظ سے وہ دینار بڑھکر ہے۔ جو اپنے کنبہ پر خرچ کرے۔ اور اس حدیث خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی وابدأ بمن تعول۔ بہتر وہ صدقہ ہے جو غنا کے ساتھ ہو اور اپنے اہل و عیال سے اسکا دینا شروع کرے اور اس حدیث میں کسی نے آپ سے عرض کیا کونسا صدقہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا جہد المقل وابدأ بمن تعول یعنی تنگدست کا صدقہ کے لئے تکلیف گوارا کرنا اور اپنے عیال سے دینا شروع کرے تنافات نہیں ہے کیونکہ ہر ایک حدیث کی توجیہ جدا جدا ہے اسلئے کہ یا تو غنا سے اصطلاحی غنا مراد نہیں ہے بلکہ نفس کی غنا مراد ہے یا کنبہ کیلئے رزق کا کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہیں غنا کا صدقہ اسلئے بہتر ہے کہ اسکی وجہ سے غنی کے مال میں برکت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت ہوتی ہے اور تنگدست کا صدقہ باہمیتی نفس ہے کہ وہ بخل کو خوب دفع کرتا ہے اور قوانین شرعیہ کے زیادہ تر مناسب ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخازن المسلم الامین الحدیث۔ خزانچی مسلمان امانت دار جو لوگوں کو مالک کے حکم دینے کے بعد پورے پورے طور پر خوش ہو کر دیتا ہے وہ بھی بمنزلہ صدقہ کرنیوالوں کے ہے میں کہتا ہوں بسا اوقات کسی ایسی چیز کا مانع نکرنا جو اسپر واجب ہے اور اسکا کرنا جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اس شخص کی سخاوت کی پہچان ہوتا ہے کیونکہ دیتے وقت اسکے دل کا خوش ہونا و تسلی کا حاصل ہونا دل کی سخاوت کے ساتھ ہوتا ہے لہذا اصلی متصدق کے بعد یہ شخص بھی مستحق ہے صدقہ دینے والا شمار کیا گیا اور ان حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے اذا انفقت المرأة من کسب زوجها من غير امره فلها نصف الاجر یعنی جو عورت اپنے خاوند کی کمائی میں سے بغیر اسکی اجازت کے اللہ کے نام پر دے تو اسکے لئے آدھا ثواب ملیگا اور آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا ہے لا تنفق امرأة من بیت زوجها الا باذنه اہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بلا اس کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے پھر کسی نے عرض کیا کھانے کی قسم سے بھی کچھ خرچ نہ کرے آپ نے فرمایا تو ہمارے اموال میں سب سے افضل ترین مال ہے۔ اور اس حدیث میں کہ ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ ہماری اولاد اور ہمارے ماں باپ اور ہمارے خاوندوں پر ہمارا بوجھ ہوتا ہے انکے مالوں میں سے ہم کو کسقدر حلال ہے تو آپ نے فرمایا ہے تر چیزیں کہ تم ان کو کھا سکتی ہو اور دیسکتی ہو۔ منافات نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس حدیث بالا میں یہ بات ہے کہ اسمیں خاوند کی مطلقاً اجازت ہو یا دلالۃً ہو اور کسی خاص شے کی صراحۃً اجازت نہ ہو اور خاوند صدقہ نہ دیتا ہو پس چونکہ عورت نے اسمیں صدقہ نکالا ہے اس لئے تسلیم کیا جائیگا اور خاوند کے مال میں اسی قدر تصرف درست ہے جتنا لوگوں میں دستور ہے اور خاوند کے مال کی اصلاح ہے جیسے ہری چیزیں کہ اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہوں اور کسی کو نہ دیجاویں تو خراب ہو کر ضائع ہو جاوینگی اور ان کے سوا اور چیزوں میں درست نہیں ہے اگرچہ غلہ کی قسم سے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تعد فی صدقتک فان العائد فی صدقتہ کالعائد فی قیئہ۔ اپنے صدقہ کو واپس مت لے کیونکہ صدقہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی قے کرکے نگل جانے والا۔ میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ صدقہ کرنیوالا جب اس چیز کو خریدنا چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ رعایت سے ملتی ہے یا خود ہی وہ رعایت سے لینا چاہتا ہے اور جسقدر رعایت کی گئی ہے اسی قدر اس کے صدقہ کا ثواب گھٹ جاتا ہے کیونکہ صدقہ کی روح دل کے تعلق کا اس مال سے ہٹا لینا ہے اور جب اسکے ذمہ اس بات کا خیال رہا کہ چیز کو رعایت سے ملجاوے تو اس کو اس چیز سے پوری بے تعلقی نہ ہوئی اور نیز شارع کو عمل کی صورت کا کامل ہونا مطلوب ہے اور اس کے واپس لینے میں اس صورت میں نقصان ہے جس ملک سے ہجرت کی جائے پھر اس زمین میں موت کے مکروہ ہونے کی یہی وجہ ہے واللہ اعلم۔

ان احادیث کا بیان جو روزہ کے باب میں وارد ہوئی ہیں

چونکہ قوت بہیمی کا قوی ہونا قوت ملکی کے احکام ظاہر ہونے کا مانع ہے لہذا اسکا مغلوب کرنا ضروری ہوا اور چونکہ اسکی قوت کی شدت کا سبب کھانا اور پینا اور لذائذ شہویہ میں منہمک ہونا ہے اور اس انہماک کا وہ اثر ہوتا ہے جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے پینے کا بھی نہیں ہوتا لہذا اُس کے مغلوب کرنے کیلئے ان اسباب کا کم کرنا ضروری ہوا لہذا سب وہ لوگ جو احکام قوتِ ملکی کا غلبہ ہونا چاہتے ہیں باوجود اختلافِ مذاہب اور بعدِ ملکوں کے ان اسباب کی تقلید پر اتفاق کرتے ہیں اور نیز بہیمیہ کو ملکیہ کے اسطرح پر تابع کرنا مقصود ہے کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ کے اخلاقِ دنیئہ قبول کرنے سے محفوظ رہے اور وہ اُسکے نقوش رذیلہ قبول نہ کرنے پائے جسطرح نگینہ کے نقوش موم کے اندر منتقش ہوجاتے ہیں اور اسکا بجز اسکے کوئی طریقہ نہیں ہے کہ قوت ملکی ایک بات کا ارادہ کرے اور بہیمیہ کے اندر اس کا القاء کر کے اُسکے سامنے پیش کرے اور وہ اُسکے حکم کو مان لے اور اُسکے سامنے سرکشی اور زیادتی نہ کرے اور پھر اس بات کا ارادہ کرے اور اسی طرح پھر قوت بہیمی اسکی تابعداری کرے اور پھر بار بار یہی امر پیش ہوتی کہ اس تابعداری کی اُسکو عادت پڑجاوے اور وہ امور جنکی قوت ملکی میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور قوت بہیمی کو اُنکے کرنے پر مجبور کیجاتی ہے اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جنکے واقع ہونے سے قوت ملکی کو سرور اور بہیمی کو انقباض پیدا ہوتا ہے جسطرح ملاء اعلےٰ کیساتھ تشبیہ پیدا کرنا اور خدا تعالےٰ کی کبریائی پر معرفت حاصل کرنا یہ امور قوت ملکی کے خواص میں سے ہیں اور بہیمی کو اُنسے نہایت درجہ کا بُعد ہے یا کسی ایسے امر کا ترک کرنا جس کی قوت بہیمی میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس امر میں اُسکو تلذذ حاصل ہوتا ہے اور قوت بہیمی کے ہیجان کی حالت میں اُس امر کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ بات روزہ سے حاصل ہوسکتی ہے اور چونکہ ان امور کا التزام تمام لوگوں سے باوجود تدابیر ضروریہ اور مال اور اہل کے ساتھ مشغول ہونے کے ممکن نہ تھا اسلئے یہ امر ضروری ہوا کہ کچھ زمانے کے بعد ہر مرتبہ ایک مقدار معین کا التزام کیا جاوے جس سے قوت ملکی کا ظہور اور اپنی خواہشوں کے پورا ہونے سے اُسکا سرور معلوم ہوجاوے اور اُس سے پیشتر جو کمی ہوئی ہے وہ دور ہوجاوے اور اس کا حال اس گھوڑے کا سا ہے جو کہ پچھاڑی کھونٹے سے بندھی ہوئی ہے اور وہ دو چار مرتبہ اِدھر اُدھر لاتیں پھینک کر اپنی حالت اصلی پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ مداومت حقیقی کے بعد اسکی مداومت کا درجہ ہے بعد ازاں یہ امر ضروری ہوا کہ اُسکی ایک مقدار مقرر کیجاوے تاکہ کوئی شخص اسمیں افراط و تفریط نہ کرسکے ورنہ تفریط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُس عبادت کو اسقدر عمل میں لاتا جو اُسکے لئے کافی و نافع نہ ہوتی یا افراط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُسکو اتنا عمل میں لاتا جس سے اُسکے ارکان میں کاہلی پیدا ہو کر اُسکو اُسکا نشاط جاتا رہتا اور اپنے نفس کو ہلاک کر کر کے داخل قبر ہوتا اور روزہ ایک تریاق ہے جب سموم نفسانیہ کے دور کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے اندر لطیفہ نفسانیہ کے مقام اور اُسکے جلنے ظہور کو بھی ایک قسم کی شکایت اور صدمہ پہنچتا رہتا ہے لہذا بقدر ضرورت اُس کا معین کرنا لازم ہوا۔ پھر خورد و نوش کے کم کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کھانے پینے میں کمی کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ عادت سے زیادہ خورد و نوش میں دیر کرے اور شرع کے اندر دوسری قسم کی تقلیل کا اعتبار ہے کیونکہ اُسکے سبب سے ایک قسم کا ضعف اور خفت پیدا ہوتی ہے اور بھوک اور پیاس کی کیفیت انسان کو اُسوقت معلوم ہوجاتی ہے اور قوت بہیمی کو اُسوقت اُسکی وجہ سے ایک قسم کی پریشانی اور خوف پیدا ہوجاتا ہے اور ان امور کا طاری ہونا اُسکو محسوس ہوتا ہے اور تقلیل کی پہلی قسم میں برابر ضعف پیدا ہوتا رہتا ہے اور نفس کو اُس ضعف کی پرواہ نہیں ہوتی حتیٰ کہ آدمی اُس سے بالکل تنگ کر رہجاتا ہے اور نیز تقلیل کی پہلی قسم کا عام حکم کے تحت میں بلا دقت داخل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے درجے مختلف ہیں کسی کی خوراک ایک رطل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کسی کی دو رطل ہوتی ہے۔

کھانے میں جتنی مدت کا فصل ہوتا ہے اسپر تمام عرب وعجم اور تمام صحیح المزاج لوگوں کا اتفاق ہے کہ شب و روز میں دو وقت یعنی صبح و شام کھاتے ہیں یا صرف ایک ہی مرتبہ اور بھوک کی کیفیت رات تک کھانا نہ کھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نیز یہ بھی غیر ممکن تھا کہ مکلفین کو ایک مقدار قلیل کا اختیار عطا کیا جاتا اور ان سے کہدیا جاتا کہ تم میں سے ہر ایک اتنا کھالیا کرے کہ جس سے قوت بھی مغلوب رہے کیونکہ یہ مقصود شرعی کے خلاف ہے اور یہ مثل مشہور ہے کہ جس شخص نے بھیڑیے کو بکریوں کا چوپان بنایا تو اس نے ظلم کیا اور ایسی صورت احسانیہ کا درجہ حاصل کرنے کو ممکن ہے پھر یہ بات ضروری ہے کہ یہ مدت فصل کی اسقدر نہ ہو کہ جس سے جان کی ہلاکت اور اسکا استیصال متصور ہو مثلاً تین شبانہ روز کیونکہ یہ بھی مقصود شرعی کے خلاف ہے اور تمام مکلفین اسپر عمل بھی نہیں کر سکتے اور نیز یہ بھی ضرور تھا کہ بار بار انکو بھوکا رہنے کا حکم دیا جاوے تاکہ وہ اس بات کے عادی ہو جاویں اور انہیں اتباع داری کا مادہ پیدا ہو جاوے ورنہ ایک مرتبہ بھوکا رہنے میں کچھ قابل اعتبار فائدہ نہیں ہے اگرچہ کیسے ہی سخت درجہ کی بھوک ہو اور یہ بات بھی ضروری تھی کہ اسکا مغلوب ہونا جو ہلاکت کی طرف مودی نہیں ہے اور اسکی تکرار کا انضباط ان مقداروں سے کیا جاوے جو انہیں مستعمل ہوتی ہیں اور کسی غافل اور ہوشیار اور شہری اور جنگلی پر وہ مقادیر پوشیدہ نہیں ہیں اور نیز ایسے امر سے انضباط کیا جاوے جسکو خود یا اسکی نظیر کو لوگوں کا گروہ عظیم استعمال کرتا ہو تاکہ اسکی شہرت اور تسلیم کر لینے کے سبب سے انکی دشواری جاتی رہے ان امور کے لحاظ کرنے سے یہ بات ضروری ہوئی کہ ایک مہینے تک ہر دن برابر کھانے اور پینے اور جماع سے نفس کو باز رکھنے کے ساتھ روزے کا انضباط کیا جاوے کیونکہ ایک دن سے کم مقدار کا مقرر کرنا ایسا ہے کہ جیسے دوپہر کے کھانے کو کچھ دیر کر کے کھانا اور اگر شب میں ان امور کے ترک کرنے کا انکو حکم دیا جاتا تو وہ اسکے عادی ہیں اسکی وجہ سے انکو پرواہ نہ ہوتی اور ہفتہ دو ہفتہ ایسی قلیل مقدار ہے جسکا نفس پر چنداں اثر نہیں ہوتا اور دو مہینے کی مقدار ایسی ہی کہ اسمیں آنکھیں گر جاتی ہیں اور نفس تنگ کر رہجاتا ہے اور ہم نے بیشمار اس بات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان امور کے لحاظ سے یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک دن کا انضباط کیا جاوے کیونکہ عرب اسی کو دن شمار کرتے ہیں اور عاشورہ کے دن اسی حساب سے انکو روزہ رکھنے کا دستور ہے اور مہینے کا انضباط چاند سے چاند تک ہونا ضروری تھا کیونکہ عرب کے نزدیک چاند سے چاند تک مہینہ ہوتا ہے اور شمسی مہینوں سے وہ حساب نہیں کرتے اور جب کہ حکم عام مقرر کرتے اور تمام لوگوں عرب و عجم کے اصلاح کی ضرورت ہوئی لہذا انکو اس امر کی ضرورت ہوئی کہ انکو اس مہینہ کا اختیار نہ دیا جاوے تاکہ ہر شخص اپنے لئے ایک مہینہ کو جسمیں اسکو روزے رکھنے آسان ہوں پسند کر لیا کرے اسلئے کہ اس سے عذر کرنے اور بچکر نکلجانے کا موقع ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دروازہ کا بند کرنا اور اسلام کے ایک عظیم الشان عبادت کا گمنام کر دینا ہے اور نیز مسلمانوں کے بڑے بڑے عظیم الشان گروہوں کا ایک زمانہ میں ایک چیز پر اجتماع کرنا اور ایک کا دوسرے کو دیکھنا انکے لئے اس عبادت کے آسان ہونے اور اسکے عمل پر ہمت کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور نیز انکا یہ اجتماع قوت ملکیہ کے برکات کے نازل ہونے کا ہر خاص و عام پر سبب ہے اور جو انہیں سے کاملین ہیں انسے کم درجہ لوگوں پر ان کے انوار کا پرتو پڑنے اور پھر انکی دعا کے شامل ہو جانے کا موقع ہے اور جب کسی مہینے کا مقرر کرنا ضروری ہوا تو اس مہینے د

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی مہینہ زیادہ مناسب نہیں ہے جس میں قرآن کا نزول اور ملت محمدی کی تکمیل ہوئی ہے اور شب قدر کے پائے جانے کا بھی اس مہینے میں قوی احتمال ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آتا ہے۔ پھر اس مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری ہوا جو ہر غافل وہوشیار اور ہر فارغ ومشغول کیلئے لابدی ہے اور جس میں کوتاہی کرنے سے اصل حکم میں کوتاہی لازم آتی ہے اور کمال کے مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری تھا جو محسنین اور سابقین کا دستور اور وہ ہے اول مرتبہ رمضان کا روزہ رکھنا اور نماز پنجگانہ پر کفایت کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے من صلی العشاء والصبح فی جماعۃ فکانما قام اللیل یعنی جس نے عشا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اسنے تمام شب عبادت کی۔ اور دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ پر کمیت اور کیفیت میں بڑھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تمام شب عبادت کرنا اور زبان اور تمام اعضا کا گناہوں سے پاک رکھنا اور شوال کے مہینے میں چھ روزہ اور ہر مہینہ میں تین روزے اور عاشورہ اور عرفہ کا روزہ رکھنا اور رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کا کرنا۔ یہ مقدمات جو ہمنے بیان کئے ہیں روزہ کے باب میں اصول کے قائم مقام ہیں۔ جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے تو اب ہم ان احادیث کی شرح کرنا چاہتے ہیں جو روزہ کے باب میں وارد ہوئی ہیں ۔

روزہ کی فضیلت کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنۃ۔ اور ایک روایت میں ابواب الرحمۃ آیا ہے وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین۔ جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیر میں باندھے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فضیلت رمضان کی مہینہ میں صرف مسلمانوں کے اوپر ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینہ میں بہ نسبت اور مہینوں کے زیادہ اندھے اور بہرے ہوجاتے ہیں کیونکہ شعائر الہٰی کی ہتک کرنے میں اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں مگر مسلمان جب روزہ رکھتے ہیں اور شب کو بیداری کرتے ہیں اور جو انمیں سے کاملین ہیں وہ نور الہٰی کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور انکی دعا سب مسلمانوں کو احاطہ کرلیتی ہے اور انکے انوار کا ادنی درجہ کے لوگوں پر پرتو پڑتا ہے اور انکی تمام گروہ پر چھا جاتی ہے اور ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے موافق عبادات سے قربت حاصل کرلیتا ہے اور معاصی سے اجتناب کرتا ہے تو یہ بات صادق ہوجاتی ہے کہ انکے لئے جنت کے دروازے مفتوح کردیئے گئے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے گئے کیونکہ فی الحقیقت جنت خدا تعالیٰ کی رحمت اور جہنم خدا تعالیٰ کی پھٹکار کا نام ہے اسلئے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کا ایک صفت پر متفق ہوجانا اسکے موافق خدا تعالیٰ کے جود کو متوجہ کرلیتا ہے جیسا کہ استسقاء اور حج میں ہم نے بیان کیا ہے اور یہ بات صادق ہوجاتی ہے کہ شیاطین مقید کرلئے گئے اور بھگائے گئے ان کے ملائکہ منتشر کردئے گئے اسلئے کہ رغبت عدن کا اثر اسی شخص میں ہوتا ہے جس نفس میں اس کا اثر قبول کرنے کی قابلیت ہے اور قوت بہیمی کے غلبہ سے یہ قابلیت ہوتی ہے اور وہ روزہ کے سبب سے مغلوب ہوجاتی ہے اور ملائکہ ان لوگوں کے پاس آتے ہیں جن میں ان کے اثر قبول کرنے کی لیاقت ہے اور وہ لیاقت قوت ملکی کے ظہور سے ہوتی ہے اور روزہ کے سبب قوت ملکی کا ظہور ہوجاتا ہے اور ہر رمضان میں اس رات کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا قوی احتمال ہے جسمیں تمام امورِ علمی کی تقسیم ہوتی ہے پس اعمال ایسے وقت میں انوارِ مثالیہ و ملکیہ کا انتشار ہوجاتا ہے اور اُنکے اضداد کا انقباض ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام شہر رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے ارادہ سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اُس کے تمام پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں میں کہتا ہوں اُس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے میں قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کا قوی احتمال ہے اور خدا تعالےٰ کی رضامندی اور اُس کے دریائے رحمت میں غرق ہوجانے کے لئے یہ کافی مقدار ہے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ اس کے سبب سے نفس ایک حال سے دوسرے حال کیطرف متوجہ ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جس شخص نے ایمان کے سبب اور طلب ثواب کے قصد سے شب قدر میں عبادت کی اُسکے سب گناہ پہلے بخشے گئے اسکا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ روحانیت کے انتشار اور عالم مثال کے غلبہ کے ظاہر ہوتے وقت جب کوئی عبادت پائی جاتی ہے تو اُس کے اندر اس عبادت کا وہ اثر ہوتا ہے جو غیر اوقات میں کئی مرتبہ اس عبادت کے کرنے سے نہیں ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف انسان کا ہر عمل بڑھجاتا ہے نیکی کا ثواب دس مثل سے سات سو مثل تک بڑھتا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی بجز روزے کے کہ وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اُسکی جزا دونگا روزہ دار میرے ہی خاطر اپنی خواہش اور کھانے کو ترک کردیتا ہے میں کہتا ہوں کہ نیکی کے بڑھجانے کا سبب یہ ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے اور قوت بہیمی کی مدد منقطع ہوجاتی ہے اور جو حالتیں اُسکے مناسب تھیں وہ اُس سے روگردانی کرلیتا ہے تو قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور اُسکے انوار طبعی روشن ہوجاتے ہیں اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کا یہی سبب ہے پس اگر نیک عمل ہوتا ہے تو تھوڑا سا عمل بھی قوت ملکیہ کے ظہور اور اُس عمل کے اُسکے مناسب ہونے کے سبب سے اسوقت بہت ہوجاتا ہے اور روزہ کے نشار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا نامہ اعمال میں لکھا جانا اسطرح پر ہوتا ہے کہ ہر عمل کی صورت عالم مثال کے ایک مقام پر جو اُس شخص کے لئے خاص ہے اسطرح متصور ہوتی ہے کہ اُسکے سبب سے اُسکے عمل کی جزا کی صورت جب وہ شخص جسمانی حجابات سے علیحدہ ہوجاتا ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور بسا اوقات ہم نے اس امر کا مشاہدہ کیا ہے اور نیز اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ بسا اوقات اُس امر کے جزا کے ظاہر کرنے میں جو شہوات نفسانیہ کے ساتھ مجاہدہ کے قبیلہ سے ہے ملائکہ کو جو اعمال کے جزا لکھنے پر مامور ہیں توقف ہوتا ہے اسلئے کہ اُسکے ظاہر کرنے میں اس خلق کی مقدار معلوم کرنے کو دخل ہے جو نفس کو اس عمل پر آمادہ کرتی ہے اور وہ ملائکہ اُسکے مرنے سے ناواقف ہیں اور انکو اُس کا علم وجدانی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کفارات اور درجات کے لکھنے میں باہم نزاع کرتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے خدا تعالےٰ اُن کی طرف وحی کرتا ہے کہ اس عمل کو بعینہ لکھ لو اور اس کی جزا میرے سپرد کردو اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ میرا بندہ صائم اپنی خواہش اور کھانے کو میری خاطر ترک کرتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ اُن کفارات سے جن کے عمل میں لانے سے نفس بہیمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اس حیثیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ایک بطن اور ہے جسکی طرف اسرار الصوم میں اشارہ کیا ہے اُس کو وہاں دیکھنا چاہئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے للصوم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ روزہ کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو افطار کے وقت اور ایک جس وقت خدا سے جائے سے لیگا پہلی خوشی تو طبعی ہے کہ روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی ملجاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اس واسطے کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہو جاتا ہے جس طرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلا تغلبوا علی صلوۃ قبل الطلوع وقبل الغروب تاکہ طلوع و غروب کے پہلے کسی نماز پر تم مغلوب نہ کئے جاؤ اور اس مقام پر اور بہت سے اسرار ہیں جن کے ظاہر کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک البتہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میرے نزدیک اُس کا یہ سبب ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اسکا اثر بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے اور عالم مثال میں بجائے عبادت کے وہ اثر متمثل ہو جاتا ہے اس لئے آپ نے اُسکے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ میں اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے اُس کو ایک پلہ میں رکھا تاکہ یہ رمز غیبی اُن کے لئے ظاہر ہو جاوے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الصیام جنۃ۔ روزے ڈھال ہیں میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ روزہ شیطان اور نفس کے ضرر سے بچا لیتا ہے اور انسان کو ان دونوں کے اثر سے دور کر دیتا ہے اور ان دونوں کو انسان سے کینہ ہو جاتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ کامل طور پر اسکو ڈھال بنایا جاوے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ آدمی اپنی زبان کو اقوال اور اعمال شہوانی سے محفوظ رکھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار بُری بات زبان سے نہ نکالے اور قوی بہیمیہ کے افعال سے محفوظ رکھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ شور و شغب نہ کرے اور اقوال کی طرف اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اگر اسکو کوئی بُرا کہے اور افعال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یا اُس سے کوئی لڑے فلیقل انی صائم تو اُس سے یہ کہدینا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں بعض کے نزدیک تو اُس کو زبان ہی سے یہ کہدینا چاہیئے اور بعض کہتے ہیں دل میں یہ کہہ لے اور بعض کے نزدیک نفل کے روزے اور فرض کے روزے میں فرق ہے مگر ہر ایک میں گنجائش کا موقع ہے۔

روزے کے احکام کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ الخ مت روزہ رکھو جبتک کہ چاند دیکھ لو اور نہ بغیر دیکھے ہوئے افطار کرو۔ پھر اگر ابر ہو جائے تو اُس کا اندازہ کر لو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تیس روز پورے کر لو میں کہتا ہوں کہ چونکہ روزے کا زمانہ قمری مہینہ کے ساتھ روایت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس روز کا ہوتا ہے لہذا اشتباہ کی صورت میں اس اصل کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرنا ہوا اور نیز احکام کی نشاۃ ان امور پر ہے کہ جن کو بے پڑھے لوگ بھی جانتے ہیں تعمق اور محاسبات نجومیہ پر انکا مبنی نہیں ہے بلکہ شریعت تو ان چیزوں کے مٹانے کے لئے آئی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا امة امیة لانکتب ولا نحسب۔ ہم بے پڑھی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شہرا عید لا ینقصان رمضان و ذوالحجۃ۔ عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے وہ رمضان و ذوالحجہ ہیں بعض تو اسکے یہ معنی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا جو یہ دونوں مہینے انتیس انتیس کے ہوں۔ اور بعض کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ تیس و انتیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیر معنی قواعد شرعیہ کے لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کبھی بات کا وہم نہ گذرے اور معلوم کرو کہ روزے کے باب میں تعمق کے اسباب مسدود کرنا اور جو باتیں لوگوں نے تعمق کرتے کرتے پیدا کرلی ہیں اس کا رد کرنا مقاصد ضروریہ سے تھا کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ تمام یہود و نصارے اور عرب میں سے ان لوگوں میں جنہوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا تھا شائع اور جاری تھا اور چونکہ انہوں نے اسباب کا خیال کیا کہ اسمیں فی الحقیقت نفس کے مغلوب کرنیکا نام ہے لہذا انہوں نے تعمق کر کے اپنی طرف سے روزہ کے اندر ایجاد کر دیئے جنسے زیادہ تر نفس مغلوب ہوسکتا ہے اور اسکے اندر ملت الٰہی کی تحریف لازم آئی تھی اور ان امور میں تو کمیت کی زیادتی پائی جاتی تھی یا کیفیت کی کمیت زیادتی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح منع فرمایا لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا تم میں سے کوئی رمضان کی پیشقدمی نکرے ایک دن نہ دو دن کے روزے سے مگر جس شخص کی کسی خاص دن روزہ رکھنے کی عادت ہو وہ اُس روز روزہ رکھ لے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے اور ان دنوں کے روزہ رکھنے میں کچھ فرق نہیں ہے لہذا اگر دہی لوگ ان دنوں میں روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کر لیتے تو اُن کے بعد جو طبقہ پیدا ہوتا اسی طریقہ کو وہ بھی اپنے اندر جاری رکھتا اور اسی طرح اس کے بعد کا طبقہ حتے کہ دین میں تحریف لازم آتی اور تعمق فی الحقیقت اس بات کا نام ہے کہ احتیاط کی جگہ کو کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لیوے اور شک کا دن اسی میں داخل ہے اور کیفیت کے اندر زیادتی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح منع کیا ہے کہ آپ نے لوگوں کو صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور سحری کھانے کی رغبت دلائی ہے اور سحری کے دیر سے کھانے اور روزے کے جلد کھولنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں تشدد اور تعمق پر مبنی ہیں اور جاہلیت کے افعال میں سے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اذا انتصف شعبان فلا تصوموا جب نصف مہینہ شعبان کا گذر جاوے اس میں روزے مت رکھو اور حضرت ام سلمٰی کی اس حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بجز شعبان اور رمضان کے کبھی پے درپے دو مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بنفس نفیس وہ خود یہ افعال کیا کرتے تھے کہ جنکا اپنی امت کو حکم نہیں دیا کرتے تھے اکثر یہ افعال اس بات کے بند کرنے اور احتمالات کلیہ کے مقرر کرنے کے قبیلہ سے ہوتے تھے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بات سے مامون تھے کہ کسی شے کو ہمیں استعمال کریں یا ہم حتک ان افعال کو عمل میں لانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے بڑھکر ملال خاطر اور ضعف جسمانی کی طرف نوبت پہنچاوے اور آپ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کوئی شخص اس بات سے مامون نہیں ہے لہٰذا ان کے لئے قانون شرعی کے مقرر کرنے اور باب تعمق کے بند کرنے کی حاجت ہے یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کو منع فرماتے تھے اور آپ کے لئے تو بلا اس سے بھی زیادہ اور حلال کی گئی تھیں کیونکہ منع کرنے کی علت یہ ہے کہ ظلم لازم نہ آوے۔ چاند کا دیکھنا ایک مسلمان عادل یا مستور الحال کے اس بات کی گواہی دینے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور دونوں صورتوں میں چاند کا ثابت ہو جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص اعرابی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے پیغمبر ہیں اس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دے کہ کل کو لوگ روزہ رکھیں اور ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے رویت ہلال بیان کی تو آپ نے روزہ رکھ لیا اور جسقدر امور دینیہ ہیں اُن سب کا یہی حکم ہے اور ان کا حال مثل روایت حدیث کے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے میں کہتا ہوں اُس میں دو برکتیں ہیں بدن کی اصلاح کے لحاظ سے یہ برکت ہے کہ بدن ضعیف نہیں ہوتا اس لئے کہ روزے کی مقدار پورے دن بھر کھانے کی چیزوں سے باز رہنے کی ہے اس مقدار میں زیادتی نہ کرنی چاہئے اور دوسری برکت تدبیر دینی کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے کہ دین کے اندر لوگ وہم نہ کیا کریں اور تحریف اور تغیر اسمیں نہ ہونے چاہئیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر جبتک لوگ افطار جلدی کرتے رہینگے خیریت سے رہینگے اور نیز آپ نے فرمایا ہے فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں فرق سحری کھانے کا ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے احب عبادی الی اعجلہم فطرا اپنے بندوں میں سے وہ بندہ مجھے زیادہ پسند ہے جو افطار میں تعجیل کرے میں کہتا ہوں اس بات میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں اہل کتاب نے تحریف کر دی ہے لہٰذا انکی مخالفت کرنے اور انکی تحریف دور کرنے میں ملت اسلام کا قیام ہے اور نیز آپ نے جب لوگوں کو صوم وصال یعنی روزہ پر روزہ رکھنے سے منع کیا تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم میں مجھ سا کون ہے مجکو تو اللہ پاک شب میں کھلاتا ہے اور پلاتا ہے میرے نزدیک صوم وصال سے منع کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ روزہ جان کی ہلاکت کا سبب نہ ہو جیسے ہم بیان کر چکے ہیں دوسرے یہ کہ دین کی تحریف لازم نہ آوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میرے لئے صوم وصال ہلاکت کا باعث نہیں ہو سکتا کیونکہ مجکو قوت ملکیہ نوریہ سے تائید ہوتی رہتی ہے اور آپ سب قباحتوں سے مامون ہیں اور آپ کے اس قول میں کہ جو شخص فجر سے روزہ کی نیت نہ کرے اُس کا روزہ نہیں ہوتا ہے اور آپ کے اس قول میں فانی لم یجد طعاما انی صائم یعنی جس وقت کھانا نہ ملے تو یہ کہے کہ میں روزہ رکھنے والا ہوں اس لئے کہ آپ کا قول اول روزہ فرض میں ہے اور دوسرا روزہ نفل میں اور نفی سے مراد نفی کمال ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمع النداء احدکم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی تم میں کا اذان سُنے اور ہاتھ میں برتن ہو جبتک اپنی حاجت پوری نہ کرے اُس کو نہ رکھے میں کہتا ہوں کہ اذان سے مراد اذان خاص ہے اور وہ اذان بلال پر اعتذ ہے اور یہ حدیث حدیث ان بلالا ینادی بلیل کا مختصر ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ جب کوئی تم میں کا روزہ کھولے تو چھوارے سے کھولے اس لئے کہ اس سے روزہ کھولنے میں برکت ہے اور اگر اس کو نہ پائے تو پانی سے کھولے اس لئے کہ وہ پاک چیز ہے میں کہتا ہوں شیرین چیز کی طرف طبیعت کو خصوصًا بھوک کی حالت میں میلان ہوتا ہے اور جگر کو شیرین چیز سے الفت ہوتی ہے اور عرب کے طبائع چھوارے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور طبیعت کے میلان کو اپنی مناسب چیز میں اثر ہوتا ہے پس لامحالہ وہ اُس کو بدن کے مناسب موقع پر استعمال کرلیتی ہے اور یہ ایک قسم کی برکت ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے من فطر صائما او جہز غازیا فلہ مثل اجرہ۔ جو شخص روزہ دار کا روزہ کھلوائے یا مجاہد کے لئے سامان جنگ کرادے تو اُس شخص کو بھی صائم و مجاہد کے ثواب ملیگا۔ میں کہتا ہوں جو شخص روزہ دار کا روزہ اس غرض سے افطار کرادے کہ وہ شخص روزہ دار واجب التعظیم ہے تو اُس کا یہ روزہ افطار کرانا ایک قسم کا صدقہ اور روزہ کی تعظیم اور اہل طاعت کے ساتھ سلوک کرنا ہے پس جب اُس کے اس عمل کی صورت نامۂ عمل میں متمثل ہوئی تو کوئی طرح پر وہ صورت روزہ کے معنی پر مشتمل تھی لہذا روزے کے ساتھ اُس کو جزا دیگی۔ روزہ افطار کرنے کے وقت ان کلمات کا کہنا سنت ہے ذہب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ اور ان کلمات کے اندر ان حالتوں پر شکر ہے جن کو انسانی طبیعت یا اُس کے ساتھ اُس کی عقل بھی پسند کرتی ہے اور ان کلمات کا کہنا بھی آیا ہے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت۔ ان کلمات میں عملًا اخلاص اور نعمت پر شکر کرنے کی تاکید ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لایصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او بعدہ۔ تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر ہاں یہ کرے کہ اُس سے پہلے یا بعد رکھ لیا کرے اور فرمایا ہے لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ راتوں میں سے شب جمعہ کو قیام کے ساتھ مت خاص کرو۔ میرے نزدیک اُس میں دو حکمتیں ہیں ایک تو تعمق کا بند کرنا کیونکہ شارع نے روز جمعہ کو خاص خاص عبادات سے مخصوص کیا ہے اور اور دنوں پر اُس کی فضیلت بیان کی ہے اس لئے اس بات کا احتمال قوی تھا کہ تعمق کر کر لوگ اور عبادات کے ساتھ جمعہ کے اندر روزے کی عبادت کو بھی داخل کر لیتے۔ دوسری حکمت عید کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ عید سے خوشی اور لذائذ کا حاصل کرنا مفہوم ہوتا ہے اور جمعہ کے عید قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ لوگوں کو اس بات کا خیال رہے کہ جمعہ کے اندر اس قسم کا اجتماع ہوتا ہے جس کی طرف ان کے دل راغب ہوتے ہیں اور اُس میں جبر نہیں ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے لاصوم فی یومین الفطر والاضحٰے۔ دونوں میں روزہ جائز نہیں ایک عید الفطر دوسری عید الاضحٰے اور فرمایا ہے ایام التشریق ایام اکل وشرب وذکر اللہ۔ ایام تشریق کھانے اور پینے اور خدا تعالےٰ کے یاد کرنے کے دن ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کے اندر عید کے معنی کا ثابت کرنا اور خشک عبادات اور دین کے اندر تعمق کرنے سے اُن کی طبائع کا پھیرنا ہے اور فرمایا ہے لایحل لامرأۃ ان تصوم وزوجہا شاہد الا باذنہ۔ کسی عورت کو اپنے خاوند کی موجودگی میں بلا اُس کی اجازت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزہ رکھنا درست نہیں ہے میں کہتا ہوں اُس کی یہ وجہ ہے کہ ایسے وقت میں روزہ رکھنے سے خاوند کے بعض حقوق تلف ہوتے ہیں اور اُس کی بشاشت اور دل لگی میں فرق آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں الصائم المتطوع یملک نفسہ ان شاء صام وان شاء افطر نفل کا روزہ رکھنے والا اپنی ذات کا مختار ہے چاہے روزہ رکھے چاہے توڑ دے اور اُس قول میں جو حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اقضیا یوما آخر مکانہ اُس کی جگہ دوسرے دن تم روزہ قضا کر لیو کچھ مخالفت نہیں ہے اس لئے کہ قول اول کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اگر وہ روزہ دار چاہے اپنے اوپر لازم کر کے روزہ توڑ دے اور آپ نے ممکن ہے اُن دونوں کو بطور استحباب کے قضا کا حکم دیا ہو کیونکہ جس چیز کو لازم کر لیا ہے اُس کے پورا ہی کرنے سے دل کو اطمینان ہوتا ہے یہ آپ نے اُن کے دلوں میں اس بات کی طرف سے وقت کا لحاظ فرما کے خاص کر یہ حکم دیا ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا رجعوا بحجۃ وعمرۃ ورجعت بحجۃ فامرہا من التنعیم۔ وہ تو ایک حج وعمرہ کر کے واپس ہوئے ہیں اور میں ایک حج کر کے اب مقام تنعیم سے عمرہ کرونگی اور آپ نے فرمایا من نسی وہو صائم فاکل اوشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔ اگر روزہ دار روزہ کی حالت میں کھالے یا کچھ پی لے تو اُس کو اپنا روزہ پورا کر لینا چاہئے کیونکہ خدا ہی اُس کو کھلاتا پلاتا ہے۔ میں کہتا ہوں صرف روزہ کے اندر نسیان کی حالت میں اللہ تعالے نے آدمی کو معذور رکیا ہے اور کسی عبادت میں بھولنے سے وہ معذور نہیں ہوتا اس لئے کہ روزہ کے اندر کوئی ایسی ہیئت نہیں پائی جاتی جس سے اُس کو روزہ یاد رہے بخلاف اور احرام کے کہ ان دونوں کے اندر اس قسم کی ہیئت پائی جاتی ہے مثلاً قبلہ رخ کھڑا ہونا اور بے سلا ہوا کپڑا پہننا لہذا روزہ کے اندر معذور رکھنا مناسب ہوا اور ایک مرتبہ رمضان کے دن میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تو آپ نے اُس سے فرمایا اعتق رقبۃ۔ یعنی ایک غلام آزاد کر۔ میں کہتا ہوں جب اُس شخص نے شعائر الٰہی کی حرمت کا ہتک کیا جس کا منشاء افراط طبعی تھا لہذا ضروری ہوا کہ اُس کے مقابلے میں اُس کے اوپر ایک ایسی عبادت واجب کی جائے جو اُس کے نفس پر نہایت شاق ہو تاکہ اُس کے سامنے اُس کی صورت پیش رہے اور نفس کے غالب ہونے سے اُس شخص کو باز رکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے اور یہ فرمانے کہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالےٰ کو مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے کچھ مخالفت نہیں ہے کیونکہ ایسے کلام سے مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے گویا آپ نے یہ فرمایا ہے کہ گویا وہ شخص خدا تعالےٰ کو اس قدر محبوب ہے کہ اُس کے منہ کی بدبو بھی اُس کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور نیز ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس من البر الصیام فی السفر ذہب المفطرون بالاجر۔ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے جو لوگ روزہ نہیں رکھتے وہ ماجور ہیں اور فرمایا ہے من کانت لہ حمولۃ تاوی الی شبع فلیصم رمضان اور کہ یعنی جس شخص کے پاس سواری ہو جو منزل تک اُس کو آرام سے پہونچا سکے تو رمضان کو جس جگہ پائے روزہ رکھے اس لئے کہ پہلی حدیث اُس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب روزہ رکھنا شاق ہو جس سے ضعف اور غشی تک نوبت پہونچے چنانچہ راوی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے قد ظلل علیہ یا مسلمانوں کو ایسی حاجت ہے کہ بغیر افطار کے وہ حاجت پوری نہیں ہو سکتی چنانچہ راوی کہتا ہے فسقط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصوامون وقام المفطرون یعنے روزہ دار گر پڑے اور بے روزہ دار کھڑے ہو گئے یا کوئی شخص اپنے دل میں رخصت کی کراہیت کا گمان کرتا ہے اور اسی قسم کی اسباب کی صورت میں یہ حکم ہے اور دوسرا اُس صورت میں ہے کہ سفر میں چنداں مشقت نہ ہو اور اسباب مذکورہ سے خالی اور نیز ان دو حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ جس شخص کے ذمہ کوئی روزہ ہو اور وہ مرجائے اُس کی طرف سے اُس کا وارث روزہ رکھے اور اُسی کے حق میں فرمایا ہے فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا۔ تو اُس کو چاہیے کہ ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اس لئے کہ دونوں امر میں سے ہر ایک کے کافی ہونے کا احتمال ہے اور اُس میں دو بھید ہیں ایک تو میت کی اعتبار سے کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہیں اُن کو اس بات کا ادراک رہتا ہے کہ عبادت میں سے کوئی عبادت جو اُن پر واجب تھی اور اُس کے ترک کرنے سے اُن سے مواخذہ کیا جائیگا اُن سے فوت ہو گئی ہے اس لئے وہ نفوس رنج والم کی حالت میں رہتے ہیں اور اس سبب سے اُن پر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت میں اُن پر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ اُس میت کا قریب ہے اُسکا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ یہ عمل اُس کی طرف سے کرتا ہوں اس شخص کے قرابتی کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اُسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے کسی چیز کے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کئے مرگیا تو اُسکے وارث کو اُسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے اور جنازہ کی نماز میں ہم نے جو بیان کیا ہے اگر وہی بیان مردوں کے لئے زندوں کے صدقہ کرنے کے متعلق کیا جائے تو ہو سکتا ہے اور دوسری مزدین کی اعتبار سے ہے اور وہ تاکید بلیغ کا ثابت ہونا ہے یعنی تاکہ لوگ معلوم کریں کہ روزہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ بعد مرنے کے بھی ساقط نہیں ہوتا۔

اُن امور کا بیان جو روزے کے متعلق ہیں

معلوم کرنا چاہیے کہ روزہ کا کمال افعال اور اقوال شہویہ اور سبعیہ اور شیطانیہ سے اُس کا محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ امور نفس کو اخلاق رذیلہ کی یاد دہانی کرتے ہیں اور اوصاف قبیحہ کی طرف اُس کو برانگیختہ کرتے ہیں اور نیز اُن چیزوں سے روزہ کا محفوظ رکھنا جو روزہ ٹوٹنے کے دواعی اور اسباب ہیں۔ پہلے امور کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلا یرفث ولا یصخب وان سابہ احد اوقاتلہ فلیقل انی امرء صائم پس بیہودہ گفتگو نہ کرے اور شور نہ مچائے پھر اگر کوئی شخص اُسکو بُرا کہے یا اُس سے لڑے تو اُس کو یہ کہہ دینا چاہیئے کہ میں روزے سے ہوں اور آپ نے فرمایا ہے من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ جو شخص جھوٹی بات اور اُس پر عمل نہ چھوڑے تو خدا تعالےٰ کو اُسکا کھانا پینا ترک کرنے کی حاجت نہیں ہے یہاں مراد نفی ہے نفی کمال کی ہے اور دوسرے امر کے متعلق آپ نے فرمایا ہے افطر الحاجم والمحجوم فان المحجوم تعرض للافطار من الضعف والحاجم لانہ لا یامن۔ الحدیث۔ پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا دونوں افطار کریں لگوانے والا تو اس لئے کہ ضعف کے سبب سے وہ افطار کے قابل ہو گیا اور لگانے والا اس لئے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینگی کے چوسنے سے اس کی حلق کے اندر کسی چیز کے پہونچنے کا احتمال ہے اور بوسہ لینا اور مباشرت بھی اسی قبیلہ سے ہے اور لوگوں نے اس کے اندر زیادہ افراط او تعمق کرلیا تھا اور قریب تھا کہ اس کو رکن کے مرتبہ میں قرار دیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قولاً اور فعلاً اس بات کا بیان کردیا کہ اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ اس میں کچھ نقصان لازم آتا ہے اور رخصت کے لفظ سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ آپ کے سوا دوسرے کے لئے یہ چیزیں مکروہ ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو شریعت کے بیان کرنے پر مامور ہی تھے لہذا آپ کے حق میں انکا کرنا اولیٰ تھا اور ایسی تمام ان چیزونکا حال ہے جن میں محسنین کے درجہ سے عام مومنین کے درجہ کیطرف تنزل فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

روزہ کے اندر انبیاء علیہ السلام کے طریقے مختلف رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام تو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز رکھتے تھے اور دو روز یا کئی روز نہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود کبھی اس قدر رکھتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ کبھی نہ چھوڑینگے اور کبھی اس قدر چھوڑتے تھے۔ کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ روزہ نہ رکھینگے مگر بجز مہینہ رمضان کے پورے کسی مہینہ کے نہ رکھتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ روزہ فی الواقع ایک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال مرض کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ نہایت مضبوط ہوتے تھے چنانچہ ان کے بڑے بڑے حالات مروی ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی نہایت قوی اور مضبوط آدمی تھے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وکان لا یفر اذا لاقی یعنی جب کسی سے بھڑ جاتے تھے تو بھاگتے نہ تھے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام ضعیف البدن اور فارغ البال تھے اور نہ ان کے گھر تھا اور نہ ان کے پاس کچھ مال تھا ان میں سے ہر ایک نے جو صورت حال کے مناسب دیکھی اسکو پسند کرلیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب واقف تھے اور اپنے حال اور اس کے مناسب افعال سے خوب واقف تھے لہذا مصلحت وقت کے اعتبار سے جو آپ نے مناسب سمجھا اس کو اختیار کیا اور اپنی امت کے لئے بھی درمیان کے چند روزے پسند کئے ازانجملہ عاشورہ کا روزہ اور اس کے مشروعیۃ میں یہ رمز ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے مقابلہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مدد کی ہے اور اس روز موسےٰ علیہ السلام نے اس کے شکر میں روزہ رکھا ہے اور اس روزہ کا اہل کتاب اور عرب میں دستور تھا لہذا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا اور ایک عرفہ کا روزہ ہے اس میں یہ رمز ہے کہ اس روزے سے حاجیوں کے ساتھ مشابہت اور ان کی طرف شوق پیدا ہوتا ہے جس رحمت کا نزول انپر ہوتا ہے ادھر بھی اس کی توجہ ہوجاتی ہے اور عاشورہ کے روزہ پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کا یہ سبب ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنا فی الحقیقت اس رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہوجانا ہے جو اس روز بندوں پر نازل ہورہی ہے اور عاشورہ کے روزہ کا اس رحمت کا اپنی طرف متوجہ کرنا منظور ہے جو گذر چکی لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب رحمت الٰہی کے دریا میں غرق ہونے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا جس کی وجہ سے گناہ سابق محو ہوجاتے ہیں اور گناہ لاحق سے بعد ہوجاتا ہے بایں معنی کہ آدمی کا دل ان کو قبول نہیں کرتا تو یہ ثمرہ آپ نے عرفہ کے روزے میں مقرر کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں عرفہ کا روزہ نہیں رکھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ وہی ہے جو قربانی اور عید کی نماز میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان سب امور کا ملنا حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر ہے اور مشابہت انہیں لوگوں کو پیدا کرنی چاہیئے جو حجاج نہیں ہیں اور ایک شوال کے چھ روزے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام صیام رمضان فاتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر کلہ۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھکر اس کے بعد شوال کے چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزوں کی مشروعیت میں یہ بھید ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں جن کی وجہ سے ان لوگوں کو فائدہ کی تکمیل ہوجاتی ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ نہیں حاصل کرتے اور ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس واسطے مخصوص کئے گئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو سکتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوئے اور چھتیس دہائی تین سو ساٹھ ہوتے ہیں جو ایک سال کے دن ہیں اور ایک ہر ماہ میں تین روزوں کا رکھنا ہے کیونکہ وہ بھی اسی حساب سے سال بھر کے روزوں کے برابر ہیں اور تین کی تعداد کثرت کا ادنےٰ درجہ ہے اب اس بات میں روایت مختلف ہے کہ کون سے تین روزے رکھنا چاہئیں ایک روایت میں تو آیا ہے اے ابوذر اگر مہینے میں تو تین روزے رکھے تو مہینے کی تیرہویں اور چودہویں اور پندرہویں کو رکھا کر اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ اور اتوار اور پیر کے دن اور دوسرے مہینے میں منگل بدھ جمعرات کے روزے رکھا کرتے تھے اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ سے بھی تین دن روزے رکھنا ایک روایت میں آیا ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا جن کا پہلا دن پیر یا جمعرات ہے اور ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ سبب ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ شب قدر کی دو راتیں ہیں ایک تو وہ رات جسمیں تمام امور حکمیہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی رات میں پورا قرآن پہلے آسمان پر اترا ہے بعد ازاں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہتا تھا یہ شب سال بھر میں ایک رات ہوتی ہے یہ ضرور نہیں ہے کہ ماہ رمضان ہی میں ہو البتہ رمضان کے مہینے میں اس کے پائے جانے کا احتمال قوی ہے اور جس سال قرآن اترا ہے تو اس سال یہ رات رمضان کے مہینہ میں ہوئی ہے اور دوسری شب قدر وہ ہے جسمیں روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاؤ ہوتا ہے اور اس شب میں ملائکہ مقربین کا زمین کی طرف نزول ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اتفاق سے اس شب میں عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور باہم ان کے انوار کا ظل ایک دوسرے پر پڑتا ہے تو ملائکہ سے ان کو قرب ہوجاتا ہے اور شیاطین ان سے دور ہوجاتے ہیں اور ان کی دعائیں اور عبادتیں مقبول ہوتی ہیں اور یہ شب رمضان کے اخیر عشرہ میں طاق تاریخوں میں مقدم و مؤخر ہوتی رہتی ہے لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہیں ہوتی تو جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے اس کا تو یہ قول ہے کہ شب قدر سال بھر میں کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب قدر سے دوسری شب قدر مراد لیتا ہے اس کا یہ قول ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ میں ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تمہاری خواب کو ستائیسویں شب میں متفق پاتا ہوں اور جس شخص کو اس شب کی تلاش ہو وہ ستائیسویں رات میں تلاش کرے اور آپ نے فرمایا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات دکھائی گئی پھر مجھے بھلا دی گئی اور میں نے اس کی صبح کو اپنے آپ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا اور یہ بات اکیسویں شب میں دیکھی گئی یعنی اکیسویں شب کی صبح کو لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا اور صحابہؓ کے درمیان شب قدر میں خلاف ہے اس کا منبع شب قدر کے دیکھنے پر ہے جو شخص شب قدر کو دیکھے اس کو یہ دعا پڑھنی چاہئے اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی اور مسجد کے اندر اعتکاف کرنا بھی اور قلب کی صفائی اور عبادت کیلئے فراغت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر کے لئے منتظر رہنے کا سبب ہے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اخیر عشرہ میں پسند کیا اور اپنی امت کے محسنین کے لئے اس کو مقرر فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں معتکف کی سنت ہے کہ کسی مریض کی عیادت کو نہ جائے اور کسی کے جنازے میں نہ شریک ہو اور عورت کو ہاتھ لگائے نہ صحبت کرے اور بغیر حاجت کے مسجد سے باہر نہ آئے مگر مجبوری کی بات جدی ہے اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہوتا اور نہ سوائے جامع مسجد کے کہیں ہوتا ہے اس کا سبب میرے نزدیک اعتکاف کے معنی کا ثابت کرنا ہے تاکہ عبادت کی قدر اور نفس پر مشقت معلوم ہو اور عبادت کی مخالفت پائی جائے واللہ اعلم۔

یہاں ان احادیث کا بیان ہے جو حج کے باب میں وارد ہوئی ہیں

حج کے اندر جن مصالح کا لحاظ کیا گیا ہے وہ چند امور ہیں ازانجملہ بیت اللہ کی تعظیم ہے کیونکہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور اس کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے اور ازانجملہ اجتماع کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت اور ہر ملت کیلئے اجتماع کا ایک دن ہوتا ہے جس میں ادنے و اعلےٰ موجود ہوتے ہیں تاکہ باہم ایک دوسرے سے معرفت حاصل کریں اور ملت کے احکام سیکھیں اور اس کے شعائر کی تعظیم کریں اسی طرح مسلمانوں کے جمع ہونے اور ان کی شوکت کے ظاہر ہونے اور ان کے لشکروں کے جمع ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔ اور جب کہ اس گھر کو ہم نے گردانا لوگوں کا مرجع اور ان کے لئے امن کی جگہ اور ازانجملہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل سے لوگوں میں جو دستور چلا آتا ہے اس کے ساتھ موافقت کرنا ہے کیونکہ وہ دونوں ملت حنفی کے امام اور عرب کے لئے اس کے احکام مقرر کرنے والے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اسی ملت کا ظاہر کرنا اور سب ملتوں پر اس کا غالب کرنا مقصود ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ملۃ ابیکم ابراہیم تمہارے باپ ابراہیم کی ملت لہذا اس ملت کے اماموں سے جو طریقہ جاری رہا ہے اس کی محافظت ضروری ہوئی مثلاً فطرت کے خصائل اور حج کے مناسک چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قفوا علے مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراہیم۔ اور اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورثہ میں سے تم کو ورثہ پہنچا ہے اور ازانجملہ ایک ایسی بات پر اتفاق کا پایا جانا ہے جس میں ہر خاص و عام کے لئے آسانی ہے جیسے منیٰ میں اترنا اور مزدلفہ میں شب کو قیام کرنا کیونکہ اگر ایسی بات پر ان کا اتفاق نہ ہوتا تو ان کے لئے سخت دشواری ہوتی اور اگر اس کا حکم قطعی نہیں دیا جاتا تو باوجود ان کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر متفق نہ ہوتے اور ازانجملہ ایسے اعمال کا پایا جانا جن سے ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے کا موحد اور حق کا تابع ہونا اور ملت حنفی میں داخل ہونا اور اُس ملت کے گذشتہ لوگوں پر جو جو انعامات ہوئے ہیں اُن پر شکر کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا مروہ میں سعی کرنی اور از انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت بھی حج کیا کرتے تھے اور حج اُن کے دین کے اصول میں سے تھا لیکن اُنہوں نے اُس کے اندر اور بہت سی باتیں جنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پتہ نہ لگتا تھا اور صرف اُنہیں کی ایجاد شدہ تھیں شامل کرلی تھیں اور اُن باتوں میں شرک پایا جاتا تھا جیسے ونائلہ اور مناۃ وطاغیہ کے لئے احرام باندھنا اور اُن کا تلبیہ میں کہنا الا شریکا ہو لک اور یہ باتیں ایسی تھیں جنکے نہایت تاکید سے منع کرنا ضروری تھا اور بہت سی باتیں بطریق فخر اور خود پسندی کے اپنی طرف سے کیا کرتے تھے جیسے حمس کا یہ کہنا کہ ہم خدا کے جوار میں رہتے ہیں اس لئے حرم سے ہم نکلینگے اس لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ثم افیضوا من حیث افاض الناس پھر تم چلو جس راستے سے لوگ چلدئے۔ اور منا کے دنوں میں وہ لوگ اپنے باپ دادوں کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے لہذا یہ آیت نازل ہوئی فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ یاد خدا کی ایسی کیا کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا اُس سے بھی زیادہ۔ اور چونکہ انصار نے اس کی حقیقت کو معلوم کیا اس لئے صفا مروہ میں بھی سعی کرنے سے اُن کو پرہیز ہوا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد کر لئے تھے جن کا مدار دین میں ہلے زنی کرنے پر تھا۔ اور اُن باتوں میں لوگوں کو دقت تھی اور دور ہونے اور متروک ہونے کے قابل تھیں جیسا کہ اُن کا یہ کہنا کہ تم گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہو بلکہ اونچتوں پر سے یعنی پشت کی طرف سے چڑھکر گھروں میں آیا کرتے تھے اُن کو یہ خیال تھا کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک معمولی بات ہے جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا پشت کی طرف سے تمہارا گھروں میں آنا کچھ بھلائی کی بات نہیں ہے اور ایام حج میں وہ لوگ خرید وفروخت کو مکروہ جانتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ ان ایام میں تجارت کرنے سے عمل میں خلوص نہیں رہتا پس یہ آیت نازل ہوئی لا جناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ اپنے پروردگار سے فضل کی تلاش میں تم پر کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اس بات کو اچھا جانتے تھے کہ بغیر سفر خرچ کے حج کریں اور اپنے آپکو متوکل کہتے تھے اور پھر لوگوں کو تنگ کیا کرتے تھے اور اُن پر ظلم کیا کرتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی فتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور زاد راہ لیلو البتہ بہتر زاد راہ

www.KitaboSunnat.com

پرہیزگاری ہے۔

اور اُن کا قول تھا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے اور کہا کرتے تھے جب صفر کا مہینہ گذر گیا اور اونٹوں کی پشت کے زخم اچھے ہو گئے اور سفر کے آثار جاتے رہے تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ درست ہو گیا۔ اور آفاقیوں کے لئے اس میں نہایت دقت تھی کیونکہ عمرہ کے لئے اُن کو از سر نو سفر کرنے کی حاجت پڑتی تھی اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اس بات کا حکم دیا کہ عمرہ کرکے احرام سے باہر آویں اور اُس کے بعد حج کریں اور اس امر میں آپ نے بہت تشدد سے فرمایا کیونکہ یہ باتیں اُن کی عادات میں داخل ہوکر کونز خاطر ہوگئی تھیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ایہا الناس قد فرض علیکم الحج الخ اے لوگو تمہارے اوپر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو اس اثنا میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر سال۔ آپ یہ سنکر خاموش ہورہے حتی کہ اُس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اگر کہدوں میں ہاں، تو البتہ ہر سال واجب ہوجائے اور تم نہ کرسکو۔ میرے نزدیک اس میں یہ راز ہے کہ کسی خاص وقت پر وحی الٰہی نازل ہونے کا سبب لوگوں کا ایک امر پر متوجہ ہونا اور اُن کے علوم اور اُن کی ہمتوں کا اُس امر کو تبعل کرلینا اور اُس مقدار کا لوگوں میں مشہور اور متداول ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالےٰ سے اُس کا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ دونوں امر جمع ہوجاتے ہیں تو اُس کے موافق وحی کا نازل ہوجانا ضروری ہوجاتا ہے اور یہ امر تم یہاں سے معلوم کرسکتے ہو کہ خدا تعالےٰ نے کوئی کتاب کسی زبان میں بجز اُن لوگوں کی زبان کے اور بجز ایسے الفاظ کے جن کو وہ سمجھ سکیں نہیں نازل فرمائی اور نہ کوئی ایسا حکم یا دلیل اُن کے لئے بیان کی کہ جو وہ آسانی سے نہ سمجھ سکیں۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا اس لئے کہ وحی کا مدار خدا تعالےٰ کی عنایت پر ہے اور عنایت اس میں پائی جاتی ہے کہ جس امر کو وہ آسانی سے قبول کرسکیں وہی بات اُن کے لئے تجویز کی جائے اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا سب اعمال میں سے کون سے عمل کو فضیلت ہے آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھنا پھر عرض کیا اس کے بعد سب اعمال میں کون سا عمل بہتر ہے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا اُس سے اُس کے بعد کونسا عمل افضل ترین اعمال کا ہے آپ نے فرمایا حج مبرور۔ اس حدیث میں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی فضیلت میں یہ فرمانے سے الا انبئکم بافضل اعمالکم الحدیث کیا میں تمہارے اعمال میں سے افضل ترین عمل نہ تبلا دوں اس سے کہ فضیلت اعتبار کے مختلف ہونے سے مختلف ہوجاتی ہے اور یہاں پر فضیلت کا دین الٰہی کی تعظیم اور شعائر الٰہی کے ظہور کے لحاظ سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور حج کے برابر کوئی عمل نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے حج کرے اور اُس میں لغو باتیں اور فسق کے کام نہ کرے تو اُس روز کا سا ہوجاتا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ۔ رمضان میں ایک عمرہ ایک حج کے برابر ہے میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر فضیلت حاصل ہونیکا یہی سبب ہے کہ حج کے اندر شعائر الٰہی کی تعظیم اور رحمت الٰہی کے طلب کرنے پر لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور عمرہ میں یہ بات نہیں ہوتی رمضان کے مہینہ میں جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے اس لئے کہ رمضان کے مہینے میں محسنین کے سائے کا پرتو پڑتا رہتا ہے اور عالم میں روحانیت کا نزول ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من زادا و راحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یہودیا او نصرانیا جس شخص کے پاس زاد راہ اور ایسی سواری ہو جو بیت اللہ تک پہونچا سکے اور اُس نے حج نہیں کیا پھر نہیں پرواہ اُس کو کہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر میں کہتا ہوں اسلام کے ارکان میں سے کسی رکن کا ترک کردینا ایسا ہے جیسے اسلام سے باہر ہوجانا اور حج کے ترک کرنیوالے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ اور تارک صلوٰۃ کو مشرک کیساتھ اسلئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشبیہ دی گئی کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے ہیں لیکن حج نہیں کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے لیکن نماز نہیں پڑھتے تھے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے آپ نے فرمایا سر میں خاک بدن میں بدبو پھر عرض کیا گیا کونسا حج بہتر ہے آپ نے فرمایا جس میں باآواز بلند تلبیہ کہے اور قربانی کرے پھر عرض کیا گیا راستہ سے کیا مراد ہے یعنی من استطاع الیہ سبیلا میں۔ آپ نے فرمایا زاد راہ اور سواری۔ میں کہتا ہوں حاجی کی شان سے خدا تعالے کے لئے نیازمندی ہے اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی موافقت اور خدا تعالے کے جو اُن پر انعامات ہوئے ہیں اُن کا یاد کرنا ہے اور زادراہ اور سواری سے راستہ کی تعئیں اس لئے کی گئی کہ یہ دونوں چیزیں آسانی کا سبب ہیں جس کی رعایت حج جیسی عبادت شاقہ میں ضروری ہیں اور جنازہ کی نماز اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا بیان کیا ہے اگر وہی بیان دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق کیا جائے تو ہو سکتا ہے۔

مناسک کا بیان

معلوم کرنا چاہیئے کہ صحابہؓ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور تمام مومنین سے جو مناسک منقول ہیں وہ چار ہیں۔ حج مفرد۔ عمرہ مفرد۔ حج تمتع۔ حج قرآن۔ مکہ کے باشندوں کو حج مفرد کرنے کی یہ صورت ہے کہ وہیں احرام باندھے اور احرام کی حالت میں جماع اور اُس کے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخنوں ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے اجتناب کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی اجتناب کرے پھر عرفات کو جائے اور عرفہ کی شام وہاں موجود ہو جائے پھر بعد غروب آفتاب کے وہاں سے واپس ہو کر مزدلفہ میں شب باشی کرے اور قبل طلوع آفتاب کے منا میں آکر عقبۂ کبریٰ رمی جمار کرے اب اگر اُس کے ساتھ ہدی ہو تو وہیں اُس کی قربانی کرے اور سر منڈوا دے یا بال ترشوائے پھر ایام منا میں طواف الافاضہ کرے اور صفا۔ مروہ۔ میں سعی کرے۔

اور آفاقی کے لئے یوں کرنا چاہیئے کہ ہر ایک اپنی میقات سے احرام باندھے اور عرفات میں ٹھیرنے سے پہلے اگر وہ مکہ میں آگیا تو وہ طوافِ قدوم کرے اور اُس میں اکڑ کر چلے اور صفا مروہ میں سعی کرے پھر اپنے احرام پر بدستور قائم رہے حتی کہ عرفات پر مقیم ہو اور رمی جمار کرے اور سر منڈوا دے اور طواف کرے اور اب اکڑنے اور دوڑنے کا حکم نہیں ہے۔

اور عمرہ کی ترکیب مکے والوں کے لئے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور آفاقی کو اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا چاہیئے بعد ازاں طواف و سعی کرے اور بالوں کو منڈائے یا ترشوائے۔

اور تمتع کی صورت آفاقی کے لئے یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کے لئے احرام باندھے پھر مکہ میں آ سے اور اپنا عمرہ پورا کرے احرام سے باہر آوے اور حج کے ایام تک بغیر احرام کے رہے اور جو اُس کو مکہ سے یکدی میسر ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کی قربانی کرے۔

قران کی یہ صورت ہے کہ باہر کا آدمی معاً حج وعمرہ کے لئے احرام باندھے پھر مکہ میں آوے اور اپنے احرام پر قائم رہے بینک افعال حج سے فارغ ہو اور اُس کو ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کرنا چاہئے اور ایک قول کے موافق دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا چاہئے بعد ازاں جو گائے بکری اس کو بہم پہونچے پھر جب مکہ سے باہر آنے کا قصد کرے طواف وداع کرے۔

معلوم کرو کہ حج وعمرہ کے لئے احرام ایسا ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر احرام کے اندر اخلاص وتعظیم اور ایک ظاہری فعل سے حج کے مستمم ارادہ کی صورت معلوم ہوتی ہے اور اس میں آدمی کے نفس میں کو ذلت اور خشوع کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ اُس میں تمام لذائذ اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتوں کا چھوڑنا ہوتا ہے اور اس میں تقرب اور نشینی اور خدا تعالےٰ کے لئے اپنی حالت کا بدلنا پایا جاتا ہے اور محرم کو ان اشیا سے اجتناب کرنے کا اسلئے حکم دیا گیا ہے کہ ذلت اور ترک زینت اور خراب خستہ ہونے کے معانی پائے جائیں اور خوف الٰہی اور اسکی تعظیم کا اثر ظاہر ہو اور نفس کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں مطلق العنانی نہ ہونے پائے بلکہ اس پر غلبہ رہے اور شکار کرنا ایک قسم کے لہو میں داخل ہے اور توسع کے قبیلہ سے ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع صید الہا جسنے کہ پیچھا کیا اس نے لہو کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکار کرنا ثابت نہیں ہے اگرچہ نے فی الجملہ اس کی اجازت دی ہے۔ اور جماع کرنا فی الحقیقت شہوت بہیمیہ میں منہمک ہونا ہے اس لئے اس سے ممانعت کی گئی۔ اور چونکہ مطلقاً اس باب کا بند کرنا روا نہ تھا کیونکہ وہ قانون شرعی کے خلاف تھا لہذا کم از کم بعض حالات میں اس سے ممانعت کرنا ضروری ہوا مثلاً احرام اور اعتکاف اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات میں اس کی ممانعت کی گئی۔ مثلاً مساجد کے اندر کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی محرم کو کس قسم کے کپڑے پہننے چاہئیں آپ نے فرمایا کہ قمیص مت پہنو اور نہ عمامے اور نہ پایجامہ اور نہ برنس (یعنی بارانی) اور نہ موزے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا خوشبو جو تیرے لگی ہوئی ہے اُس کو تین مرتبہ دھو ڈال اور جبہ کو اتار ڈال۔ سلے ہوئے کپڑے اور اس کے مثل اور اس کپڑے میں جو نہ سلا ہوا ہے اور نہ وہ جو اس کے مثل ہو یہ فرق ہے کہ پہلے کا پہننا از دواجات میں سے ہے اور تجمل اور زینت کے لئے پہنا جاتا ہے اور دوسرے صرف بدن کا ستر ہے اور پہلے کے ترک کرنے میں خدا تعالےٰ کے ساتھ نیازمندی کی شان پائی جاتی ہے اور دوسرے کا ترک کرنا بے ادبی میں داخل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاینکح المحرم ولاینکح ولایخطب محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرادے اور نہ نکاح کی بات چیت کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح کیا ہے میں کہتا ہوں اہل حجاز کے تمام صحابہ اور تابعین اور فقہاء رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک محرم کے لئے نکاح کرنا خلاف سنت ہے اور اہل عراق کے نزدیک محرم کا نکاح جائز ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے اور قول اول کے موافق اس کا یہ سبب ہے کہ نکاح انتظامات مطلوبہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر ترقی میں زیادہ کر سکتے کیونکہ خوشی اور سرور ابتدا میں ہوتا ہے لہٰذا نکاح کے باب میں عروس ضرب المثل لی جاتی ہے اور اسکا باقی رکھنا ضرب المثل نہیں ہے اب شکار کے معنی معین کرنا ضروری تھا کیونکہ انسان کبھی تو کسی چیز کو کھانے کے لئے مارتا ہے اور کبھی اس کو کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق منظور ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کے ضرر سے خود بچنے کے لئے یا لوگوں کو اس سے بچانے کی غرض سے مار دیتا ہے اور کبھی گائے بکری کو ذبح کرتا ہے اس لئے اس بات کی تعیین ضرور ہوئی کہ ان صورتوں میں سے شکار کس کو کہنا چاہئے لہٰذا آپ نے فرمایا خمس لاجناح علی من قتلھن فی الحرم والاحرام۔ الحدیث۔ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے حرم اور احرام میں مار ڈالنے پر کچھ گناہ نہیں ہے چوہا چیل۔ کوا بچھو۔ اور وہ کتا جو لوگوں کو کاٹتا ہو اور ان سب میں جہت جامعہ یہ ہے کہ یہ سب جانور موذی اور انسان اور اس کے متاع پر ایذا پہونچانے والے جانور ہیں۔ اگر عرف سے بھی تلاش کی جائے تو ان جانوروں کو مارنے کو عرف میں شکار نہیں کہتے اور اسی طرح گائے بکری اور مرغی وغیرہ اور جو جانور اس کے مثل ہیں جن کے پالنے کا گھروں میں دستور ہے ان کے ذبح کرنے کو شکار نہیں کہتے مگر دوسری قسموں میں بظاہر شکار کا اطلاق پایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اس طرح فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے ذو الحلیفہ۔ اور اہل شام کے لئے جحفہ۔ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل۔ اور اہل یمن کے لئے یلملم۔ جو لوگ ان مواقیت میں رہتے ہیں یا باہر کے لوگ ان میں آجاتے ہیں ان کے لئے بھی یہی مقامات ہیں اگر وہ لوگ حج اور عمرہ کا قصد کریں ان کے یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان میقاتوں سے ورے کے ہیں ان کو اپنی جائے سکونت سے احرام باندھنا چاہئے جیسا کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔ میں کہتا ہوں مواقیت کے اندر اصل یہ ہے کہ حاجی کو ایسی حالت میں آنا چاہئے کہ سر پر خاک بھری ہو اور بدن میں بد بو آنے لگی ہو اور نفس ذلت کی حالت میں ہو جو شرع کو یہی مطلوب ہے اور اگر تمام لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا کہ اپنے اپنے شہروں سے احرام باندھا کریں تو ظاہر ہے کہ اسمیں کس قدر دقت تھی کیونکہ بعض بعض شہر مکہ سے ایک مہینے کی مسافت پر واقع ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لئے مکہ کے گرد چند مقامات معینہ مخصوص کئے جائیں۔ جن مقامات سے احرام باندھا کریں اور ان مقامات کے بعد تاخیر نہ کریں اور ضرور ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہوں اور کوئی شخص ان مقامات سے ناواقف نہ ہو اور جن ملکوں کے لئے یہ مقامات مواقیت مقرر کئے گئے ہیں ان کے راستے میں پڑتے ہوں لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تحقیق فرما کر ان مقامات کو میقات مقرر فرمایا اور اہل مدینہ کے لئے وہ میقات مقرر فرمایا جو سب سے دور ہے کیونکہ مدینہ منورہ وحی کا جائے نزول اور ایمان کا مرکز اور دار الہجرت اور تمام دنیا میں مدینہ وہ اول بستی ہے کہ خدا اور رسول پر ایمان لائی ہے اس لئے اس کے رہنے والے اس قابل ہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ میں نہایت درجہ کوشش کریں اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کئے جائیں اور نیز مدینہ تمام ان اطراف سے جو آپ کے زمانہ میں ایمان لائے تھے اور مخلص تھے سب سے زیادہ قریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخلاف جواثی اور طائف اور یمامہ وغیرہ کے لہذا مدینہ والوں کو اس میں کچھ دقت نہیں ہے۔ عرفات کے وقوف کرنے میں یہ راز ہے کہ ایک زمانہ ایک مکان میں مسلمانوں کا اجتماع اور خدا تعالےٰ کی رحمت کی طرف اُن کا راغب ہونا اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار میں اثر عظیم رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام روزوں سے زیادہ ذلت اور خواری کی حالت میں ہوتا ہے اور نیز اس اجتماع میں مسلمانوں کی شوکت وشان معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام کی خصوصیت تمام انبیاء علیہ السلام سے بدستور ثابت ہوتی چلی آتی ہے چنانچہ حضرت آدمؑ اور اُن کے مابعد انبیاء سے اسکی نسبت روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور سلف صالح سے جو طریقہ منقول چلا آتا ہے توقیت اور تعیین کے باب میں اُسکا قبول کرنا بڑا اصل الاصول ہے۔

منیٰ میں اُترنے کے اندر یہ راز ہے کہ ایام جاہلیت کے بازاروں میں سے مثل عکاظ۔ اور مجنہ۔ اور ذی المجاز وغیرہ کی مانند ایک عظیم الشان بازار تھا اور یہ بازار اُنہوں نے اس واسطے مقرر کیا تھا کہ حج کے اندر کثرت سے دور دراز ملکوں کی خلقت اکٹھی ہوتی تھی۔ اور تجارت کے حق میں اس سے زیادہ مناسب اور بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ اس میلے کے ساتھ اس کا وقت مقرر کیا جاوے اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں اس انبوہ کثیر کے رہنے کی گنجائش نہیں ہے لہذا اگر ہر قسم کے تمام لوگ منیٰ کی مانند کسی فضا میں اُترنے پر متفق نہ ہوں تو بڑی دقت پڑے اور اگر بعض ادنےٰ لوگ منتخب کر کے منیٰ میں اتارے جائیں تو اُن کو ملال گذرے اور جب وہاں اُترنے کا دستور عام ہو گیا تو عرب کی اور اُن کی حمیت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ ہر قبیلہ کے لوگ اپنا فخر اور اپنے گروہ کی کثرت ثابت کرنے اور اپنے باپ دادا کی سوانح بیان کرنے اور اُن کی دلاوری اور اُن کے اعوان اور انصار کی کثرت لوگوں پر ظاہر کرنے میں کوشش کریں تاکہ ہر ادنےٰ واعلےٰ اس بات کو معلوم کرے اور دور دراز ملکوں میں اُن کی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ مسلمانوں کی شوکت اور اُن کا سامان اور اُن کی کثرت لوگوں پر ظاہر ہو اور اُس کی وجہ سے دین اسلام کا ظہور ہو کر دور دور تک اُس کا آوازہ پہونچے اور تمام اطراف زمین میں اس کا دبدبہ ظاہر ہو جائے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع کو بدستور رکھا اور اُس پر لوگوں کو شوق اور حرص دلائی مگر تفاخر اور آبا واجداد کے حالات بیان کرنے سے منع فرما کر اس کی جگہ ذکر الٰہی کو مقرر فرمایا جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تمام ضیافات اور ذبیحہ میں سے سب کو دور کر کے نکاح کے ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا کیونکہ تدبیر منزل کے متعلق اُن کے اندر آپ نے بہت سے فوائد کا ملاحظہ فرمایا اور مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے لئے یہ راز ہے کہ اُن کا یہ قدیمی دستور تھا اور یہ دستور اُنہوں نے شاید اس لئے مقرر کر رکھا تھا کہ لوگوں کا یہاں پر اس قدر اجتماع ہوتا ہے اور پھر اُس کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ بعد المغرب لوگ عرفات سے لوٹتے ہیں اور تمام دن کا تکان ہوتا ہے کیونکہ دور دراز سے وہ وہاں آ کر جمع ہوتے ہیں پھر اگر اُن کو ایسے وقت میں فوراً منیٰ میں جانے کی تکلیف دی جائے تو اُن کو بہت پریشانی ہو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل جاہلیت غروب سے پہلے عرفات سے اترآتے تھے اور چونکہ اس بات میں ایک قسم کا ابہام تھا اور قطعی طور پر کسی خاص وقت کا تعین نہ تھا اور ایسے انبوہ کثیر میں وقت کی ایسی تعیین ضروری تھی جس میں ابہام کا احتمال نہ رہے اس لئے غروب آفتاب سے اُس کی تعیین کی گئی۔ اور مشعر الحرام میں ٹھہرنے کا اس لئے حکم دیا گیا کہ اہل جاہلیت باہم تفاخر اور نمود کے لئے قیام کرتے تھے اس کے بدلے میں کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ اُن کی یہ عادت دور ہو اور ایسی جگہ کے توحید بیان کرنے میں اُن کو حرص پیدا ہو اور یہ ایسا ہوا جیسے اُن سے کہا جاتا دیکھنا ہے کہ تم خدا تعالےٰ کی یاد زیادہ کرنے ہو یا اہل جاہلیت اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر کرتے تھے اور رمی الجمار کرنے میں وہی راز ہے جو خاص حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رمی الجمار خدا تعالےٰ کا ذکر قائم کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ توقیت ذکر کی تمام اقسام میں سے بہتر اور کامل اور وجوہ توقیت کے لئے زیادہ تر جامع یہ قسم ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مقام کے ساتھ ذکر کی تعیین کی جائے اور اس کے ساتھ ایک ایسی قسم بھی مقرر کی جائے جس سے ذکر کے شمار محفوظ رہ سکے اور سب کے سامنے ذکر کا پایا جانا ثابت ہو اور کچھ مخفی نہ رہے اور ذکر الٰہی کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ جس سے خدا تعالےٰ کے دین کی تابعداری منظور رہوں اور اس قسم کے ذکر میں لوگوں کی کثرت زیادہ ضروری ہے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں رمی الجمار بھی اُسی قبیلہ سے ہے اسی لئے اسمیں کثرت سے ذکر کرنیکا حکم نہیں دیا گیا۔

اور ایک قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالےٰ کی کبریائی پر مطلع کرنا منظور ہوتا ہے اس ذکر میں کثرت کی حاجت ہے اور نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی الجمار کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے انہوں نے شیطان کو اس سے دفع کیا تھا لہٰذا اس عمل کی حکایت کرنے میں نفس کو نہایت تنبیہ ہوتی ہے۔ ہدی میں یہ راز ہے کہ اس میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کے ساتھ کہ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کو اس جگہ خدا تعالےٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کی طرف توجہ کے قصد سے ذبح کرنا چاہا تھا مشابہت ہے اور اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو انعامات کئے ہیں اُن کی یاد دہانی ہوتی ہے اور اس وقت اور اسی زمانہ میں اس فعل کے کرنے میں نفس کو تنبیہ عظیم ہوتی ہے اور حج تمتع اور قران کرنے والے پر بھی خدا تعالےٰ کی نعمت کے شکر میں کہ اس نے جاہلیت کے وبال کو ان سے دور کردیا ہدی واجب ہے اور سر منڈانے میں یہ راز ہے کہ سر منڈانا فی الحقیقت احرام سے نکلنے کا ایک فعل ہے طریقہ معین کرتا ہے اور وہ فعل وقار کی حالت سے منافی نہیں ہے اور اگر ان لوگوں کو اختیار دیدیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی چال چلتا اور نیز اس میں تغیر کے زمانہ کا گذرنا بوجہ اتم پایا جاتا ہے اور سر منڈانے کا حال نماز میں سلام کا سا ہے اور طواف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ اُس شخص کو اُس شخص کے ساتھ مشابہت حاصل ہو کہ گرد و غبار سے صاف ہو کر سلاطین کے حضور میں داخل ہوتا ہے۔

طواف کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ حجر اسود کے پاس آکر اُس کو بوسہ دے اور اس کے داہنی طرف سے چلکر سات مرتبہ طواف کرے اور ہر مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیتا جاوے یا کسی لکڑی وغیرہ سے جو اس کے ہاتھ میں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور اس حالت میں وہ شخص طہارت پر قائم ہو اور کہیں سے اُس کا ستر نہ کھلا ہو اور وہ بجز عمدہ بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے۔ پھر مقام ابراہیم میں آکر دو رکعت نماز پڑھے۔ حجر اسود سے شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ تشریع کے وقت محل ابتداء اور چلنے کی جانب کا معین کرنا ضروری ہوا۔ اور حجر اسود بیت اللہ کی تمام چیزوں میں متبرک چیز ہے کیونکہ یہ جنت سے اترا ہے اور دونوں طرفوں میں جانب یمین متبرک ہوتی ہے۔ اور طواف القدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد کے ہے۔ بیت اللہ کی تعظیم کے لئے اس کو مقرر کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب طواف کی جگہ اور زمانہ موجود ہے اور اس کے تمام اسباب مہیا ہیں پھر اس میں دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے۔ بیت اللہ کے اول طواف میں اکڑنے اور سینہ نکالکر چلنے اور بعد ازاں صفا مروہ میں سعی کرنے میں چند راز ہیں۔ ایک تو وہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے یعنی مشرکین کے دلوں میں ہیبت ڈالنا اور مسلمانوں کے غلبہ کا اظہار کیونکہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یثرب کی تپ نے ان کو ضعیف کر دیا ہے لہذا یہ اکڑنا جہاد کے افعال میں داخل ہے اگرچہ یہ سبب تو باقی نہیں رہا اور رازمنجملہ یہ راز ہے کہ خدا تعالے کی اطاعت اس سے رغبت کا اظہار ہو جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس دور دراز کے سفر اور اس قدر زحمت نے بجائے بے رغبتی پیدا کرنے کے ان کے شوق و رغبت کو زیادہ کر دیا جس طرح کسی کا شعر ہے **شعر**

اذا اشتکت من کلال السیر واعدہا روح الوصال فتحیی عند میعاد

یعنی اُنٹنی چلتے چلتے جب تکان کی شکایت کرتی ہے تو اس کا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اُس وعدہ کو سننے سے اُس میں جان سی پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کے اندر اکڑ کر چلنے کے موقوف کرنے کا قصد کیا تھا کیونکہ ان دونوں کا سبب باقی نہیں رہا پھر اچھا اُن یہ بات اُنکے فہم مبارک میں پیدا ہوئی کہ ان دونوں کا ایک اور سبب بھی ہے جو ہنوز موجود ہے لہذا انکو ترک نہیں کیا۔

عمرہ کے اندر عرفات میں ٹھہرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے لہذا اُس میں قیام کا کچھ فائدہ نہیں اور اگر اُس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہوتا تو وہ حج ہوتا اور ظاہر ہے کہ سال میں دو مرتبہ لوگوں کے اجتماع میں کس قدر دقت ہے اور عمرہ کے اندر مقصود بالذات صرف نعمت الٰہی کا شکر اور بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اور صفا اور مروہ میں سعی کرنے کے اندر چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو جب سخت پریشانی ہوئی تو صفا و مروہ میں انہوں نے تیز رفتاری سے ٹہلنا شروع کیا جس طرح کوئی متفکر آدمی جلد جلد قدم ڈالتا ہے اور خدا تعالے نے اُن کی فکر کو دو طریقوں سے رفع کر دیا ہے ایک تو آب زمزم برآمد ہو لیا دوسرے لوگوں کے دل میں اُس جنگل میں آباد ہونے کا الہام ڈالا گیا۔ اسلئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد اور اُن کے فرمانبرداروں پر ضروری ہوا کہ اس نعمت کا شکر اور اُن کی کرامت کو یاد کریں تاکہ اُن کی قوت بہیمی مبہوت ہو کر خدا تعالے کی طرف اُنکو رہنمائی کرے اور اُس کے اندر کوئی بات اس سے زیادہ بہتر نہیں ہے کہ اس ولی اعتقاد کو کسی خاص ظاہری فعل سے جو ان کے خلاف عادت ہے اور مکہ کے اندر داخل ہونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ایک قسم کی اُن کے لئے ذلت ہے اُن کے اعتقاد کی مضبوطی کی جائے او وہ فعل حضرت ہاجرہؑ کی اُس تکلیف اور مشقت کا نقل کرنا ہے اور ایسے موقع پر ایک حالت کی نقل کرنا بدرجہا زبانی باتوں سے مفید ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاینفرن احدکم حتی یکون آخر عہدہ بالبیت یعنی تم میں کوئی شخص آخیر وقت بیت اللہ میں جائے بغیر وہاں سے نہ نکلے اور حیض کو آپ نے معاف کیا ہے میرے نزدیک آخیر وقت پر بیت اللہ کے جانے میں بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اسلئے کہ ہدایت بھی اُسی سے ہوئی تھی اور تمامی بھی اسی پر ہوئی تاکہ معلوم ہوجاوے کہ مقصود بالذات سفر سے بیت اللہ ہے اور نیز دستور ہے کہ قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے سلاطین سے ملکر جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حجۃ الوداع کا ذکر

حجۃ الوداع کے باب میں حضرت جابر اور حضرت عائشہ اور حضرت عمر وغیرہم کی حدیث اصل ہے۔ معلوم کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نو برس تک مدینہ کے اندر تشریف فرما رہے اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا پھر دسویں سال اس بات کا اعلان کیا گیا کہ حج کرنا چاہتے ہیں یہ سُن کر بہت خلقت مدینہ میں آگئی اور آپ مدینہ سے رخصت ہوکر ذوالحلیفہ میں تشریف لائے اور وہاں غسل کرکے خوشبو لگائی اور مسجد میں دو رکعت پڑہیں اور ایک تہبند اور ایک چادر پہنی اور وہیں سے احرام باندھا اور اسی طرح پر تلبیہ پڑھا لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔ میں کہتا ہوں یہاں پر دو باتوں میں اختلاف ہے ایک تو یہ کہ آپ نے یہ حج مفرد کیا تھا یا حج تمتع باینطور کہ عمرہ سے باہر آکر از سر نو حج کیا ہو یا یہ کہ آپ نے حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُس کے اندر عمرہ کے داخل کرنے کا اشارہ کیا اور آپ اُسی احرام پر قائم رہے حتے کہ حج سے فارغ ہوئے اور احرام سے باہر نہیں آئے کیونکہ آپ (ہدی) روانہ کرچکے تھے دوسرے یہ کہ آپ نے تلبیہ کس وقت پڑھا نماز کے وقت یا جس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے یا جب بیت اللہ کا جنگل قریب آگیا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے اور جیسے آپ کو کرتے دیکھتے ویسی ہی خبر دیتے اور شروع احرام آپ کا اُس وقت تھا جب کہ دو رکعت نماز پڑہتے اور آپ کا غسل کرنا اور دو رکعت نماز کا پڑہنا اس لئے تھا کہ اس میں شعائر الہی کی تعظیم تھی اور نیز اس میں ایک ظاہری فعل خاص سے جو خدا تعالے کے ساتھ اخلاص اور اس کی بندگی کے اہتمام پر دلالت کرتا ہے نیت کا منضبط ہونا ہے اور نیز اس طور سے لباس کے بدلنے میں نفس کو خدا تعالے کی فرمانبرداری پر تنبیہ اور بیداری ہوتی ہے اور آپ کے خوشبو لگانے کی یہ وجہ ہے کہ احرام کا زمانہ گرد و غبار میں آلودہ رہنے کا وقت ہے لہذا احرام سے پہلے کسی قدر اُس کا تدارک ضروری ہے اور تلبیہ میں آپ نے اس لئے ان کلمات کو اختیار کیا کہ اُن کے اندر خدا تعالے کی بندگی پر قائم رہنے کا بیان ہے اور خدا تعالے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانبرداری پر ان کلمات میں یاد دہانی ہے اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا وہ اپنے بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے لہذا آپ نے مسلمانوں اور مشرکین کے اندر تمیز اور اُن کے رد کرنے کے قصد سے یہ کلمہ لاشریک لک بھی اُس میں داخل کیا۔

حج کرنیوالے کو خدا تعالیٰ سے اس کی رضامندی اور جنت کا کثرت سے سوال کرنا اور اُس کی رحمت سے دوزخ سے پناہ مانگنا بہتر ہے۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے اندر آوازوں کے بلند کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم یلبي الالبی من عن یمینه و شماله من شجر او حجر او مدر حتی تنقطع الارض من ہہنا وہہنا۔ کوئی مسلمان تلبیہ کرنے والا نہیں مگر جو چیز داہنے اور بائیں ہے پتھر یا درخت یا ڈھیلہ سب تلبیہ کہتے ہیں یہانتک کہ زمین ادھر اور اُدھر یعنی مشرق و مغرب سے ختم ہوجاتی ہے میرے نزدیک اُس میں یہ راز ہے کہ تلبیہ شعائر الٰہی میں سے ہے اور اُس میں ذکر الٰہی کی تعظیم ہے اور اس قسم کے اذکار کو بالجہر اور اس طرح پر پڑھنا کہ ہر غافل اور خبر دار کو اُس کی خبر ہو اور وہ جگہ دار الاسلام معلوم ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اُس شخص کے نامہ اعمال میں اُن مقامات کے اندر تلبیہ کرنے کی صورت مرقوم ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُونٹنی کے کوہان میں داہنی جانب نشان کیا اور اُس کا خون ہاتھ سے پونچھدیا اور نعلین اس کی گردن میں لٹکا دیں۔ میرے نزدیک اس نشان کرنے میں شعائر الٰہی کی عظمت اور ملت ابراہیمی کا استحکام ہے تاکہ سب اونے و اعلےٰ اُس کا معائنہ کریں اور قلب کا فعل ظاہری فعل سے منضبط ہوجائے۔

ایک مرتبہ اسماء بنت عمیس کا ذوالحلیفہ میں وضع حمل ہوگیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ غسل کرے اور اپنی پیشابگاہ کپڑے سے باندھ لے اور احرام باندھ لے میرے نزدیک اُس کا یہ سبب ہے کہ حتی الامکان احرام کی سنت ادا ہو سکے۔ اور ایک مرتبہ سرف (ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر حضرت عایشہ صدیقہؓ کو حیض لاحق ہوگیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ پاک نے عورتوں کی تقدیر میں لکھ رکھی ہے پس جو باتیں حج کرنے والے کو چاہئیں وہ تو کر مگر جبتک پاک نہ ہوجائے بیت اللہ کا طواف نہ کرنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں آپ نے اُس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع شے ہے ایسی چیز میں حکمت شرعی کا یہ مقتضیٰ ہے کہ اُس امر سے وقت دفع کردیجائے اور ایک ظاہری طریقہ اُس کیلئے مقرر کردیا جائے اسلئے طواف القدوم اور طواف الوداع حضرت عایشہ صدیقہؓ سے ساقط کردیا گیا پھر جب آپ نے ذی طویٰ میں نزول فرمایا تو دن کے وقت بالا سے مکہ سے داخل ہوکر اسافل مکہ کی طرف تشریف لائے یہ آپ نے اس لئے کیا تاکہ بلا دقت طمینان قلبی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوسکیں اور خدا تعالےٰ کے جلال اور اُس کی عظمت پر اطمینان سے آگاہی ہوسکے۔ اور نیز تاکہ سب لوگ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوا آپ کو دیکھیں کیونکہ اس میں عبادت الٰہی کی عظمت ہے۔ اور نیز آپ کو مناسک کے مسائل لوگوں کو تعلیم کرنے منظور تھے اس لئے آپ نے اُن کو اتنی مہلت دی کہ کثرت سے سیکھنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاقصد کرکے آپ کے پاس فراہم ہوجاویں اور آمدورفت کا راستہ اس لیئے بدلا تاکہ دونوں راستوں میں مسلمانوں کی شوکت کا اظہار ہوجائے جس طرح عید کے اندر۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے قریب تشریف لائے تو رکن یمانی کو ہاتھ مبارک لگاکر کھڑے ہوگئے اور بعدازاں سات طواف کیئے جنمیں سے تین طواف میں سینہ نکالکر اور چار میں معمولی رفتار سے چلے اور صرف دونوں رکن یمانی کو ہاتھ لگائے اور ان کے درمیان یہ دعا پڑھی ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ پھر مقام ابراہیم کی طرف آیت کریمہ پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے۔ اور دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو مابین اپنے اور بیت اللہ کے کرلیا اور آپ نے ان دو رکعتوں میں قل ہو اللہ احد اور قل یاایہا الکافرون پڑھیں پھر رکن یمانی کی طرف واپس تشریف لائے اور اس کو ہاتھ سے چھوا۔ میں کہتا ہوں سینہ نکالکر چلنے اور داہنی بغل سے بائیں کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم بیان کرچکے۔ خاصکر دونوں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھونے کا سبب وہی ہے جو حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں اسی حالت پر جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائے تھے اور دوسرے دو رکن ایسے نہیں ہیں کیونکہ اہل جاہلیت نے ان کے اندر تغیر کرلیا ہے اور طواف کے اندر نماز کی شرطیں لگانے کا یہ سبب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے کہ خداتعالے اور اس کے شعائر کی تعظیم میں طواف کا حال نماز کا سا ہے لہذا طواف نماز پر قیاس کیا گیا اور اس کے بعد دو رکعت اس لیئے مسنون کی گئیں کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تتمہ ہوجاسے کیونکہ اس کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ نماز میں اس کی طرف منہ کیا جاسے اور خاصکر مقام ابراہیم میں ان رکعتوں کے پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مسجد کی تمام جگہ میں اس جگہ کو شرف حاصل ہے اور آیات الہی میں سے یہ ایک نشانی ہے جس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظہور ہوا۔ اور مقصود بالذات حج سے انہیں امور کی یاد دہانی ہے اور مابین رکنین کے یہ دعا مانگنا ربنا اتنا فی الدنیا الآیہ۔ کا اس لیئے مستحب ہوا کہ یہ ایک جامع دعا ہے جو قرآن پاک میں نازل ہوئی۔ ہے کلمات کے لحاظ سے بہت مختصر ہے جس کا پڑھنا اس تھوڑی سی فرصت میں نہایت مناسب ہے پھر دروازہ سے نکلکر صفا کی طرف تشریف لائے جب صفا کے قریب پہونچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ اور جس چیز کا کہ خداتعالے نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے آپ نے بھی بدایت فرمائی یعنی صفا سے آپ نے شروع کیا اور اس پر آپ چڑھے یہانتک کہ آپنے بیت اللہ کو اس پر سے دیکھا اور قبلہ رخ کھڑے ہوکر خداتعالے کی وحدانیت اور اس کی بڑائی بیان کی اور کہا لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئے قدیر لاالہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ۔ اس کے درمیان میں دعا کرکے تین مرتبہ یہی پڑھا پھر آپ وہاں سے اترکر مروہ کی طرف چلے یہانتک کہ آپ کے قدم مبارک جنگل میں پڑنے لگے۔ تو آپ تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے حتے کہ وہ مسافت طے ہوچکی اور مروہ کی بلندی شروع ہوگئی تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے یہانتک کہ آپ مروہ پر چڑھ گئے اور جیسے آپ نے صفا پر خداتعالے کی وحدانیت اور اس کی کبریائی بیان کی تھی ویسا ہی یہاں بھی کیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر مبارک میں اس آیت سے یہ بات پیدا ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے جو مروہ پر صفا کے ذکر کو مقدم کیا ہے اس سے شروع کے ساتھ مذکور کا مطابق کرنا منظور ہے اور تمام وظائف میں سے ان وظائف کا مخصوص کرنے کا سبب جس میں خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور اُس کے ایفاء وعدہ اور دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کرنے کا بیان ہے یہ ہے کہ اس میں خدا تعالےٰ کی نعمت کی یاد دہانی اور بعض معجزات کا اظہار اور شرک کی بیخ کنی اور اس بات کا بیان کہ یہ سب آپ کے قدموں کے نیچے ہے اور اس موقع خاص پر اللہ کے حکم اور اس کے دین کا اعلان پایا جاتا ہے اسکے بیان میں آپ نے فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لما استقا الھدی وجعلتہا امرۃ کان منکم لیس معہ ھدی فلیحل جو حال بعد کو معلوم ہوا ہے اگر پہلے معلوم ہوتا تو ہدی روانہ نہ کرتا اور حج کو عمرہ بنا دیتا اب تم میں سے جس کے پاس ہدی نہیں ہے اس کو احرام سے باہر آجانا اور حج کو عمرہ کر دینا چاہئے کسی نے عرض کیا اسی سال کے لئے یا ہمیشہ کے لئے آپ نے فرمایا بلکہ ابدالآباد کے لئے یہ حکم ہے پس جتنے لوگ تھے احرام سے باہر آگئے اور اپنے اپنے بال ترشوا لئے بجز آپ کے اور اُن لوگوں کے جن کے پاس ہدی تھی۔ میرے نزدیک آپ کو چند امور کا انکشاف ہوا ایک تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قبل ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ جانتے تھے لہذا آپ نے کامل طور پر اُن کی اس تحریف کا باطل کرنا چاہا اور ایک یہ کہ اس بات سے اُن کے دل میں کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ ابھی جماع کرتے ہوں اور ابھی حج شروع کر دیں حتی کہ انہوں نے یہ بات کہی کیا ہم عرفہ کو ایسی حالت میں چلے آئیں کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو اور ان کی یہ بات تعمق اور رائے زنی کے قبیلہ سے تھی لہذا آپ نے اس دروازے کا بند کرنے کا قصد فرمایا اور ایک یہ کہ حج کے قریب قریب احرام کے باندھنے میں بیت اللہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے اور ہدی کے روانہ کرنے سے احرام سے باہر آجانا اس لئے منع ہوتا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا ایسا ہے جیسے اس بات کا نذر کر لینا کہ جبتک ہدی ذبح کی جاویگی میں اسی ہیئت پر قائم رہونگا اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے مگر کسی فعل کے ساتھ منضبط نہیں ہوتا تو ایسی بات کا اعتبار نہیں ہے اور جب اُس ارادے کے ساتھ فعل کا بھی اقتران ہو جاتا ہے اور وہ ارادہ منضبط ہو جاتا ہے تو اس ارادے کی رعایت ضروریات سے ہو جاتی ہے اور انضباط صور مختلفہ میں ادنیٰ درجہ کا انضباط زبان سے کہدینے میں ہوتا ہے اور انضباط قوی جب ہوتا ہے جب زبان کے ساتھ ایک ظاہری فعل جو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جس حالت کا اُس شخص نے ارادہ کیا ہے علانیہ طور پر پایا جائے مثلاً ہدی کا روانہ کرنا۔

پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو لوگ منا کی طرف متوجہ ہوئے اور حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور منا میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء و فجر کی نماز پڑھی پھر تھوڑی سی دیر ٹھیرے رہے حتے کہ آفتاب برآمد ہوا بعد ازاں وہاں سے چل کر نمرہ (ایک مقام کا نام ہے) میں نزول فرمایا۔ میں کہتا ہوں ترویہ کے دن منا کے جانے کا آپ نے اس لئے ارادہ کیا تاکہ آپ کو اور نیز اپنے ساتھیوں کو آسانی رہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس دن خلقت کا انبوہ کثیر ہوتا ہے اور ضعیف و مریض ہر قسم کے لوگ اس میں ہوتے ہیں لہذا ان کے لئے آسانی کرنا مناسب ہے مزدلفہ میں وقت سے پہلے آپ تشریف نہیں لائے اس خیال سے کہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھنے لگیں اور اس بات کا اعتقاد نہ کرنے لگیں کہ قبل از وقت عرفہ میں آجانا موجب قربت کا ہے پھر نمرہ میں پہنچکر جب آفتاب خوب روشن و بلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری شریف کے لئے جس کا نام قصوہ تھا حکم دیا چنانچہ سواری کسی گئی اور آپ سوار ہو کر میدان میں تشریف لے آئے اور وہاں آپ نے خطبہ پڑھا اس دن کے خطبہ میں سے بقدر لوگوں کو یاد رہ گیا ہے ان دماءکم حرام الخ یعنی تمہارے خون تمہارے اوپر حرام ہیں بعد ازاں بلال نے اذان پڑھی اس کے بعد اقامت کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی پھر بلال نے تکبیر کہی اور آپ نے صلوۃ عصر پڑھی۔ اور ان کی درمیان میں کچھ اور نماز نہ پڑھی۔ میں کہتا ہوں اس روز آپ نے خطبہ کے اندر ایسے احکام بیان فرمائے جن کی لوگوں کو حاجت ہے اور ان کے معلوم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ دن اجتماع خلائق کا ہوتا ہے اور ایسی فرصت اسی امر کے احکام کے لئے مغتنم ہوتی ہے جن کی تکلیف تمام خلقت کے لئے مقصود ہوتی ہے اور ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو آپ نے اس لئے اکٹھا پڑھا کہ اس روز لوگوں کا ایسا جماؤ ہوتا ہے کہ بجز اس مقام کے نظر نہیں پڑتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مقصود ہے اور خاصکر ایسے انبوہ کثیر میں ایک جماعت کا قائم کرنا ضرور ہے تاکہ تمام حاضرین اس کا معائنہ کریں اور دو وقتوں کو اندران لوگوں کا اجتماع سہل نہیں ہے اور نیز یہاں پر لوگ ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہیں اور یہ امور اسی روز کا وظیفہ ہیں اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسی صورت میں اس چیز کو ترجیح ہوتی ہے جو ایک نادر اور عجیب امر ہے پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور رو بقبلہ کھڑے رہے حتی کہ آفتاب غروب ہوا۔ اور زردی کم ہو گئی بعد ازاں وہاں سے علیحدہ ہوئے غروب کے بعد آپ وہاں سے اس لئے علیحدہ ہوئے تاکہ جاہلیت کی تحریف باطل ہو جائے کیونکہ اہل جاہلیت غروب سے پہلے وہاں سے ہٹ جاتے تھے دوسرے یہ کہ غروب سے پہلے کا وقت کوئی معین وقت نہیں ہے اور بعد الغروب ایک معین چیز ہے اور ایسے وقت میں ایسی چیز کا حکم دینا چاہئے جس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو پھر وہاں سے چلکر مزدلفہ میں تشریف لائے اور وہاں پر مغرب کو عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور کوئی نفل نماز ان کے درمیان میں نہیں پڑھی بعد ازاں ٹھیرے حتی کہ فجر ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز جب صبح روشن ہوئی ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی پھر قصوہ پر سوار ہو کر مشعر حرام میں تشریف لائے اور رو بقبلہ ہو کر خدا تعالے سے دعا کی اور تکبیر پڑھی اور لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی توحید بیان کی اور برابر کھڑے رہے یہانتک کہ روشنی ہو گئی پھر آفتاب برآمد ہونے سے پیشتر وہاں سے چلکر بطن محسر میں تشریف لائے اور سواری کو کچھ کچھ تیز کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی شب میں تہجد کی نماز اس لئے نہیں پڑھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جم غفیر کے اندر بہت سے مستحاب ترک کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھنے لگیں اور مشعر حرام کے قیام کا راز ہم بیان کر چکے ہیں اور بطن محسر میں سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ جگہ اصحاب فیل کے ہلاک ہونے کا مقام ہے لہٰذا جس شخص کو خدا تعالے اور اُس کی عظمت کا خوف ہے اسکو اس مقام میں خوف معلوم ہوتا ہے اور غضب الٰہی سے ڈر کر بھاگتا ہے اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک باطنی امر تھا اس لئے آپ نے ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو خوف یاد دلاتا ہے اور اُس کو متنبہ کرتا ہے منضبط فرمایا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمرۃ العقبہ میں تشریف لائے اور سات سنگریزے اُس کی طرف پھینکے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے بطن وادی سے کھڑے ہو کر اُن کو پھینکا۔ میں کہتا ہوں اول دن رمی الجمار صبح کے وقت اور دونوں میں شام کے وقت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اول روز قربانی اور حلق اور رخصت ہونے کا دن ہوتا ہے اور یہ سب کام بعد رمی الجمار کے ہوتے ہیں لہٰذا صبح کے وقت رمی الجمار ہونے میں ان کاموں کی بخوبی گنجایش پائی جاتی ہے اور باقی ایام تجارت اور بازاروں کی خرید وفروخت کے ہوتے ہیں اس لئے حوائج سے فراغت ہونے کے بعد رمی الجمار کرنے میں آسانی ہے اور آخروں میں حوائج ضروریہ سے اکثر فراغت ہوتی ہے۔ اور رمی الجمار اور صفا ومروہ کے مابین سعی کی اعداد طاق مقرر کرنے کا وہی سبب ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی عدد طاق خدا تعالے کو پسند ہے اور واحد حقیقی کا قائم مقام عدد میں بھی ہو سکتا ہے اور سات بھی ہو سکتا ہے لہٰذا سات سے اگر کفایت ہو سکے تو زیادہ اُس سے مناسب نہیں ہے۔ اور سنگریزوں کی مقدار اتنی اس لئے مقرر کی گئی کہ اُس سے چھوٹے محسوس نہ ہوویں اور اُنسے بڑے میں ایسے مقام پر ایذا پہنچنے کا احتمال ہے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منحر کی طرف تشریف لائے اور وہاں پر تریسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باقی بدنے ذبح کرنے کے لئے چھری عطا فرمائی اور اپنی ہدی میں اُن کو شریک کیا اور ہر بدنہ میں سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا وہ سب بوٹیاں ایک ہانڈی میں پکائی گئیں حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُس میں سے کچھ بوٹیاں نوش فرمائیں اور کچھ شوربا پی لیا۔

میں کہتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے دست مبارک سے تریسٹھ ذبح کئے اُس میں نعمت کا شکر ادا کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالے نے آپ کی عمر کے ہر سال کے مقابل ایک اونٹ عطا فرمایا اور اُن کا گوشت کھانے اور شوربا پینے میں ہدی کی تعظیم اور اُس سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کی گئی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نحرت ههنا ومنی کلها منحر الحدیث میں نے اس جگہ قربانی کی ہے اور منا سب کی سب قربانی کی جگہ ہے پس تم لوگ اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو اور میں نے یہاں پر وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے اور میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور جمع یعنی مزدلفہ وہ سب قیامگاہ ہے اور ایک روایت میں اُس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ مکہ کا ہر ایک کوچہ طریق ومنحر یعنی قربانی کی جگہ ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان افعال میں جنکو آپ تشریح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام کے طور پر عمل میں لائے اور انہیں جو آپ سے بحسب اتفاق یا کسی مصلحت کے اعتبار سے جو اُس روز کے ساتھ مخصوص تھی یا عمدہ ترین امور کے اختیار کرنے کے طور پر عمل میں آئے فرق کر دیا۔

پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف چلے اور مکہ میں ظہر کی نماز پڑھکر طواف کیا اور آب زمزم نوش فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ بیت اللہ کی طرف جلدی کرنے کا یہ سبب ہے تاکہ اول وقت عبادت عمل میں آوے دوسرے یہ کہ ہر وقت انسان کو کسی مانع کے پیش آنے کا احتمال ہے اور آب زمزم آپ کے نوش فرمانے میں شعائر الہی کی تعظیم اور خدا تعالے نے اپنی رحمت سے جو ایک چیز ظاہر کی ہے اُس سے برکت حاصل کرنا ہے پھر جب منا کے دن گذر گئے تو آپ نے ابطح میں نزول فرمایا اور طواف الوداع کر کے تشریف لے گئے میں کہتا ہوں ابطح میں نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے آپکا یہ نزول فرمانا عبادت تھا یا عادت حضرت عایشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ابطح کے اندر اترنا سنت نہیں ہے۔

وہ امور جو حج کے ساتھ متعلق ہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے اُتارا گیا ہے اور وہ دودھ سے بدرجہا زیادہ سپید تھا پھر بنی آدم کے گناہوں نے اُسے سیاہ کر دیا ہے اور آپ نے اُس کے باب میں فرمایا ہے کہ قسم اللہ کی خدا تعالے اُس کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھا دیگا کہ اُس کی دو آنکھیں ہونگی جسسے دیکھیگا اور زبان ہوگی جس سے بولیگا اور جس نے بوجہ اللہ بوسہ دیا ہے اُس کی شہادت بیان کریگا اور آپ نے فرمایا ہے کہ رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہیں میرے نزدیک یہ احتمال ہے کہ واقع میں یہ جنت سے لائے گئے تھے لیکن جب زمین پر نصب کئے گئے تو حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ بحسب مزاج زمین کے انہیں رعایت کیجاوے اس لئے ان کا نور سلب کر دیا گیا اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کی عظمت کی طرف ملائکہ کی توجہ اور ملاء اعلے اور صالحین کی ہمتوں کے متفق ہونے کے سبب سے ان کے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا ہے حتی کہ وہ قوت مثالیہ اُن کے اندر قوت ملکیہ ہو گئی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کے اس قول میں محمد بن حنیفہ کے اس قول میں کہ زمین کے پتھروں میں سے وہ ایک پتھر ہے توفیق کی یہی صورت ہے اور ہم نے آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بیت اللہ قوت ملکیہ سے بھرا سا معلوم ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ عالم مثال میں حجر اسود کو آنکھیں اور زبان جو جاندار چیزوں کے لوازم میں سے ہیں عطا کی جائیں اور چونکہ حجر اسود سے مومنین کا ایمان اور خدا تعالے کی تعظیم کرنیوالوں کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لہذا ضرور ہوا کہ اُس زبان میں شہادت کی صورت کے ساتھ اُس کا ظہور ہو جیسا کہ ید وہاتھ کے گویا ہونے کا راز ہم نے بیان کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے من طاف بہذا البیت اسبوعاً فاحصیہ الخ جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کر کے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوا اور کوئی شخص اپنا قدم نہیں رکھتا اور نہ اسکو اٹھاتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر خدا تعالے اُس کے مقابل میں ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے میرے نزدیک اس فضیلت کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ طواف کرنا چونکہ رحمت الٰہی اور ملائکہ کی دعاؤں کے اندر داخل ہونے کا شبہ اور اُس کا مظنہ ہے لہٰذا اس کی خاصیت قریبہ کو ذکر فرمایا اور دوسرے یہ کہ جب انسان خدا تعالے پر یقین رکھکر اور اُس کے وعدے کو سچا سمجھکر ان افعال کو عمل میں لاتا ہے تو اس سے اسکا ایمان ظاہر اور عیان ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبداً من النار من یوم عرفہ وانہ لیدنو ثم یباہی بہم الملائکۃ عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ خدا تعالے کسی بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے اور اس دن خدا تعالے قریب ہوجاتا ہے۔ پھر اپنے بندوں سے فرشتوں پر فخر بیان کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ جب تمام لوگ خدا تعالے کیطرف تضرع و نیازمندی کرتے ہیں تو رحمت کے نازل ہونے اور روحانیت کے اُن کے اندر پھیل جانے میں کچھ توقف نہیں ہوتا اور

نیز آپ نے فرمایا ہے خیر الدعاء دعاء یوم عرفہ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ بہتر دعا عرفہ کی دعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے اقسام کا جامع ہے لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مقامات اور بہت اوقات میں اس کی اور سبحان اللہ والحمد للہ الخ کی لوگوں کو رغبت دلائی ہے چنانچہ دعاؤں کے بیان میں اُس کا ذکر آتا ہے اگر کوئی شخص حج کو نہ جائے تب اُس کو ہدی بھیجنا سنت ہے۔ تاکہ حتی المقدور اعلاء کلمۃ اللہ کی اقامت ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والے کے لئے تین مرتبہ اور ترشوانے والے کے لئے ایک مرتبہ دعا کی تاکہ سر منڈانے کی فضیلت ظاہر ہوجاوے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ سر کا منڈانا گرد و غبار کے دور کرنے کے قریب ہے جو بادشاہوں کے حضور میں جانیوالوں کی حالت کے مناسب ہے اور عبادت کا اثر بھی اس میں کچھ دیر تک باقی رہ سکتا ہے اور کچھ زمانے تک لوگوں کو اُس کا اثر معلوم ہوتا ہے اور اس میں خدا تعالے کی عبادت پر خبردار کرنا ہے اور آپ نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عورت کے حق میں سر کا منڈانا مثلہ (جس کے ناک کان کٹ جاویں) اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے جس شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈالیا یا قبل از رمی الجمار قربانی کی یا شام ہونے کے بعد رمی الجمار کی یا سر منڈانے سے پہلے طواف الافاضہ کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے اُس کے لئے یہ فتویٰ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کفارہ کا اُس کو حکم نہیں دیا اور حاجت کے وقت سکوت کرنے کو بیان کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کاش مجھ کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ استحباب بیان میں (لاحرج) کے لفظ سے کوئی اور لفظ صریح الدلالۃ ہے۔

اگر شدائد کے وقت رخصتوں کا بیان نہ کیا جاوے تو تشریح کامل نہیں ہوتی منجملہ شدائد کے وہ تکلیف ہی کہ احرام کے [illegible] چیزیں حرام کی گئی ہیں تو اس تکلیف کے سبب سے اُس کو ان چیزوں سے بچنا دشوار ہو اسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق اللہ پاک فرماتا ہے فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک پس تم سے ایک شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ دکھ ہو تو روزوں سے یا صدقے سے یا قربانیوں سے اسکا فدیہ دو اور نیز آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا فاحلق راسک واطعم فرقا۔ اپنے سر کو منڈا لے اور ایک فرق (ایک وزن کا نام ہے) مساکین کو کھلانے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رخصت کے اقسام میں سے دو قسم بہتر ہے۔ کہ جسکے ساتھ کوئی ایسی چیز مقرر کردی جائے جو اصل عبادت کی یاددہانی کرتی رہے اور جس شخص نے اصل عبادت کی عظمت کا التزام کر رکھا تھا اس عبادت کے چھوڑتے وقت اسکو اضطرابی نہ ہو اور وجوب کفارہ میں جو بیان کی گئی ہے وہ بطریق اولی اس پر محمول ہے۔

منجملہ ان شعایر کے ایک احصار ہے۔ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ جب بیت اللہ کے جانے سے کفار قریش نے آپکو روکا تو آپ نے اپنی ہدایا کی قربانی کی اور سر مبارک منڈوایا اور احرام سے باہر تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے حرم میں یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے کسی زمین کی تعظیم یہ ہے کہ اس میں کسی چیز سے تعرض نہ کیا جائے اور اصل یہ تعظیم بادشاہوں کی حد اور ان کی شہر پناہ ہونے سے ماخوذ ہے جب کوئی قوم ان کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کی اطاعت و تعظیم کرتی ہے تو ان کے مطیع ہونے میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان حدود کے اندر جو درخت و چارپائے وغیرہ ہیں ان سے ہم کچھ تعرض نہ کرینگے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان لکل ملک حمی وان حمی اللہ محارمہ یعنی ہر ایک بادشاہ کے لئے باڑ ہوتی ہے اور خدا تعالے کی باڑ اس کے محارم ہیں اس بات کو سب لوگ جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہوتی ہے اور حرم کا ادب ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز غیر حرم میں واجب ہے مثلاً عدل کا قائم کرنا یا جو چیز حرام ہے حرم کے اندر اس کے اور تحریم کی نہایت تاکید کیجائے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ یعنی حرم کے اندر غلہ کا بند کرنا اسمیں الحاد کرنا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لاتقتلوا الصید وانتم حرم۔ اے ایمان والوں احرام کی حالت میں شکار مت مارو۔ میں کہتا ہوں چونکہ حرم و احرام کے اندر شکار اور احرام کے اندر جماع کرنا ایک قسم کی افراط ہے جس کا راز خواہش نفسانی کے اندر بے توغل ہے لہذا کفارہ مقرر کرکے اس سے روکنا ضروری ہوا شکار کی جزا میں اختلاف ہے کہ خود شکار کے لحاظ سے مثلیت کا اعتبار کرنا چاہئے یا قیمت کے لحاظ سے اور حق یہ ہے کہ دو عادل شخصوں سے یہ بات دریافت کی جائے ایسی صورتوں میں جو سلف رائے دیا کرتے تھے اگر وہ رائے دیں تو اس پر عمل کرنا چاہئے اور اگر قیمت تجویز کریں تو قیمت دینی چاہئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایصبر علی لاواء المدینۃ احد من امتی الاکنت لہ شفیعا یوم القیامۃ۔ میری امت میں سے مدینہ کی تکلیف پر کوئی شخص صبر نہ کریگا مگر میں بروز قیامت اس کا شفیع ہونگا۔ میرے نزدیک اس فضیلت میں یہ راز ہے کہ مدینہ کا آباد کرنا شعائر دین کا بلند کرنا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جس کا نتیجہ دین کی طرف راجع ہوتا ہے اور ان مواضع میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر ہونے اور مسجد نبوی میں داخل ہونے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات یاد آتے ہیں جس کا فائدہ اس مکلف کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابراہیم حرم مکۃ فجعلہا حراما وانی حرمت المدینۃ۔ ابراہیم نے تو مکہ کو عزت دی اور اسکو حرم بنا دیا اور میں نے مدینہ کو حرم بنا دیا۔ میں کہتا ہوں اس حدیث میں اشارہ ہے کہ کوشش اور پختہ ارادے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کو قبولیت کے مقرر ہونے میں اثر عظیم ہے۔

اُن احادیث کا بیان جو احسان کے متعلق وارد ہیں

معلوم کرو کہ شارع نے بندوں کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے مکلف کیا ہے وہ اعمال ہیں اسلئے کہ اعمال ان حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جن کا نفع ونقصان آخرت میں نفوس کی جانب عاید ہوتا ہے اور یہ اعمال اُن کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہیں اور اُن کیفیات نفسانیہ کا بیان اور اُن کے لئے صورہ ہوتے ہیں ان اعمال سے دو طرح بحث کیجاتی ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ تمام لوگوں پر اُن کا عمل میں لانا لازم ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اُن اعمال اور ظاہری طریقوں کا اختیار کرنا مقصود ہوتا ہے جن کا ظاہر و باطن متمیز نہیں ہوتا اور اُن کیفیات پر یہ اعمال بمنزلہ قرائن کے ہوتے ہیں اور ان اعمال کا لوگوں سے سب کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان کو اس اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقع نہیں ہوتا ایسے اعمال کی بناء درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے اور دوسری قسم ان اعمال سے لوگوں کے نفس مہذب کرنا ہے اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے اس تک نفس کا پہنچانا اس اعتبار سے ان کیفیات کا معلوم کرنا اور ان اعمال کا اسطرح معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کیطرف پہنچانے میں مقصود ہوتا ہے اور انکا مبناء وجدان اور مکلفین کو اختیار میں دینے پر ہوتا ہے پہلے اعتبار سے جس علم میں ان اعمال سے بحث کیجاتی ہے وہ علم شرائع ہے اور جس علم میں دوسرے اعتبار سے بحث کیجاتی ہے وہ علم علم الاحسان ہے مباحث احسان میں نظر کرنے والے کو دو چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک تو اعمال کو اس طرح سے معلوم کرنا جس طرح کیفیات نفسانیہ ان سے پیدا ہوتی ہیں کیونکہ بسا اوقات ریاء اور شہرت یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے یا اُس کے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی پائی جاتی ہے ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس عمل سے منظور ہوتی ہے اور بسا اوقات کوئی عمل اس طرح پر ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی روح پر وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے اگرچہ بعض نفس اُس کے مثل پر تنبہ ہو جاتے ہیں مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور سنن یا کسی نفل ان پر زیادہ نہیں کرتا وہ شخص زکی نہیں ہے اور دوسرے ان ہیئات نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے ساتھ ان اعمال کو عمل میں لاسکے وہ شخص اپنے نفس کا طبیب ہوتا ہے جس طرح طبیب کو طبیب پر حکومت ہوتی ہے ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ الات سے کیا مقصود ہے تو وہ شخص جب ان الات کو برتتا ہے تو اندھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹنی کی طرح بدحواس ہو جاتا ہے یا اس کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے جس اخلاق سے اس فن میں گفتگو کی جاتی ہے اُن کے چار اصول ہیں چنانچہ سابقاً اُس سے آگاہ کر چکے ہیں ایک تو طہارت جس کے سبب سے تشبیہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے اور ایک فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے پہلے امر کے لئے وضو اور غسل اور دوسرے کے لئے نماز اور اذکار اور تلاوت مقرر کی گئی اور جب دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں تو ہم اُس کو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے خدا تعالےٰ کے مقرب ہیں اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے الطہارۃ شطر الایمان اور آنحضرت صلعم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے ان اللہ نظیف یحب النظافۃ خدا تعالےٰ پاک ہے پاکی پسند کرتا ہے اور دوسرے کیطرف اس قول سے اشارہ فرمایا ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک احسان اسکا نام ہے کہ تو اللہ کی بندگی کرے گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجکو دیکھتا ہے طہارت کے حاصل کرنے میں اُن عبادات کا جو انبیاء علیہ السلام سے ماثور ہیں اختیار کرنا اور اُن کی اسرار اور انوار کا لحاظ کرنا اور کثرت سے انکو عمل میں لانا اور اُن کی ہیات واذکار کا خیال رکھنا ضروری ہے پس طہارت کی روح باطن کا منور ہونا اور انس وسرور کیحالت کا پیدا ہونا اور افکار ردیہ کا دور ہونا اور تشویشات و پراگندگی و پریشانی وافکار کا رک جانا ہے اور نماز کی روح خدا تعالےٰ کے ساتھ حضور اور جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالےٰ کی کبریائی کی یادداشت اور اس کے ساتھ تعظیم اور تعظیم کے ساتھ محبت واطمینان ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں الاحسان ان تعبد اللہ الخ اس کیطرف اشارہ ہے اور آپ نے نفس کو نماز کے عادی ہونے کی کیفیت پر اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے نماز کو اپنے اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کر لیا ہے ولعبدی ما سأل اور میرے بندے کے لئے وہ چیز ہے جو مانگے پس جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے بڑائی وبزرگی بیان کی اور جب کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین تو فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے مابین یہ مشترک ہے اور جو میرا بندہ مانگے اس کے لئے موجود ہے اور جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے لئے ہے اور میرا بندہ جو مانگے موجود ہے اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کلمہ پر جواب کا لحاظ رکھنا چاہئے کیونکہ اس سے حضور قلبی پر نفس کو تنبیہ بلیغ ہوتی ہے اور وہ دعائیں جو آپ نے نماز کے اندر مقرر فرمائی ہیں اور حضرت علیؓ وغیرہ کی حدیث میں مذکور ہیں ان میں بھی اسی کیفیت کیطرف اشارہ ہے۔

تلاوتِ قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق وتعظیم کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اور قرآن کی نصیحتوں میں فکر وغور کیا جائے اور قرآن کی امثال وقصص سے عبرت حاصل کی جائے اور جب خدا تعالےٰ کی کسی صفت اور اُس کی نشانی پر گذرے سبحان اللہ کہے اور جب جنت ورحمت کی آیت پڑھے خدا تعالےٰ سے فضل کا خواستگار ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب جہنم اور غضب کے آیت پر گذرے پناہ کا طلبگار ہو یہ وہ امور ہیں جن کو رسول خدا صلعم نے نفس کو فضل کے خوگیر ہونے کے لئے مقرر فرمایا ہے اور ذکر کی روح حضور اور خدا تعالےٰ کی جبروتیت میں مستغرق ہو جانا ہے اور یہ بات اس طرح پر حاصل ہو سکتی ہے کہ کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر خدا تعالےٰ نے اس کا جواب سنے اس کے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا اللہ انا وانا اکبر۔ پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ پھر اس بات کا خیال کرے کہ اللہ پاک اس کے جواب میں فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدہ لاشریک لی۔ اور اسی طرح کیا کرے حتے کہ حجاب دفع ہو اور استغراق حاصل ہو جاوے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور دعا کی روح یہ ہے کہ اس بات کا خیال کرے کہ ہر چیز سے روکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اور اپنے آپکو ایسا سمجھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے یا جس طرح کسی کے ہاتھ میں مورت ہوتی ہے اسکو جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے اور مناجات کی لذت اس کو حاصل ہووے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کے بعد اس کے شفعون کے مابین ایک بہت بڑی دعا بیان کی ہے کہ بندہ دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا تعالےٰ سے دعا کرے والے پروردگار اے پروردگار کہتا جائے اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع و نیازمندی سے دعا مانگے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اسکا دل سب امور دنیوی سے فارغ ہو اور بول و براز کی حاجت اور اشتہاء طعام سے فراغت ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو پس جب انسان حضور قلبی کی کیفیت معلوم کرے اور پھر وہ حضور اس کو حاصل نہ ہو تو اس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اسکو سوچنا چاہئے اگر قوت جسمانی اس کا باعث ہے تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ روزے سے قوائے جسمانی ضعیف ہو جاتے ہیں بسا اوقات دو مہینہ کے پیاپے روزے رکھنے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے اور اگر جماع کی خواہش ہے یا کھانے پکانے سے فارغ ہونے کی حاجت ہے اور اس کو عبادت کا سرور جاتا رہا ہے اور اس کا عادہ چاہتا ہے تو اس کو نکاح کرنا چاہئے تاکہ جماع کی حاجت دفع ہو سکے مگر لذائذ اور اختلاط میں منہمک ہونے سے باز رہے اور اس کو بمنزلہ دوا کے سمجھے جس کے نقصان سے محفوظ رہنا اور نفع سے تمتع حاصل کرنا چاہئے اور اگر تدابیر ضروریہ اور لوگوں کی مصاحبت میں مشغول رہتا ہے تو ان کے ساتھ عبادت کا بھی شامل کرنا ضروری خیال کرے اور اگر اس کے دماغ میں خیالات مشوشہ اور افکار ناقصہ بھرے ہوئے ہیں تو اس کو لوگوں کی ملاقات ترک کر کے گھر یا مسجد میں خلوت نشینی اور اپنی زبان کو بجز ذکر الٰہی کے اور اپنی قلب کو بجز اس فکر کے کہ جس کے دہ درپے ہے روکنا چاہئے اور نیند سے بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی کی عادت ڈالنا چاہئے تاکہ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا تعالےٰ کا ذکر اس کے قلب میں داخل ہو اور سوتے وقت بھی ایسا ہی کرنا چاہئے تاکہ تمام اشتغال سے دل کو فراغت ہو جائے۔ اور ان چار اصول میں سے تیسرا اصل کی سماحت ہے سماحت کے یہ معنی ہیں کہ قوت ملکی قوت بہیمی کے دواعی کے تابع نہ ہو مثلاً لذت کا طلب کرنا اور انتقام لینے کی خواہش اور غضب اور بخل کی خواہش اور مال و جاہ کی حرص یہ ایسے امور ہیں کہ جب انسان ان کے موافق کام کرتا ہے تو ان اعمال کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیفیت کسی وقت قلب میں ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے تو ان صفات رذیلہ کا ترک کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ صفات ایسی ہو جاتی ہیں کہ گویا کبھی اُن کا نام بھی نہ تھا اور نفس خالص ہو کر خدا تعالےٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور اُس انوار کے دریا میں مستغرق ہو جاتا ہے جن کو بندہ تہا سرشت کے اعتبار سے نفوس مقتضے ہوتے ہیں۔ اور اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت نہیں ہوتی تو اُن اعمال کی کیفیت نفس کے اندر اس طرح ظاہر ہو جاتی ہے جس طرح موم میں مہر کے نقوش منقش ہو جاتے ہیں اور دنیاوی زندگی کا میل نفس کے اندر جم جاتا ہے اور اُن کیفیات کا متروک ہو جانا نفس پر دشوار ہو جاتا ہے پھر جب نفس کو بدن سے مفارقت ہوتی ہے تو وہ بداعمالیاں ہر چہار طرف سے اُس کا احاطہ کرتی ہیں اور نفس اور اُن انوار کے مابین جو سرشت کے اعتبار سے نفس کے مقتضی ہوتے ہیں بہت سے غلیظ غلیظ پردے پڑ جاتے ہیں جس کے سبب سے نفس کو ایذا و تکلیف پہونچتی رہتی ہے۔ اس سماحت کو جب خواہش شکم اور شہوت فرج کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُس کا نام عفت ہوتا ہے اور جب بیقراری اور اضطراب کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سماحت کا نام صبر ہوتا ہے اور جب انتقام کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُس کا نام عفو ہوتا ہے اور جب مال کے سبب کے ساتھ ہو تو اُس کا نام سخاوت اور قناعت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سب کے اصل نفس کا خواہش بہیمی کے تابع نہ ہونا ہے اور صوفیہ کرام اُس کو تعلقات دنیویہ کے قطع کرنے یا خصائص بشریہ کے فنا ہونے اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے تعبیر کرتے ہیں اور اس صفت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری ان اشیاء کے مواقع میں واقع ہونے سے احتیاط رکھنا اور دل سے ذکر الٰہی کا اختیار کرنا عالم تجرد کی طرف نفس کا میلان ہے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے میرے نزدیک دنیا کا پتھر ڈھیلا سب برابر ہے حتی کہ اُن کی نسبت مکاشفہ کی خبر دیگئی ہے۔

چوتھی صفت عدالت ہے عدالت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ تدبیر منزل اور سیاست مُدنیہ وغیرہ کی اصلاح کے متعلق ایک نظام عادل بسہولت قائم ہو سکتا ہے اور اصل میں وہ جبلت نفسانی ہے جو افکار کلیہ اور اُن سیاستوں کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے جو خدا تعالےٰ اور اُس کے ملائکہ کے موافق ہیں اور اُس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو منظور ہے کہ جہان میں انتظام قائم رہے اور بعض بعض کی امانت کریں۔ اور کوئی کسی کو نہ ستائے اور باہم الفت و محبت سے رہیں جس طرح کہ ایک بدن کے اعضا ہوتے ہیں کہ جب کسی عضو کو صدمہ پہنچتا ہے تو تمام اعضاء پر اُس کا اثر ہو کر بخار آجاتا ہے اور سب کی نیند جاتی رہتی ہے اور نیز انکی نسل کا بڑھانا منظور ہے کہ اُن میں سے جو نافرمان ہیں اُن کی توبیخ کی جائے اور جو عادل ہیں اُن کی تعظیم کی جائے اور رسوم فاسدہ دور ہوں اور بھلائی کی باتیں اور شرائع حقہ کا اُن میں دستور ہو اور اُس کے پیدا کرنے میں اللہ سبحانہ کے لئے قضاء اجمالی ہے اور یہ اُس کی شرح و تفصیل ہے اور ملائکہ مقربین نے اُس کو معلوم کر لیا ہے اور جو لوگ ان امور کی اصلاح میں سعی کرتے ہیں اُن کے لئے ملائکہ دعا دیتے ہیں اور جو اُن کے فساد میں سعی کرتے ہیں اُن پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون - جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں خدا تعالےٰ نے اُن سے اس بات کا وعدہ کرلیا ہے کہ انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا جس طرح اُن لوگوں کو اُس نے خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو اُن کے لئے پسند کیا ہے اُس پر انکو قدرت دیگا اور اُن کے خوف کے بعد اُن کو امن بدلے میں دیگا - مجکو پوجتے ہیں کسی کو میا شریک نہیں کرتے اور جنہوں نے اس کے بعد کفر کیا وہی لوگ نافرمان ہیں - اور فرماتا ہے الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الایہ۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ اُسکو جوڑتے ہیں اور فرماتا ہے والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل - اور جو لوگ خدا تعالےٰ کے عہد کو بعد پختہ کرنے کے توڑتے ہیں اور خدا تعالےٰ نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اُسکو قطع کرتے ہیں - جو شخص ان اصلاح کے کاموں کو عمل میں لاتا ہے خدا تعالےٰ کی رحمت اور ملائکہ مقربین کی دعا اُس کے شامل حال ہوتی ہے خواہ اُس شخص کو اُس کا گمان ہو یا نہ ہو اور ہر طرف سے نورانی شعاعیں اُسکو گھیر لیتی ہیں جس طرح شمس وقمر کی شعاعیں انسان کو محیط ہوجاتی ہیں اس کے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے قلوب میں اُس شخص کے ساتھ محبت کا القاء ہوتا ہے تمام زمین وآسمان میں وہ شخص مقبول ہوجاتا ہے اور جب عالم تجرد کیطرف اُس کا انتقال ہوتا ہے تو یہ شعاعیں جو اُس کے ساتھ متصل تھیں اُس کو محسوس ہوتی ہیں اور اُس شخص کو انکی لذت معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی کشادگی اور قبولیت اُس کو نظر آتی ہے اور اُس کے اور ملائکہ کے مابین ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص فساد کے کام عمل میں لاتا ہے تو خدا تعالےٰ کا غضب اور ملائکہ کی لعنت اُس کو گھیر لیتی ہے اور اُس غضب سے تاریک شعاعیں پیدا ہو کر اس شخص کے محیط ہوجاتی ہیں جسکے سبب سے ملائکہ اور مخلوق کے دلوں میں اُس کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا الہام ہوتا ہے اور تمام آسمان و زمین میں وہ شخص مبغوض ٹھہرتا ہے پھر جب عالم تجرد کی طرف اُس کا کوچ ہوتا ہے تو ان ظلمانی شعاعوں کو معلوم کرتا ہے اور وہ شعاعیں اُس کو کاٹتی نظر آتی ہیں اور اُس کی جان کو اُن سے الم اور ضیق ونفرت پیدا ہوتی ہے اور تمام جوانب سے وہ شخص گھر جاتا ہے اور باوجود فراخی کے زمین اُس پر تنگ معلوم ہوتی ہے - عدالت کی صفت کا جب نشست وبرخاست اور خواب وبیداری اور چلنے وپھرنے اور بولنے وچالنے اور لباس وشعار کی اوضاع کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُس کا نام ادب ہوتا ہے اور جب مال اور اُس کے جمع کرنے اور صرف کرنیکے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُس کا نام کفایت ہوتا ہے اور تدبیر منزل کے ساتھ اعتبار کرنے سے حریت اور تدبیر مدنیہ کے ساتھ سیاست اور عزیزوں کی الفت رکھنے کے ساتھ حسن عاشرت یا حسن معاشرت اُس کا نام ہوتا ہے۔ عدالت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری رحمت اور محبت اور نرم دلی اور اُس کے ساتھ افکار کلیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا ہے اور ان دونوں صفت یعنی سماحت و عدالت میں یک قسم کا تنافر اور مخالفت ہے اس لئے کہ تجرد کی طرف قلب کا میلان اور اُس کے اندر رحمت و محبت کا ہونا۔ اکثر لوگوں کے اعتبار سے یہ دونوں وصف جمع نہیں ہوتے خصوصاً ان لوگوں کے اندر جن کی قوت بہیمی و ملکی میں کشاکشی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم بہت سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ انہوں نے لوگوں سے قطع تعلق کر دیا ہے حتیٰ کہ اہل و عیال کو بھی چھوڑ دیا ہے اور لوگوں سے بالکل برطرف ہو گئے ہیں اور عوام لوگ شب و روز اہل و عیال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں حتیٰ کہ اُن چیزوں نے ان سے خدا تعالےٰ کا ذکر بھلا دیا ہے اور انبیاء علیہ السلام دونوں مصلحتوں کی رعایت کا حکم دیتے ہیں اسی لئے ان دونوں صفتوں کے اندر ضبط مبہم اور تمیز مشکل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے شرائع کے اندر جن اخلاق کا لحاظ ہے وہ یہی اخلاق ہیں اور بعد افعال اور کیفیات اور ہیئت ایسی بھی ہیں۔ جو ان اخلاق اور ان اخلاق کی اضداد کا کام دیتی ہیں اس جہت سے کہ یہ افعال وغیرہ نفس کے اندر ملائکہ اور شیاطین کا مزاج پیدا کر دیتی ہیں۔ ملائکہ اور شیاطین کے دونوں قبیلوں میں سے ایک کی طرف نفس کے میلان سے یہ افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہیں لہذا اُن کے متعلق حکم دیا جاتا ہے اور ہم نے کچھ اس کا ذکر پہلے کیا ہے اور اسی باب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے ان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ۔ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے اور فرمایا ہے الاجدع شیطان یعنے مقطوع الحجۃ اور فرمایا ہے الا تصفون کما تصف الملائکۃ جس طرح فرشتے صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن اعمال کا حکم دیا ہے جو ان اخلاق کی علامات ہیں چنانچہ ایسے اذکار کا آپ نے حکم دیا ہے جن سے ہر وقت اجتناب اور فرمانبرداری اور تضرع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور صبر کرنے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور موت اور آخرت کی یاد کرنے کی رغبت دلائی اور ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا کی ناپائیداری ثابت کی اور خدا تعالےٰ کے جلال اور اُس کی عظیم الشان قدرت میں فکر کرنے کا اُن کو شوق دلایا کہ سماحت کی صفت اُن کے اندر پیدا ہو۔ اور مریض کی عیادت اور باہم سلوک اور صلہ کرنے اور سلام کا رواج دلانے اور حدود کے قائم کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا اُن کو حکم دیا تاکہ عدالت کی صفت اُن کے اندر پیدا ہو جائے اور ان افعال اور کیفیات کا پورے پورے طور پر بیان کیا خدا تعالےٰ اس نبی کریم کو ہمارے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسا بدلہ دے جسکے وہ لائق ہے جب یہ اصول تم کو معلوم ہو گئے تو ہم اب کسیقدر تفصیل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

اذکار اور اُسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یقعد قوم یذکرون اللہ الاحفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ کوئی قوم خدا تعالےٰ کے یاد کرنے کے لئے نہیں بیٹھتی مگر ملائکہ اُن کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت اُن پر چھا جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقینی ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف رغبت اور اُس کے ذکر کے ساتھ مسلمانوں کا اجتماع رحمت اور سکینہ کو بلا لیتا ہے اور ملائکہ سے قریب کر دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سبق المفردون۔ مفرد لوگ آگے ہو گئے میں کہتا ہوں سابقین میں سے ایک گروہ کا نام مفردین ہے کیونکہ یاد اور ذکر نے اُن پر سے بار ہٹا کر انکو ہلکا کر دیا ہے

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال تعالےٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ۔ اللہ پاک فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو اُس کو میرے ساتھ ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اُس کے ساتھ ہوں پھر اگر اپنے جی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اپنے جی میں اُس کو یاد کرتا ہوں اور اگر جلسہ میں یاد کرتا ہے تو میں اُس سے بہتر جلسہ میں اسکو یاد کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں بندے کی سرشت جو اخلاق اور علوم کا منشا ہوتی ہے اور وہ کیفیات جس کو نفس حاصل کرتا ہے اُس رحمت کے مخصص ہوتی ہے جو اُس بندے کے لئے خاص ہے پس بہت سے لوگ جن کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ دور کر دیگا اور ذرا ذرا سی بات پر ہم پر مواخذہ نہ کریگا اور سماحت کا برتاؤ ہمارے ساتھ کریگا ایسے شخص کی یہ امید اُس کے گناہوں کے دور ہو جانے اور نفس کے صاف ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور بہت سے بخیل اور حریص مزاج آدمی اپنے پروردگار سے اس بات کا گمان رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ہم سے ذرا ذرا سی بات کا مواخذہ اور جزرس لوگوں کا سا معاملہ کریگا اور گناہوں سے درگذر نہ کریگا۔ اور یہ بات دنیاوی ہیات کے اعتبار سے دل میں زیادہ ترشیہ جاتی ہے اور بعد از مرگ یہ کیفیت چاروں طرف سے اُس کو گھیر لیتی ہے۔ مگر یہ فرق صرف اُن امور کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے کہ خظیرۃ القدس میں جن کی نسبت کوئی تاکیدی حکم نہیں ہوتا اور کبائر اور اُن کے قریب قریب گناہوں کے اعتبار سے صرف بالاجمال اُس کا اثر کچھ ظاہر ہوتا ہے اور اللہ پاک کے یہ فرمانے میں کہ میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں معیت قبول اور خظیرۃ القدس میں ایک شان کے ساتھ ہونے کی طرف اشارہ ہے جب بندہ اپنے دل میں خدا تعالےٰ کو یاد کرتا ہے اور اُس کے انعامات میں غور کرنا شروع کرتا ہے تو اُس کے بدلے میں اُس راستہ سے خدا تعالےٰ اُس کے لئے حجابات دور کر دیتا ہے اور چلتے چلتے اُس تجلی تک جا پہونچتا ہے جو خظیرۃ القدس کے اندر قائم ہوتی ہے اور جب کسی جلسہ میں خدا تعالےٰ کی یاد کرتا ہے اور اُس کی غرض دین اسلام کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتی ہے تو اُس کی جزا میں خدا تعالےٰ ملاء اعلےٰ کے قلوب میں اُس کی محبت کا القا فرماتا ہے اور وہ اُس کے لئے دعا کرتے ہیں اور برکت کے طالب ہوتے ہیں بعد ازاں زمین پر بھی وہ بندہ مقبول ٹھیرایا جاتا ہے۔ مگر بہت سے عارف باللہ ایسے ہیں کہ معرفت کے درجہ تک اُن کو وصول ہو گیا ہے لیکن نہ تو زمین پر اُن کو لوگ مانتے ہیں اور نہ ملاء اعلےٰ میں اُن کا کچھ تذکرہ ہوتا ہے اور بہت سے لوگ دین کے حامی اور مددگار اور بڑے مقبول اور متبرک بندے ہوتے ہیں مگر اُن کے حجابات رفع نہیں ہوتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے قال اللہ تعالےٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا وازید ومن جاء بالسیئۃ فجزاء سیئۃ مثلہا او اغفر ومن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت منہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ ومن لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا لقیتہ بمثلہا مغفرۃ اللہ پاک فرماتا ہے جو بھلائی لیکر آئیگا تو اُس کی اُس کے دس گنی ہے اور میں زیادہ بھی کر دونگا اور جو برائی لائیگا تو برائی کا بدلہ اس کے برابر ہے یا میں معاف کر دونگا اور جو شخص بالشت بھر میرے پاس آتا ہے میں ایک ذراع اُس کے پاس آتا ہوں اور جو ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع یعنی دونوں ہاتھ کے پھیلاؤ کے برابر اُس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں اور جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ لاکر ملتا ہے اور دنیا سے پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اُس کے بہیمی قوی پوچ ہو جاتے ہیں اور ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہیں تو اُس کے تھوڑے حسنات بھی بہت ہو پڑتے ہیں اور عارضی چیز ہمیشہ ذاتی چیز سے ضعیف رہتی ہے اور تدبیر الٰہی کا منبع خیر کے فیضان پر ہے اور خیر وجود کے ساتھ بہت قریب اور شر اُس سے بہت بعید ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جن میں سے ایک حصہ زمین کی طرف اُتار رکھا ہے۔ اسی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالشت اور ذراع اور باع اور چلنے اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور آخرت کے اعتبار سے کوئی چیز جبروت پر اطلاع پانی اور اُس کی طرف التفات کرنے سے زیادہ نافع نہیں ہے من لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا الخ کے یہی معنی ہیں اور اللہ پاک فرماتا ہے علم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنوب ویواخذ بہ کیا میرا بندہ اس بات کو جانتا ہے کہ اُس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال تعالےٰ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت فی شیٔ انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساتہ۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ جو شخص کسی میرے دوست سے عداوت کرتا ہے میں اس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں میرا بندہ کسی چیز سے جو مجھکو زیادہ تر محبوب ہو فرائض سے زیادہ مجھ سے نزدیک نہیں ہوتا اور میرا بندہ برابر نوافل سے قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ مجھے پیارا ہو جاتا ہے، اور جب میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اُس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے سنتا ہے، اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، اور اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اُس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جو مانگتا ہے ضرور اُس کو دیتا ہوں، اور اگر میری پناہ مانگتا ہے تو ضرور پناہ میں لے لیتا ہوں، اور میں نے کسی چیز میں جس کے کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسا تردد نہیں کیا جیسے مومن کے نفس سے مجھے تردد ہوا اُس کو موت گوارا نہیں ہوتی اور مجھکو اُسکی تکلیف گوارا نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں جب خدا تعالےٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور ملاء اعلےٰ میں اُس کی محبت نازل ہو کر زمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی مقبول ہو جاتا ہے پھر کوئی شخص اس نظام الہٰی کی مخالفت کرتا اور اُس بندہ سے عداوت کرتا ہے اور اُس کے حال کے بگڑنے میں کوشش کرتا ہے تو خدا تعالےٰ کی رحمت جو اُس محبوب کے متعلق ہوتی ہے اُس کے دشمن کے حق میں لعنت بنجاتی ہے اور اُس کی رضامندی دشمن کے حق میں غضب الہٰی بنجاتی ہے اور جب خدا تعالےٰ کسی شریعت کے ظاہر کرنے اور کسی دین کے قائم کرنے سے بندوں کے نزدیک ہوتا ہے اور خطیرۃ القدس میں اُن طریقوں اور شریعتوں کو مرقوم فرماتا ہے تو یہ طریقہ اور عبادات سب چیزوں سے زیادہ رحمت الہٰی کے جالب اور اُس کی رضامندی کے موافق ہوتی ہیں اور یہ تھوڑی سی چیزیں بہت ہوتی ہیں اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے فرائض ادا کرنے کے بعد خدا تعالےٰ سے برابر قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ خدا تعالےٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور رحمت الہٰی اُس کو محیط ہو جاتی ہے اس وقت میں اُس اعضاء کو نور الہٰی سے مدد پہنچتی ہے اور اُس کی ذات و اہل و عیال و مال میں برکت دی جاتی ہے اور اُس کی دعا قبول ہوتی ہے اور شر سے محفوظ رہتا ہے اور اُس کی اعانت کی جاتی ہے اس قرب کا نام ہمارے ہاں قربت اعمال ہے؛ اور اس حدیث میں جو تردد کا لفظ آیا ہے اُس سے عنایاتِ الہٰی کا تعارض مراد ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کو ہر نظامِ شرعی و شخصی کے ساتھ ایک توجہ خاص ہے۔ بدنِ انسانی کے ساتھ اُس کی توجہ کا مقتضیٰ ہے کہ اُس کی موت و بیماری اور تکلیف کا حکم دیا جاوے اور اُس کے نفس کے ساتھ جو خدا تعالےٰ کا محبوب ہے توجہ الہٰی کا یہ مقتضیٰ ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اُس کے لئے راحت و آرام پہونچایا جائے اور تکلیف سے محفوظ رکھا جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا انبئکم بخیر اعمالکم واذکٰھا عند ملیککم الحدیث کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتا دوں جو تمہارے سب عمل میں بہتر ہے اور تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب اعمال سے زیادہ تمہارے درجات بلند کرنے والا ہے اور تمہارے حق میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمہارے حق میں اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے سامنا کرو اور تم اُن کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، صحابہ نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کا ذکر ہے میں کہتا ہوں افضلیت کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور جبروت پر نفس کی اطلاع پانے کے اعتبار سے ذکر الہٰی سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے خاصکر اُن نفوس زکیہ میں جن کو ریاضات کی حاجت نہیں ہوتی صرف نگاہداشت کی حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قعد مقعدا لم یذکر اللہ فیہ الحدیث یعنے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھکر خدا تعالےٰ کی یاد نہ کرے تو وہ مجلس اُس کے حق میں منجانب اللہ حسرت ہے اور جو شخص لیٹے اور لیٹ کر خدا تعالےٰ کی یاد نہ کرے وہ یقیناً خدا تعالےٰ کی طرف سے اُس پر حسرت ہے اور فرمایا۔ ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیہ الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان علیہم حسرۃ۔ کوئی قوم کسی مجلس سے جس میں یاد الہٰی نہ کیا ہو نہیں کھڑی ہوتی مگر جس طرح مردار گدھے کو کھا کر اُٹھتے ہیں اور وہ مجلس اُن پر حسرت ہوگی اور فرمایا ہے لا تکثر والکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ بالقلب وان ابعد الناس عن اللہ القلب القاسی بجز ذکر الہٰی کے کثرت سے کوئی کلام مت کرو اس لئے کہ بغیر ذکر خدا تعالےٰ کی کثرت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلام کرنا قلب میں قساوت پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک سب لوگوں سے دور تر قاسی القلب ہے میں کہتا ہوں جب ایک شخص نے ذکر الٰہی کی حلاوت معلوم کرلی اور ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت اور نیز یہ بات معلوم کر لے کہ ذکر الٰہی کے کرنے سے اُس کے قلب سے حجابات کس طرح دور ہوتے ہیں۔ اور وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو بلاشک جب وہ شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل و عیال اور دنیا کے سامان میں متوجہ ہوتا ہے تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ بھول جاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے کہ جو بات اُس کو حاصل ہوئی تھی وہ اُس سے گم ہو گئی اور اُس شخص کے اور اُس چیز کے مابین جو اُس کی آنکھوں کے سامنے تھی ایک پردہ پڑ جاتا ہے اور یہ خصلت دوزخ اور ہر برائی کی طرف انسان کو بلاتی ہے اور یہ ہر ایک حسرت کا سبب ہے اور جب بہت سی حسرتیں جمع ہو جاتی ہیں تو نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان حسرتوں کا پورا پورا علاج بتایا ہے اس طرح پر کہ ہر وقت کے لئے اُس وقت کی مناسب ایک ذکر مقرر فرمایا ہے تاکہ غفلت کے سم کا دور کرنیوالا اور اُس کے لئے تریاق ہو اور اُن اذکار کے فوائد اور بغیر اُن اذکار کے حسرات کے عارض ہونے پر تنبیہ کیا ہے اور معلوم کرو کہ ذکر کے الفاظ منضبط کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی ناقص عقل سے اُس میں تصرف کر کے خدا تعالیٰ کے ہمارے میں الحاد نہ کرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اُس کو استعمال میں نہ لائے اذکار کے باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون کیا ہے اُن سب سے زیادہ عمدہ و بہتر دس ذکر ہیں جن میں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے میں نہیں ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر انہیں سے کئی کئی ذکر کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ برابر ایک ہی قسم کا ذکر کرنے سے وہ ذکر عامہ مکلفین کے اعتبار سے صرف زبانی حرکت ہو جاتا ہے اور اذکار کے بدلنے سے نفس کو تنبیہ اور غافل کو بیداری ہوتی ہے۔ اُس میں سے ایک ذکر (سبحان اللہ) ہے اس کی حقیقت خدا تعالیٰ کا تمام ادناس اور عیوب اور نقائص سے پاک کرنا ہے اور ایک (الحمد اللہ) ہے اور اُس کی حقیقت خدا تعالیٰ کے لئے کمالات اور اوصاف کا ملکا ثابت کرنا ہے جب یہ دونوں باتیں ایک کلمہ میں جمع ہو گئیں تو انسان کو اپنے پروردگار کی جو معرفت حاصل ہو سکتی ہے اس کلمہ میں اس معرفت کا پورا پورا بیان ہے کیونکہ بندہ خدا تعالیٰ کو صرف اسی قدر پہچان سکتا ہے کہ اُس کے لئے ایک ذات ثابت کرے جو تمام اُن نقائص سے جن کا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہیں پاک ہو اور جس قدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر دیکھتے ہیں وہ سب اُس ذات کو ثابت ہوں پس جب اس ذکر کی صورت نامۂ اعمال میں مندرج ہوتی ہے تو یہ معرفت پوری اور کامل جن کے کامل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور قرب الٰہی کا باب عظیم اس کے سبب سے مفتوح ہو جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اسی کے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے التسبیح نصف المیزان والحمد للہ یملئہ سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اُس کو پُر کر دیتا ہے اس لئے سبحان اللہ وبحمدہ کا کلمہ زبان پر آسان نام اور وزن میں بہت ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خدا تعالےٰ کو پیارا ہوتا ہے اور اُس کے پڑھنے والے کے لئے ایک درخت بویا جاتا ہے جو شخص اُس کو سو مرتبہ پڑھے اُس کے حق میں وارد ہوا ہے کہ تمام اُس کے گناہ دور ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، اور قیامت کے دن کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے افضل نہ آویگا مگر جس نے اُس کو پڑھا یا اُس پر زیادہ کیا اور خدا تعالےٰ نے اپنے ملائکہ کے لئے جو اذکار پسند فرمائے ہیں ان سب میں یہ بہتر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الذین یحمدون اللہ فی السراء والضراء سب سے پہلے جنت میں وہ لوگ بلائے جائینگے جو مصیبت و آرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ اس میں یہ راز ہے کہ اُن لوگوں کا عمل ثبوتی ہے تو اسے ثبوتیہ اُس پر باعث ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ جنت کے انعامات سے نہایت شراب ہوتے ہیں اور یہ جو فرمایا ہے کہ افضل الدعا الحمد للہ بہترین دعا الحمد للہ ہے اُس میں یہ راز ہے کہ دعا کی دو قسمیں ہیں چنانچہ ہم ذکر کرینگے اور الحمد للہ میں دونوں قسم موجود ہیں کیونکہ شکر زیادتی نعمت کا سبب ہے اور اُس کے اندر معرفت کی ثبوتی پائی جاتی ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ الحمد للہ راس الشکر الحمد للہ شکر کی اصل ہے اُس میں یہ راز ہے کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اعضاء سے بھی، اور زبان بہ نسبت ان دونوں کے شکر پر زیادہ تر بظاہر دلالت کرتی ہے اور ایک ذکر لاالہ الا اللہ ہے اور اس کے کئی بطون ہیں بطن اول شرک جلی کا دور کرنا ہے اور بطن دوم شرک خفی کا دور کرتا ہے اور بطن سوم اُن حجابات کا دور کرنا جو معرفت الہی تک پہونچنے کے مانع ہیں، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے لاالہ الا اللہ لیس لہا حجاب دون اللہ حتی تخلص الیہ لاالہ الا اللہ کے لئے خدا تعالےٰ سے ورے کوئی پردہ نہیں جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ تک وہ پہونچ جاتا ہے اور موسےٰ علیہ السلام کو اسکے بطنوں میں سے پہلے دو بطن کا علم تھا اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بعید سمجھا کہ آپ کے لئے جو ذکر خاص کیا گیا ہے وہ یہی ہو۔ اور خدا تعالےٰ نے بذریعہ وحی کے اُس کا حال ظاہر کر دیا اور آپ پر یہ بات روشن کر دی کہ یہ کلمہ خدا تعالےٰ کے سوا ہر چیز کے اختیار کرنے اور آنکھوں کے سامنے متمثل ہونے سے دور کرنے والا ہے اور اس درجہ کا کلمہ ہے کہ اگر تمام دنیا کے کلمے ایک پلہ میں رکھے جاویں اور یہ کلمہ دوسرے پلے میں تو اُن سب کو جھکا دے کیونکہ اس کلمہ کے سامنے سب کلمے حقیر ہیں یعنی کم رتبہ کے اور لاالہ الا اللہ کے ساتھ جب کسی قدر تفصیل اور شامل ہو جاتی ہے تو یہ کلمہ نفی اور اثبات کے لئے ہو جاتا ہے لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ اس کلمہ کے سو مرتبہ گننے والے کی فضیلت میں وارد ہوا ہے کانت لہ عدل عشر رقاب الخ اس کے لئے اس کلمہ کا سو مرتبہ کہنا دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اخیر حدیث تک۔ کیونکہ یہ کلمہ معرفت سلبیہ و ثبوتیہ کا جامع ہے اور سلبیہ کو گناہوں کے دور ہونے اور ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے اور جزا کے متمثل ہونے میں بہت دخل ہے اور ایک ذکر کلمہ اللہ اکبر ہے اس کلمہ کے اندر خدا تعالےٰ کی عظمت اور اُس کی قدرت اور اُس کی سطوت کا لحاظ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معرفت ثبوتیہ کی طرف اس میں اشارہ ہے اسی لئے اس کلمہ کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہ کلمہ زمین آسمان کی فضاء کو بھر دیتا ہے یہ چاروں کلمے سب میں افضل اور خدا تعالےٰ کے پسندیدہ ہیں۔ اور جنت میں یہ کلمات بوئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ میں نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ ایسے پڑھے ہیں کہ اگر اُن کلمات کے ساتھ جو تونے آج شروع دن سے پڑھے ہیں وزن کئے جائیں تو وزن میں اُن سے زیادہ نکلے سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ اس میں یہ راز ہے کہ عمل کی صورت جب نامہ اعمال میں ثابت ہوتی ہے تو جزا کے وقت اس صورت کا پھیلاؤ اور اس کے وسعت اس کلمہ کے معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اس میں ایسا کلمہ ہے جیسے عدد خلقہ تو اس کا پھیلاؤ اسی قدر ہوتا ہے۔

معلوم کرنا چاہئے جس شخص کا میلان ذکر کی کیفیت سے نفس میں اثر پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے اُس شخص کے لئے ذکر کا کثرت سے کرنا مناسب ہوتا ہے اور جس شخص کا میلان اس طرف زیادہ ہوتا ہے کہ عمل کی صورت نامہ اعمال میں محفوظ رہے اور جزا کے دن اُس کا ظہور ہو تو اس کے حق میں ایسے ذکر کا اختیار کرنا مناسب ہوتا ہے جو باکیفیہ اور اذکار پر فوقیت رکھتا ہو کسی کو اس موقع پر یہ کہنے کی مجال نہیں ہے کہ جب تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا تمام اذکار سے افضل ہو اذکار کی کثرت اور تمام اوقات کا اُن میں صرف کرنا ضائع ہوا اس لئے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے نہ دوسرے اعتبار سے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جویریہؓ کو اقرب اعمال کی طرف رہبری اور اس کی طرف تبلیغ بلیغ فرمائی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر کے اندر تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات کا ملانا مسنون فرمایا ہے اُس میں یہ راز ہے کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ ہوتی رہے اور صرف زبانی حرکت نہ ہو اور ایک اُن اذکار میں سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے جو اس کے بدن یا اس کی ذات کے لئے پیدائش کے اعتبار سے نافع ہیں یا حصول اطمینان یا تدبیر منزل یا مال وجاہ کے اعتبار سے اور انہیں اعتبارات سے جو چیزیں مضر ہیں اُن سے پناہ مانگنا۔ اور اس کے اندر بھید خدا تعالےٰ کی تاثیر کا عالم میں مشاہدہ کرنا اور بجز خدا تعالےٰ کے سب سے روکنے اور قوت دینے کے نفی کرنا ہے اس باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مقرر فرمائی ہیں اُن میں سے یہ دعائیں زیادہ تر جامع ہیں۔ اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمۃ امری واصلح لی دنیای التی فیھا معاشی واصلح لی آخرتی التی فیھا معادی واجعل الحیوۃ زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحۃ لی من کل شر۔ اور اللھم انی اسألک الھدے والتقی والعفاف والغنی اللھم اھدنی وسددنی۔ اور فرمایا ہے ہدایت کے ساتھ راستہ کی طرف اپنی ہدایت اور سداد سے تیر کی طرح سیدھا ہونا مراد لے۔ اور اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار رب اعنی ولا تعن علے وانصرنی ولا تنصر علی وامکر لی ولا تمکر علے واھدنی ویسر الھدے لی وانصرنی علے من بغی علے رب اجعلنی لک شاکرا لک راھبا لک مطواعا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لک مخبتا الیک اواہا منیبا رب تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی واہد قلبی واسلل سخیمۃ صدری اللہم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک اللہم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللہم ما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب اللہم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تہون بہ علینا مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ہمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔ اور پناہ مانگنے کے لیے جو دعائیں آپ نے مقرر کی ہیں ان میں یہ دعائیں زیادہ تر جامع ہیں۔ اعوذ باللہ من جہد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللہم انی اعوذ بک من الہم والحزن والعجز والکسل والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال۔ اللہم انی اعوذ بک من الکسل والہرم والمغرم والماثم۔ اللہم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر ومن شر فتنۃ الغناء ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللہم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب۔ اللہم آت نفسی تقویہا وزکہا انت خیر من زکہا انت ولیہا ومولہا اللہم انی اعوذ بک من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لہا۔ اللہم انی اعوذ بک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاءۃ نقمتک وجمیع سخطک۔ اللہم انی اعوذ بک من الفقر والقلۃ والذلۃ واعوذ بک من ان اظلم او اظلم۔ اور از انجملہ خضوع اور فرمانبرداری کا بیان کرنا جیسے کہ آپ کا قول ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ۔ اور معلوم کرنا چاہیے جن دعاؤں کا آپ نے حکم دیا ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ دعائیں ہیں جن سے تو اسے فکر یہ کا خدا تعالےٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے لحاظ سے پر ہونا یا خضوع اور فرمانبرداری کی حالت کا حاصل ہونا مقصود ہے کیونکہ اس حالت کے مناسب زبان کی تعبیر کرنے کے لیے نفس کی اس حالت پر متنبہ ہونے اور متوجہ ہونے میں اثر عظیم ہے اور دوسرے قسم کی وہ دعائیں ہیں جن میں دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف رغبت اور ان دونوں کے شر سے پناہ مانگنا مقصود ہے کیونکہ نفس کا ارادہ اور ہمت کوشش سے اس کا کسی چیز کو طلب کرنا جناب باری کے جود کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے جس طرح دلیل کے مقدمات نتیجہ کے فیضان کا سبب ہوتے ہیں اور نیز جب کسی چیز کی حاجت قلب کو تکلیف دیتی ہے تو اس کے سبب سے مناجات کی طرف قلب متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت اس کے سامنے موجود ہو جاتی ہے اور ایسے وقت میں آدمی کی ہمت خدا تعالےٰ کی طرف مائل ہو جاتی ہے لہذا یہ حالت محسنین کے لئے بہت مغتنم ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے الدعاء ہو العبادۃ عبادت تو دعا ہی کا نام ہے میرے نزدیک اس کا یہ سبب ہے کہ فی الحقیقت عبادت تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر مستغرق ہو جاتا ہے اور دعا اپنی دو قسموں کے اعتبار سے اس کے لئے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل العبادۃ انتظار الفرج۔ بہترین عبادت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتظار کشادگی کا ہے۔ میں کہتا ہوں اِس کی یہ وجہ کہ رغبت کے ساتھ رغبت الٰہی کی خواستگاری کو بقدر اثر ہوتا ہے کہ عبادت کو بھی اتنا اثر نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا ہے مامن احد یدعو بدعاء الا اعطاہ اللہ تعالیٰ یا سئیل او کفے عنہ شر السوء مثلہ۔ کوئی دعا کرنیوالا کوئی دعا نہیں کرتا اگر خدا تعالےٰ نے موافق اُس کے سوال کے اُس کو عطا فرماتا ہے یا اُس کے برابر مصیبت کی برائی آدمی سے روک لیتا ہے۔ میں کہتا ہوں عالم مثال سے کسی چیز کا ظہور جب زمین پر ہوتا ہے تو اُس ظہور کے لیئے ایک تو طبعی دستور ہیں کہ اگر کوئی خارجی مانع نہیں ہوتا تو اُس طریقے کے موافق اُس ظہور کا اجرا ہوتا ہے اور ایک غیر طبعی طریقہ ہے یہ جب ہوتا ہے جب اس باب میں باہم مزاحمت ہوجاتی ہے اور غیر طبعی کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ کسی مصیبت کے دفعہ کرنے یا اُس کی وحشت کے دلجمعی کرنے اور قلب کے اندر خوشی کا القا یا کسی حادثہ کے اُس کے جان سے یا اُس کے مال کی طرف مائل کرنے کے لئے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں اور آپ نے فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجکو بخش دے اور تو اگر چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر چاہے تو مجکو رزق دے بلکہ کوشش کے ساتھ خدا تعالےٰ سے سوال کیا کرے کیونکہ خدا تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اُس پر کسی کا دباؤ نہیں ہے میں کہتا ہوں دعا کی روح اور اُس کی حقیقت نفس کا کسی چیز کی طرف رغبت کرنا ہے جس کے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور جبروت پر اطلاعیابی کی صفت بھی پائی جاتی ہو اور شک کے ساتھ طلب کرنے میں ارادہ کے اندر پراگندگی اور ہمت میں سستی پائی جاتی ہے اور مصلحت کلیہ کے ساتھ موافقت موجود ہوتی ہے کیونکہ کوئی سبب مصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالےٰ کو نہیں روکتا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ جو چاہتا کرتا ہے اُس پر کسی کا دباؤ نہیں ہے لایرد القضاء الا الدعاء بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہیں روکتی۔ میں کہتا ہوں قضاء سے یہاں پر وہ صورت مراد ہے جو عالم مثال میں پیدا کی جاتی ہے اور عالم کون میں اس حادثہ کے وجود کا سبب ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو و اثبات کو قبول کرتی ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے ان الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل۔ البتہ دعا اُس چیز کو جو اتاری گئی ہے اور جو چیز نہیں اتاری گئی ہے نافع ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں جو حادثہ نازل نہیں ہوا ہے دعا کرنے سے وہ مضمحل ہوجاتا ہے اور زمین پر اُس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہیں ہوسکتا اور جب کوئی بلا نازل ہوجاتی ہے تو دعا کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہاں پر رحمت الٰہی سے اُس شخص کو اُس مصیبت سے جو رنج پہونچتا اُس میں تخفیف ہوجاتی ہے اور اُس کی وحشت اُنس کے ساتھ مبدل ہوجاتی ہے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء جس شخص کو یہ بات منظور ہو کہ شدائد کے وقت خدا تعالےٰ اُس کی دعا قبول کرے آرام کی حالت میں اُس کو کثرت سے دعا کرنی چاہیئے۔ میں کہتا ہوں اِس کی یہ وجہ ہے کہ دعا کسی شخص کی جب ہی قبول ہوتی ہے جب نہایت رغبت اور نہایت مستحکم ارادہ سے دعا کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس مصیبت کے احاطہ کرنے سے پہلے وہ شخص دعا کرنے کا عادی ہو اور ہاتھوں کا اُٹھانا اور مُنہ پر ہاتھ پھیرنا اس رغبت کی ظاہری صورت اور ہیئت نفسانیہ اور اُس کے مناسب ہیئت بدنیہ میں مطابقت اور نفس کو اُس حالت پر متنبہ کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے من فتح لہ باب من الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ جس شخص کے لئے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا اُس کے لئے رحمت کے سب دروازے کھول دیئے گئے میں کہتا ہوں جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے کی کیفیت جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون کون سی صورتوں میں قبولیت کا ظہور ہوتا ہے اور وہ شخص حضور کی صفت کے ساتھ مشتاق ہو رہا ہے تو دنیا میں اُس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اُس کی اعانت کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد اُس کے گناہ جب اس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور ہیئت دنیاوی اُس کو ڈھکیلتی ہے تو وہ شخص جس طرح عادی ہو رہا تھا اُسی طرح رغبت کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اُس کی دعا وہاں بھی مقبول ہوتی ہے اور پھر گناہوں سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جس طرح آٹے میں بال صفائی کے ساتھ نکل جاتا ہے۔

اور معلوم کرنا چاہیے کہ سب دعاؤں میں سے قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت کے ساتھ پائی جائے جس میں رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا موقع ہوتا ہے یا تو اس لئے کہ نفس انسانی کو اس حالت میں کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے جیسے نمازوں کے بعد دعا کرنا یا روزہ دار کی دعا وقت افطار روزہ کے یا اس لئے کہ وہ حالت جود الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے جیسے مظلوم کی دعا کیونکہ خدا تعالےٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اُس توجہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور مظلوم کے باب میں آیا ہے کہ اُس کی دعا اور خدا تعالےٰ کے مابین میں حجاب نہیں ہے۔ یا دنیاوی راحت کے منقلب ہونے کا سبب ہوتی ہے ایسے وقت میں خدا تعالےٰ کی رحمت جو اُس کے حق میں متوجہ ہوتی ہے وہ دوسری صورت میں منقلب ہو جاتی ہے جیسے مریض یا مصیبت زدہ کی دعا یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا یا باپ کی اپنی اولاد کے لئے یا وہ دعا اس وقت پائی جاتی ہے جب روحانیت کا انتشار ہوتا ہے اور رحمت الٰہی جہان پر جھک جاتی ہے جیسے شب قدر یا جمعہ کے روز اس ساعت مرجوہ میں دعا کرنا یا ایسے مکان میں دعا کرنا جہاں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جیسے مکہ کے مقامات میں جانے سے نفس کو حضور اور خضوع کی حالت پر متنبہ ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہ السلام کے ماثر ہم نے جو بیان کیا ہے اُس پر قیاس کرنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز معلوم ہو سکتا ہے یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل۔ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔ بشرطیکہ جلدی نہ کرے اور آپ نے فرمایا ہے لکل نبی دعوۃ مستجابۃ الخ ہر ایک نبی کے لئے ایک مقبول دعا ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں مانگ لی ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لئے قیامت کے دن کو پوشیدہ کر رکھی ہے پس جو شخص میری امت سے مریگا اور کسی کو وہ خدا کا شریک نہ کرتا ہوگا وہ دعا انشاء اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو پہونچیگی ۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہ السلام کی کثرت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی بھی دعائیں بہت مقامات میں مستجاب ہوئی لیکن ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوئی ہے جس کا منبع وہ
رحمت ہوتی ہے جو اس کی نبوت کا مبداء ہوتی ہے پھر اگر اس نبی کی امت اس پر ایمان لاتی ہے تو وہ دعا
اس کے حق میں برکات کا سبب ہوجاتی ہے اور اس نبی کے دل میں ان کے لئے دعا کرنے کی خواہش
پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ اس نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے تو وہ
دعا ان لوگوں کے حق میں عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوجاتی ہے اور نبی کے دل میں نیز بددعا
کرنیکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ اس نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اس پر ایمان
نہیں لاتے تو وہ دعا ان لوگوں کے حق میں عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوجاتی ہے اور نبی کے
دل میں ان پر بددعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ
آپ کی بعثت سے مقصود اعظم قیامت کے روز لوگوں کا شفیع اور رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہونا ہے
لہذا آپ نے اس دعا برگزیدہ کو جو اصل نبوت سے پیدا ہوتی ہے اس دن کے لئے پوشیدہ کر رکھا اور آپ
نے فرمایا ہے انی اتخذت عندک عهدا الخ البتہ میں نے تجھ سے عہد لیا ہے ۔ میں کہتا ہوں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پر جو رحم و کرم ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ پیشتر سے خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ
کرلیں اور حظیرۃ القدس میں آپ کی ہمت متمثل ہوجائے جس سے اس کے احکام برابر صادر ہوتے رہتے ہیں
اس کی یہ صورت ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی امت کے حق میں آپ کے اس ارادہ کا اعتبار فرمائے جو باطنی
اور پوشیدہ ہے نہ ظاہری ارادہ کا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قول یا فعل کے ساتھ مسلمانوں
کی تعزیر فرمائی ہے اس سے آپکا مقصود اس دین کا انہیں قائم کرنا ہے جسکو خدا تعالیٰ ان کیلئے پسند فرمایا ہے اور انکار استی پر لانا اور بجی
سے بچانا مقصود ہے اور جن لوگوں پر کفر کا حکم لگادیا ہی قضاء الٰہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انکے سختی کیساتھ برتاؤ کیا ہے
اسمیں بھی آپ کا مقصود اس غضب الٰہی کیساتھ موافقت کرنا جو ان لوگوں سے متعلق ہوا و صورت اگرچہ متحد ہے لیکن طریقے مختلف ہیں اور
ایک توکل ہے ۔ توکل کی روح خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اس اعتقاد سے کہ وہی خدا تعالیٰ اعتماد کے
قابل ہے اور تمام تدبیریں اسی کی طرف سے ہیں اور تمام لوگ اس کی تدبیر کے نیچے پست ہیں خدا تعالیٰ
کے اس قول کا مصداق یہی ہے وهو القاهر فوق عباده ويرسل عليكم حفظة یعنی وہی خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر
غالب ہے اور تم پر محافظین کو بھیجتا ہے توکل کے باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ذکر مقرر
فرمائے ہیں از انجملہ لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ۔ اس کی فضیلت میں آیا ہے کہ جنت کے خزانوں میں سے
ایک خزانہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو ایک عظیم الشان معرفت کے قابل بنا دیتے ہیں اور از انجملہ
آپ کا یہ قول ہے یک اصول و یک احول اور جو اذکار اس اسلوب پر وارد ہیں اور ایک آپ کا یہ قول توکلت
علے اللہ ۔ اور یہ قول اعلم ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شئ علما ۔ وعلی ہذا القیاس ۔ اور ایک استغفار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی سوچ اپنے اُن گناہوں کا جو نفس کو گھیرے ہوئے ہیں لاحظہ کرنا اور نفس سے بعد دروحانی اور فیض ملکی اُن کا دو کرنا ہے اور اس کے کئی سبب ہیں اور از انجملہ رحمت الٰہی کا کسی ایسے عمل سے اُس کو شامل ہو جانا جس کے سبب سے ملاء اعلیٰ کی دعائیں اُس کی طرف متوجہ ہو جاویں یا وہ عمل اس شخص میں کسی ایسی صفت کے ظاہر کرنے میں جو عامہ مخلوق کے لئے نافع ہے تدبیر الٰہی کے جوارح میں سے ہوتا ہے یا کسی محتاج کی حاجت پورا کرنے یا اُس کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور از انجملہ ملائکہ کی ہیئت کی مشابہت پیدا کرنا اور انوار ملکیہ کا روشن ہونا اور بہیمیہ کے سرور کا اُس کے اجزا کے ضعیف ہو جانے اور اُس کے ہیجان کے فرد ہو جانے سے جاتا رہنا ہے اور از انجملہ جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالےٰ کی معرفت اور اُس کے ساتھ یقین ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ اس بات کو جانتا ہے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے جو اُس کے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اُس سے مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کو بخشدیا۔ پس جب کوئی بندہ ان روحانی حالتوں کا اپنے نفس سے گناہ دور ہونے میں استعمال کرتا ہے تو وہ گناہ مضمحل ہو جاتے ہیں استغفار کے اذکار میں سے جامع تر یہ استغفار ہے اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی۔ اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطائی وعمدی وکل ذلک عندی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علے کل شیٔ قدیر۔ اور سید الاستغفار یہ ہے لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علے عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علے وابوء بذنبی فاغفرلی وانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ تعالےٰ فی الیوم مائۃ مرۃ۔ میرے قلب پر بھی پردہ آجاتا اس لئے ہر روز اللہ پاک سے میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اُس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت عامہ مومنین کے ساتھ ایسی ہیئت میں رہنے کا حکم ہے کہ جو ملکی اور بہیمی سے مرکب ہوتا کہ جو طریقہ آپ اُن کے لئے مسنون فرماویں اُس کو ذوق اور وجدان کے طور پر قبول کر کے پیروی کریں نہ صرف قیاس وتخمین کے طور پر۔ اور اس ہیئت میں رہنے کو دل پر رین یعنی پردہ اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے اور از انجملہ خدا تعالےٰ کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو ہر عالم کے اعتبار سے ایک قرب ہے حروف کے عالم میں خدا تعالےٰ کا قرب اُن اسماء کے ساتھ ہوتا ہے جو اہل لسان کی زبانوں پر جاری ہوتے ہیں اور ملاء اعلےٰ میں جن کا رواج ہوتا ہے اُن اسماء میں سے جب کوئی بندہ کسی نام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ کی رحمت اُس کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان للہ تسعۃ وتسعین اسماء مائۃ الا واحدۃ من احصاھا دخل الجنۃ۔ خدا کے لئے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو شخص اُن کو یاد کریگا تو جنت میں داخل ہوگا میں کہتا ہوں اس فضیلت کا سبب ایک یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالےٰ کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لئے کافی مقدار ہیں اور خطیرۃ القدس میں ان اسماء کے لئے نہایت برکت اور کامل درجہ پایا جاتا ہے اور نیز اجمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان اسمار کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور اُس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کیطرف ہوتی ہے۔ اور معلوم کرناچاہئے کہ خدا تعالےٰ کا اسم اعظم جس کے ساتھ دعاء کرنے سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو سوال کیا جاتا ہے ملتا ہے وہ نام ہے جو تقربات ایزدی میں سے نہایت جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے اور ملاء اعلےٰ میں وہ نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور ہر زمانہ میں اہل لسان اس نام پاک کے ساتھ ناطق ہوتے ہیں اور ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ زید جو شاعر بھی ہے اور کاتب بھی ہے اُس کے لئے ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی اسی طرح حقتعالےٰ کو عالم مثال کے لئے کسی مقام کے ساتھ تقربات ہوتے ہیں اور یہ معنی اُس پر صادق آتے ہیں انت اللہ لاالہ الاانت الصمد اللذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ اور نیز اس پر صادق آتے ہیں لک الحمد لاالہ الاانت المنان بدیع السموات والارض یاذالجلال والاکرام یاحی یاقیوم۔ اور اسی قسم کے اسمار پر یہ معنی صادق آتے ہیں۔ اور ازانجملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے آپ نے فرمایا ہے من صلی علی صلوۃ صلے اللہ علیہ عشرا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے خدا تعالےٰ اُس پر دس درود بھیجتا ہے۔ ورآپ نے فرمایا ہے ان اولی الناس بی یوم القیامت اکثرہم علی صلوۃ۔ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو انمیں کثرت سے مجھپر درود بھیجتا ہے۔ میں کہتا ہوں اُس میں یہ بھید ہے کہ نفوس بشریہ کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ نفحات الٰہی کے سامنے رہیں اور پیش رہنے کے لئے اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہے کہ تقربات انوار اور علامات الٰہی جو زمین پر پلے جاتے ہیں اُن کی طرف نفس کی توجہ اور اُن کے سامنے رک جانا اور اُن کے اندر غور کرنا اور اُن پر ٹھیر جانا ہو، خاصکر اُن مقربین کی ارواح جو ملاء اعلےٰ کے بزرگ ترین لوگوں میں ہیں اور زمین والوں پر جو خدا تعالےٰ کی بخشش ہوتی ہے اُس کے وسائط ہیں جیسا کہ ہم سابقاً بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تعظیم سے ذکر کرنا اور خدا تعالےٰ سے آپ کے حق میں بہتری کی خواہش کرنا آپ کی طرف توجہ کرنے کا کاملترین سبب ہے اور اُس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ تحریف کا راستہ اُس سے مفتوح نہیں ہوتا کیونکہ اُس شخص نے صرف آپ کے لئے خدا تعالےٰ سے رحمت کی خواستگاری کے قصد سے آپ کو ذکر کیا ہے اور کاملین کی ارواح کو جب اپنے ابدان سے مفارقت ہوتی ہے تو اُن کا حال اس موج کا سا ہوتا ہے جو رُکی ہوئی ہوتی ہے کہ کوئی نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب اُن کو حرکت نہیں دیسکتا مگر جو کم درجہ کے نفوس ہوتے ہیں وہ اُن ارواح کے ساتھ بالقصد متصل ہو کر ایک نور اور ایک ہیئت جو اُن ارواح کے مناسب ہوتی ہے وہ اُن ارواح سے حاصل کر لیتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں یہی مراد ہے مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کرتا ہو مگر خدا تعالےٰ نے میری روح کا مجھ پر اعادہ کر دیتا ہے حتی کہ میں اُس کو سلام کا رد یعنی جواب دیدیتا ہوں۔ سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری میں جب مدینہ کے ساتھ مجاورت نصیب ہوئی تو میں نے بیشمار مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے لاتجعلوا زیارۃ قبری عیدا۔ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنانا۔ میں کہتا ہوں اس میں تحریف کے راستہ بند
کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے۔ اور
مثل حج کے ان کو عید و میلہ بنایا تھا۔ معلوم کرو کہ اذکار کے اوقات معین کرنے کی حاجت ہے۔ اگرچہ
شرائع کی توقیت سے وہ توقیت کم درجہ کی ہے اس لئے کہ اگر اذکار کی توقیت نہ کی جائے تو تساہل کرنے
والا کاہلی کر سکتا ہے۔ اور یہ توقیت یا اسباب کے ساتھ ہونی چاہیئے یا اوقات کے ساتھ اور ہم نے صراحتاً
یا اشارتاً اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر ترجیح کا سبب یا تو روحانیت کا ان اوقات
میں ظاہر ہونا ہے مثلاً صبح و شام کے اوقات یا نفس کا ان اوقات میں کیفیات رذیلہ سے خالی ہونا جیسے خواب
سے بیدار ہونے وقت یا نفس کا اسوقت میں انتظامات اور دنیا کے قصوں سے فارغ ہونا کہ اسوقت
میں ذکر کرنا نفس کے لئے بمنزلہ صیقل کے ہو جاتا ہے جیسے سونے کا ارادہ کرتے وقت۔ اور سببیت کے
لئے وہ چیز مخصص ہو سکتی ہے جو ذکر الٰہی کے بھلانے اور بارگاہِ الٰہی کی طرف توجہ سے غافل کرنے کا سبب
ہو ایسے وقت میں ذکر الٰہی سے اس کا علاج ضرور ہوتا ہے تاکہ اس غفلت کے سم کے لئے بمنزلہ تریاق کے
ہو کر اس کے نقصان کا تدارک کرے۔ یا وہ مخصص کوئی عبادت ہوتی ہے جس کا نفع بغیر ذکر کے ملائے کامل
نہیں ہوتا مثل ان اذکار کے جو نمازوں کے اندر مسنون ہیں۔ یا وہ مخصص کوئی ایسی حالت ہوتی ہے۔ جو
نفس کو خوفِ الٰہی اور اس کی عظیم الشان سلطنت کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے کیونکہ یہ حالت اس شخص
کو خواہ مخواہ اعمال حسنہ کی طرف رہبری کرتی ہے خواہ اس کو علم ہو یا نہ ہو جیسے آیاتِ الٰہی مثل آندھی اور
تاریکی اور کسوف وغیرہ کے وقت اذکار مقرر فرمائے گئے ہیں۔ یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے جس میں ضرر کے
پہونچنے کا خوف ہوا کرتا ہے لہذا اس حالت کے شروع میں خدا تعالےٰ کے فضل کی خواستگاری کی جاوے
اور اس کی پناہ مانگی جاوے جیسے سفر کرتے اور سوار ہوتے وقت۔ یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اہل جاہلیت
اس حالت کے ساتھ دلوں میں ایسے اعتقاد رکھتے تھے جن کا انجام شرک یا بدشگونی یا اسکے مثل ہوتا تھا جس
طرح جنون کی پناہ مانگتے تھے اور رویت ہلال کا وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض
اذکار کے فضائل اور دنیا و آخرت میں ان کے آثار بیان کئے ہیں تاکہ لوگوں کو پورا فائدہ پہنچے اور ان کو کامل
رغبت پیدا ہو اور اس باب میں زیادہ تر مقصود بالذات چند امور ہیں۔ ایک تو یہ کہ ذکر تہذیب نفسانی کا مظنہ اور
اسکی علامت ہے لہذا جو امر تہذیب پر مترتب ہوتا ہے ذکر پر آپ نے اس کو دائر کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے
من قال من تم مات مات علے الفطرۃ او دخل الجنۃ او غفر لہ۔ جو شخص ان کو پڑھکر مر گیا تو فطرت اسلامی پر مرا داخل ہوا
جنت میں یا یہ فرمایا کہ بخشا گیا اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ ذکر کرنے والے کو
کوئی ضرر نہیں پہونچاتی یا ہر ایک بات سے محفوظ رہتا ہے اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی اس شخص کے
شامل حال ہو جاتی ہے اور اسکی دعا اسکو محیط ہو جاتی ہے اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اسکے گناہ دور ہو جاتے اور حسنات اس کے لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھے جاتے ہیں اور اُس کا سبب ہم بیان کر چکے کہ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ اور رحمتِ الٰہی کا اُس پر محیط ہوجانا گناہوں کو دور کرتا ہے اور قوتِ ملکی کو زیادہ کرتا ہے۔ اور از انجملہ شیاطین کا اُس شخص سے دور ہوجانا اس کا راز بھی بعینہٖ یہی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات میں ذکر مقرر فرمایا ہے صبح و شام و خواب کے وقت۔ اور اکثر اذکار میں جاگنے کا وقت مقرر نہیں فرمایا کیونکہ غالباً وہی وقت صبح کے طلوع کرنے یا اُس کے روشن ہونے کا ہوتا ہے صبح و شام کے اذکار میں سے بعض اذکار یہ ہیں اللھم عالم الغیب والشھادۃ فاطر السموات والارض رب کل شئ وملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذبک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ امسینا وامسی الملک للہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر اللھم انی اسئلک من خیر ھذہ اللیلۃ وخیر ما فیھا واعوذبک من شرھا وشر ما فیھا اللھم انی اعوذبک من الکسل وسوء الکبر وفتنۃ الدنیا وعذاب القبر اور صبح کے وظیفہ میں بجائے امسینا کی اصبحنا اور بجائے امسیٰ کی اصبح اور بجائے ھذہ اللیلۃ کے ھذا الیوم بدل دینا چاہئے۔ بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المصیر اور شام کے وقت بجائے اسکی بک امسینا وبک اصبحنا وبک نحیی وبک نموت والیک النشور پڑھنا چاہئے بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم تین مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ لا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظھرون۔ تخرجون تک پڑھے۔ اور اللھم انی اسئلک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واھلی ومالی اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی اللھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا۔ تین مرتبہ۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق اللھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لاشریک لک فلک الحمد ولک الشکر۔ اور ایک سید الاستغفار جو مذکور ہو چکا ہے اور سوتے وقت کا وظیفہ جب بستر پر جاوے یہ ہے باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ ان امسکت نفسی فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین۔ اور اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت۔ والحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤوی لہ۔ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ ہر ایک تینتیس مرتبہ اور اللہ اکبر چونتیس مرتبہ اور اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک تین مرتبہ اعوذ بوجھک الکریم وکلماتک التامات من شر ما انت آخذ بناصیتہ اللھم انت تکشف المغرم والماثم اللھم لا یھزم جندک ولا یخلف وعدک ولا ینفع ذا الجد منک الجد سبحانک وبحمدک اور اللھم رب السموات والارض ورب کل شئ فالق الحب والنوی منزل التوراۃ والانجیل والقرآن اعوذبک من شر کل شر انت آخذ بناصیتہ انت الاول فلیس قبلک شئ وانت الآخر فلیس بعدک شئ وانت الظاھر فلیس فوقک شئ وانت الباطن فلیس دونک شئ اقض عنی الدین واغننی من الفقر۔ اور بسم اللہ وضعت جنبی اللھم اغفر لی ذنبی واخسأ شیطانی وفک رھانی واجعلنی فی الندی الاعلیٰ اور الحمد للہ الذی کفانی واطعمنی وسقانی والذی من علی فافضل والذی اعطانی فاجزل الحمد للہ علیٰ کل حال۔ اللھم رب کل شئ وملیکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی کل شئی اعوذ بک من النار۔ اور دونوں ہاتھ ملا کر قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب
الناس پڑھے جہانتک بدن پر اُس کا ہاتھ پہونچ سکے ہاتھ پھیرے اور آیۃ الکرسی پڑھے اور اگر کسی عورت سے
نکاح کرے یا کوئی باندی غلام خریدے تو اُس کے واسطے یہ پڑھنا مسنون ہے۔ اللہم انی اسئلک خیرہا وخیر ما
جبلتہا علیہ واعوذ بک من شرہا ومن شر ما جبلتہا علیہ اور جب مبارکبادی دے تو یہ کہے بارک اللہ لک وبارک
علیکما وجمع بینکما فی خیر۔ اور جب بیوی سے صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطان
وجنب الشیطان ما رزقتنا اور پاخانے کو جاتے یہ پڑھنا چاہیے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث اور وہاں سے
نکلتے وقت غفرانک کہے اور جب کسی کو کوئی تکلیف ہو رہی ہو تو وہ یہ پڑھے لا الہ الا اللہ الحلیم العظیم لا الہ الا اللہ رب
العرش العظیم لا الہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم اور غصہ کے وقت پڑھے اعوذ باللہ من الشیطان
الرجیم۔ اور مرغ کے اذان دیتے وقت خدا تعالےٰ سے فضل کی خواستگاری کرے اور گدھے کے رینکتے وقت
اعوذ پڑھے۔ اور سواری پر چڑھتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھے بعد ازاں پڑھے سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ
مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ اور الحمد للہ تین مرتبہ اور اللہ اکبر تین مرتبہ اور سبحانک اللہم ظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر
الذنوب الا انت اور سفر کا قصد کرتے وقت پڑھے۔ اللہم انا نسئلک فی سفرنا ہذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی اللہم
ہون علینا سفرنا ہذا واطولنا بعدہ اللہم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فے الاہل اللہم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکأبۃ
المنقلب وسوء المنظر فے المال والاہل۔ اور جب منزل پر اترے یہ پڑھے اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ
باللہ من شرک ومن شر ما فیک ومن شر ما خلق فیک ومن شر ما یدب علیک واعوذ باللہ من اسد واسود ومن الحیۃ والعقرب ومن شر ساکن البلد ومن والد وما
ولد۔ اور جب سفر کی حالت میں صبح کا وقت ہو تو یہ پڑھے سمع سامع بحمد اللہ وحسن بلائہ علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا
عائذا باللہ من النار اور جب سفر سے واپس آوے تو جب کوئی بلند جگہ آوے تین مرتبہ اللہ اکبر کہے بعد ازاں کہے
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر آیبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون
صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ اور جب کافروں پر بددعا کرے تو یہ کہے۔ اللہم منزل الکتاب
سریع الحساب اللہم اہزم الاحزاب اللہم اہزمہم وزلزلہم اللہم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اللہم انت
عضدی ونصیری بک اصول وبک احول وبک اقاتل۔ اور جب کسی قوم کا مہمان ہو تو یہ کہے اللہم بارک لہم فیما
رزقتہم واغفر لہم وارحمہم اور چاند دیکھتے وقت پڑھے اللہم اہلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی وربک
اللہ۔ اور کسی کو کسی بلا میں گرفتار دیکھے تو کہے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔
اور جب کسی پینٹھ میں جائے تو یہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو
علے کل شئی قدیر۔ اور جب کسی شور وغل کی مجلس سے اٹھے تو یہ پڑھے سبحانک اللہم بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت
استغفرک واتوب الیک اور کسی شخص کو رخصت کرتے وقت یہ پڑھنا چاہیے استودع اللہ دینک وامانتک
وآخر عملک وزودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ویسر لک الخیر حیث ما کنت اللہم اطول لہ البعد وہون علیہ السفر۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے گھر سے نکلتے وقت پڑھے بسم اللہ توکلت علی اللہ اللھم انا نعوذ بک من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجہل او یجہل علینا بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اپنے گھر میں آتے وقت پڑھے اللھم انی اسئلک خیر المولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا وبسم اللہ خرجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا۔ اور جب کسی پر قرض کا بوجھ اور افکار کا ہجوم ہو تو صبح و شام یہ پڑھے اللھم انی اعوذبک من الہم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من البخل والجبن واعوذبک من غلبۃ الدین وقہر الرجال۔ اور یہ پڑھے اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک۔ اور جب نیا کپڑا پہنے تو یہ پڑھے اللھم لک الحمد انت کسوتنی ہذا۔ اور اس کپڑے کا نام لے اسئلک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذبک من شرہ وشر ما صنع لہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی۔ اور کچھ چیز کھاتے پیتے وقت پڑھے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین الحمد للہ الذی اطعمنی ہذا الطعام من غیر حول منی ولا قوۃ الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا اور جب دسترخوان اٹھایا جائے تو پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا۔ اور مسجد کو چلتے میں یہ پڑھے اللھم اجعل فی قلبی نورا الخ اور مسجد کے اندر داخل ہونے سے پہلے یہ پڑھے اعوذ باللہ العظیم وبوجہہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔ اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھے اللھم انی اسئلک من فضلک۔ اور جب بادل کے گرجنے اور کڑکنے کی آواز سنے تو پڑھے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اللھم انی اعوذبک من شرہا۔ اور باؤ چلتے وقت پڑھے اللھم انی اسئلک خیرہا وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذبک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت بہ۔ اور چھینکتے وقت پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا۔ اور اس کے پاس والا کہے یرحمک اللہ۔ اور چھینکنے والا اس کے جواب میں کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اور سوتے وقت پڑھے اللھم باسمک اموت واحیی۔ اور جاگتے وقت پڑھے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اور اذان کے وقت پانچ چیزیں مسنون ہیں۔ ایک تو یہ کہ موذن کا بعینہ جواب دینا چاہئے بجز حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے کہ ان کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ دوسرے اس کا پڑھنا ہے رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا۔ تیسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ چوتھے اذان کے بعد اس دعا کا پڑھنا ہے۔ اللھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمد الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد۔ پانچویں خدا تعالے سے فلاح دارین کا سوال کرنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کے عشرہ میں کثرت سے یاد الہی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور صحابہؓ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے عرفہ کے روز اور ایام تشریق میں مختلف طور سے تکبیر ثابت ہوئی ہے جن میں سے زیادہ ترجیح یہ تکبیر ہے کہ عرفہ کے دن فجر سے ہر نماز کے بعد ایام تشریق اخیر دن کے عصر کے وقت تک ایک مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد۔ اور نماز وغیرہ کی دعائیں پہلے مذکور ہو چکی ہیں ان کو وہاں دیکھنا چاہئے۔ الحاصل جو شخص ان اوقات میں فکر کے ساتھ ان وظائف کا التزام کرے اور پابند ہو تو اس شخص کے حق میں یہ اذکار ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہیں اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات۔ واللہ اعلم۔

بقیہ مباحث احسان کا بیان

معلوم کرو کہ ان چار اخلاق کے بہت سے اسباب ہیں جن سے یہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہیں اور بہت سے موانع ہیں جو ان اخلاق سے روکتے ہیں اور علامات ہیں جن سے یہ اخلاق معلوم ہو سکتے ہیں۔ اب جاننا چاہئے کہ خدا تعالے کے روبرو پست ہو جانا اور اس کی کبریائی کا معلوم کرنا اور ملاء اعلے کے رنگ میں رنگ جانا اور رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس کے اندر منتقش نہ ہونا اور دنیاوی زندگی میں جی کا نہ لگنا ان سب امور کے پیدا کرنے کے لئے فکر کرنے کی برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ۔ ایک گھڑی کا فکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے اور فکر کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ از انجملہ خدا تعالے کی ذات میں فکر کرنا اور انبیاء صلوات اللہ علیہم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ عوام الناس اس فکر کی طاقت نہیں رکھتے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی آیات اللہ ولا تفکروا فی اللہ۔ خدا تعالے کی نعمتوں کو سوچا کرو اللہ کی ذات میں مت فکر کیا کرو۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے تفکروا فی کل شئی ولا تفکروا فی ذات اللہ۔ اور ایک قسم خدا کی صفات علم اور قدرت اور رحمت میں فکر کرنا ہے۔ اہل سلوک کے ہاں اس فکر کرنے کا نام مراقبہ ہے اور اصل اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک احسان اس کا نام ہے کہ خداوند تعالے کی اس طرح عبادت کر گویا کہ اس کو دیکھ رہا ہے اور فرمایا ہے احفظ اللہ تجدہ تجاہک خدا تعالے کا دھیان رکھ تو اس کو اپنے سامنے پائیگا۔ اور فکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے ہو سکے یہ آیۃ پڑھے ہو معکم اینما کنتم۔ جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔ اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتا ہے اور نہ تم لوگ کوئی عمل کرتے ہو مگر ہم تمہارے اوپر موجود ہوتے ہیں جب اس کام میں گھستے ہو اور تیرے رب سے ذرہ برابر زمین میں اور نہ آسمان میں چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کرنے والی کتاب میں موجود ہے یا یہ آیت الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم ولا خمسۃ الا ہو سادسہم ولا ادنے من ذلک ولا اکثر الا ہو معہم اینما کانوا۔ بلاشبہ خدا تعالے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے جانتا ہے کہیں تین شخصوں کا مشورہ نہیں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوں۔ یا یہ آیت نحن اقرب من حبل الورید۔ رگ گردن سے زیادہ ہم اس سے قریب ہیں یا یہ آیت وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر

مراقبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اُس کے کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اُس کو اُس کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا جس کو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہرا اور سوکھا ایسا نہیں ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب میں موجود نہ ہو ۔ یا یہ آیت واللہ بکل شئی محیط ۔ اور خدا تعالے ہر چیز کو گھیر رہا ہے یا یہ آیت وہو القاہر فوق عبادہ ۔ وہی غالب ہے اپنے بندوں پر ۔ یا یہ آیت وہو علی کل شئی قدیر ۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھے اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علے ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہونچانے پر جمع ہوں تو اُسی چیز کا نفع پہونچا سکتے ہیں جو خدا تعالے نے تیرے لئے لکھی ہے اور اگر تجھے کچھ ضرر پہونچانے پر جمع ہوں تو اُسی قدر ضرر پہونچا سکینگے جتنی خدا تعالے نے تیرے اوپر لکھی ہے اٹھ گئی قلم اور خشک ہوگئیں کتابیں ۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پڑھے ان للہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ فی الارض الحدیث ۔ خدا تعالے کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے اُس نے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے پھر بلا تشبیہ اور بلا توجیہ ان آیات کے معنی کا تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالے کے صرف اتصاف کو اپنے پیش نظر رکھے ۔ پھر جب اُس تصور میں ضعف عارض ہو تو پھر اُس آیت کو پڑھے اور دوبارہ تصور کرے اور اس عمل کے لئے اُس کو ایک وقت مقرر کر لینا چاہئے جس میں پیشاب جائے ضرور کی حاجت اور بھوک وغصہ اور نیند سے پاک ہو حاصل یہ ہے کہ دنیا کی تمام تشویشوں سے اُس کا دل صاف ہو اور

از انجملہ خدا تعالے کے عظیم الشان افعال میں فکر کرنا ہے اُس کی دلیل یہ آیت ہے الذین یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔ جو لوگ آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے میں فکر کرتے ہیں اے پروردگار ہمارے تو نے اس کو بیکار نہیں پیدا کیا اور اُس کی یہ صورت ہے کہ مینھ کے برسانے اور نباتات کے جمنے میں اور اسی قسم کے اندر چیزوں کے فکر کیا کرے اور خدا تعالے کے احسان میں مستغرق ہو جائے اور از انجملہ اُن دنوں میں فکر کرنا ہے جن میں خدا تعالے نے کسی قوم کو بلند کیا ہے اور کسی کو پست کیا ہے اور اُس کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ پاک حضرت موسے علیہ السلام سے فرماتا ہے فذکرہم بایام اللہ ۔ پس یاد دلا اُن کو خدا تعالے کے دن ۔ اس بات کی فکر کرنے سے بھی نفس کو دنیا سے تجرد ہوتا ہے اور از انجملہ موت اور اُس کے بعد جو حالات ہونیوالے ہیں اُن میں فکر کرنا اُس کی دلیل آپ کا یہ قول ہے اذکروا ہادم اللذات ۔ لذتوں کی منقطع کرنے والی کو یاد کرو ۔ وما یہ طریقہ ہے کہ نفس کے دنیا سے منقطع ہونے اور نیکی و بدی جو اُس نے کی ہے اُس کے ساتھ ہونے اور اس کو جو جزا و سزا ملنے والی ہے اُس کا تصور کرے تفکر کی یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ تمام چیزوں سے زیادہ نفس کے نقوش دنیا کے قبول نہ کرنے میں مفید ہیں کیونکہ انسان دنیاوی اشغال سے فارغ ہو کر جب ان اشیا میں غور و فکر کرتا ہے اور ان چیزوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اُس کی قوت بہیمی مغلوب اور قوت ملکی غالب ہو جاتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چونکہ تمام لوگوں کو یہ بات دشوار تھی کہ سب اشتغال سے فارغ ہو کر ان چیزوں میں غور و فکر کیا کریں اور ان کو پیش نظر رکھا کریں لہذا ضروری ہوا کہ اس ذکر و فکر کے واسطے اشباہ و صور مقرر کئے جائیں اور ان میں فکر کے اقسام مرتب کئے جاویں اور فکر کی روح ان میں پھونکی جاوے تاکہ سب لوگ اس کا قصد کر سکیں اور ان کو سن سکیں اور اپنی قسمت کے موافق اس سے فائدہ اٹھا سکیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا گیا کہ تمام ان اقسام کے لئے جامع ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل یعنی حدیث بھی دی گئی اور میرے نزدیک قرآن و حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام وہ چیزیں جمع کر دی گئیں جو امم سابقہ کو عطا کی گئی ہیں واللہ اعلم پھر حکمت کا مقتضا ہوا کہ قرآن کی تلاوت کے اندر رغبت دلائی جاوے اور قرآن کی فضیلت اور مورد آیات کی عظمت بیان کی جاوے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت سے جو معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کو ایک ایسے ظاہری فائدہ کے ساتھ مشابہ کیا اہل عرب کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ہے یعنی بڑی کوہان والی اونٹنی اور تیار اور حاملہ اونٹنی تاکہ وہ فائدہ معنوی متمثل اور متصور ہو جاوے اور تلاوت کرنے والے کو ملائکہ کے ساتھ آپ نے تشبیہ دی اور قرآن کے ہر حرف کا اجر بیان کیا اور لوگوں کے درجات ترنج اور خرما اور اندرین کے پھل اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کئے اور بیان کیا کہ قیامت کے روز قرآن کی سورتیں اجسام کی صورت میں متمثل ہو جائینگی۔ جن کو ہاتھوں اور آنکھوں سے دیکھ سکینگے اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرینگی اور اس میں عذاب اور نجات کے اسباب کا تعارض اور تلاوت قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان ظاہر کرنا ہے ۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بیان فرمایا ہے کہ بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ میں کہتا ہوں بعض سورتوں کو اپنے ماسوا پر فضیلت ہوتی ہے اس کی کئی وجہ ہیں ایک تو فضیلت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ سورت صفات الٰہی میں تفکر کرنے کے مفید ہوتی ہے اور اس میں صفات کی جامعیت پائی جاتی ہے مثلاً آیت الکرسی اور سورہ حشر کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد یہ چیزیں قرآن کے اندر اس درجہ کی ہیں جس طرح تمام اسمائے الٰہی میں اسم اعظم کا درجہ ہے۔ ایک فضیلت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا نزول بندوں کی زبانوں کے موافق ہوتا ہے گویا بندوں کی طرف سے خدا تعالے نے اس کو نازل فرمایا ہے تاکہ ان کو خدا تعالے سے تقرب حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے جیسے سورہ فاتحہ اس کا درجہ سورتوں میں ایسا ہے جس طرح تمام عبادات میں فرائض کا درجہ ہے از انجملہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورت جامع ترین سور کی ہو جیسے سورہ بقر اور آل عمران۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یٰسین کی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اس کا سبب یہ ہے کہ دل میں ایک چیز کے درمیان میں ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور سورہ یٰسین ان سورتوں سے جو دو سو آیت یا ان سے زیادہ کی ہیں کم ہے اور سور مفصلات سے زیادہ ہے اور نیز اس کے اندر توکل اور تفویض اور توحید کا انطاکیہ کے نومسلم زبان پر بیان ہے یعنی اس آیت میں ومالی لا اعبد الذی فطرنی الآیۃ۔ اور مجھے کیا ہوا ہے جو اپنے پیدا کرنے والے کی نہ پرستش کروں۔ اور اس کے اندر مقاصد مذکورہ کامل طور سے پائے جاتے ہیں اور تبارک الذی کی فضیلت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے فرمایا ہے کہ اُس شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے اُس کو بخشدیا اور یہ اس شخص کا قصہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مکاشفات میں اُس کا معائنہ کیا ہے اور نیز حکمت شرعی کا یہ مقتضیٰ ہوا کہ قرآن کے یاد کرنے اور اُس میں مشغول رہنے کی طرف رغبت دلائی جائے اور اونٹ کے بھاگنے کے ساتھ اُس کے بھول جانے کو تشبیہ دی جائے۔ اور نیز قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور اُس جگہ تلاوت کرنے کا حکم دیا جائے جہاں لوگوں کو اُس کی طرف رغبت پائی جاتی ہو اور دلجمعی وشوق زیادہ ہو تاکہ قرآن کے اندر تدبیر کا موقع مل سکے اور نیز خوش الحانی سے پڑھنے اور پڑھتے وقت گریہ کرنے کا حکم کرنا چاہیئے تاکہ تفکر کے قریب ہو اور اس کا بھلانا حرام کیا جائے اور تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنے سے ممانعت کی جائے کیونکہ اس وقت میں قرآن کے معنی مفہوم نہیں ہو سکتے اور عرب کی لغت کے موافق قرآن کے پڑھنے کی اجازت دی گئی تاکہ اس میں ان کو آسانی ہو کیونکہ امت میں ہر قسم کے لوگ ان پڑھ و بوڑھے و بچے ہوتے ہیں۔ قرآن کے سوا آنحضرت صلے اللہ کو جو احادیث عطا ہوئی ہیں از انجملہ یہ ہیں۔ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من ہدیتہ۔ اے میرے بندوں ظلم کو میں نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہارے اندر بھی اُسکو حرام کیا ہے اس لئے تم باہم ظلم مت کرو اے میرے بندوں تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جس کو میں ہدایت دوں۔ اور یہ حدیث کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعا وتسعین انسانا الحدیث قوم بنی اسرائیل میں سے ایک ایسا شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کا خون کیا تھا الخ اور للہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ۔ الحدیث اور ان عبدا اذنب ذنبا۔ الحدیث۔ اور ان للہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ الحدیث اور اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ۔ الحدیث اور وہ حدیث جن میں دنیا کو اُس پانی کے ساتھ مشابہت دی ہے جو دریا میں سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور اس بھیڑ کے بچے کے ساتھ جو گوش بریدہ اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے۔ اور معلوم کرو کہ عمل کی روح نیت ہے اور عبادت اُس کا بدن ہے اور بغیر روح کے بدن کی حیات نہیں ہوتی اور بعد مفارقت بدن کے بھی روح کو ایک قسم کی حیات رہتی ہے مگر بغیر بدن کے حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتے اس لئے اللہ پاک فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ودماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ نہیں پہونچیںگے خدا تعالیٰ کو ان کے گوشت اور نہ اُن کے خون مگر تمہاری پرہیزگاری اُس کے پاس پہونچتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان الاعمال بالنیات البتہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواضع میں اس شخص کو جس کی نیت صادق ہو لیکن اُس کو عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہو اُس عمل کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جیسے مسافر و مریض اگر اُن کو صحت و اقامت کی حالت میں کسی وظیفہ کا التزام تھا اور اب اُن سے نہیں ہو سکتا تو بدستور اُنکے نامہ اعمال میں وہ وظیفہ لکھا جاتا ہے یا خداے تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا کسی شخص کا مستحکم ارادہ ہے مگر وہ تنگدستی کے سبب سے نہیں کرسکتا وہ شخص خرچ کرنے کے برابر لکھا جاویگا۔ اور نیت سے ہماری مراد وہ معنی ہیں جو عمل کا باعث پڑتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ نے رسولوں کی زبان پر اطاعت کرنے والے کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثواب اور نافرمان کا عذاب بیان کرتا ہے اُس کا سچ سمجھنا۔ یا خدا تعالےٰ کے امر و نہی کی بطیب خاطر بجا آوری کرنے سے خوش ہونا اسی لئے شارع کو ریا و سمعہ سے نہی کرنا اور اُن کی برائیوں کا صاف طور پر بیان کرنا ضروری ہوا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اول الناس یقضی علیهم یوم القیامة ثلثة رجل قتل فی الجهاد لیقال له هو رجل جری ورجل تعلم العلم وعلمه لیقال له هو عالم ورجل انفق فی وجوه الخیر لیقال هو جواد فیؤمر بهم فیسحبون علی وجوههم فی النار۔ لوگوں میں سے اول جن پر قیامت کے دن حکم کیا جاویگا وہ تین شخص ہیں ایک تو وہ شخص جو جہاد میں اس لئے شہید ہوا تاکہ لوگ اُس کو دلیر بتائیں اور دوسرا وہ شخص جس نے پڑھکر علم سکھایا تاکہ لوگ اُس کو عالم بتائیں تیسرا وہ جو طریقوں خیر میں خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اُس کو سخی بتادیں پس ایسے لوگوں کو حکم کیا جاویگا اور مُنہوں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹے جاوینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالےٰ فرمایا ہے انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیه غیری ترکته وشرکه میں سب شرکوں سے زیادہ بے پرواہ ہوں جس شخص نے میرے لئے کسی کو شریک کرکے کوئی کام کیا تو میں نے اُسکو معہ اُس کے شریک کے چھوڑ دیا اور حضرت ابوذرؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ اُس شخص کے باب میں کیا فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اُس کی تعریف کرتے ہیں آپ نے فرمایا تلک عاجل بشری المومن۔ ایمان والے کی یہ بھی بشارت ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص صرف بوجہ اللہ کام کرتا ہے اس لئے زمین پر اُس کی قبولیت نازل ہوجاتی ہے اور لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اپنے مکان میں مصلے پر بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص میرے پاس آیا تو مجکو جو اُس نے اس حال میں دیکھا تو میری طبیعت خوش ہوئی آپ نے فرمایا رحمک اللہ یا ابا ہریرہ اجران اجر السر و اجر العلانیۃ۔ اے ابوہریرہ اللہ تعالےٰ تجھپر رحم کرے تیرے لئے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر ظاہر کا۔ اُس کے یہ معنی ہیں کہ عجب نفسانی مغلوب ہو اور صرف عجب نفسانی عمل پر باعث نہ ہو اور اجر سر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو ایک پوشیدہ چیز ہے اور اجر علانیہ سے دین الٰہی کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کے شائع کرنے کا اجر مراد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیارکم احسنکم اخلاقاً بہترین تم میں کے وہ لوگ ہیں جن کی عادات عمدہ ہیں۔ میں کہتا ہوں چونکہ سماحت و عدالت میں ایک قسم کا تعارض ہے جس پر ہم متنبہ کرچکے ہیں۔ اور انبیاء علیہ السلام کے علوم کی بنا دونوں مصلحتوں کی رعایت کرنے اور نتظام دارین قائم کرنے اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے لہذا شارع کے اندر ضروری ہوا کہ سماحت کے علامات اور اشباح جن کو عدالت کے ساتھ التزام ہو اور اُس کے موید اور اُس پر متنبہ کرنے والے ہوں مقرر کئے جائیں اس واسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور وہ سماحت اور عدالت کے باب سے بہت سے امور کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ حسن اخلاق جود اور ظلم کرنے والے سے عفو اور تواضع اور ترک حسد اور کینہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور غضب کو شامل ہے اور یہ سب امورِ سماحت کے قبیلہ سے ہیں اور نیز لوگوں سے محبت اور صلہ رحم اور حسنِ صحبت مع الناس اور حاجتمندوں کی غمخواری کو شامل ہے اور یہ سب باتیں عدالت کے باب سے ہیں اور پہلی قسم کے امور کا مدار دوسری قسم کے امور پر ہے اور دوسری قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ایک بڑی مہربانی ہے جس کا شرائع الٰہیہ میں اعتبار کیا گیا ہے اور چونکہ بہ نسبت سب اعضا کے زبان کو خیر و شر کی جانب جلد سبقت ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہل یکب الناس علے مناخرہم الاحصائد السنتہم۔ اور لوگوں کو کوئی چیز نتھنوں کے بل اوندھا نہ کریگی مگر جو اُن کی زبانوں نے کاٹا ہے اور نیز زبان کے آفاتِ لسانی اور سماحت اور عدالت میں خلل انداز ہوتے ہیں کیونکہ کثرت سے کلام کرنا ذکرِ الٰہی سے غافل کرتا ہے اور غیبت اور بیہودہ باتیں اور ان کے مثل باہم فساد ڈالتی ہیں اور آدمی کی زبان سے جو کلام نکلتا ہے دل اُس کی کیفیت سے متکیف ہو جاتا ہے مثلاً جب غصہ کا کلمہ اُس کی زبان سے نکلتا ہے دل کے اندر اُس کا جوش پیدا ہو جاتا ہے وعلے ہذا القیاس اور دل کے اندر اُس کیفیت کا پیدا ہونا اُس کیفیت کے متمثل ہونے اور اس کے نقشہ کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شرع میں بہ نسبت اور اعضا کے آفات کے؛ زبان کی آفات سے زیادہ تر بحث کی جائے اور آفاتِ لسانی کے بہت سے اقسام ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ ہر ایک وادی میں خوض کرے اس کے سبب سے ان چیزوں کی صورتیں آدمی کی حس مشترک میں جمع ہو جاتی ہیں اور جب خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ذکرِ الٰہی میں اس کو کچھ حلاوت نہیں معلوم ہوتی اور اذکار میں کچھ تدبر نہیں کر سکتا یہی سبب ہے کہ بیفائدہ باتوں سے ممانعت کی گئی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ لوگوں میں فتنہ کا پیدا کرنا جیسے غیبت اور مجادلہ اور لوگوں کا بھکانا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام اس قسم کا ہو جس سے قوت سبعیہ یا شہویہ کے اثر عظیم سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیاں بکنا اور عورتوں کے محاسن کا ذکر کرنا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے جلال اور اُسکی عظمت سے غافل ہونا اس کلام کا سبب پڑا ہو۔ جیسے کسی بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی میں خلاف ہو بایں طور کہ دین میں جس چیز کے ترک کرنے کا حکم ہے اس کلام سے اُس چیز منہی عنہ کی رغبت پیدا ہو۔ جیسے شراب کی تعریف کرنا یا انگور کا نام کرم رکھنا یا کتابِ الٰہی میں اُس سے تغیر لازم آتا ہو جیسے مغرب کا نام عشاء اور عشاء کا نام عتمہ رکھنا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مثلاً بیہودہ ہو جیسے افعالِ شنیعہ جو شیاطین کی طرف منسوب ہوتے ہیں جیسے فحش باتیں بکتا ہے اور جماع اور اعضا مستورہ کا صاف صاف الفاظ میں ذکر کرنا یا جیسے اُس چیز کا ذکر کرنا جس سے بدشگونی لیجاتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ گھر میں نجاح (کامیابی) نہیں ہے اور نہ برکت؛ پھر اُن چیزوں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو سماحت کے دلائل ہیں اور بکثرت اُن کا وقوع ہوتا ہے اور نیز ان اخلاق کا جنکا شارع نے اعتبار کیا ہے اُن سے تمیز کرنا اور شارع نے اعتبار کیا ضروری ازانجملہ زہد ہے کیونکہ نفس بسا اوقات کھانے پینے کی حرص اور عورتوں کی طرف رغبت کرتا ہے حتے کہ ان باتوں سے اُس کے جوہر میں ایک غریب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب انسان اپنے نفس سے اس بات کو دور کر دیتا ہے تو دنیا کے اعتبار سے وہ زاہد ہو جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مقصود بالذات خود ان چیزوں کا چھوڑنا نہیں ہوتا بلکہ اس خصلت کے حاصل کرنے کے لئے ان چیزوں کا ترک مطلوب ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الزہادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال ولکن الزہادۃ فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدیک اوثق مما فی یدی اللہ وان تکون فی ثواب المصیبت اذا انت اصبت بہا ارغب فیہا لو انہا ابقیت لک دنیا کی زاہدی نہ حلال کے حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اُس چیز سے زیادہ تجکو اُسپر اعتماد نہ ہو جو خدا تعالےٰ کے قبضہ میں ہے اور جب تجکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت کے ثواب کی رغبت میں اُس مصیبت کا باقی رہنا تجکو پسند ہو اور فرمایا ہے لیس لابن آدم حق فی سوی ہذہ الخصال بیت یسکنہ وثوب یواری عورتہ وجلف الخبز والماء - بنی آدم کے لئے سوائے ان چیزوں کے کچھ ضروری نہیں ہے گھر رہنے کے لئے کپڑا ستر ڈھانکنے کے لئے اور روٹی اور پانی کے لئے کوئی برتن اور نیز فرمایا ہے یحسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ آدمی کے لئے چند چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہیں جس سے پیٹ کو سیدھا کر سکے اور فرمایا ہے طعام الاثنین کاف الثلاثۃ وطعام الثلاثۃ کاف الاربعۃ - دو کا کھانا تین کو اور تین شخصوں کا چار کو کافی ہے یعنی جس قدر کھانے سے دو شخصوں کا خوب شکم پر ہو سکتا ہے اگر اُس کو تین بھی کھالیں تو اوسط درجہ اُن کو کافی ہو سکتا ہے اس سے آپ کا مقصود غمخواری میں رغبت دلانا اور شکم سیری کی حرص کو مکروہ سمجھنا ہے اور از انجملہ قناعت ہے اُس کا بیان یہ ہے کہ مال کی حرص لبسا اوقات آدمی کے نفس پر غالب ہوتی ہے حتےٰ کہ اُس کے جوہر میں داخل ہو جاتی ہے پس جب اُس حرص کو اپنے قلب سے دور کر دیتا ہے اور مال کا چھوڑنا اُس پر آسان ہوتا ہے تو اس صفت کا نام قناعت ہے اور قناعت اُس کا نام نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو انسان کو عطا فرمایا ہے بے رغبتی کر ساتھ اُس کا ترک کر دینا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا حکیم ان ہذا المال خضر حلو فمن اخذہ لسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع والید العلیا خیر من السفلیٰ - اے حکیم یہ مال ہرا اور شیریں ہوتا ہے پس جو نفس کی سخاوت کے ساتھ اُس کو لے لیتا ہے تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرص نفسانی کے ساتھ لیتا ہے تو اُس میں برکت نہیں دیجاتی اور وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جاءک من ہذا المال شیئ وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتمولہ وما لا فلا تتبعہ نفسک اس مال میں سے جب تیرے پاس کچھ آدے اور تو نہ حریص ہو اور نہ سائل تب تو اُس کو لے لے اور اسودہ ہو ورنہ اپنے پیچھے مت لگا - اور از انجملہ جود ہے اُس کا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اُس کے جمع کرنے کی محبت لبسا اوقات قلب پر غالب آکر اُس کو محیط ہو جاتی ہے اور جب آدمی اُس کے خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اس کا نام جود ہے اور مال کے ضائع کرنے کا نام جود نہیں ہے اور نہ خود مال کوئی مبغوض چیز ہے بلکہ ایک بڑی نعمت ہے آپ نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اہلک من قبلکم حملہم علےٰ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفکوا دماءھم واستحلوا محارمھم۔ بخل سے بچتے رہو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا اُسی نے انکو اس
بات پر برانگیختہ کیا کہ باہم خونریزی کریں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لاحسد الا فی اثنین۔ الحدیث سوا دو شخصوں کے کسی سے حسد نہیں ہے" اور کسی نے آپ سے عرض کیا کیا
خیر سے شر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا انہ لایاتی الخیر بالشر۔ البتہ خیر سے شر نہیں پیدا ہوتا اور ربیع میں بعض
چیزیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو تخمہ پیدا کرکے ہلاک کردیتی ہیں یا قریب بہلاکت کردیتی ہیں اور نیز آپ نے فرمایا
من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لاظہر لہ" جس شخص کے پاس حاجت سے زیادہ سواری ہو تو جس کے
پاس سواری نہیں ہے اُس کو وہ سواری دیدے اور جس کے پاس حاجت سے زیادہ توشہ ہو اُس کو چاہئے کہ
جس کے پاس توشہ نہیں ہے اُس کو دیدے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مال کے اسقدر اقسام ذکر
کئے جس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو اس مال میں جو حاجت سے زیادہ ہو کچھ حق نہیں ہے
اور اس قدر رغبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس واسطے دلائی کہ وہ جہاد کی حالت میں تھی اور مسلمانوں
کو احتیاج لاحق ہو رہی تھی اور اُس میں سماحت بھی پائی جاتی ہے اور نظام ملت کا بھی قائم کرنا ہے اور مسلمانوں
کی جان کا بھی باقی رکھنا ہے۔ اور از انجملہ قصر امل یعنے آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اور اُس کا بیان یہ ہے کہ انسان
پر زندگی کی محبت غالب ہوتی ہے حتی کہ موت کا ذکر اُس کو ناگوار ہوتا ہے اور اس قدر زندہ رہنے کی امید
رکھتا ہے کہ اُس حد تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا پس ایسی حالت میں جب آدمی مرجاتا ہے تو جس چیز کی اسکو
تمنا تھی اُس کے پورا نہ ہونے سے اُس کو تکلیف و عذاب ہوتا رہتا ہے اور فی نفسہ زندگی کوئی مبغوض اور
ایسی چیز نہیں ہے جو خدا تعالے کو ناپسند ہو بلکہ وہ ایک نعمت عظمی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کن فے الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔ دنیا میں ایسا رہ جیسے پردیسی بلکہ راہ کا چلنے والا۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک مربع خط کھینچا اور پھر اُس کے وسط میں ایک خط کھینچا اور باہر تک
اُس کو نکالا اور پھر اُس بیچ والے خط کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے خط ملائے مگر اُسی قدر کے ساتھ جتنا وہ
مربع کے اندر اندر تھا اُس کی شکل یہ ہے اور بیچ کے خط کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ انسان ہے۔ اور
اس مربع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ اسکی اجل ہے جو اُس کو گھیر رہی ہے اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اُس
کی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط عوارض ہیں اگر یہ حادثہ اُس سے بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے
اور یہ بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طول امل کی بیماری کا علاج موت کے
ذکر اور قبور کی زیارت اور ساتھیوں کی موت سے عبرت حاصل کرنے کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے لایتمنین احدکم الموت ولا یدع بہ قبل ان یاتیہ انہ اذا مات انقطع عملہ۔ تم
میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اُس کی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرگیا اُسکا
عمل منقطع ہوگیا۔ اور از انجملہ تواضع ہے۔ تواضع کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو تکبر اور خود پسندی کے دواعی کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی ہووے جس سے آدمی لوگوں کو اپنے اعتبار سے حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اس کے باعث سے اُس کا نفس خراب ہو جاتا ہے اور لوگوں پر ظلم کرنے اور اُن کو ذلیل سمجھنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ فقال ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس۔ جس کے قلب میں ذرہ کے برابر تکبر ہے جنت میں نہ جائیگا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا دل چاہتا ہے اچھا کپڑا ہو اور اچھا جوتہ ہو تو آپ نے فرمایا خدا تعالے جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کے نہ ماننے اور لوگوں کے ذلیل سمجھنے کا نام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا اخبرکم باہل النار کل عتل جواظ مستکبر اہل دوزخ کی کیا نہ خبر دوں تم کو وہ سب وہ لوگ ہیں کہ سخت ظالم ونہایت تکبر کرنے والے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بینا رجل یمشی فی حلۃ تعجبہ نفسہ مرجل رأسہ یختال فی مشیتہ اذ خسف اللہ بہ فہو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ۔ ایک شخص حلہ سر تک پہنے ہوئے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا جارہا تھا کہ خدا تعالے نے اُسکو دھسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھستا چلا جاویگا۔ اور از انجملہ حلم ہے اور سہولیت اور نرم دلی ہے۔ اور حاصل اُن کا یہ ہے کہ آدمی کو غصہ کے اسباب کی طرف توجہ نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس میں فکر نہ کرے اور مصلحت نہ دیکھ لے اور تمام اوقات میں غضب کی صفت مذموم نہیں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ۔ جو شخص نرمی سے محروم ہے سب نیکیوں سے محروم ہے اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے آپ نے اُس سے فرمایا غصہ مت کر پھر چند مرتبہ اُس نے وہی سوال کیا اور یہی فرمایا کہ غصہ مت کر اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب ہین لین سہل۔ کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتادوں جو آگ پر حرام کئے جاویں وہ قریب بردبار نرم مزاج اور سہولیت والا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب سخت آدمی وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑا کرے سخت تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور از انجملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خواہش نفسانی اور تکبر اور اظہار اور قطع محبت وغیرہ کے اسباب کا تابع نہ ہونا ہے۔ ان اسباب کے لحاظ سے اُس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں اللہ پاک فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ صابر لوگ تو بیحساب ہی اپنا اجر دئے جاوینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما اوتی احد عطاء افضل واوسع من الصبر۔ کوئی شخص کوئی عطا زیادہ افضل وزیادہ فراخ صبر سے زیادہ نہیں دیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدالت کے علامات کے ساتھ حکم دیا ہے اور اُس کے ابواب میں سے عظیم الشان باب پر آگاہ فرمایا اور خلق الٰہی پر رحمت کرنے کی خوبیاں بیان فرمائیں اور لوگوں کو اُس کی رغبت دلائی اور اُس کے اقسام یعنی گھر والوں کا الفت سے رہنا اور کسی قبیلہ کے لوگوں کے باہم معاشرت اور شہر والوں کے معاشرت اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کے مرتبہ سمجھنے کا بیان فرمایا اس کے متعلق ہم چند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احادیث ذکر کرتے ہیں جو اس باب کے لئے بطور نمونہ کے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقو الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمۃ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیاں بنجائیگا۔ اور فرمایا ہے ان اللہ حرم علیکم دمائکم واموالکم کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا۔ خدا تعالے نے تمہارے اوپر تمہارے خون اور تمہارے مالوں کو حرام کیا ہے جیسطرح تمہارے اس دن کی تمہارے اس شہر میں حرمت۔ اور فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان امن میں رہیں خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص بغیر حق کی کسی چیز کو نہ لیگا مگر قیامت کے روز جب خدا سے ملیگا وہ چیز اُس پر سوار ہو گی پس البتہ تم میں سے میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اپنے اوپر سوار کئے ہوئے خدا سے ملیگا اور وہ اونٹ بلبلاتا ہوگا یا گائے کو سوار کئے ہوگا۔ اور وہ ڈکراتی ہوگی یا بکری کو سوار کئے ہوگا اور وہ ممیاتی ہوگی اور فرمایا ہے من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین جو بالشت بھر زمین ظلم سے لیگا ساتوں زمینیں طوق کرکے اُس کی گردن میں ڈالی جائینگی۔ باب الزکوۃ میں اس کی حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں۔ والمومن للمومن کالبنیان یشدّ بعضہ بعضا۔ اور ایمان والا ایمان والے کے لئے بنیاد کی طرح ہے کہ اُس کے اجزا ایک دوسرے کے لئے مضبوطی کا سبب ہوتے ہیں مثل المومنین فی توادہم وتراحمہم وتعاطفہم کمثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سایر الجسد بالسہر والحمی۔ مومنین کی مثال باہم کی محبت اور ہمدردی اور مہربانی میں ایسی ہے جیسے بدن کہ جب اُس میں سے کوئی عضو مریض ہوجاتا ہے تو تمام بدن پر تپ لاحق ہوجاتی ہے اور نیند جاتی رہتی ہے من لایرحم الناس لایرحمہ اللہ۔ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا تعالے اس پر رحم نہیں کرتا۔ المسلم اخو المسلم لایظلمہ ولایسلمہ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اُس پر زیادتی کرتا ہے نہ اُس کو ہلاکت میں ڈالتا ہے من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ۔ جو شخص اپنے بھائی کے کام میں ہے خدا تعالے اُس کے کام میں ہے ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بہا کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ۔ جو کوئی شخص مسلمان کی کوئی مصیبت دور کرے خدا تعالے قیامت کے دن مصائب میں سے اُس کی کوئی مصیبت اس کے سبب سے دور فرمائیگا اور جو کوئی شخص کسی کی پردہ پوشی کرے خدا تعالے قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی کریگا اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان نبیہ ما احب۔ سفارش کیا کرو اجر ہو گی اور خدا تعالے جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے اور فرمایا ہے تعدل بین اثنین صدقۃ وتعین الرجل فی دابتہ فتحملہ او ترفع لہ متاعہ صدقۃ والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ۔ دو شخصوں میں تو جو انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے اور کسی کو سواری میں مدد دے کہ اسکو سوار کرادے یا اُس کے اسباب کو اُٹھا کر رکھدے تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔ اور منقار مہاجرین کے باب میں آپ نے فرمایا ہے لئن کنت اغضبتہم فقد اغضبت ربک۔ اگر تو نے اُن کو ناخوش کیا تو خدا تعالے کو تو نے ناخوش کیا۔ اور فرمایا انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ہکذا واشار بالسبابۃ والوسطی۔ اور وہ شخص جو یتیم کا بوجھ اُٹھاتا ہے جنت میں ہم اور وہ اس طرح ہونگے اور یہ فرماکر انگشت شہادت اور درمیان کی انگشت سے آپ نے بتلادیا یعنی جسطرح یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاہد فی سبیل اللہ جو شخص اپاہج لوگ اور مسکین کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاج کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے کے برابر ہے من ابتلی من ہذہ البنات بشیء فاحسن الیہن کن لہ سترا من النار۔ جو شخص ان لڑکیوں کی طرف سے کچھ مشقت میں مبتلا ہو اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ اُس کے لئے آگ کی روک ہو جائینگی۔ استوصوا بالنساء فان المرأۃ خلقت من ضلع وان اعوج ما فی الضلع اعلاہ فان ذہبت تقیمہ کسرتہ۔ عورتوں کے باب میں وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور پسلی میں زیادہ ترچھی اوپر کے حصہ میں ہے پس اگر تو اُس کا سیدھا کرنا چاہیگا تو اُس کو توڑ ڈالیگا۔ اور بیوی کے حق میں آپ نے فرمایا ہے ان تطعمہا اذا طعمت وتکسوہا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تہجر الا فی البیت کہ تو کھانا کھائے تو اُس کو بھی کھلا اور تو کپڑا پہنے تو اُس کو بھی پہنا اور مُنہ پر مت مار اور اُس کی صورت بگڑنے کی دعا مت کر اور بجز خوابگاہ کے اُس سے علیحدہ مت ہو اذا دعی الرجل امرأتہ الی فراشہ فلم تاتہ فبات غضبان علیہا لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاوے اور وہ اُس کے پاس نہ آوے اور خاوند اُس پر غصہ کی حالت میں سو رہے تو صبح تک فرشتے اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں لا یحل لامرأۃ ان تصوم وزوجہا شاہد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ۔ خاوند کی موجودگی میں کسی عورت کو روزہ رکھنا درست نہیں جبتک وہ اجازت نہ دے اور خاوند کی بلا اجازت کسی کو اُس کے گھر میں نہ آنے دے ولو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا۔ اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے سجدہ کرنے کے لئے حکم دیتا ایما امرأۃ ماتت وزوجہا عنہا راض دخلت الجنۃ۔ جو عورت مر جاوے اور اُس کا خاوند اس سے خوش ہو جنت میں داخل ہوگی دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار انفقتہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اہلک اعظمہا اجرا الذی انفقتہ علی اہلک ایک تو وہ دینار ہے جس کو تو نے خدا کی راہ میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے چھوڑانے میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین پر صرف کیا؛ اور ایک وہ دینار ہے جو اپنی بیوی پر صرف کیا اُن سب کے اندر ثواب میں زیادہ وہ ہے جو اپنی بیوی پر تو نے صرف کیا۔ اذا انفق الرجل علی اہلہ نفقۃ یحتسبہا فہو لہ صدقۃ۔ جو شخص طلب ثواب کے قصد سے اپنی بیوی کو نفقہ دے تو وہ اس شخص کے لئے صدقہ ہے ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ پڑوسی کے باب میں جبریل مجکو ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ عنقریب اُس کو وارث بنا دینگے یا ابا ذر اذا طبخت مرقا فاکثر ماءہا وتعاہد جیرانک۔ اے ابوذر جب تو شوربا پکاوے تو اُس کا پانی بڑھا دیا کر اور پڑوسیوں کو مت بھولا کر من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ۔ جو شخص خدا تعالےٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستاوے واللہ لا یومن الذی لا یامن جارہ بوائقہ۔ خدا کی قسم جس شخص کا پڑوسی اُس کے ایذاؤں سے امن میں نہیں ہے وہ مومن نہیں ہے اور اللہ پاک نے رحم سے فرمایا ہے الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے کہ جو تجکو جوڑے میں بھی اُس سے جوڑوں اور جو تجکو قطع کرے میں بھی اُس سے قطع کروں۔ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسا لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ جو اپنے لئے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی چاہے تو اُسکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلہ رحم کرنا چاہیئے من الکبائر عقوق الوالدین ۔ ماں باپ کی نافرمانی کبائر میں سے ہے من الکبائر شتم الرجل والدیہ یسب الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ ۔ آدمی کو اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبائر میں سے ہے کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اُس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے ۔ سئل ہل بقی من بر ابوی شئ ابرہما بہ بعد موتہما فقال نعم الصلوة علیہما والاستغفار لہما وانفاذ عہدہما وصلة الرحم التی لا توصل الا بہما واکرام صدیقہما ۔ کسی شخص کے ماں باپ مر گئے تھے اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے ماں باپ کے سلوک میں اب بھی کچھ باقی ہے جو اُن کے مرنے کے بعد اُن کے ساتھ میں کروں تو آپ نے فرمایا ہاں اُنپر رحمت کی خواستگاری اور اُن کے لئے مغفرت طلب کرنا اور اُن کے بعد اُن کے عہد کو پورا کرنا اور اُس قرابت کا جو ماں باپ ہی کے رشتہ سے ہے جوڑنا اور اُن کے دوست کی توقیر کرنا

وان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط ۔ خدا تعالے کی تعظیم میں سے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کی ہے جو قرآن کی قرات کے اندر مبالغہ نہیں کرتا ۔ اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت کی تعظیم ہے جو عادل ہو ۔ لیس منا من لم یرحم صغیرنا ومن لم یعرف شرف کبیرنا ۔ جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کی بزرگی نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ انزلوا الناس علے منازلہم ۔ لوگوں کو اُن کے درجے پر رکھو من عاد مریضا او زار اخا لہ فی اللہ ناداہ مناد طبت وطاب ممشاک وتبوأت من الجنة منزلا ۔ جو شخص مریض کی عیادت کرے یا فی سبیل اللہ اپنے کسی برادر کی ملاقات کو جائے تو خدا تعالے کی طرف ایک ندا کرنے والا اُس کے لیے یہ ندا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے اپنے لئے جنت میں جگہ بنالی پس یہ احادیث اور جو انکی مثل ہیں سب عدالت اور حسن مشارکت پر متنبہ کرتی ہیں ۔

مقامات اور احوال کا بیان

معلوم کرو کہ احسان کے لئے بہت سے ثمرات ہیں جو اس کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور انکو مقامات اور احوال کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اس باب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہیں اُنکی شرح دو مقدمونکی تمہید پر موقوف ہے پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور اُنکے حقائق کے بیان میں ۔ دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کے بیان میں ۔

مقدمہ اُولےٰ

معلوم کرو کہ انسان کے اندر تین لطائف ہیں جن کا نام قلب نفس عقل ہے ۔ اور نقل و عقل اور تجربہ اور علماء کے اتفاق سے یہ تینوں چیزیں ثابت ہوتی ہیں نقل کا تو بیان یہ ہے کہ قرآن مجید وارد ہوا ہے ان فی ذالک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لآیت لقوم یعقلون عقلمندوں کے لئے اس میں بلاشبہ نشانیاں ہیں۔ اور اللہ پاک نے اہل نار سے حکایۃً فرمایا ہے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے ہوتے تو اصحاب جہنم میں سے نہ ہوتے اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے اول ما خلق اللہ تعالےٰ العقل فقال لہ اقبل فاقبل وقال لہ ادبر فادبر فقال بک اواخذ سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے جو پیدا کیا عقل کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا سامنے آ وہ سامنے آئی پھر فرمایا پیچھے لوٹ جا پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا تیرے ہی سبب سے مواخذہ کرونگا۔ اور آپ نے فرمایا ہے دین المرء عقلہ و من لا عقل لہ لا دین لہ۔ آدمی کا دین اس کی عقل ہے جس کی عقل نہیں اس کا دین نہیں ہے اور فرمایا ہے افلح من رزق لبا جس کو عقل دیگئی ہے اسکو کامیابی ہوئی۔ گرچہ ان احادیث کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے مگر تاہم ان احادیث کے لئے اسانید ہیں جو بعض بعض کی تائید کرتی ہیں اور قرآن پاک میں وارد ہے واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ اور جان لو کہ خدا تعالےٰ آدمی اور اس کے قلب کے مابین حائل ہوجاتا ہے اور وارد ہوا ہے ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وہو شہید۔ اس قرآن میں بلاشبہ نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کا قلب ہو یا کان ڈالے اور وہ حاضر القلب ہو۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وہی القلب۔ خبردار ہوجاؤ کہ بدن کے اندر ایک گوشت کی بوٹی ہے جب وہ درست ہوتی ہے بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتی ہے بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ ہوجاؤ کہ وہ قلب ہے اور وارد ہوا ہے مثل القلب کریشۃ فی فلاۃ تقلبہا الریاح ظہرا لبطن دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جو میدان میں پڑا ہوا ہے اور ہوائیں اس میدان میں اس کو منقلب یعنی لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہیں۔ اور وارد ہوا ہے النفس تمنی وتشتہی والفرج یصدق ذلک او یکذبہ۔ کہ نفس آرزو و خواہش کرتا ہے اور پیشابگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے۔ اور مواضع استعمال میں تتبع وتلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جس سے ان چیزوں کا ادراک کرتے ہیں جو غیر محسوس ہوتی ہیں۔

اور قلب اس چیز کا نام ہے جس سے انسان محبت یا بغض رکھتا ہے یا کسی چیز کو پسند کرتا ہے یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔

اور نفس اس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذائذ یعنی کھانے و پینے و جماع کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

اور اس بات کا بیان کہ عقل سے بھی ان تین چیزوں کا وجود ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے موقع پر یہ ثابت ہوچکی ہے کہ انسان کے بدن میں تین عضو رئیس ہیں جن سے وہ قویٰ اور افعال جو انسان کی صورت نوعیہ کے مقتضے ہیں تمام ہوتے ہیں پس قوائے ادراکیہ یعنی تخیل اور توہم اور پھر ان متخیلات اور متوہمات کے اندر تصرف اور بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنے کا محل دماغ ہے۔ اور غضب اور جرأت اور جود اور بخل اور خوشی اور ناخوشی اور اس قسم کی چیزوں کا محل قلب ہے اور اس چیز کے طلب کرنے کا محل جس کے اوپر اس کی جنس کے اوپر بدن کا قوام موقوف ہے جگر ہے۔ اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ جب ان تین اعضاء میں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی خاص عضو میں کوئی نقصان آجاتا ہے تو ایک خاص قوت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اُس قوت کا اختصاص اس عضو کے ساتھ ثابت ہوتا ہے پھر ان تین میں سے ہر ایک کا فعل دو باقی کی معونت کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ دیکھو کہ اگر مثلاً بُری بات کی بُرائی اور اچھی بات کی بھلائی کا ادراک اور نفع و ضرر کا توہم نہ ہو تو غصہ کا ہیجان نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جبتک قلب کے اندر متانت نہ ہو کسی متصوّر چیز کی تصدیق نہیں ہوتی اور اگر کھانے یا جماع کرنے کی معرفت نہ ہو اور اس کے منافع متوہم نہ ہوں تو طبیعت کو ان چیزوں کی طرف میلان نہیں ہوتا اور اگر اطرافِ بدن میں قلب کا حکم نافذ نہ ہو کرے تو انسان کو اپنے لذائذ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملسکتا اور اگر حواس عقل کی خدمتگزاری نہ کریں تو انسان کو کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ نظریات بدیہیات کی اور بدیہیات محسوسات کے فرع ہوتے ہیں، اور جن اعضاء پر قلب اور دماغ کی صحت موقوف ہے اگر ان میں سے ہر عضو کی صحت نہ پائی جائے تو قلب و دماغ کی نہ صحت باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہر ایک کا فعل پورے طور پر صادر ہو سکتا ہے۔ مگر ان اعضاء میں سے ہر ایک بمنزلہ ایک بادشاہ کے ہے جو کسی عظیم الشان کام کو مثلاً کسی مستحکم قلعہ کا فتح کرنا چاہتا ہے تو وہ بادشاہ اپنے دوستوں سے لشکروں اور رعیتوں اور ڈھالوں کی مدد مانگتا ہے مگر قلعہ کے فتح کرنے میں وہ خود ہی مدبر ہوتا ہے اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے اور اُسی کی رائے پر مدار ہوتا ہے اور وہ سب تو خدمتگار ہوتے ہیں جو اُس کی رائے پر چلتے ہیں۔ پھر اب جو حوادث پیدا ہوتے ہیں اُن کی صورت اُن صفات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے جو اس بادشاہ میں غالب ہوتے ہیں یعنی اُس کی دلیری اور بزدلی اور سخاوت اور بخل اور عدالت اور ظلم کے اعتبار سے اُن کا ظہور ہوتا ہے پس جس طرح سلاطین اور اُن کی رائے اور صفات کے اختلاف سے حالات مختلف ہوتے ہیں اگرچہ لشکر اور ہتھیار ایک ہی سے ہوں اسی طرح ان روساء ثلثہ میں سے ہر رئیس کا حکم بدنِ انسان کی مملکت میں مختلف ہوتا ہے۔

الحاصل جو افعال ان تینوں میں سے ہر ایک سے صادر ہوتے ہیں وہ افعال باہم یا تو قریب قریب یا افراط یا تفریط کی طرف مائل یا ان دونوں کے مابین ہوتے ہیں پس جب ہم ان تینوں صورتوں کو مع ان کے افعال متعارفہ اور ان کے امزجہ کے جو ان افعال کے ہمیشہ خواستگار ہوتے ہیں اعتبار کریں تو ان کا نام لطائف ثلثہ ہے جن سے بحث کی جاتی ہے خود ان قویٰ کا نام بغیر ان کے ساتھ کسی چیز کے اعتبار کیے لطائف نہیں ہے قلب کے صفات اور اس کے افعال یہ ہیں غصہ دلیری محبت بزدلی خوشی ناخوشی قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی ایک شخص سے محبت اور کبھی عداوت حبِ جاہ جود بخل رجاء خوف وغیرہ۔

عقل کے صفات و افعال یہ ہیں۔ یقین شک توہم ہر حادثہ کے لئے اسباب کی تلاش منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقوں میں فکر کرنا وغیر ذالک۔

اور نفس کے صفات کا منتہیٰ لذیذ لذیذ کھانے و پینے کی چیزوں کی حرص اور عورتوں کی محبت وغیر ذالک

تجربہ سے ان قوائے ثلثہ کا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص افرادِ انسانی کے استقراء و تلاش کرے تو لامحالہ اسکو یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات معلوم ہوگی کہ لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے ان امور میں مختلف ہوتے ہیں۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعد کے نفوس کو قلب پر غلبہ ہوتا ہے پہلی قسم کے انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اُس کے قلب میں کسی بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اُس کے مقابلہ میں بڑی بڑی لذتوں کو حقیر سمجھتا ہے اور اُن کے چھوڑنے پر صبر کرتا ہے اُن کے چھوڑنے میں وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدۂ عظیم کرتا ہے اور دوسری قسم کے انسان کو جب کسی لذت کی خواہش ہوتی ہے اُس میں وہ گھس پڑتا ہے اگرچہ اُس جگہ ہزار طرح سے عار ہو۔ اور مناصب عالیہ کی طرف اُس کو رغبت دلائی جائے یا ذلت وخواری کا اُس کو خوف دلایا جائے تو اُس کی طرف پرواہ نہیں کرتا اور بسا اوقات غیرت دار آدمی کو اُس کی خواہش کے موافق نکاح کرنے کا موقع پیش آتا ہے اور اس کا نفس اُس کو سخت رغبت دلاتا ہے مگر اُس کے قلب میں غیرت کے سبب سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے جس کے سبب سے خواہش نفسانی کی طرف اُس کو توجہ نہیں ہوتی اور چونکہ اُس کی سرشت میں داخل ہی بسا اوقات بھوکا ننگا رہنے پر صبر کرتا ہے لیکن کسی سے سوال نہیں کرتا اور جب کسی حریص آدمی کو خواہش کے موافق جماع کرنے یا کھانے کا موقع ہوتا ہے اور وہ شخص اُس میں اپنا ضرر عظیم جانتا ہے خواہ طب کے اعتبار سے یا حکمت عملیہ کے لحاظ سے یا بعض لوگوں کی خوف کی وجہ سے تو وہ شخص ڈر جاتا ہے اور کانپنے لگتا ہے اور اس برائی سے بچ جاتا ہے پھر اس کی خواہش اُس کو اندھا کرکے دیدہ ودانستہ ورطۂ ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اور بسا اوقات اُسی انسان کو دونوں جہت مخالف کی طرف اپنے نفس کا میلان معلوم ہوتا ہے پھر ان دونوں میں سے ایک داعیہ کو دوسرے میں غلبہ ہو جاتا ہے اور اس طور پر اُس شخص سے ایک قسم کے افعال بار بار صادر ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ شخص خواہش کی تابعداری اور بے احتیاطی یا خواہش کے روکنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کے ساتھ ضرب المثل ہو جاتا ہے اور تیسرا شخص ایسا ہوتا ہے جس کی عقل اُس کے نفس پر غالب ہوتی ہے مثلاً وہ آدمی جو پورا ایماندار ہے کہ اُس کی محبت اور بغض اور شہوت اور امر شرعی اور ان چیزوں کی طرف کہ شرع سے اُن کا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوا ہے منقلب ہو جاتی ہے ایسا شخص حکم شرعی سے کبھی روگردانی نہیں چاہتا۔ چوتھا شخص ایسا ہوتا ہے جس پر رسم اور طلب جاہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنی ذات سے عار کا دور کرنا چاہتا ہے ایسا شخص باوجود غضبناک ہونے اور نہایت دلیر ہونے کے اپنے غصہ کو پیتا ہے اور اگر اس کو کوئی برا کہے تو اُس کی تلخی پر صبر کر لیتا ہے اور باوجود قوت جسمانی کے اپنے لذائذ کو ترک کر دیتا ہے تاکہ اُس کے حق میں لوگ ایسی باتیں نہ کہنے لگیں جو اُس کو ناپسند ہیں یا اس لئے کہ رفعت جاہ وغیرہ جو اُس کو مطلوب ہے اُس کو مل جائے پہلا شخص درندوں کی مانند ہے اور دوسرا بہائم کے مانند اور تیسرا ملائکہ کے اور چوتھے شخص کو صاحب مروت وبلند حوصلہ کہتے ہیں۔ پھر استقراء کرنے سے بعض افراد انسان کے ایسے ملتے ہیں کہ اُن کی دو قوتیں معاً غالب ہوتی ہیں اور ان دونوں کا حال باہم متشابہ رہتا ہے کہ کبھی اُس کو اس پر غلبہ ہوتا ہے اور کبھی اس کو اُس پر۔ پس اگر صاحب بصیرت اُن کے حال کا انضباط چاہے اور جس حال پر وہ ہیں اُس کو بیان کرنا چاہیں تو لامحالہ لطائف ثلثہ کے ثابت کرنے کی ضرورت پڑیگی اور عقلاء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اتفاق سے ان تینوں کا وجود اس طرح پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل ملت اور اہل ادیان تہذیب نفس ناطقہ کا جنھوں نے اعتبار کیا ہے ان تین چیزوں کے ثابت کرنے یا اُن مقامات اور احوال کے بیان کرنے پر متفق ہیں جو ان تینوں سے متعلق ہے فلاسفہ اپنی حکمت عملیہ میں ان تینوں کا نام نفس ملکی اور نفس سبعی اور نفس بہیمی رکھتے ہیں اور اس نام رکھنے میں ایک طرح کا تسامح ہے کہ عقل کا نام اُنھوں نے نفس ملکی رکھا ہے کہ اُس کے افراد میں سے افضل ترین فرد کا یہ نام ہے اور قلب کا نام نفس سبعی بایں طور رکھا ہے کہ اُس کے اوصاف میں سے یہ وصف مشہور ہے۔ اور صوفیائے کرام نے ان لطائف کا بیان اور ہر ایک کی تہذیب کا بیان کیا ہے مگر انھوں نے ان تین کے سوا دو لطیفہ اور بھی ثابت کئے ہیں اور ان دونوں کا نہایت اہتمام کیا ہے اور وہ دونوں روح اور سر ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ دل کے دو رخ ہیں ایک رخ کا میلان بدن اور اعضا کی طرف ہے اور ایک رخ کا میلان تجرد محض کی طرف ہے اور اسی طرح عقل کے دو رخ ہیں ایک رخ کا میلان بدن اور حواس کی طرف ہے اور دوسرے کا تجرد محض کی طرف پس جس کا میلان اسفل کی جانب ہے اُس کو قلب و عقل کہتے ہیں اور جس کو جانب فوق سے اتصال ہے اُس کو روح و سر کہتے ہیں قلب کی صفت شوق اور وجد ہے جس سے آدمی بیتاب ہوجاتا ہے اور روح کی صفت اُنس اور انجذاب ہے اور عقل کی صفت اُن چیزوں کے ساتھ یقین کرنا ہے جو معمولی علوم سے قریب المأخذ ہیں جیسے ایمان بالغیب اور توحید افعالی، اور سر کی صفت اُن چیزوں کا مشاہدہ کرنا ہے جو علوم معمولی سے برتر اور مجرد صرف ہیں جس کے لئے نہ زمانہ ہے نہ مکان کوئی وصف اور نہ اشارہ حکایت کے طور پر ہے اور چونکہ شرع کا نزول صورت انسان کے میزان پر ہوا ہے خصوصیات فردیہ کے اعتبار سے نہیں ہوا لہذا شرع نے اس تفصیل سے زیادہ بحث نہیں کی اور اُس کے مباحث کو اجمال کے خزانہ میں چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل ملل ونحل کے نزدیک بھی اس کے متعلق کچھ بیان ہے استقرار و تتبع سے متین اور فہیم آدمی اُس کو معلوم کرسکتا ہے۔

مقدمۂ ثانیہ

معلوم کرو کہ قوی العقل اور قوی الجسم آدمی جس کے مادہ میں اُس کے نوع کے احکام ظاہر ہونے کی پوری اور کامل قابلیت ہوتی ہے وہ شخص افراد انسانی کا طبیعت کے لحاظ سے رئیس اور اُن کے لئے بطور دستور العمل کے ہوتا ہے جس سے تمام افراد کا اعلےٰ درجے کے حد سے قرب و بعد اُس شخص کے اعتبار سے معلوم ہوسکتا ہے یہ شخص وہ ہوسکتا ہے جس کی عقل قلب پر غالب ہو، اور اُس کا قلب قوی اور اُس کے قوائے پورے پورے ہوں، اور اُس کا قلب نفس پر غالب ہو اور باایں ہمہ نفس بھی اُس کا شدید ہو اور اُس کی خواہشیں بکثرت ہوں ایسے شخص کے اخلاق تامہ ہوتے ہیں اور فطرت قوی ہوتی ہے، اور اُس سے نیچے بہت سی مختلف قسمیں ہیں۔ تامل صحیح سے جس کا ظہور ہوسکتا ہے، اور جانوروں میں بھی یہ قوائے ثلثہ پائے جاتے ہیں مگر انکی عقل قلب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے اس لئے وہ مکلف ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی اور نہ ملحق به ملاء اعلےٰ ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات و فضلناہم علے کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ البتہ ہم نے آدمیوں کو بزرگی دی اور خشکی و دریا میں اُن کو سوار کیا ہم نے اور پاک چیزیں ہم نے اُن کو دیں رزق اور اکثر اپنی مخلوق پر ہم نے اُن کو فضیلت دی فضیلت دینا اور یہ قوی العقل وقوی الجسم آدمی اگر اُس کی عقل اُن عقائدِ حقہ کے تابع ہے جو خدا تعالےٰ کے صادق بندوں سے ماخوذ ہیں جنہوں نے اُن عقائد کو ملاءِ اعلےٰ سے ماخوذ کیا ہے صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مومن صادق ہے اور اگر اُس کے ساتھ ملاءِ اعلےٰ سے بھی تعلق ہے اُس کے سبب سے بلاواسطہ ملاءِ اعلےٰ سے فیضان ہوتا ہے تو اُس شخص میں نبوت کا ایک شعبہ اور اُس کی میراث ہے، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءً من النبوۃ اچھی خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اگر اُس کی عقل عقائد باطلہ کے جو مضلین ومبطلین سے ماخوذ ہیں تابع ہے تو وہ شخص ملحد وگمراہ ہے اور اگر اُس کی عقل اپنی قوم کی رسوم اوران چیزوں کے تابع ہے جو اُس کو تجربہ اور حکمتِ عملیہ سے معلوم ہوئے ہیں تو وہ شخص ذہن کا جاہل ہے اور جب انسان کے افراد مختلف تھے تو حکمت الٰہی میں ضروری ہوا کہ تمام مخلوق میں سے جو شخص زیادہ ترذکی اور قوی العقل والجسم اور ملاءِ اعلےٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اُس پر کوئی کتاب نازل کی جائے اور پھر لوگوں کی سمجھیں اسکی طرف مائل کی جائیں تاکہ اُس کے احکام مشہور ہوجاویں تاکہ جو ہلاک ہو تو حجت سے ہلاک ہو، اور یہ بات ضروری ہوئی کہ وہ نبی صلعم ان لوگوں کے لئے احسان کے طرق ومقامات جو اُس کے لئے بمنزلہ ثمرات کے ہیں پورے طور پر بیان کرے الحاصل جب آدمی خدا تعالےٰ کی کتاب اور ماجاء بہ النبی پر ایسا ایمان لاتا ہے جس سے اُس کے تمام قوی قلبیہ ونفسیہ خدا اور رسول کے تابع ہوجاتے ہیں پھر وہ شخص پورے طور پر عبادات میں مشغول ہوتا ہے اور زبان سے ذکر اور دل سے فکر کرتا ہے اور اعضا کو ادب دیتا رہتا ہے اور ایک مدت دراز تک اُس کی مداومت کرتا ہے تو ان لطائف ثلثہ میں ہر ایک اس عبادت سے حصہ لیتا ہے اور اس شخص کا حال ایک خشک درخت کا سا ہوتا ہے جس کو بکثرت پانی دیا جائے اور اُس کی شاخ شاخ وتنہ تنہ میں تازگی وتری پہنچ جاوے اور اُس پر پھل وپھول آنے لگیں اسی طرح عبودیت کا اثر ان لطائف ثلثہ میں پہونچکر صفات سبعیہ رذیلہ کو دور کرکے صفات ملکیہ فاضلہ پیدا کرتا ہے پھر یہ صفات اگر ملکاتِ راسخہ ہوں جن سے ایک طور یا اطوار متعاقبہ سے دوامی طور پر افعال کا صدور ہو تب تو وہ مقامات ہیں، اور اگر وہ صفات ایسے ہیں کہ مثل بجلی کے کبھی ظاہر ہوجاتے ہیں کبھی پوشیدہ ہوجاتے ہیں یعنی دور ہوجاتے ہیں اور ہنوز ان کو قرار نہیں ہے یا وہ صفات اس قسم کے امور ہیں جنکی شان سے قرار نہیں ہے جیسے رویا اور رہواتف اور مغلوب الحال ہونا تو اُن کو احوال واوقات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ طبیعت بشری کے ہیجان کی حالت میں عقل کا مقتضےٰ اُن امور کی تصدیق کرنا ہے جو طبیعتِ بشریہ کے مناسب عقل کو پیش آتے ہیں لہذا عقل کا مقتضےٰ تہذیب کے بعد ان چیزوں کا یقین کرنا ہے جو شرع کے اندر وارد ہیں گویا کہ انکا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاینہ کرتا ہے جیسے کہ زید بن حارثہ نے بیان کیا ہے جب آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا کہ ہر حق کی حقیقت ہے
پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے انہوں نے عرض کیا گویا کہ میں خدا تعالیٰ کے عرش کو سامنے دیکھتا ہوں اور
اور چونکہ عقل کا مقتضیٰ نعمت اور عذاب کے اسباب کا معلوم کرنا ہے لہذا اُس کا مقتضیٰ تہذیب کے بعد توکل اور شکر اور
رضامندی اور توحید ہے اور چونکہ قلب کا مقتضیٰ اصل طبیعت کے اعتبار سے اپنے منعم اور مربی کے ساتھ محبت اور
اپنے دشمن کے ساتھ بغض اور ایذا پہونچانیوالی چیزوں سے خوف اور نفع پہونچانیوالی چیزوں کی امید رکھنا ہے لہذا
بعد تہذیب کے اُس کا مقتضیٰ خدا تعالیٰ سے محبت اور اُس کے عذاب سے خوف اور ثواب کی امید ہے اور
چونکہ نفس کا مقتضیٰ ہیجان طبیعت کے بعد لذائذ اور آرام میں مستغرق ہوجانا ہے لہذا تہذیب کے بعد اسکی صفت
توبہ اور زہد اور مجاہدہ ہے۔ اور یہ کلام ہم نے بطور مثال کے بیان کیا ہے اور مقامات اس کے اندر منحصر نہیں
لہذا غیر مذکور کو مذکور پر اور احوال کو مثل سکر اور غلبہ اور مدت مدیدہ تک خورد ونوش سے اعراض رکھنا اور خواب اور مالوف
کو مقامات پر قیاس کر لینا چاہئے۔ اور جب ہم اُن امور سے فارغ ہوگئے جن پر اس باب کے احادیث کا شرح کرنا
موقوف ہے تو اب ہم یہاں سے اصل مقصود شروع کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ جسقدر مقامات اور احوال عقل کے ساتھ
متعلق ہوتے ہیں اُن سب کی اصل یقین ہے اور یقین سے توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور انس اور
ہیبت اور تفرید اور صدیقیت اور محدثیت وغیرذلک پیدا ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا باطول ہے حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ فرماتے ہیں الیقین الایمان کلہ۔ یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت میں یہ حدیث آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی طرف مرفوع کی گئی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واقسم لنا من الیقین ماتہون بہ علینا مصائب الدنیا۔
اور ہم کو وہ یقین نصیب کر جس کے سبب سے تو دنیا کے مصائب ہم پر آسان کر دے میں کہتا ہوں یقین کے
معنی یہ ہیں کہ جو امور شرع کے اندر وارد ہوئے ہیں جیسے قدر و معاد کا مسئلہ وغیرہ اُس کے ساتھ مومن کو ایمان ہو
اور اُس کا ایمان اُس کی عقل پر غالب ہو جاوے حتیٰ کہ اُس کی عقل ایمان سے لبریز ہو جائے اور پھر عقل سے اُس
کے قلب اور نفس پر اُس یقین کا ترشح ہو جس کے سبب سے وہ یقینی چیز معائن اور محسوس کے برابر معلوم ہونے
لگے اور یقین کے ایمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عقل کے مہذب کرنے میں یقین کو پورا پورا دخل ہے۔ اور قلب
اور نفس کی تہذیب کا سبب عقل کی تہذیب ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو
اُس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ شخص اُن چیزوں سے خوف نہیں کرتا جن چیزوں سے عادت
کے طور پر لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس بات کو جان لیتا ہے کہ جو مصیبت اُس کو پہونچتی ہے وہ اُس سے
بچنے والی نہ تھی اور جو چیز اُس سے دور ہو جاتی ہے وہ پہونچنے والی نہ تھی اور اُس شخص کو ان چیزوں کے ملنے
کا اطمینان ہو جاتا ہے جن کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اِس لئے دنیا کے مصائب اُس پر آسان ہو جاتے ہیں
اور اسباب متکثرہ کو وہ شخص حقیر جانتا ہے اس لئے کہ اُس کو قدرت واجبی کے عالم میں باختیار رواداہ موثر ہونے
اور اس بات کا کہ یہ اسباب عادیہ ہیں یقین ہوتا ہے اس سبب سے اس شخص کی کوشش اُن امور کے حاصل کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ضعیف ہوجاتی ہے جن کے حاصل کرنے میں لوگ بے انتہا کوشش کرتے ہیں اور اپنی جان لڑا دیتے ہیں اس لئے اُس شخص کی نظر میں سونا و پتھر برابر معلوم ہونے لگتا ہے بہر تقدیر جب یقین کامل اور قوی اور پائدار ہوجاتا ہے حتی کہ کوئی چیز اُس کو نہیں بدل سکتی نہ فقر و نہ غنا نہ عزت نہ ذلت تو اس سے بہت سے شعبہ پیدا ہوجاتے ہیں جن میں سے ایک شکر ہے شکر کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے اوپر جس قدر ظاہری و باطنی انعامات ہیں سب کو خدا تعالےٰ کی طرف فائز سمجھے پس ہر نعمت کے مقابل میں ایک محبت جداگانہ اپنے پیدا کرنے والے کیساتھ اُس کو پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اُس کا شکر ادا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز دیکھتا ہے تو اُس کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بھٹکتا پھرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الحامدون الذین یحمدون اللہ تعالےٰ فی السراء والضراء سب سے پہلے جنت میں حمد کرنے والے بلائے جائینگے جو خدا تعالےٰ کی خوشی و تکلیف میں حمد کرتے ہیں میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی حمد کرنا عقل و قلب کی خدا تعالےٰ کے یقین کے ساتھ نیازمندی و فرمانبرداری کی دلیل ہے اور اس لئے کہ نعمتوں کے معلوم کرنے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کا فیضان معلوم کرنے سے عالم مثال میں اُن کے اندر ایک قوت مؤثرہ پیدا ہوجاتی ہے جس کا اثر قوائے مثالیہ اور اشکال اُخروی پر پڑتا ہے اور ان نعمتوں کی تفصیل اور اُن کا فیضان منعم حقیقی جل مجدہٗ سے معلوم کرنا جودِ الٰہی کے دروازہ کو حرکت دینے میں دعاء مستجاب سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اور کامل شکر جب ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خدا تعالےٰ کے اُس عجیب برتاؤ پر تنبہ ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ گذشتہ عمر میں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے اخیر حج سے واپس ہوئے تو انھوں نے یہ پڑھا الحمد للہ ولا الہ الا اللہ یعطی من شاء ما یشاء۔ اور فرمایا میں اس جنگل یعنی ضجیان میں خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ بڑا سنگدل اور سخت آدمی تھا اگر میں کام کرتا تو مجھکو تھکا کر پشت کر دیتا تھا اور اگر میں کام میں کوتاہی کرتا تو مجھے مارتا تھا، اب میں صبح و شام ایسی حالت میں رہتا ہوں کہ میرے اور خدا تعالےٰ کے مابین کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جسکا مجھے خوف ہو۔ اور از انجملہ توکل ہے توکل کے معنی یہ ہیں کہ اُس شخص پر یقین کا غلبہ ہو جس کے سبب سے اسباب کی طرف سے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دور کرنے میں اُس کی کوشش سست ہوجائے مگر وہ شخص کسب کے اُن طریقوں پر چلتا ہے جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں لیکن وہ اُن پر اعتماد نہیں رکھتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ہم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربہم یتوکلون۔ میری اُمت سے ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ منتر کرواتے ہیں اور نہ بد فال نکلواتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں، اور پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے یہ اوصاف اس لئے بیان فرمائے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ توکل کا سبب ان اسباب کا چھوڑنا ہوتا ہے جن سے شارع نے منع فرمائی ہے نہ اُن اسباب کا چھوڑنا جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور یہ لوگ بلا حساب جنت میں اسلئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخل ہونگے کہ جب ان کے دلوں میں توکل کے معنی ثابت ہو گئے تو اس کے سبب سے اُن کے دلونمیں ایسے معنی پیدا ہوے جن کے باعث سے اُن اعمال کی سببیت جو اُن کے نفوس کو ایذا رسانی کرتے رہتے ہیں اُن سے دور ہو جاتی ہے کیونکہ اُن کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ بجز قدرت واجبی کے تمام جہان میں کوئی موثر نہیں ہے اور از انجملہ ہیبت ہے اور اُس کے یہ معنی ہیں کہ آدمی کو خدا تعالےٰ کے جلال اور اُس کی عظمت کا یقین ہو جس کے سبب سے خدا تعالےٰ کے سامنے وہ شخص گھبراتا ہے جیساکہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت پر ایک پرند جانور کو دیکھا تو فرمانے لگے خوشنودی ہو تیرے لئے خدا کی قسم میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں تجھ سا ہوتا تو درخت پر بیٹھتا اور اس کا پھل کھا کر اُڑ جاتا اور پھر نہ تجھ سے حساب ہے اور نہ تجکو عذاب ہے خدا کی قسم میں اس بات سے خوش ہوں کہ میں کسی سڑک پر ایک درخت ہوتا اور کسی اونٹ کا مجھ پر گذر ہوتا اور وہ مجکو اپنے منہ میں رکھ لیتا اور چبا کر نگل جاتا۔ پھر مینگنی کر کے پیٹ کے راستے سے نکالدیتا اور میں بشر نہ ہوتا اور از انجملہ حسن ظن ہے صوفیہ کے اصطلاح میں اُس کو اُنس کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یہ اُنس خدا تعالےٰ کے انعامات والطاف میں غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے جس طرح ہیبت خدا تعالےٰ کے انتقامات اور حکومت میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مومن اپنی نظر اعتقادی کے اعتبار سے خوف وامید کا جامع ہوتا ہے لیکن اُس کے حال اور مقام کے اعتبار سے لیبا اوقات اُس پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے اور لیبا اوقات حسن ظن کا اُس پر غلبہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عمیق کنوئیں کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے تو اُس کا بدن تھرانے لگتا ہے اگرچہ اُس کی عقل خوف کی مقتضی نہیں ہے جیساکہ خوشگوار نعمتوں کو نفس کا یاد کرنا انسان کو خوش کرتا ہے گو کہ اُنکی عقل اُس کے مقتضی نہیں لیکن ان دونوں حالتوں میں نفس کے اندر خوف وفرح سرایت کر جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسن الظن باللہ من حسن العبادۃ۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ حسن ظن حسن عبادت سے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار تبارک وتعالےٰ حکایتہً فرماتے ہیں انا عند ظن عبدی بی میرے بندے کو جیسا میرے ساتھ اُس کو گمان ہے میں اُس کے گمان کے ساتھ ہوں میرے نزدیک اُس کی یہ وجہ ہے کہ حسن ظن اُس کے نفس کو اس بات کا مستعد کر دیتا ہے کہ اُس کے پیدا کرنے والے کی طرف سے الطاف کا فیضان ہو۔ اور از انجملہ ایک تفرید ہے تفرید کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے قوا سے ادراکیہ پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ گویا خدا تعالےٰ کو ظاہر میں دیکھتا ہے پھر اس سبب سے نفس کی تمام باتیں مضمحل ہو جاتی ہیں اور اُن کی بھڑک بجھ جاتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سیروا سبق المفردون ہم الذین وضع عنہم الذکر اثقالہم۔ چلو تم سبقت کر گئے مفرد لوگ ہیں جنسے ذکر نے اُن کے بوجھوں کو اُٹھا دیا۔

میں کہتا ہوں جبکہ اُن کے عقول ذکر کے نور سے منور ہو جاتی ہیں اور اُن کے نفوس میں اطلاع الی الجبروت صورت منقش ہو جاتی ہے تو قوت بہیمی دبجاتی ہے اور اُس کا جوش کم ہو جاتا ہے اور اُس کا ثقل جاتا رہتا ہے اور از انجملہ اخلاص ہے اور وہ اس بات سے عبارت ہے کہ بسبب قربت ہونے اُس کے نفس کی حق تعالےٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اُس کی عقل میں خدا تعالےٰ کی عبادت کا نفع متمثل ہوجاتا ہے چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ان رحمتہ اللہ قریب من المحسنین کہ بلاشک خدا تعالےٰ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔ بالسبب تصدیق کے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر آخرت کے ثواب کا وعدہ کیا ہے پس بواسطہ ایک امر عظیم کے اُس سے اعمال پیدا ہوتے ہیں کہ اُس میں ریاء وسمعہ کو دخل نہیں ہوتا اور نہ موافقت عادت کو اور یہ حال تمام اعمال میں سرایت کرجاتا ہے۔ حتی کہ اعمال مباح عادیہ بھی بغیر اس حال کے نہیں صادر ہوتے ہیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور وہ اسی بات کے لئے مامور ہیں کہ دین کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات کہ اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ازانجملہ توحید ہے اور اس کے تین درجے ہیں پہلا اُن میں کا توحید عبادت ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شیاطین کی پرستش نہ کرے اور اُن کی عبادت کرنے سے وہ اتنا بیزار ہو جیسا کہ وہ آگ میں جانے سے بیزار ہے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ نہ قوت دیکھے اور نہ طاقت نیکی کی مگر خدا تعالےٰ کی طرف سے۔ اور یقین کرے اس بات کو کہ بلاواسطہ کائنات میں بجز قدرت وجوبیہ کے کوئی موثر نہیں اور جان لے اس بات کو کہ نسبت ان مسببات کے اسباب عادیہ کی طرف مجازاً ہے اور اس بات کا یقین کرے کہ مخلوق کے ارادہ پر اُس کا حکم غالب ہے۔ اور تیسرے توحید اس بات کی کہ خدا تعالےٰ مخلوقات میں سے کسی کے متشکل نہیں ہے اور نہ اُس کے اوصاف مثل اوصاف مخلوق کے جاننے اور ان باتوں کا سننا اُس کے لئے بمنزلہ مشاہدہ کے ہوجائے اور اُس کا قلب خود مطمئن ہوجائے کہ اُس کا مثل نہیں اور اُس کے متعلق شرع کے اخبار کو خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور سند کے معلوم کرے جو اُسی کے ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کی ذات سے اُن کا قیام ہے۔ اور ازانجملہ صدیقیت و محدثیت ہے اور ان کی حقیقت یوں ہے کہ امت میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد ذہین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو قوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اُس کو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے تو وہ شہید اور حواری ہے۔ اور قرآن مجید میں انہیں دونوں گروہوں کی طرف اشارہ ہے والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء۔ اور جو لوگ خدا تعالےٰ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی تو صدیقین اور شہداء ہیں اور صدیق و محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریب الاخذ ہوتا ہے جیسے گندک کو آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے۔ پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اُس کے نفس میں اس بات کے بے انتہا وقعت ہوتی ہے اور اُس کو دلی شہادت سے قبول کرلیتا ہے یہانتک کہ گویا اُس کا علم اُس کے نفس میں بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے اور اسی معنی کی طرف اشارہ ہے جملہ جو وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس کی آواز کی بھن بھناہٹ سنتے تھے اور صدیقؓ کے دل میں لامحالہ رسول کی محبت اُس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سے زیادہ درجہ ہے پس وہ شخص اپنے جان و مال کے ساتھ غمخواری کرنے اور ہر حال میں اُسکے ساتھ موافقت کرنیمیں رہتا ہے یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے حال سے خبر دیتے ہیں اس بات کی کہ اپنے مال اور محبت میں وہ شخص سب سے زیادہ احسان کرنیوالا ہے اور حتے کہ نبی صلعم نے اُسکے لئے گواہی دی تھی کہ اگر آدمیوں میں مَیں کسی کو خلیل پکڑتا تو صدیق اُس کا اہل تھا اور اُس کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس کی طرف سے صدیق کے نفس کی طرف انوار وحی کا درود پے در پے ہوتا تھا پھر جبکہ تاثیر و تاثر اور فعل اور انفعال مکرر ہوتا ہے اس سے لئے اُس کو فنا اور فدا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے اور جب کہ اُس کا کمال جو اُس کا غایت مقصود ہے آپ کی صحبت میں رہنے اور آپ کے کلام کے سُننے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ شخص بہ نسبت اور صحابہؓ کے آپ کی خدمت بابرکت میں زیادہ رہتا ہے۔ اور صدیق کی یہ علامت ہے کہ بہ نسبت اوروں کے خواب کی تعبیر میں اُس کو زیادہ مناسبت ہو کہ اُس کی سرشت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اول سبب سے امور غیبیہ کا اُس پر القا ہوتا ہے اور اسی سبب سے آنحضرت صلعم اکثر واقعات میں حضرت صدیقؓ سے تعبیر دریافت فرماتے تھے اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والا وہی ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لا[illegible]ہے اور محدث کے نفس کو علم کے بعض معادن پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہیں بہت جلد رسائی ہو جاتی ہے اور وہاں سے وہ شخص اُن چیزوں کے علوم کو اخذ کر لیتا ہے جن کو خدا تعالےٰ نے وہاں نبی صلعم کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم کے لئے مقرر کیا ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہنوز اُن علوم کے متعلق وحی نہیں نازل ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی خواب میں بہت سے اُن حوادث کا معائنہ کرتا ہے کہ ملکوت میں جن کے پیدا کرنے کا ارادہ کر دیا گیا ہے اور محدث کا خاصہ ہوتا ہے کہ بہت سے حوادث میں قرآن اُس کی رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خواب میں اس قسم کا معائنہ کرتے ہیں کہ اپنی سیر ہونے کے بعد آپ نے اُسے دودھ دیا ہے۔ اور صدیق سب لوگوں سے زیادہ خلافت کی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت الٰہی کا جو نبی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اُس کی نصرت اور تائید کا آشیانہ ہوتا ہے حتے کہ وہ شخص اس درجہ کو پہونچ جاتا ہے کہ نبی کی روح گویا اُس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب لوگوں کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کے لئے بُلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے اور خدا تعالےٰ نے تم لوگوں میں ایسا نور موجود کر دیا ہے جس سے تم رہبری حاصل کر سکتے ہو۔ خدا تعالےٰ نے محمد صلعم کو ہدایت کی اور ابو بکرؓ آپکے صاحب اور ثانی اثنین ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ اس بات کے قابل ہیں کہ تمہارے امور کے مالک ہوں لہذا اُن سے بیعت کرو صدیق کے بعد سب لوگوں سے زیادہ محدث خلافت کے قابل ہوتا ہے اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ ان دو شخصوں کی جو میرے بعد ہیں پیروی کرو ابو بکرؓ و عمرؓ اور اللہ پاک فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون۔ اور جو شخص کہ سچ کو لایا اور اُس کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں متقی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد کان فیما قبلکم محدثون

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فان یکن فی امتی احد فعمر۔ تم میں سے پہلے محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ہے تو عمر ہی عقل کے ساتھ جو حالات متعلق ہیں انا نجملہ انکے ایک تجلی ہے سہل فرماتے ہیں تجلی تین قسم کی ہوتی ہے تجلی ذات اور وہ مکاشفہ ہے۔ اور تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مواضع ہیں۔ اور تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اسکی چیزیں ہیں مکاشفہ کے معنی غلبہ یقین کے ہیں جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوجائے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور ماسوائے سے اسکو غفلت ہوجائے جیساکہ آپ نے فرمایا ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ۔ مگر آنکھوں سے مشاہدہ آخرت ہی میں ہوگا دنیا میں نہیں ممکن ہے؛ اور یہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ صفات الذات کی تجلی اسمیں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ بندہ خدا تعالیٰ کے ان افعال میں فکر کرے جو مخلوقات میں پائے جاتے ہوں اور اسکے صفات کو پیش نظر کرے اس کی وجہ سے قدرت الٰہی کا یقین اس پر غالب ہوجاتا ہے اور اسباب سے اسکو غیبت ہوجاتی ہے اور خوف اور تسبب کی صفت اس سے ساقط ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا علم جو اسکے ساتھ محیط ہے اسکا یقین اس شخص پر غالب ہوجاتا ہے جسکے سبب سے یہ شخص نہایت خضوع کی حالت میں مدہوش اور مرعوب رہتا ہے؛ جیساکہ آپ نے فرمایا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ اور یہ انوار کے مواضع ہیں بایں معنی کہ نفس اس حال میں انوار متعددہ کے ساتھ منور ہوتا ہے اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ کی طرف اس کو انقلاب رہتا ہے۔ بخلاف تجلی ذات کے کہ وہاں پر نہ تعدد ہے نہ تغیر۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت ذات کا اس طرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت اسباب خارجیہ کی صرف امر کن سے ذات واجبی سے تمام چیزیں اور تمام افعال اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہیں اور مواضع تو ان اشباہ مثالیہ نوریہ کا نام ہے جو عارف کو دنیا سے وقت غیبت حواس کے ظاہر ہوتے ہیں؛ اور تجلی آخرت کے یہ معنی ہیں کہ دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا بصیرت قلبی سے معائنہ کرے اور ان چیزوں کا ادراک اسکے نفس کے اندر اس طرح پیدا ہو کہ جس طرح بھوکے کو بھوک کی اور پیاسے کو پیاس کی تکلیف کا ادراک ہوتا ہے؛ اول کی مثال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کررہے تھے اس حالت میں ایک شخص نے انسے سلام علیک کی تو آپ نے اسکے سلام کا جواب نہ دیا۔ اس شخص نے ان کے بعض احباب سے شکایت کی؛ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس جگہ خدا تعالیٰ کا معائنہ کررہے تھے۔ اور یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فنا ہے کیونکہ لطائف ثلثہ میں سے ہر لطیفہ کے لئے ایک غیبت و فنا ہوتی ہے؛ عقل کی غیبت اور اس کی فنا خدا تعالیٰ کیساتھ مشغول ہونے کے سبب سے تمام چیزوں کی معرفت کا ساقط ہوجانا ہے اور قلب کی غیبت اور فنا غیر کی محبت اور غیر سے خوف کا ساقط ہوجانا ہے اور نفس کی غیبت اور فنا شہوات نفسانیہ کا ساقط ہوجانا اور لذائذ کے حاصل کرنے سے اس کا باز رہنا۔ اور دوسرے کی مثال وہ ہے جو حضرت صدیق اور اور جلیل القدر صحابہؓ نے فرمایا ہے الطبیب امرضنی۔ طبیب ہی نے تو مجکو بیمار کیا ہے۔ اور تیسرے کی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک سائبان کا معائنہ کیا جسمیں مشعلوں کی صورتیں دکھائی دیتی تھیں۔ اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص آپ کی خدمت میں سے اٹھکر شب تاریک میں چلے اور ان کے آگے آگے دو مشعلوں کی طور پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علٰحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل ہو گئی حتی کہ اُسکے ساتھ ہر ایک اپنے گھر آ گیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نجاشی کی قبر کے پاس روشنی معلوم ہوا کرتی تھی۔ اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ ایکمرتبہ حنظلہ اسیدی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تذکرنا بالنار والجنۃ۔ حنظلہ ربیع اسیدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ مجکو ملے اُنہوں نے فرمایا اے حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا اُنہوں نے فرمایا سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جب رسول خدا صلعم کے پاس ہوتے ہیں۔ تو بہشت و دوزخ کا حال آپ ہم سے بیان کرتے ہیں تو گویا ہم انکو آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں اور جب ہم آپکی خدمت میں سے چلے آتے ہیں تو اہل وعیال اور دنیا کے سامان میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں، تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ حال تو ہمارا بھی ہوتا ہے پھر میں اور حضرت ابو بکرؓ دونوں چلکر آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے سو میں نے عرض کی کہ اے رسول خدا صلعم حنظلہ تو منافق ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم آپکی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ہم سے جنت و نار کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہم اُسکو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب آپ سے علٰحدہ ہو جاتے ہیں تو اہل وعیال و سامانِ دنیا میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم کہ جان میری جسکے ہاتھ میں ہے اگر ہمیشہ تم اُس حال پر جو میرے پاس ہوتا ہے اور ذکر الٰہی میں رہتا ہے تو تمہارے بستروں پر اور تمہارے رستوں میں ملائکہ تم سے مصافحہ کیا کریں مگر اے حنظلہ کبھی کوئی وقت ہے کبھی کوئی وقت آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ احوال قائم و دائم نہیں رہتے۔ اور ایک مثال اسکی یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی خواب میں جنت و نار کا معائنہ کیا۔ از انجملہ فراست صادقہ اور خاطر مطابق للواقع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو کسی چیز کی نسبت یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوگا کہ میرا گمان اس کی نسبت یہ ہے مگر وہ چیز اُنکے گمان کے مطابق ہوتی تھی۔ اور از انجملہ رؤیا ء صالحہ ہے اور آنحضرت صلعم کو سائلین کے خواب کی تعبیر بیان کرنیکا اہتمام رہتا تھا یہانتک روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھی ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خدا تعالےٰ کو منظور ہوتا آپ اُسکی تعبیر بیان فرماتے۔ رؤیاء صالحہ سے ہماری مراد خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا جنت و نار یا صلحا اور انبیاء علیہم السلام یا مشاہد متبرکہ مثل بیت اللہ کے یا اگلے واقعات کا دیکھنا ہے۔ اور جسطرح وہ شخص دیکھتا ہے ویسا ہی اُس کا وقوع ہوتا ہے یا وقائع ماضیہ کا جسطرح نفس الامر میں اُن کا وقوع ہوا ہے دیکھتا ہے یا اس چیز کا دیکھنا جو اُسکے قصور پر تنبہ کرنیوالی ہو مثلاً اپنے غصہ کو مثل کتے کی صورت میں دیکھنا جو اُسکو کاٹ رہا ہے یا انوار کا دیکھنا یا کھانے پاکیزہ کا دیکھنا مثلاً دودھ کا پینا اور شہد اور گھی کا کھانا یا ملائکہ کا دیکھنا واللہ اعلم۔ اور از انجملہ نماز وغیرہ میں لذت وحلاوت کا حاصل ہونا اور وساوس نفسانی کا منقطع ہونا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلے رکعتین لا یحدث فیہما النفس غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جسنے دو رکعت نماز اسطرح پڑھی کہ اُس کے نفس میں وسوسہ نہ پیدا ہوا تو اُس کے سب پہلے گناہ بخشے گئے۔ اور از انجملہ محاسبہ ہے اور وہ اُس عقل سے کہ جو نور ایمانی سے منور ہے اور اس ارادہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمن پیدا ہوتا ہے جو قلب کا پہلا مقام ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت ہوشیار وہ شخص ہے کہ جس کا نفس اُس کے تابع ہو گیا اور بعد موت کے لئے بھی عمل کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ پڑھنے میں لوگوں سے فرمایا حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل ان توزنوا وتزینوا للعرض الاکبر علی اللہ تعالیٰ یومئذ تعرضون ولا یخفی منکم خافیۃ۔ اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنے نفسوں سے حساب لے رکھو اور پہلے اس سے کہ وزن کیا جائے تم انکا وزن کر رکھو اور خدا تعالیٰ کے سامنے جو بڑی پیشی ہونیوالی ہے اُسکے لئے آراستہ ہو کر بیٹھ جاؤ جس روز تم پیش کئے جاؤ گے تو کوئی بات تمہاری پوشیدہ نہ رہیگی۔ اور از انجملہ حیا ہے۔ یہ حیا اُس حیا کے غیر ہے جو نفس کے مقامات سے ہے اور خدا تعالیٰ کی عزت وجلال اپنے ادائے شکر سے عاجز ہونے اور اپنی بشریت کے ساتھ ملتبس ہونیکے ملاحظہ سے پیدا ہوتی ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہے کہ میں تاریک مکان میں غسل کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے حیا کے سبب سے سکڑ جاتا ہوں اور جو مقامات قلب کے متعلق ہیں انہیں کا پہلا مقام جمع ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ آخرت کا امر آدمی کو مقصود بالذات ومہتم بالشان ہو اور دنیا کے معاملات اُسکے روبرو ذلیل وخوار معلوم ہوں اور انکی طرف صرف اس سبب سے قصد والتفات ہو کہ وہ جسکے درپے ہے اس چیز تک اسکو وہ معاملات پہنچا سکتے ہوں اور یہ جمع اُسی مقام کا نام ہے جسکو صوفیہ ارادہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من جعل ہمہ ہما واحداً ہم الاخرۃ وکفاہ اللہ ہمہ ومن تشعبت بہ الھموم لم یبال اللہ فی ای اودیۃ ہلک۔ جو شخص اپنی فکر کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر کرے خدا تعالیٰ اُسکی فکر کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جس کو طرح طرح کے افکار ہوتے ہیں خدا تعالیٰ اُس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی جنگل میں ہلاک ہو۔ میں کہتا ہوں انسان کے ارادہ وہمت کو جو والہی کے دروازہ کو حرکت دیں دعا کی سی خاصیت ہے بلکہ وہ دعا کا مغز اور اُس کا خلاصہ ہے پس جب انسان کی ہمت مرضیات الٰہی کی طرف خالص ہو کر متوجہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ اُسکے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور جب اُس کی ہمت پختہ ہو جاتی ہے اور ظاہر وباطن میں عبودیت پر مداومت کرتا ہے تو اُس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اُس کے قلب میں خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس محبت سے صرف اس بات کے یقین ہی میں ترقی نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ مالک الملک ہے اور اُسکا رسول سچا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسکی خلق کی طرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت ایسی حالت کا نام ہے کہ جیسے پیاسے کو پانی کیساتھ اور بھوکے کو کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے یہ محبت ذکر الٰہی اور اُس کے جلال میں فکر کرنے سے عقل کے لبریز ہو جانے اور پھر عقل سے قلب کی طرف نور ایمانی کے مترشح ہونے اور قلب کے اس نور کو بذریعہ اس قوت کے جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ الیہ مما سواہما الحدیث۔ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوتی ہیں اسکو ایمان کی لذت وحلاوت معلوم ہوتی ہے وہ شخص جس کو خدا اور اُس کا رسول ان دونوں کے سوا سب سے محبوب ہو الخ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی وسمعی وبصری واہلی ومالی ومن الماء البارد۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبتک میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری ذات سے زیادہ تجھکو محبوب نہ ہوں اسوقت تک تو مومن نہیں ہے ۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے بلاشبہ آپ مجھکو اپنی جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ تر محبوب ہیں سو آپ نے فرمایا اے عمر اب تیرا ایمان کامل ہوگیا ۔ اور انس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ والدیہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کو اسکی اولاد اور باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبت فی الحقیقت لذت یقین کی عقل پر اور پھر قلب و نفس پر غالب ہونیکا نام ہے حتی کہ وہ قلب کی اُن خواہشوں کے قائم مقام ہوجاتی ہے جنکے نفس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش پھر جب یہ حال ہوجاتا ہے تو وہ محبت خالص ہوجاتی ہے جو مقامات قلب سے شمار کیجاتی ہے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ۔ جو شخص خدا تعالے سے ملنا چاہتا ہے تو خدا تعالے اُس سے ملنا چاہتا ہے ۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے مومن کے اُس میلان کو جو بارگاہ الٰہی کی طرف اسکو ہوتا ہے اور حجاب بدنی سے تجرد کے مقام کیطرف اُسکے اشتیاق اور طبیعت کی قید سے فضائل قدس کیطرف رہائی کے طالب ہونیکو جہاں وہ ایسی چیزوں سے متصل ہوتا ہے جو بیان میں نہیں آسکتیں اپنے پروردگار کیساتھ صدق و محبت کی علامت گردانا ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں جو شخص خدا تعالے کیساتھ خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اُسکو مانع ہوجاتی ہے اور تمام لوگوں سے اس شخص کو وحشت و نفرت ہوتی ہے ۔ میں کہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فرمانا آثار محبت کا پورا پورا بیان ہے پس جب ایماندار کو خدا تعالے سے پوری و کامل محبت ہوجاتی ہے تو اُسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خدا تعالے کو اُس سے محبت ہوجاتی ہے خدا تعالے کو اُس بندہ کے ساتھ محبت کرنے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ خدا تعالے اُس بندہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن اُس محبت کی حقیقت خدا تعالے کا اُس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے کہ جسکی وہ بندہ قابلیت رکھتا ہے پس جس طرح آفتاب سخت جسم کو بہ نسبت اور اجسام کے زیادہ تر گرم کر دیتا ہے اور آفتاب کا فعل واقع میں ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ اس فعل کے قبول کرنیوالوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اسلئے اُسکا فعل بھی مختلف اور متعدد ہوجاتا ہے اسی طرح خدا تعالے کو اپنے بندوں کے نفوس کیطرف باعتبار اُنکے افعال و صفات کی عنایت و توجہ ہے پس جو شخص اُنہیں سے صفات رذیلہ کیساتھ متصف ہو کر اپنے آپ کو بہائم کے شمار میں داخل کر لیتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اُسمیں وہ کام کرتی ہے جو اُسکی استعداد کے مناسب ہوتا ہے اور جو شخص اخلاق اور صفات فاضلہ کیساتھ اپنی ذات کو متصف کر کے ملاء اعلے کے شمار میں داخل ہوجاتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اُسکو منور اور مجلّی کر دیتی ہے حتی کہ وہ شخص حظیرۃ القدس کے جواہر میں سے ایک جوہر ہوجاتا ہے اور ملاء اعلے کے احکام اُسپر جاری ہوجاتے ہیں ایسے وقت میں وہ شخص محبوب الٰہی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالے نے اُس سے وہ معاملہ کیا ہے جو محب اپنے محبوب کو کرتا ہے اسوقت میں اُس بندہ کا نام ولی ہوجاتا ہے ۔ پھر خدا تعالے کو جو اس بندہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اُسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب سے بندہ پر بہت سے حالات طاری ہوتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنکو پورے طور سے بیان فرمایا ہے
ازانجملہ یہ ہے کہ وہ شخص ملاء اعلیٰ میں اور پھر زمین پر بھی مقبول ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا احب
اللہ تعالےٰ عبدا نادی جبرئیل انا احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل ثم ینادی جبرئیل فے السموات ان اللہ تعالےٰ احب فلانا
فاحبوہ فیحبہ اہل السموات ثم یوضع لہ القبول فے الارض۔ جب خدا تعالےٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو ندا فرماتا
ہے۔ کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُس کو دوست رکھ پھر جبرئیل بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں
پھر تمام آسمانوں پر جبرئیل ندا کر دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اُس کو دوست رکھو پس
تمام اہل السموات اُس کو دوست رکھتے ہیں پھر اُس کی قبولیت زمین پر ہوجاتی ہے۔ میں کہتا ہوں جب عنایت الٰہی
اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلیٰ میں اس محبت کا عکس پڑتا ہے جسطرح آفتاب کی روشنی کا عکس صاف آئینہ
میں پڑتا ہے پھر ملاء سافل کے دلوں میں اُسکی محبت کا القاء ہوتا ہے پھر اہل ارض میں سے جسمیں اس بات کی قابلیت ہوتی
ہے اُسکے دل میں اُسکی محبت کا القا ہوتا ہے جسطرح نرم زمین پانی کے حوض سے تری کو اخذ کر لیتی ہے ازانجملہ اُس کے
دشمنوں کا رسوا ہونا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے حکایۃً عن ربہ تعالےٰ فرمایا ہے من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ جو شخص میرے
ولی سے عداوت کرتا ہے پس میں اُسکو اعلان جنگ دیتا ہوں میں کہتا ہوں جب خدا تعالےٰ کی محبت کا عکس ملا اعلےٰ کے
نفوس پر جو بمنزلہ آئینوں کے ہیں پڑتا ہے پھر اہل ارض میں سے کوئی شخص اُسکی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلےٰ کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے
جسطرح ہم میں سے کسی کا قدم آگ کی چنگاری پر پڑ جائے تو اُسکی حرارت ہم کو محسوس ہوجاتی ہے اس مخالفت کے معلوم کرنے کے بعد ملاء اعلےٰ
کے نفوس سے شعاعیں نکلکر نفرت و عداوت کے طور پر اس مخالفت کرنے والے کو محیط ہوجاتی ہیں ۔ اس وقت میں وہ
شخص خوار و ذلیل ہوجاتا ہے اور زندگی اسپر تنگ ہوجاتی ہے اور ملاء سافل اور اہل زمین کے دلوں میں اس بات
کا القاء ہوتا ہے کہ اُس کیساتھ بری طرح پیش آویں خدا تعالیٰ کی لڑائی کے یہی معنی ہیں ٭ اور ازانجملہ یہ ہے کہ اس شخص
کی دعا مقبول ہوتی ہے اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حکایۃ عن اللہ تعالےٰ فرمایا ہے وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اُسکو
بلاشبہ دیتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو بلاشبہ پناہ دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ شخص خطیرۃ القدس
میں داخل ہوجاتا ہے جہاں سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے اور اس شخص کی دعا اور پناہ کی خواستگاری کرنا حظیرۃ القدس
کی طرف چڑھکر حکم الٰہی کے نازل ہونیکا سبب ہوتا ہے صحابہ کے آثار میں استجابت دعا کے باب میں بہت کچھ مروی
ہے ازانجملہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے ابوسعدہ پر یہ بددعا کی کہ بارخدایا اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے۔ اور
ریا و سمعہ کے طور پر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر بڑھاوے اور اس کی محتاجی زیادہ کر اور فتنوں کا اُس کو سامنا کر
پس جیسا انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا ٭ اور ایک مرتبہ حضرت سعیدؓ نے اروی بنت اُس پر یہ بددعا کی بارخدایا
اگر یہ جھوٹی ہے تو اُس کی آنکھیں اندھی کر دے اور اُسی کی جگہ اُس کو موت دے پس جیسا انہوں نے کہا تھا
ویسا ہی ہوا ٭ اور ازانجملہ نفس سے فانی ہونا اور حق کے ساتھ باقی رہنا ہے صوفیہ اُس کو غلبہ کون الحق علے کون العبد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تبارک وتعالےٰ فرمایا ہے ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا میں کہتا ہوں جب خدا تعالےٰ کا نور اس بندہ کے نفس کو باعتبار اسکی قوت عملیہ کے جو بدن کے اندر منتشر ہوا ہے ڈھک لیتا ہے تو اس نور کا ایک شعبہ اسکے تمام قوی میں پہونچ جاتا ہے جسکے سبب سے ان قواے میں ایسی برکات پیدا ہوجاتی ہیں جو مجرا سے عادت کے [illegible] خلاف ہوتی ہیں ایسے وقت میں وہ فعل ایک خاص نسبت کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے جیساکہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمے پس تم نے ان کو نہیں قتل کیا لیکن خدا تعالےٰ نے انکو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا۔ اور [illegible] جملہ یہ ہے کہ بعض آداب کے ترک کرنے سے مواخذہ کرکے اور آپ کی طرف بندہ کے رجوع کو قبول فرماکے اسکو متنبہ کردیتا ہے جس طرح ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مہمانوں کو ناخوش کردیا پھر انکو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کی طرف سے ہے پھر امر بالمعروف کیطرف انہوں نے رجوع کیا تو انکی کھانے میں برکت ہوئی۔ اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام اور ہیں یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں ان مقامات کا عکس ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے۔ جس طرح چاند کی روشنی کا اُس آئینہ میں عکس پڑتا ہے۔ جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل رکھا ہوا ہے پھر اُس آئینہ کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور محدثیت کے ہیں پھر اتنا ضرور فرق ہے کہ صدیقیت اور محدثیت کا محل انکے نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور انکا محل قوت عملیہ ہوتی ہے جو قلب سے پیدا ہوتی ہے اور وہ دونوں شہید وحواری کے کے مقام ہیں اور دونوں میں یہ فرق ہے کہ شہید کا نفس غصہ اور کفار پر شدت اور دین الٰہی کی مدد ملکوت کے مقامات میں سے کسی مقام سے قبول کرلیتا ہے جسمیں خدا تعالےٰ نے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ کر رکھا ہے اور وہاں سے رسول پر اُس ارادہ کا نزول ہوتا ہے تاکہ وہ رسول اس انتقام میں خدا تعالےٰ کے اسباب میں سے ایک سبب ہو پس ان لوگوں کے نفوس ایسے مقام سے اس ارادہ کو قبول کرلیتے ہیں جیساکہ محدثیت میں ہم نے ذکر کیا ہے اور حواری وہ شخص ہوتا ہے جس کو رسول سے خالص محبت ہوتی ہے اور مدت دراز تک صحبت میں رہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے

یاایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ الآیہ۔ اے ایمان والو ہوجاؤ خدا کے مددگار جس طرح عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہیں میرے مددگار خدا کی طرف بولے حواری ہم خدا کے مددگار ہیں الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو حواری ہونے کی بشارت دی ہے اور شہید اور حواری کی کئی قسمیں اور شعبے ہیں ایک اُمیں سے امین ہے اور ایک رفیق اور ایک نجیب ہے اور ایک نقیب ہے اور آنحضرت صلعم نے صحابہؓ کے فضائل میں ان امور میں سے بہت کچھ بیان کرکے مطلع فرمایا ہے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے [illegible] ہے ہر نبی کے لئے سات نجیب ورقیب ہوئے ہیں اور مجکو چودہ دئے گئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے اور جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبداللہ بن مسعود اور ابوذر اور مقداد۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے لیکون الرسول علیکم شہیدا وتکونوا شہداء علی الناس۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثبت احد فانما علیک نبی او صدیق او شہید۔ اے احد ٹھیر جا کیونکہ تیرے اوپر یا نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ اور منجملہ احوال قلب کے سکر ہے اور اسکے یہ معنی ہیں کہ نور ایمان اولاً عقل میں اور پھر قلب میں متشکل ہوکر دنیاوی معاملات کو دور کردے اور اس کے سبب سے انسان اُن چیزوں کو پسند کرنے لگے جن کو انسان مجرد طبیعت کے اعتبار سے ناپسند کرتا ہے پس وہ شخص اس شخص کے مشابہ ہوتا ہے جو نشہ کی حالت میں اور عقل وعادت کے طریقوں سے اُس کا حال بدلا ہوا ہو جیسا کہ ابوالدرداء نے فرمایا ہے چونکہ مجھکو اپنے رب کا اشتیاق ہے اسلئے موت مجھکو بہتر معلوم ہوتی ہے اور چونکہ مرض کے سبب سے میرے گناہ دور ہوجاتے ہیں اس لئے مرض مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ محتاجگی میں خدا تعالے کیساتھ تواضع ہوتی ہے اسلئے محتاجگی مجکو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور حضرت ابوذرؓ کے حالات میں مروی ہے کہ وہ بطبعہ مال کو برا جانتے تھے اور غناء وثروت سے اُن کو ایسی نفرت ہوتی تھی جسطرح کسی کو ناپاک چیزوں سے نفرت ہوتی ہے اور مجرد عادت بشریہ کا یہ نہیں ہے کہ ایسی چیزوں سے محبت اور ایسی چیزوں سے نفرت ہو مگر اُنپر یقین کا ایسا غلبہ تھا کہ مجرد عادت سے باہر ہوگئے تھے اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے اور غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک اُس خواہش کا غلبہ ہے جو نور ایمانی کے قلب میں داخل ہونیکے بعد پیدا ہوتی ہے اُس نور اور جبلت قلبی کے ملنے سے جھاگ کے طور پر خواہش نکلتا ہے جسکے مقتضی سے رکنا اُس شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا بخواہ وہ خواہش مقصود شرعی کے موافق ہو یا نہ ہو کیونکہ شرع بہت سے مقاصد پر مشتمل ہے جن کو اس مومن کا قلب احاطہ نہیں کر سکتا پس بسا اوقات اُس شخص کے قلب پر شدت رحمت کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع نے بعض مواضع میں اُس سے نہی فرمائی ہے! اللہ پاک فرماتا ہے ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ۔ اور نہ پکڑے تم کو ان دونوں کے ساتھ خدا کے دین میں نرمی۔ اور بسا اوقات اُس کے قلب پر بغض کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع کو بعض مواضع میں مہربانی کرنی مقصود ہوتی ہے مثلاً اہل ذمہ میں اُس غلبہ کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف میں ابولبابہ بن منذر سے مروی ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم سے آنحضرت صلعم نے بنی قریظہ کو مارنا چاہا تو بنی قریظہ نے ابی لبابہ سے مشورہ کیا ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلقوم پر اشارہ کیا جس سے ذبح ہونے کی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس بات سے نادم ہوئے اور اُنکو یقین ہوگیا کہ میں نے خدا تعالے اور اُس کے رسول کی خیانت کی ہے پھر وہ اسی حال میں چلے اور مسجد میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ جبتک خدا تعالے میرے اس فعل کی توبہ نہ قبول کریگا یہاں سے نہ ہٹونگا۔ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حمیت اسلام اُنپر اتنی غالب ہوئی کہ رسول خدا صلعم پر اعتراض کر بیٹھے یعنی جب آپ نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے مصالحت چاہی تو حضرت عمرؓ بپھر پڑے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر کہنے لگے کیا خدا کے رسول نہیں ہیں صلعم انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر حضرت عمرؓ نے کہا ہم مسلمان نہیں ہیں انہوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر انہوں نے کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے فرمایا ہاں ہیں انہوں نے کہا پھر ہم اپنے دین میں دنائت کو کیونکر گوارا کر سکتے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اے عمر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اپنے اوپر لازم پکڑو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خداتعالٰے کے رسول ہیں پھر انپر اس حالت کا غلبہ ہوا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ سے بھی وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا تھا اور آپ نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا اور آپ نے فرمایا کہ میں خداتعالٰے کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ہرگز اُسکے حکم کی مخالفت نہ کرونگا اور ہرگز وہ مجھ کو ضائع نہ کریگا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اُسدن سے میں نے اپنے اُس کلام کے خوف کے سبب سے برابر روزہ رکھنا اور صدقہ دینا اور ازاد کرنا اور نماز پڑھنا شروع کیا حتی کہ مجھے خیریت کی امید ہوئی۔

اور ابوطیبہ جراح سے مروی ہے کہ جب نبی صلعم کے انہوں نے پچھنے لگائے تو آپکا خون مبارک پی گئے حالانکہ شریعت میں یہ امر ممنوع ہے لیکن اُن سے غلبہ کی حالت میں ایسا ہو گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا کہ تو نے آگ سے بہت روک کر لی۔ اور ایک غلبہ اور ہے جو اس غلبہ سے زیادہ جلیل القدر اور زیادہ تر کامل ہے اور وہ خواہش الٰہی کا غلبہ ہے جو اُسکے قلب پر نازل ہوتی ہے اور اُسکے مقتضی کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا اور اس غلبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض نفوس مقدسہ سے اُسکے قوت عملیہ پر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے نہ قوت عقلیہ پر اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو نفس انبیاء علیہم السلام کے نفس سے مشابہت رکھتا ہے جب اُس میں علم الٰہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر اسکی قوت عقلیہ کو قوت عملیہ پر سبقت ہوتی ہے تب وہ علم فراست والہام ہوتا ہے اور اگر قوت عملیہ کو قوت عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم ارادہ یا نفرت ہوتا ہے اس کی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں مبالغہ کیا حتی کہ آپ نے دعا میں کہا میں تیرے عہد اور وعدہ کا تجھ سے سوال کرتا ہوں بارخدایا اگر تجکو اپنی پرستش کروانا منظور نہیں اتنا کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر کہا بس رہنے دیجئے پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ فرماتے ہوئے چلے سیھزم الجمع ویولون الدبر یعنی کفار کی جماعت بھگا دیجائیگی اور پیٹھ پھیر دینگے اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں خدا کی طرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ آنحضرت صلعم کو بدعا میں مبالغہ کرنے سے روکیں اور اُس سے باز رہنے کی رغبت دلائیں اور آنحضرت صلعم نے بھی اپنی فراست سے اس بات کو معلوم کر لیا کہ یہ خواہش خدا کی ہے اور خداتعالٰے کی مدد سے فتح کے طالب ہو کر اس آیت کو پڑھتے ہوئے وہاں سے چلے آئے۔

www.KitaboSunnat.com

دوسری مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی کی موت کے بیان میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب اُسکے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں لوٹ کر آنحضرت صلعم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم آپ اس کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس دن ایسا کہا تھا اور اُس دن ایسا کہا تھا حتی کہ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجکو چونکہ اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اختیار کر لیا اور آپ نے اُس کی نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی ولاتصل علے احد منہم مات ابدا۔ انمیں سے کوئی مرجاوے تو کبھی تو اُس کی نماز مت پڑھ حضرت عمرؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں مجھے اپنے اوپر اور رسول خدا صلعم پر اپنی جرات کرنے سے حالانکہ رسول خدا سب سے زیادہ واقف تھے تعجب آتا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان دونوں قسم کے غلبوں کا فرق خوب انکشاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے یعنی غلبہ اول میں اپنے آپ کو برابر روزے رکھنے اور صدقہ کرنے اور آزاد کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے؛ اور غلبہ ثانیہ میں یہ فرمایا کہ مجھے اپنے حال اور اپنی جرات پر تعجب ہوا ان دونوں کلمات میں جو کچھ فرق ہے دیکھنا چاہئے اور از انجملہ خدا تعالےٰ کی طاعت کا ماسوا پر اختیار کرنا اور اُس کے موانع کا دور کرنا اور جو چیزیں اُس کو طاعت الہٰی سے روکتی ہیں اُنسے بیزار ہونا جیساکہ ابو طلحہ انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ ایک کبوتر جنگلی اوڑا اور اِدھر اُدھر اُڑنے اوڑنا شروع کیا مگر درختوں کی ٹہنیاں اور پتے اسقدر گنجان تھے کہ اُس کو باہر جانے کا راستہ نہ ملتا تھا یہ بات اُنکو بہت اچھی معلوم ہوئی اور اس خیال میں اُن کو رکعتوں کی تعداد نہ یاد رہی تو انہوں نے اُس باغ کا صدقہ کر دیا اور از انجملہ خوف کا غلبہ ہے جس کے سبب سے آدمی کو رونا آجائے اور اُسکا بدن تھرانے لگے اور آنحضرت صلعم جب شب کو نماز پڑھتے تھے تو ہانڈی کے جوش کی طرح آپسے آواز محسوس ہوتی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سات شخصوں کے بیان میں جنکو خدا تعالےٰ اپنے سایہ کے نیچے اُسدن کہ بجز اُسکے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا داخل کریگا فرمایا ہے ورجل ذکر اللہ تعالےٰ خالیا ففاضت عیناہ اور وہ شخص جس نے خدا تعالےٰ کو خلوت میں یاد کیا اور اسکی آنکھیں بھر آئیں لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتے یعود اللبن فی الضرع - جو شخص خدا تعالےٰ کے خوف سے رویا ہے آگ میں نہ جائیگا جبتک کہ دودھ پستان میں لوٹ کر نہ آئے - اور حضرت ابوبکر صدیق بڑے رونے والے شخص تھے جب قرآن پڑھتے تھے انکی آنکھیں اُنکے اختیار میں نہ رہتی تھیں جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلعم کو جب یہ آیت پڑھتے سنا ام خلقوا من غیر شئی ام ہم الخالقون پس گویا میرا دل اوڑ گیا - اور وہ مقامات جو نفس کو نور ایمان کے اُسپر غالب ہونے اور اُس کی صفات خسیسہ کو صفات فاضلہ کے بدلنے کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہیں اُنمیں سے پہلا مقام یہ ہے کہ نور ایمانی اس عقل سے منور بحقائق حقہ ہو رہے ہیں نازل ہو کر قلب کیطرف آتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج اور اتصال پیدا کر کے اُسنے ایک مُنبّہ پیدا ہوتا ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے اور مخالف چیزوں سے اُس کو روکتا ہے؛ پھر اُن سے ایک ندامت پیدا ہوتی ہے جو نفس پر غالب ہو جاتی ہے اور اُسپر سوار ہو کر اُسکی باگیں پکڑ لیتی ہے پھر ان دونوں سے آئندہ زمانہ میں معاصی چھوڑنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور وہ عزم نفس پر غالب ہو کر شرع کے اوامر و نواہی سے اُس کو مطلع کر دیتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی - اور لیکن جس کسی نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونیکا خوف کیا اور نفس کو خواہش سے روکا پس بلاشبہ جنت میں ہی اسکا ٹھکانا ہو گیا میں کہتا ہوں اللہ پاک کا یہ قول من خاف عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر اُس نور کے قلب کی طرف نازل ہونے کا بیان ہے اسلئے کہ خوف کے لئے ایک ابتدا اور انتہا ہے ابتدا تو خدا تعالےٰ سے خوف اور اُس کے غلبہ کا معلوم کرنا ہے اور اُس کا محل عقل ہے اور اُسکا منتہی پریشانی اور اضطراب اور دہشت اور اُسکا محل قلب ہے اور ونہی النفس اسے اُس نور سے جو قوت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو رہا ہے نفس کی طرف نازل ہونے اور اُسپر غالب ہونے اور اُس کو روکنے اور پکڑنے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماتحت نفس کے مغلوب اور مقہور ہوجانیکا بیان ہے پھر عقل سے دوسری مرتبہ نورِ ایمانی کا نزول قلب کیطرف ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج وانقصال پیدا کرکے ان دونوں سے خدا تعالےٰ کیطرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار اور توجہ کا باعث ہوتی ہے اور استغفار کے سبب سے دل کا زنگ دور ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن اذا اذنب الخ۔ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے دلمیں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار کرلیتا ہے تب تو اُس کا دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ اور گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ پھیل کر قلب کے اوپر چھا جاتا ہے خدا تعالےٰ نے جو قرآن کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے اُس سے یہی مراد ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون میں کہتا ہوں وہ نقطہ سیاہ بہیمیت کی ظلمتوں میں سے ایک ظلمت کا ظاہر ہونا اور انوارِ ملکیہ میں سے ایک نور کا روشن ہونا ہے اور اس نقطہ کا صاف ہونا ایک روشنی ہے کہ نورِ ایمانی سے اُس کے نفس پر فائض ہوتی ہے اور ران بہیمیت کے غالب ہونے اور ملکیت کے بالکل پوشیدہ ہوجانیکا نام ہے۔ پھر بار بار نورِ ایمانی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور بار بار نفسانی وساوس دور ہوتے رہتے ہیں یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اُسکے مقابل میں ایک نور بھی نازل ہوتا ہے جو اُس باطل کو محو کرتا رہتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ضرب اللہ مثلا صراطا مستقیما وعن جنبی الصراط سوران فیھما ابواب مفتحۃ الخ خدا تعالےٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اُس راستہ کے یمین و یسار دو دیواریں ہیں اور اُن دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازہ ہیں اور اُن پر پردہ چھوٹے ہوتے ہیں اور اُس راستہ کے شروع میں ایک شخص پکارنیوالا ہے جو کہتا ہے راستے پر سیدے سیدے چلو اور ٹیڑے مت چلو اور اُس کے اوپر ایک اور پکارنیوالا ہے کہ جو کوئی شخص اُن دروازوں میں سے آنے کے لئے کھولنے کا قصد کرتا ہے وہ پکارنیوالا یہ آواز دیتا ہے افسوس اُس دروازے کو تو مت کھول اگر اُسکو کھولا تو تو اسمیں جا پڑیگا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی تفصیل کی اور بیان کیا کہ وہ راستہ تو اسلام ہے اور وہ کھلے ہوئے دروازے خدا کے محارم ہیں اور وہ پردے جو چھوٹے ہوئے ہیں وہ حدود الٰہی ہیں اور راستہ کے شروع پر جو پکارنیوالا ہے وہ قرآن عظیم ہے اور اُس کے آگے جو اوپر پکارنے والا ہے وہ خدا تعالےٰ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دلمیں موجود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ اُس راستہ میں دو پکارنیوالے ہیں ایک تو راستہ کے شروع پر اور وہ قرآن اور شریعت ہے کہ ہمیشہ بندہ کو راہِ راست کی طرف ایک رفتار و روش سے پکارتے ہیں اور ایک داعی اُس چلنے والے کے سر پر ہے جو ہر وقت اُس کی نگرانی رکھتا ہے یعنی جب وہ شخص کسی گناہ کا قصد کرتا ہے تو وہ داعی پیر چلا اُٹھتا ہے اور یہ داعی وہی ہوتا ہے جو قلب سے اُٹھتا ہے اور جبلت قلبی اُس نور سے جو عقل نور بنورِ ایمانی کی جانب سے قلب پر فائض ہے پیدا ہوتا ہے اور اُس کا حال اس چینگے کا سا ہے جو بار بار پتھر سے چمکتا ہے اور بسا اوقات خدا تعالےٰ کی طرف سے بعض بندوں پر یہ مہر ہوتی ہے کہ ایک لطیفہ غیبی پیدا کردیتا ہے جو اُس شخص کے اور اُسکی معصیت کے درمیان وہ حائل ہوجاتا ہے یہ لطیفہ غیبیہ وہی برہان ہے جس کی طرف خدا تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ۔ اور البتہ زلیخا نے یوسف کا اور یوسف نے زلیخا کا قصد کیا اگر نہ دیکھتا برہان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے رب کی، یہ سب مقام توبہ ہے اور سبب توبہ کا مقام کامل ہو جاتا ہے اور نفس کے اندر وہ ایک ملکہ راسخ ہو جاتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے جلال اور اُسکی عظمت کے پیش نظر رکھنے سے اس شخص کے قوائے مضمحل رہتے ہیں اور کسی چیز سے اسمیں تغیر نہیں آتا اور اُس کا نام حیا ہے اور لغت میں حیا کے معنی نفس کے اُن چیزوں سے باز رہنے کے ہیں جن کو عادت کے اعتبار سے لوگ معیوب جانتے ہیں مگر شرع نے لغت سے نقل کر کے حیا اُس ملکیہ کا نام رکھا ہے جو نفس کے اندر راسخ ہو جس کے سبب سے آدمی خدا تعالے کے روبرو ایسا گھلتا ہے جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور اُسکے سبب سے اُن خواطر کی جنکو مخالف چیزوں کیطرف میلان ہے تابعداری نہ کرے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحیاء من الایمان پھر آپ نے حیا کی تفسیر فرمائی ہے اور فرمایا جو شخص خدا تعالے سے کامل حیا رکھتا ہے تو اُس کو چاہئے کہ اپنے سر کو اور جو چیزیں سر کے اندر ہیں اُن کی حفاظت کرے اور اپنے شکم اور اُن چیزوں کی جو اس میں ہیں حفاظت کرے اور مر جانے اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے دنیا کی زینت کو چھوڑ دے جس شخص نے ایسا کیا وہ خدا تعالے سے پوری حیا رکھتا ہے میں کہتا ہوں عرف میں کبھی اُس انسان کو حیادار کہدیتے ہیں جو بسبب اپنے ذوق حیا کے بعض افعال سے اجتناب کرتا ہے اور کبھی صاحب مروت آدمی کو جو ایسی باتوں کا مرتکب نہ ہو جس سے لوگوں میں اُس کا چرچا پھیلے مرتکب نہیں ہوتا حیادار کہدیتے ہیں مگر اِن دونوں شخصوں کو اُس حیا سے جو مقامات میں شمار کیجاتی ہے کچھ حصہ نہیں ہے پس آنحضرت صلعم نے معنی مقصود کو ان افعال کے تعیین سے جو حیا سے پیدا ہوتے ہیں اور اُس کے سبب سے جو اُسکی حالت ہوتی ہے اور اُسکے مجاور سے جو اُسکو عادتاً لازم ہوتا ہے بیان فرما دیا۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ وہ شخص اپنے سر کی حفاظت کرے الخ اُن افعال کا بیان ہے جو اُس حیا کے ملکہ سے پیدا ہوتے ہیں جو مخالف چیزوں کے ترک کرنے کے قبیلہ سے ہے اور یہ فرمانا کہ وہ موت کو یاد کرے یہ نفس کے اندر حیا کے استقرار کا سبب بیان فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اُسمیں حیا کے مجاور یعنی زہد کا بیان ہے کیونکہ حیا زہد سے خالی نہیں ہوتی پس جب حیا انسان کے اندر قرار پا جاتی ہے تو نور ایمان بھی عقل سے قلب پر نازل ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے بعد ازاں نفس کی طرف نازل ہو کر تمام شبہات سے اُسکو روک دیتا ہے اور اسی کا نام ورع ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلال بین والحرام بین الحدیث۔ حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر ہے انکے مابین مشتبہ امور ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچ گیا اُسنے اپنا سامان اور دین بچا لیا اور جو شخص مشتبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا، اور یہ فرمایا ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ۔ جو چیز تجھکو شک میں ڈالے اُسکو چھوڑ کر اُسکو اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے، اور نیز فرمایا ہے لایبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ حذرا لما بہ باس بندہ متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچتا جبتک اُن چیزوں کو کہ جنمیں کچھ مضائقہ نہیں اُن چیزوں کے خوف سے جنمیں مضائقہ ہے نہ چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کبھی ایک مسئلہ میں دو وجہ متعارض ہو جاتی ہیں ایک وجہ اباحت کی ہوتی ہے اور ایک وجہ تحریم کی یا تو یہ تعارض شریعت سے اُس مسئلہ کے اصل ماخذ میں ہوتا ہے جیسے دو حدیثیں متعارض یا دو قیاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف ہوتے ہیں یا یہ تعارض حادثکی صورت کے اس اباحت وتحریم کے حکم کے ساتھ جو شریعت میں ثابت ہوا ہے مطابق کرنہیں ہوتا ہے پس ایسے وقت میں بندہ اور خدا تعالے کے مقابلہ میں اُسکے ترک کرنے اور ایسی چیز کے اختیار کرنے سے جسمیں شبہ نہیں ہے صاف ہوتا ہے۔ اور جب ورع کی صفت ثابت ہوجاتی ہے تو نور ایمان کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ اور ہیئت قلبی کے ساتھ وہ نور مخلوط ہوجاتا ہے اور پھر جو چیزیں حاجت سے زیادہ ہیں انہیں مشغول ہونیکی قباحت اُس کو خود ظاہر ہوجاتی ہے کیونکہ وہ چیزیں اُس شخص کو اُسکے مطلوب سے روکتی ہیں پھر اُس نور کا نفس کیطرف نزول ہوتا ہے اور ایسی چیزوں کیطرف سے نفس کو روک دیتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنی۔ آدمی کے اسلام کی خوبی اسمیں ہے کہ بیفائدہ چیزوں کو چھوڑ دے میں کہتا ہوں ماسوا کیساتھ مشغول ہونے سے نفس کے آئینہ میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے مگر جب چیزوں سے زندگی میں چارہ نہیں ہے اگر اس نیت سے کہ وہ چیزیں منزل مقصود تک اُس کو پہنچانیوالی ہیں انمیں مشغول ہو تو اُس کے لئے معافی ہے اور اُسکے سوا جتنی چیزیں ہیں تو خدا کا واعظ جو مومن کے قلب میں ہوتا ہے اُنسے باز رہنے کا حکم دیتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الزہادۃ فی الدنیا لیس بتحریم الحلال۔ الخ کہ دنیا کا زہد نہ حلال کے حرام کرنے کا نام ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے کا بلکہ دنیا کا زہد اس سے عبارت ہے کہ جو چیز تیرے پاس ہے اُسکا تجکو اُس چیز سے زیادہ بھروسہ نہ ہو جو خدا تعالے کے پاس ہے اور یہ کہ جب تجکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت کے ثواب کی طرف اگرچہ وہ مصیبت باقی رکھی جاوے تجکو مرغوب ہو میں کہتا ہوں زاہد کو کبھی دنیا میں ایسا غلبہ حاصل ہوتا ہے جو ایسے عقائد اور افعال پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ عقائد وافعال شرع کے اندر محمود ہیں اُن عقائد اور افعال سے جو محمود نہیں ہیں پھر آنحضرت صلعم نے زہد کے مواضع میں سے بیان کیا انکو جو شرع میں محمود ہیں اور جو غیر محمود ہیں پس جب کسی شخص پر حاجت سے زیادہ چیزوں میں مشغول ہونے کی قباحت ظاہر ہوجاتی ہے اور اُن چیزوں سے وہ ایسا بیزار ہوجاتا ہے جسطرح اپنے مقتضاء طبع کے اعتبار سے ضرر رسان چیزیں اُس کو ناگوار معلوم ہوتی ہیں اس کے سبب سے بسا اوقات وہ شخص اُن چیزوں میں تعمق کرنے لگتا ہے اور اُس کو اس بات کا اعتقاد ہوجاتا ہے کہ ظاہر شرع کے اعتبار سے خدا اُس سے مواخذہ کریگا۔ اور یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ شرع طبائع بشری کے دستور کے موافق نازل ہوئی ہے اور زہد ایک قسم کا طبیعت بشریہ سے باہر ہوجاتا ہے بلکہ وہ خاص اُسکے نفس کے لئے بنظر اسکے مقام کی تکمیل کے خدا تعالے کا حکم ہوتا ہے اور وہ تکلیف شرعی نہیں ہوتی اور بسا اوقات ایسی حالت میں وہ شخص اپنے مال کو ضائع کردیتا ہے یا دریاؤں اور پہاڑوں پر پھینک دیتا ہے اور یہ ایسا غلبہ ہے کہ شرع سے اُس کی صحت نہیں اور نہ شرع نے اس غلبہ کو احکام زہد کے ظاہر ہونے کا مقام گردانا ہے بلکہ شرع نے جسکو احکام زہد کے ظاہر ہونے کا مقام گردانا ہے وہ دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جو چیز حاجت سے زیادہ ہے اور اس شخص کو ہنوز حاصل نہیں ہوئی ہے تو وہ شخص اُس کے طلب کرنے کی زحمت نہ اٹھائے بلکہ خدا تعالے کے وعدہ پر اعتماد کرے جو دنیا میں اُس چیز کے پہونچنے اور آخرت میں ثواب کے ملنے کا کیا ہے دوسرے یہ کہ جو چیز اُسکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس سے ضائع ہو جائے یا ناحق اُسکے پیچھے نہ لگائے اور نہ اس کے لئے افسوس کرے بلکہ خدا تعالیٰ نے صابرین
اور فقراء کے لئے جو وعدہ فرمایا ہے اُس پر یقین کرے۔ اور معلوم کرو کہ نفس کی جبلت میں عشقوں کیطرف میلان داخل کیا
گیا ہے جبتک نور ایمانی کا اُسمیں ظہور نہ ہو ہمیشہ وہ اپنی فطری حالت پر قائم رہتا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام
فرماتے ہیں وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی - اور میں نہیں بری کرتا ہوں اپنے نفس کو بیشک نفس
برائی کا حکم کرتا ہے مگر جو میرا پروردگار رحم کرے پس مومن تمام عمر اپنے نفس کے ساتھ نور الٰہی کے اتارنے میں مجاہدہ کرتا
رہتا ہے اور جب کوئی نفسانی خواہش پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف ملتجی ہو کر اُسکے جلال اور عظمت اور فرمانبرداروں کے
لئے ثواب اور نافرمانوں کیلئے جو عذاب مقرر کیا ہے اُسکو یاد کرتا ہے اس سبب سے اُسکے قلب عقل میں حق کا خطرہ پیدا ہوتا ہے
اور باطل کے خطرہ کو دور کر کے کان لم یکن کر دیتا ہے مگر عارف میں اور سر نو توبہ کرنیوالے میں فرق عظیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دونوں خطروں کی مدافعت اور خطرہ حق کا خطرہ باطل پر غلبہ اگر نفس مطمئنہ اور اُس عقل کے ادب کے ساتھ مودب ہے
جو نور ایمانی سے منور ہو رہی ہے تو اُس نفس کا حق کے تابع ہونا اور اگر نفس عاصی اور منکر ہے تو اُسکی سرکشی کا بیان بخل اور
جود کے مسئلہ میں دو راہوں کے ساتھ جو ایک تنگ اور دوسری ٹھیک ٹھیک ہے بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ بخیل اور صدقہ
کرنیوالے کی مثال اُن دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے ہیں اور اُن دونوں کے ہاتھ سینہ اور گردن کی
طرف سکڑے ہوئے ہیں پس صدقہ کرنیوالا جب کوئی صدقہ کرتا ہے تب تو وہ زرہ پھیل جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنیکا
قصد کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ پکڑ لیتی ہے میں کہتا ہوں جس شخص کا نفس جبلت یا کسب کے
اعتبار سے مطمئنہ ہوتا ہے اور حق کا خطرہ ظاہر ہوتے ہی اُسکے نفس پر غالب اور اُسکا مالک ہو جاتا ہے! اور جس شخص کا
نفس نافرمان اور منکر ہوتا ہے تو حق کا خطرہ اُسمیں موثر نہیں ہوتا بلکہ اُس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن پاک
میں عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر نفس پر اُسکے نور کے فیض کا بیان اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے۔ ان
الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون - متقی لوگوں کو جب شیطان کیطرف سے پھرنیوالا چھو جاتا ہے
تو ہوشیار ہو جاتے ہیں پھر ناگاہ اُنکو سوجھ ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں شہوت نفسانی کے روزن سے شیطان کو انسان
کے باطن پر اطلاع ہو جاتی ہے اور اُس کے دل میں معصیت کی خواہش پیدا کر دیتا ہے پھر اُس شخص کو اپنے پروردگار
کا جلال یاد آجاتا ہے اور اپنی گردن اُسکے روبرو جھکا دیتا ہے تب تو اُس شخص کی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے اُسکا انبعاث
ہے پھر وہ نور قلب و نفس کیطرف ہو کر اُس خواہش کو دور کر دیتا ہے اور شیطان کو دفع کر دیتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ
فرماتا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و
اولئک ھم المھتدون میں کہتا ہوں انا للہ خطرہ حق کیطرف اشارہ ہے اور صلوات من ربھم ورحمۃ میں ان برکات کی
طرف اشارہ ہے جو صبر سے پیدا ہوتے ہیں یعنی نفس کی نورانیت اور اُسکو تشبیہ بالملکوت کا حاصل ہونا اور اللہ پاک
فرماتا ہے وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یومن باللہ یھد قلبہ الایۃ - اور نہیں پہونچتی کوئی مصیبت مگر خدا کے
حکم سے اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے خدا اُسکے قلب کو ہدایت دیتا ہے میں کہتا ہوں باذن اللہ میں تقدیر کیطرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشارہ ہے اور من یومن باللہ میں عقل سے قلب و نفس کیطرف خطرہ ایمانی کے نازل ہونیکا اشارہ ہے۔ اور منجملہ احوال نفس کی غیبت ہے اُسکے یہ معنی ہیں کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے غیبت ہو جائے جیساکہ عامر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو اور امام اوزاعی سے کسی نے کہا کہ ہم نے تمہاری باندی زرقا کو بازار میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ کیا وہ زرقا تھی اور منجملہ احوال النفس کے محق ہے اور وہ اس حالت کا نام ہے کہ آدمی کو کھانے اور پینے کا اتنی مدت تک دھیان نہ رہے کہ عادتاً ایسا نہیں ہوتا اُسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص کے نفس کو عقل کیجانب توجہ ہوتی ہے اور نور الٰہی سے اُسکی عقل لبریز ہو جاتی ہے اور اُس سے بڑھکر یہ ہوتا ہے کہ نفس کی طرف خدا کے نور کا نزول ہوتا ہے اور وہ نور اُسکے لئے خور و نوش کے قائم مقام ہو جاتا ہے چنانچہ سرور عالم صلعم نے فرمایا ہے میرا حال تمہارا سا نہیں ہے میں اپنے پروردگار کے پاس شب گذاری کرتا ہوں وہ مجھکو کھلاتا پلاتا ہے اور معلوم کرو کہ قلب عقل و نفس کے مابین ہے اسلئے تسامح کے طور پر تمام مقامات یا اکثر مقامات کو قلب کیطرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ بہت سی آیات و احادیث میں یہ استعمال میں آیا ہے پس یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور معلوم کرو کہ نفس سبعی اور قلب سبعی کی خواہشوں میں سے ہر قسم کی خواہش کے ساتھ نور ایمانی کو جو مدافعت ہوتی ہے اُسکا نام جدا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ان اقسام میں سے ہر ایک کے نام اور اُسکے وصف پر مطلع فرمایا ہے پس جب عقل کو خواطر حقہ کے روشن ہونے کا ملکہ اور نفس کو اُن خواطر کے قبول کرنیکا ملکہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک مقام کہلایا جاتا ہے مثلاً اگر پریشانی کے دفع کرنے کا ملکہ ہوتا ہے تو اُسکا نام مصیبت پر صبر کرنا ہوتا ہے اور اُسکی جگہ قلب ہے اور آرام اور فراغت کے مدافعت کے ملکہ کا نام اجتہاد ہے اور صبر بر طاعت ہے اور حدود شرعیہ کی مخالفت کی خواہش کے ساتھ موافقت کرنے کا ملکہ خواہ وہ مخالفت بطور کاہلی کے ہو یا اُن حدود کے اضداد کی طرف میلان کے اعتبار سے ہو بہر حال اس ملکہ کا نام تقویٰ ہے اور کبھی تقویٰ کا اطلاق لطائف ثلثہ کے تمام مقامات بلکہ اُن اعمال پر بھی آتا ہے جو اُن مقامات سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی اخیر استعمال کی طرف اُس آیت میں اشارہ ہے ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ اور حرص کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام قناعت ہے اور عجلت کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام تانی ہے اور غصہ کی خواہش کیساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام حلم ہے اور اُس کا مقام قلب ہے اور شہوت فرج کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام عفت ہے اور زبان زوری اور بیہودہ کلام کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام صمت اور عیٰ ہے اور غلبہ کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام خمول ہے اور محبت و عداوت وغیرہ میں تلون کی خواہش کی مدافعت کے ملکہ کا نام استقامت ہے، اور اسکے علاوہ بہت سی دواعی و خواہشیں ہیں اور اُنکی مدافعتوں کے نام جا بجا اس کتاب کے فن اخلاق میں آئنے بحث کیجائیگی۔

طلب رزق کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ جب خدا تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں اُنکی روزی مقرر کی اور زمین کی پیداوار سے اُنکے لئے انتفاع مباح کیا تو اب اُنمیں حرص و نزاع واقع ہوا۔ اسوقت میں خدائے پاک کا حکم یہ ہوا کہ کوئی شخص دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص سے اُس چیز میں جو اُسکے لئے مخصوص کی گئی ہے مزاحمت نکر سکے خواہ وہ اختصاص اسلئے ہو کہ اوروں سے پیشتر اُس شخص نے یا اُسکے مورث نے اِس چیز پر قبضہ کیا ہے یا کسی دوسری وجہ سے ہو جس کا لوگوں میں عذبا ہے بجز تبادلہ یا باہمی رضامندی کے جسکا مدار علم ہو فریب و دھوکہ کا اُسمیں دخل نہ ہو اور نیز چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور اُنکی روزی بغیر باہمی معاونت کے قائم نہیں ہوتی اس لئے خدا کیطرف سے معاونت کے واجب ہونیکا حکم نازل ہوا کہ انمیں سے کوئی شخص بدوں حاجت ضروری سے خالی نہ ہو اُس چیز سے جسکو تمدن میں دخل ہے اور نیز اصل ذریعہ اصول مباحہ کا جمع کرنا یا اموال مباحہ کی مدد سے اُس مال کا بڑھانا جیسے چرانے سے مویشی کی نسل کا بڑھانا اور زمین کی اصلاح اور پانی دینے سے زراعت کرنا۔ اور اس میں یہ شرط ہے کہ بعض لوگ بعض پر تنگی نہ کریں جس سے تمدن کا فساد لازم آئے لوگوں کے ال کا معاش سے بڑھنا ایک ایسی چیز ہے کہ بجز اُسکے شہر کے حال کا قائم رہنا یا تو ناممکن ہے یا دشوار ہے مثلاً ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر میں تجارت کا مال لاتا ہے اور ایک مدت معین تک اُس مال کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شخص اپنی کوشش و عمل سے دلالی کرتا ہے اور کوئی شخص مال کیلئے مثلاً ایک جدید اور پسندیدہ صفت پیدا کرتا ہے اور لوگونکے مال کی اصلاح کرتا ہے پس اگر مال کا بڑھانا اُس ذریعہ سے ہو کہ اُسمیں لوگوں کی معاونت کو دخل نہ ہو جیسے قمار بازی یا باہمی ایسی رضامندی سے ہو جسمیں مجبور ہونیکے معنی پائے جاتے ہوں جیسے سود میں کیونکہ آدمی تنگدست ہو کر اپنے اوپر اُس چیز کو لازم کر لیتا ہے جسکا ایفا نہیں کر سکتا اور اُسکی رضامندی حقیقت میں رضامندی نہیں ہے پس یہ عقود اسباب صالحہ اور پسندیدہ عقودوں کے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ اصل حکمت مدنیہ کے اعتبار سے یہ عقود باطل اور حرام ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احیی ارضا میتۃ فہی لہ۔ جو شخص کسی بنجر زمین کو بنا دے پس وہ اسی کی ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی اصل وہ ہے جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے کہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور فی الحقیقت اُس میں کسی کا حق نہیں ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے زمین اور زمین کی چیزوں سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا ہے لہذا لوگوں میں حرص پیدا ہوئی اور اسوقت میں یہ حکم دینا مناسب ہوا کہ کوئی شخص جس نے بلا کسی ضرر پہونچانے ایک چیز پر قبضہ کر لیا ہے اُس سے وہ چیز چھینی جاے۔ اور جب ایک شخص بنجر زمین کو جو شہروں اور نہ شہروں کے گرد ہے آباد کرے تو وہ شخص سب سے پیشتر اُسکا قابض ہوا اور کسی کی ضرر رسانی بھی اُسنے نہیں کی پس اُس شخص سے اُس زمین کو نکال لینا نامناسب ہے۔ اور تمام زمین فی الحقیقت بمنزلہ مسجد یا رباط کے ہے جو مسافروں کے لئے وقف کیجاتی ہے اور سب مسافر لوگ رباط میں شریک ہیں اور ہر قدم کو اپنے موخر پر تقدم ہے اور آدمی کے حق میں ملک کے معنی یہ ہیں کہ بنسبت دوسرے کے انتفاع کے ساتھ وہ شخص سزاوار ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عادی الارض للہ و رسولہ ثم ہی لکم منی۔ عادی زمین خدا اور اُسکے رسول کے لئے ہے پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہے معلوم کرو کہ عادی زمین اُس زمین کو کہتے ہیں کہ جسکے باشندے ہلاک ہو جاویں اور کوئی شخص دعوے اور مخاصمت اور اپنے مورث کے سبب سے پیشتر قبضہ کیساتھ حجت کرنیوالا باقی نہ رہا ہو پس ایسی حالت میں اس زمین سے بنی آدم کی ملکیت قطع ہوگئی اور وہ زمین خالص خدا تعالیٰ کی ملک ہوگئی اور اُس کا حکم اس زمین کا سا ہو گیا جو کبھی آباد نہیں ہوئی اس لئے کہ ملک کے معنی ہم بیان کر چکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لاحمی الا اللہ و رسولہ۔ کہ چراگاہ بجز خدا اور اسکے رسول کے کسی کی نہیں میں کہتا ہوں چونکہ گھاس کے رکھانے میں لوگوں پر تنگی اور ظلم اور ضرر رسانی ہے لہذا اُس سے نہی کی گئی اور آپ اس سے اسلیے مستثنے کئے گئے کہ خدا یتعالٰے نے آپکو میزان عدل عطا فرمائی تھی اور اس بات سے خدا یتعالےٰ نے آپکو محفوظ کیا ہے۔ کہ کوئی ناجائز بات آپ سے صادر ہو اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن امور کا مبنی احتمالات غالبہ پر ہوتا ہے انسے آپکی ذات مبارک مستثنے ہوتی ہے اور جن امور کا مبنی تہذیب نفس وغیرہ پر ہوتا ہے وہ امور آنحضرت صلعم اور آپکی امت پر برابر لازم ہوتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے سیل مہروزین یہ حکم دیا کہ جبتک ٹخنوں تک پانی پہونچے روک لیا جاوے پھر اوپر والا نیچے والے کو چھوڑ دے اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مخاصمت کے قصہ میں یہ فیصلہ کیا کہ اے زبیر پہلے تو اپنی زمین کو پانی دے دے پھر اسکو یہانتک روک لے کہ دیوار کی جڑ تک آجائے پھر اپنے جار کیلئے چھوڑ دے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اسمیں یہ ہے جب ایک مباح چیز میں لوگوں کے حقوق بہ ترتیب متعلق ہوتے ہیں لہذا واجب ہے کہ ہر شخص کیلئے جو کم از کم معتد بہ فائدہ حاصل ہو سکے اسکی مقدار میں بھی ترتیب کی رعایت کی جاوے کیونکہ اگر قریب کو مقدم نہ کیا جائے تو اسپر تحکم و ضرر رسانی ہے اور اگر درجہ بدرجہ ہر شخص کامل طور سے فائدہ نہ حاصل کرے تو حق نہیں حاصل ہوتا۔ اس اصل کے موافق اس حد تک پانی کے روکنے کا حکم دیا کہ ٹخنوں تک آجائے اور ٹخنوں تک اور جڑ دیوار تک قریب قریب ہے کیونکہ وہ دیوار تک پہونچنے کی شروع حد ہے اور جبتک پانی ٹخنوں سے نیچے ہے اسکو زمین جذب کر سکتی ہے اور دیواروں تک نہیں پہونچ سکتا۔

اور ایک مرتبہ آپ نے ابیض بن حمال ماربی کو نمک جو مارب میں تھا عطا فرما دیا پھر کسی نے آپ سے عرض کیا آپ نے تو اسکو بے انتہا مال عطا فرما دیا راوی کہتا ہے کہ آپ نے پھر اس سے واپس لے لیا میں کہتا ہوں بلاشک جو ایک کھلی ہوئی کان ہے اور اسمیں بہت محنت کی حاجت نہیں ہے مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لئے اسکے عطا کرنیمیں انکو ضرر رسانی اور تنگ کرنا ہے۔ اور آنحضرت صلعم سے کسی نے لقطہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا اسکی ظرف اور دہانہ بند کو شناخت کر پھر ایک برس تک اسکی شناخت کرا پس اگر اسکا مالک آجاوے تب تو بہتر ہے ورنہ تجھے اسکا اختیار ہے۔ پھر اسنے عرض کیا کہ پھر گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی مسلمان کی ہے یا بھیڑیے کی ہے پھر اسنے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا اس سے تجکو کیا مطلب ہے اسکے ساتھ اسکی مشک یعنی پیٹ اور اسکے قدم ہیں پانی پیگا اور درختوں کو کھائیگا یہانتک کہ اس کو اسکا مالک ملجائے اور جابرؓ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی وغیرہ کی اجازت دی ہے کہ کوئی اسکا اٹھا کر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ معلوم کر لقطہ کا حکم اسی کلیہ مذکورہ سے ماخوذ ہے پس جن چیزوں سے انکا مالک مستغنی ہو اور انکے گر جانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آوے یعنی حقیر چیز ہو تو اسکا ملک میں داخل کر لینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اسکا مالک وہاں موجود نہیں ہے اور نہ لوٹ کر وہاں واپس آسکتا ہے کیونکہ وہ چیز خدا یتعالےٰ کے ملک میں داخل ہو کر مباح ہو گئی اور اگر کسی قدر قیمتی چیز ہے جسکی انسان جستجو کرتا ہے اور اسکی تلاش کرنے کو واپس آجاتا

لقطہ ف

بکری ف

اونٹ ف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو ایسی چیز کا اعلان کرنا ضروری ہے چنانچہ ایسی چیزوں کی شناخت کرانے اور اعلان کرنیکا دستور جاری ہے اسوقت تک کہ اُسکے مالک کے واپس نہ آنیکا گمان غالب ہوجائے اور گم شدہ بکری وغیرہ کا پکڑ لینا مستحب ہے کیونکہ اُس نے اگر اسکو نہ پکڑا تو اُسکے ضائع ہونیکا احتمال ہے اور اونٹ وغیرہ کا پکڑنا مکروہ ہے اور معلوم کرو کہ ہر مبادلہ میں چند باتیں ضرور ہوتی ہیں ایک تو عاقدین اور ایک عوضین اور ایک وہ چیز جو عاقدین کے اس مبادلہ سے راضی ہونے پر ظاہری دلیل ہوتی ہے جو اُنکے منازعت کو قطع کرنیوالی اور عاقدین پر عقد کو لازم کرنیوالی ہوتی ہے عاقدین میں یہ شرط ہے کہ وہ دونوں آزاد و عاقل و نفع ونقصان کے پہچاننے والے اور اُس عقد کو بصیرت اور ثبات کے ساتھ کرنیوالے ہوں اور عوضین میں شرط ہے کہ وہ دونوں قابل انتفاع اور قابل رغبت ہوں اور لوگ اس قسم کے مال کیطرف حرص کرتے ہوں اور وہ مال اُن چیزوں سے نہ ہو جو ہر شخص کے لئے مباح ہے اور نہ اس قسم کا مال ہو کہ لوگوں کا اُسمیں قابل اعتبار فائدہ نہ ہوتا ورنہ وہ عقد اس قبیلہ سے نہ ہوگا جس کو خدا تعالے نے اپنی مخلوق کے لئے مقرر فرمایا ہے یا وہ عقد بیکار ہوگا یا اُسمیں کوئی ضمنی فائدہ کی رعایت ہوگی جس کا ظاہر میں ذکر نہیں پایا جاتا اور منجملہ مفاسد کے یہ ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنیوالا اس بات کا امید وار ہوتا ہے کہ جس چیز کا اُس نے ارادہ کیا ہے وہ اُسکو نہ ملیگی۔ پس وہ شخص ناامیدی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بلا کسی حق کے جو لوگوں کیساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے اور جس چیز سے عاقدین کی رضامندی معلوم ہوتی ہے اُسمیں یہ شرط ہے کہ وہ ظاہری امر ہو جس سے لوگوں کے سامنے مواخذہ کرسکیں اور اُس شخص کو بلا حجت قائم کئے زیادتی کرنیکا موقع نہ ہو اور اس باب میں زیادہ ظاہر چیز زبان سے تعبیر کرنا ہے اور پھر اس وجہ سے لین دین کرنا جسمیں شک باقی نہ رہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المتبایعان کل واحد منہما بالخیار علی صاحبہ ما لم یتفرقا الابیع الخیار۔ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جبتک وہ دونوں جدا نہ ہوں بجز بیع الخیار کے میں کہتا ہوں معلوم کرو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو ہر ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرسکے اور بیع کے رد کرنے میں ان دونوں کے اختیار کو دور کرسکے اور اگر ایسا امر قاطع نہ پایا جائے تو ہر شخص دوسرے کو ضرر پہونچا سکتا ہے، اور نیز وہ شے جسکے قبضہ میں ہے اسمیں اس خوف سے وہ تصرف نہیں کرتا کہ دوسرا اُسکا اقالہ نہ کرے اور اس جگہ ایک دوسرا امر ہے یعنی وہ لفظ جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور انکا عزم معلوم ہو اور وہ قاطع یہ لفظ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس قسم کے الفاظ ملطف اور قیمت کرتے وقت مستعمل ہوتے ہیں اسلئے کہ جبتک ایک مقدار کے ساتھ یقین نہ ظاہر کیا جاوے ان دونوں کا راضی ہونا ممکن ہے اور نیز لوگوں کی زبان ایسے وقت میں رغبت دلی کی صورت ہوتی ہے اور الفاظ میں باہم فرق کرنے سے حرج عظیم لازم آتا ہے، اور ایسے ہی جانبین سے دادوستد کرنا ہے، کیونکہ ہر شخص کو اپنے مطلوب کے لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے کہ اس چیز کو دیکھنے اور اسمیں تامل کرنے کے لئے خریدتا ہے اور ایک لینے کو دوسرے لینے سے فرق کرنا آسان ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ وہ قاطع پوشیدہ شے ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ زیادہ مدت مثلاً ایک روز یا اس سے زیادہ قاطع مقرر کیا جائے کیونکہ بہت سی چیزوں سے دن کے دن نفع لینا مطلوب ہوتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ قاطع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفرقِ مجلس گردانا جاوے کیونکہ اس بات کا دستور جاری ہے کہ عقد کیوقت عاقدین جمع ہوجاتے ہیں اور اسکی نرمی کے بعد جدا جدا ہوجاتے ہیں اور اگر تمام عرب وعجم کے ہر قسم کے لوگوں کا تفحص کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ ان میں اکثر تفرق کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور وظلم خیال کرتے ہیں اور تفرق سے قبل یہ خیال نہیں کرتے بارہا ایسا اگر جو شخص اپنی فطرت کو بدل ڈالے اور شرائع الہیہ کا نزول انہیں احکام کیساتھ ہوتا ہے جن کو نفوسِ عامہ دفعتًا قبول کرلیتے ہیں اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ انکو اس عقد میں نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر جلد چلے جاتے ہیں اور دوسرے عاقد کے اقالہ کرنے کو ناگوار سمجھتے ہیں اسمیں چونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے اس سے نہی فرمائی ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ ان یستقیلہ۔ انکو روا نہیں ہے کہ اقالہ کے خوف سے اپنے ساتھی کو چھوڑ کر چلا جائے پس ان دونوں کو لازم ہے کہ وہ دونوں اپنے حال پر قائم رہیں اور ہر شخص دوسرے کے سامنے جدا ہو، اور معلوم کرو مثلاً اگر دس ہزار انسان ایک شہر میں جمع ہوں تو سیاست مدنیہ کو انکے پیشوں سے بحث ہوتی ہے پھر اگر وہ لوگ کثرت سے صنائع اور سیاست بلد میں مشغول ہوں اور انہیں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے اور زراعت کے پیشہ میں مشغول ہوں تو دنیا کے اعتبار سے انکی حالت خراب ہوجائیگی اور اگر شراب اور بت بنانے کا پیشہ اختیار کریں تو اسمیں لوگوں کو ان چیزوں کے اس طور پر استعمال کرنیکی رغبت ہوگی جو ان کے استعمال کا دستور ہے اور اسمیں دین کے اعتبار سے ان لوگوں کی ہلاکت ہے، اور اگر پیشوں کے پیشہ وروں پر اس دستور کے موافق تقسیم کیجاوے جو حکمت کا مقتضی ہے اور جو لوگ برے پیشے کرتے ہیں انکو اس سے روکا جاوے تو لوگوں کی حالت درست ہوسکتی ہے اور اسی طرح شہروں کے خراب ہونیکی یہ صورت ہے کہ رؤسا کو تکلف تکلف نے لباس و مکانات وکھانے وحسین وجمیل عورتوں کیطرف رغبت دلائی جاوے اور علیٰ ہذا القیاس جتنی چیزیں ان تدابیر ضروریہ کے مقتضی ہیں جن کے بغیر آدمی کو چارہ نہیں ہے اور تمام عرب وعجم کا اُنپر اتفاق ہے ضروری ہیں طور طبیعیہ میں تصرف کرکے لوگ ایسے پیشے اختیار کریں جنسے رؤسا کی خواہشیں پوری ہوں مثلاً ایک قوم لڑکیوں کو ناچنا گانا اور حرکات متناسبہ لذیذہ کے سکھانے کیطرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑونکے اندر قسم قسم کے خوشرنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختوں کی صورتیں اور عجیب عجیب نقش ونگار بنانے کی طرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات میں عجیب وغریب صنعتیں نکالنے کیطرف متوجہ ہوں، اور کچھ لوگ بلند بلند مکان بنانے اور انکے نقش ونگار کرنیکا پیشہ اختیار کریں، پس جب لوگوں کی ایک جماعت کثیر ان پیشوں کی طرف متوجہ ہوگی تو ضرور ہے کہ اسی قدر زراعت وتجارت لوگوں سے متروک ہوجاویگی اور جب شہر کے لوگ ان باتوں میں وقت صرف کرینگے تو اسی قدر شہر کی مصلحتوں میں کوتاہی ہوگی اس کا انجام یہ ہوگا کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہیں ان کو اسمیں دقت ہوگی بسبب ٹکس مقرر ہونے کے یعنی کاشتکار وتجار واہلِ صنعت لوگوں کو اور اسمیں شہر کے لئے ضرر ہے جو اس کے ایک جزو سے دوسرے جزو تک متعدی ہوکر تمام شہر کو وہ ضرر عام ہوجائیگا جس طرح کتے کا ضرر اس شخص کے بدن میں اثر کرجاتا ہے جسکو کتا کاٹتا ہے! یہ جس قدر ہم نے بیان کیا دنیا کے اعتبار سے انکو ضرر پہونچنے کا بیان ہے اور کمالِ اُخروی کیطرف پہونچنے میں جو انکو ضرر پہونچتا ہے وہ مستغنی عن البیان ہے اور یہ مرض عجم کے ملک میں بکثرت پھیلا ہوا تھا لیکن خدا تعالےٰ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دلمیں اس بات کا القاء فرمایا کہ اس مرض کا مادہ بالکل قطع کرکے اُسکا علاج کیا جائے پھر آنحضرت صلعم نے اُن چیزوں کے غالب نشا کیطرف ملاحظہ فرمایا۔

بیع کے اُن اقسام کا بیان جس سے شرع میں ممانعت کیگئی ہے

معلوم کرو کہ جو شرع میں حرام اور باطل ہے اسلئے کہ وہ فی الحقیقت لوگوں سے مال کا چھین لینا ہے اور اُسکا مبنا اتباع جہل وحرص اور آرزوے باطل اور فریب پر ہے، یہ باتیں اُس شخص کو شرطوں پر آمادہ کرتی ہیں اور اُسکو تمدن و تعاون میں کچھ دخل نہیں ہے اور جس شخص کو نقصان پہونچتا ہے اُس شخص کا سکوت غصہ و ناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ شخص مخاصمت کرے تو اُسکی مخاصمت ایسی چیز میں پائی جاتی ہے جو اُس نے خود اپنی ذات پر لازم کی ہے اور قصداً اُسمیں پڑا ہے۔ اور دوسرے شخص کو اُسکا مزہ پڑجاتا ہے اور تھوڑے سے بہت کیطرف اُسکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بوجہ حرص کے وہ عیب اُس سے نہیں ترک ہوتا اور تھوڑی سی دیر میں اُسکو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے؟ اور جُوے کی عادت ڈالنے میں مال کا خراب کرنا اور جھگڑوں کا پیدا کرنا اور تدابیر مطلوبہ کا ترک کرنا اور معاونت سے جو تمدن کا دار مدار ہے اعراض کرنا ہے اور معائنہ کرنیکے بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے کہیں تم نے جواریوں کو ان باتوں سے خالی نہ دیکھا ہوگا اور اسی طرح سود ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ مقروض نے جتنا قرضہ لیا ہے اُس سے زیادہ یا بہتر کو ادا کرے یہ حرام و باطل ہے اس لئے کہ تمام مقروضوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کا قرضہ اپنی حاجت اور پریشانی کیوجہ سے تو لیتے ہیں لیکن حسب وعدہ اُس کا ایفا کرنے سے دو چند سہ چند ہوتا چلا جاتا ہے کہ اُس سے خلاصی کبھی ممکن ہی نہیں اور اسمیں مناقشات عظیمہ اور خصومات عامہ کا مظنہ ہے اور جبکہ مال کے بڑھانیکا اس طرح طریقہ و رسم ہوجاویگا تو اسکی وجہ سے کھیتیاں اور تمام صنعتیں متروک ہوجاوینگی جو تمام پیشوں کی جڑ ہیں اور سود سے زیادہ تمام عقود میں کوئی ایسا عقد نہیں ہے جو خصومت اور پیروائی میں اُس سے زیادہ ہو اور یہ دونوں پیشے بمنزلہ سکر کے ہیں کہ جو کمانے کے طریقے خدا تعالے نے اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائے ہیں اُنکو بیچ کو قطع کرتے ہیں اور ان دونوں میں برائی اور نزاع ہوتا ہے اور ایسے امور میں شارع کو اختیار ہوتا ہے یا تو اُن کے لئے کوئی حد مقرر فرما دے اور اس حد سے کم مقدار میں رخصت عطا فرمائے اور اُس حد سے زیادہ میں نہی کی تغلیظ یا بالکل اُس سے منع فرما دے اور جُوے وسود کی عرب میں عادت تھی اور انکے سبب سے بے انتہا قصے وجھگڑے پیدا ہوتے تھے اور ان دونوں میں تھوڑے سے بہت ہوجاتا تھا پس اس سے زیادہ مناسب اور سزاوار کوئی صورت نہ تھی کہ اُن میں برائی اور فساد کے حکم کی پورے طور پر رعایت کی جائے اور اُسکو برقرار رکھا جائے لہٰذا اُن دونوں سے بالکل نہی فرمائی جاوے اور معلوم کرنا چاہئیے کہ سود کی دو قسمیں ہیں ایک تو سود حقیقی دوسرے وہ جو حقیقی پر محمول ہے سود حقیقی تو قرض میں ہوتا ہے اور ہم اس بات کو بیان کرچکے ہیں کہ اُس میں معاملات کے موضوع کا بدلنا ہے اور ایام جاہلیت میں لوگ اسکے اندر نہایت منہمک ہورہے تھے اور اُسکے سبب سے بڑی بڑی لڑائیاں پھیل گئی تھیں اور جہاں کسی نے تھوڑا سا سود لیا پھر اُسکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت کی خواہش ہوتی تھی لہذا اس دروازہ کا بالکل بند کرنا واجبات سے ہوا اسلئے قرآن میں اُس کے باب میں جو کچھ نازل ہوا۔ اور دوسری قسم کا سود یہ ہے کہ خرید و فروخت میں زیادتی کے ساتھ میں لین دین ہو اور اسکی بحث یہ حدیث ہے

الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلفت ہذہ الاصناف فبیعو کیف شئتم اذا کان یدا بید ـ خرید و فروخت کرو تم سونے کو ساتھ سونے کے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہوں کو گیہوں سے اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارے کو چھوارے سے اور نمک کو نمک سے مثل کو مثل کے ساتھ برابر برابر دست بدست اور پھر یہ جنسیں مختلف ہوں تب جیسے چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست ہو۔ اسکا نام تاکید و تغلیظاً اور سود حقیقی کے مشابہت کے سبب سے ربا رکھا ہے جیسا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المنجم کاہن نجومی کاہن ہے اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث کے معنی بھی مفہوم ہو سکتے ہیں لا ربوا الا فی النسئۃ کہ نہیں ہے سود مگر قرض میں۔ پھر شرع کے اندر کثرت سے سود کا استعمال اس معنی میں آیا ہے حتیٰ کہ ربا کا لفظ ان معنی میں بھی حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اور حرام ہونیکے اندر حکمت یہ ہے کہ خدا کو نہایت عیش پسندی مثلاً حریر کا لباس پہننا ناپسند ہے اور علیٰ ہذا القیاس وہ ارتفاقات جنمیں طلب دنیا کے اندر منہمک ہونے کی حاجت پڑتی ہے جیسے سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا ان زیورات کا پہننا جو بڑے بڑے زیور ہیں اور گھڑ کر بنائے جاتے ہیں جیسے کنگن اور گوجری اور ہنسلی وغیرہ۔ اور کھانے پینے میں زیادہ تکلف کرنا کیونکہ یہ امور لوگوں کو اسفل السافلین میں گرا دیتے ہیں اور انکی فکروں کو تاریک رنگوں کیطرف پھیر دیتے ہیں اور رفاہیت فی الحقیقت ہر ارتفاق میں عمدہ چیز کی آرزو کرنے اور ناقص چیز سے اعراض کرنیکا نام ہے اور نہایت کامل درجہ کی رفاہیت یہ ہے کہ ایک ہی جنس میں جید و ردی کا لحاظ کیا جاوے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی زندگی کیلئے کسی نہ کسی قسم کی روزی اور کوئی نہ کوئی نقد ہونا ضروری ہے اور تمام اقسام کی قوت اور تمام اقسام کے نقود کیساتھ ایک ہی طرح کی احتیاج ہے اور دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے مبادلہ کرنا ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے کہ جنکے بغیر چارہ نہیں ہے اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ جو اسکی جگہ کافی ہو سکے مبادلہ کی حاجت نہیں ہے مگر باایں ہمہ لوگوں کے مزاج اور انکی عادات کا اختلاف اس بات کا موجب ہے کہ تعیش میں اُنکے وجہ مختلف و متفاوت ہوں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضہم بعضا سخریا۔ ہم نے انکی زندگی میں انکی روزی بانٹ دی ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کئے تاکہ انمیں بعض بعض پر تمسخر کریں۔ پس ان میں سے بعض لوگ چانول و گیہوں کھاتے ہیں اور بعض جو اور جوار اور بعض چاندی کا زیور پہنتے ہیں اور لوگوں کا باہم مثلاً چانول و گیہوں کی قسموں میں متمیز ہونا اور بعض کی بعض پر فضیلت اور اسیطرح سونے اور اُنکے دستور کے اقسام میں باریک باریک صنعتوں کا لحاظ کرنا اہل اسراف و عجمی لوگوں کا دستور ہے اور ان باتوں کا اہتمام کرنا فی الحقیقت دنیا میں غرق ہو جانا ہے پس مصلحت شرعی کا یہی مقتضیٰ ہوا کہ اس دروازے کو بند کیا جاوے اب فقہا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ ان چھ چیزوں کے سوا جنکی حدیث شریف میں تصریح آئی ہے اور چیزوں میں بھی سود جاری ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو چیز ان چھ مذکورہ میں سے کسی کے ساتھ ملحق ہے اسکی طرف بھی سود کا حکم جاری ہوتا ہے پھر اسکی علت دریافت کرنے میں باہم فقہا کے اختلاف ہوا اور قوانین شرعیہ کے اعتبار سے زیادہ تر موافق یہ ہے کہ سونے چاندی میں اسکی علت ثمنیت ہو مگر یہ علت انہیں دونوں کے ساتھ مختص ہے اور باقی چار میں اسکی علت یہ ہے کہ وہ شے اس قابل ہو کہ قوت کے لئے اس کو جمع کر سکیں اور نمک پروا اور مصالحوں کو قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ کھانے کو جسقدر نمک کیطرف حاجت ہے وہ حاجت کسی چیز کی طرف نہیں ہے بلکہ اس حاجت کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے پس نمک قوت کا جزو اور بمنزلہ قوت کے ہے بخلاف اور چیزوں کے۔ اور یہ علت ہمکو اسلئے معلوم ہوئی کہ شرع نے بہت سے احکام میں ثمنیت کا لحاظ کیا ہے مثلاً مجلس عقد میں تقابض البدلین کا ضروری ہونا وغیرہ اور اس لئے کہ حدیث شریف میں طعام کا لفظ بھی وارد ہوا ہے اور طعام کے عرف میں دو معنی آتے ہیں ایک تو طعام صرف گیہوں کو کہتے ہیں اور وہ یہاں مراد نہیں ہو سکتا اور دوسرے مطلقاً اس چیز کو طعام کہتے ہیں جو قوت کے لئے جمع کیا جاوے یہی سبب ہے کہ طعام کا لفظ میوہ جات اور مصالحہ کے مقابل آتا ہے اور مجلس عقد میں تقابض کے واجب کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ طعام و نقد کیطرف سب چیزوں سے زیادہ حاجت ہے اور سب چیزوں سے زیادہ ان کا لین دین ہے اور ان دونوں سے نفع جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب ان کو موجود سے معدوم اور ملک سے باہر کیا جاوے اور ربسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قبضہ کرتے وقت خصومت پیش ہوتی ہے اور بدل ہو چکتا ہے اور یہ سب جھگڑوں سے زیادہ قباحت پر مشتمل ہے لہذا ضروری ہوا کہ بانیطور اس باب کو مسدود کیا جاوے کہ عاقدین اس وقت جدا ہوں کہ جب دونوں کے پاس ثمن و مبیع پہونچ جاوے اور ان دونوں میں کوئی قصہ باقی نہ رہے اور شارع نے جو قبل از استیفار غلہ کے بیع سے منع فرمایا ہے اس کی علت بھی یہی ہے اور چاندی کو سونے سے بدلنے میں جو یہ فرمایا ہے الا تتفرقا بینکما شئی اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جبتک تم دونوں جدا نہ ہو اور تم دونوں میں کچھ بات باقی ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایکطرف نقد ہے اور ایکطرف غلہ وغیرہ ہے اسوقت میں تو نقد اس شے کے طلب کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ نقد ہونیکا مقتضے یہی ہے پس مناسب ہے کہ اس چیز کے لینے سے پہلے اسکو دیا جائے اور جب دونوں طرف نقد یا غلہ ہو تو اسوقت میں ایک کو پہلے دینے کا حکم تحکم قرار پائیگا اور اگر جانبین میں عوض و معوض کے ادا کرنے کا حکم نہ دیا جاوے تو وہ قرض کے قرض کی ساتھ بیع ہوگی اور ربسا اوقات بائع یا مشتری اس شے کے پہلے دینے سے بخل کرتا ہے لہذا عدل کا یہ مقتضی ہوا کہ ان دونوں اختلاف کو قطع کیا جاوے اور ان دونوں کو اس بات کا حکم دیا جاوے کہ جبتک تقابض نہ کرلیں جدا نہ ہوں اور غلہ اور نقد کو اس لئے خاص کیا کہ یہ دونوں تمام اموال کے اصل الاصول ہیں اور سب سے زیادہ انکا لین دین رہتا ہے اور ان دونوں کے ہلاک کرنے کے بعد انسان انسے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اگر ان دونوں کا لین دین بغیر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونیکا حکم دیا جائے تو ہرج عظیم لازم آتا ہے اور شبہ عذر کا نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونوں میں اس بات کی منع کر دی ہے معاملہ کی دقت پورے طور پر رفع ہوتی ہے اور معلوم کرو کہ اس قسم کا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگوں میں اس کا دستور جاری نہ ہو اور اس قسم کے لوگ عادی نہ ہوں یہ مقصود نہیں ہوتا کہ بالکل اس قسم کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ کا وقوع نہ پایا جائے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی سے فرمایا بع التمر ببیع آخر ثم اشتر بہ
چھواروں کو دوسری بیع سے فروخت کر پھر اس بیع سے خریدے اور معلوم کرو کہ بیع کے بعض اقسام ایسے ہیں جنمیں قمار
کے معنی پائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت باہم ایسی خرید و فروخت کیا کرتے تھے لہذا آپ نے اس بیع سے منع فرمایا۔
از انجملہ بیع مزابنہ ہے کہ کوئی شخص چھوارے کے سو فرق (۶) رطل کا ایک فرق سے درخت کا پھل خریدے اور از ان
میں سے بیع محاقلہ ہے اس کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو سو ٹکروں گیہوں کیساتھ فروخت کرے مگر عرایا آپ
نے اندازہ کر کے چھواروں کے ساتھ بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہوں انکی بیع کو درست فرمایا ہے اور عرایا ان
درختوں کا نام ہے کہ جو بعد فروخت ہونے باغ کے رہجاتے ہیں اس لئے آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنی مقدار
پر لوگ قمار کا قصد نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ تر چھوارے کھائیں اور پانچ وسق زکوٰۃ کا نصاب ہیں کہ جسکو ایک کنبہ
سال بھر تک کھا سکتا ہے اور از انجملہ یہ صورت بھی کہ مثلاً چھواروں کا ایک انبار ہے جسکا وزن معلوم نہیں ہے وہ ان
چھواروں کے ساتھ فروخت کئے جائیں جنکا وزن معلوم ہے اور از انجملہ بیع ملامستہ ہے اسکی یہ صورت ہے کہ ایک
شخص دوسرے کا کپڑا چھوئے تو بیع ثابت ہو جائے اور ایک منابذہ ہے اسکی یہ صورت ہے کہ بغیر دیکھے بھالے
ایک شخص اپنا کپڑا پھینک دے تو بیع ہو جائے اور از انجملہ بیع الحصاۃ ہے یعنی کنکری کے پھینکنے سے بیع ہو جائے
بیع کے ان سب اقسام میں قمار کے معنی اور موضوع معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اسلئے کہ معاملہ سے مقصود دیکھ بھال کر اس پر
استقلال کے ساتھ اپنی حاجت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور بیع العربان سے بھی آپ نے منع فرمایا ہے اسکی یہ صورت ہے
کہ مشتری بائع کو کچھ ثمن بیعانہ کے طور پر دیدے اور یہ مقرر ہو جائے کہ اگر میں بیع کو خرید نگا تب تو یہ اسکی قیمت میں مجرا
ہو جائیگا ورنہ بلا عوض یہ تمہارا رہا اور اسمیں بھی قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
تازہ چھواروں کو خشک چھواروں کے ساتھ خریدنے کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا خشک ہو جانیکے
بعد یہ کچھ کم ہو جاتے ہیں سائل نے عرض کیا ہاں تو آپ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے
کہ اسمیں بھی ایک قسم کے قمار اور سود حکمی کا احتمال ہے کیونکہ ایک شے کی تمامی کا مال معتبر ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے کہ وہ ہار جسمیں سونا اور خرمہرے ہوں فروخت نہ کیا جائے یہانتک کہ اس کو جدا جدا کیا جائے میں کہتا ہوں
اسکی یہ وجہ ہے کہ اسمیں ایک قسم کا جوا ہے اور احد العاقدین کے فریب کھانے کا احتمال ہے یا تو غصہ کھا کر سکوت کریگا
یا غیر حق میں نزاع کریگا، اور جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلعم عرب کے اندر ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ انکے اندر معاملات
اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی لہذا خدا تعالے نے آنحضرت صلعم کے پاس بعض معاملات و بیوع کے جواز کے اور
بعض کے مکروہ ہونے کیطرف وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار چند چیزوں پر ہوتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ وہ اس قسم
کی چیز ہے جو عادت کے اعتبار سے وہ چیز معصیت پر مشتمل ہوتی ہے یا لوگوں کو اس چیز سے جس قسم کا نفع حاصل کرنا مقصود
ہے وہ ایک قسم کی معصیت ہوتا ہے مثلاً شراب و بت و تنبورہ وغیرہ ہے پس ان چیزوں کی بیع کا دستور جاری کرنے
اور ان کے بنانے میں ان معاصی کا ظاہر کرنا اور لوگوں کو ان معاصی پر آمادہ کرنا اور نزدیک کرنا ہے اور ان چیزوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع و شرا کرنا اور انکا گھر وغیرہ میں رکھنا حرام کیا جائے تو اُن معاصی کو دور کرنا اور لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے
کہ وہ ان چیزوں سے اجتناب کریں۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام
خدا تعالے نے اور اُسکے رسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا فروخت حرام کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے
ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ خدا تعالے نے جس چیز کو حرام کیا تو اُسکے ثمن کو بھی حرام کیا یعنی جب ایک چیز سے نفع
اُٹھانے کا طریق متعین ہے مثلاً شراب صرف پینے کے لئے اور بت صرف پرستش کے لئے بنائے جاتے
ہیں پس خدا تعالے نے اُس چیز کو حرام کیا ہے اسلئے حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا کہ اُن کی بیع بھی حرام کیجائے اور
نیز آپ نے فرمایا ہے مہر البغی خبیث۔ اجرت زنا کی خبیث ہے اور آنحضرت صلعم نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا
اور آنحضرت صلعم نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں جس مال کے حاصل کرنے میں گناہ کی آمیزش
ہوتی ہے اس مال سے بدو وجہ نفع حاصل کرنا حرام ہے ایک تو یہ کہ اس مال کے حرام کرنے اور اس سے انتفاع
حاصل کرنے میں معصیت سے باز رکھنا ہے اور اُس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے میں فساد کا جاری کرنا اور
لوگوں کو اس گناہ پر آمادہ کرنا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی دانست میں اور انکی سمجھ میں ثمن مبیع سے پیدا ہوتا ہے لہذا ملاء اعلیٰ میں اس ثمن کیلئے
ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے گویا کہ وہ خود مبیع ہے اور اسی طرح اجرت کیلئے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے پس اس مبیع اور اُس عمل کی خباثت اُن کے
علوم میں اس ثمن اور اُس اجرت کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور لوگوں کے نفوس میں بھی اُس صورت علمیہ کا اثر ہوتا ہے اور
آپ نے شراب کے باب میں اُسکے نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لیجانیوالے اور جس کے پاس لیجاتا ہے
سب پر لعنت کی ہے میں کہتا ہوں معصیت کی اعانت کرنا اور اُسکا پھیلانا اور لوگوں کو اُسکی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت
اور زمین میں فساد برپا کرنا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے میں مثل مردار و خون و گوبر اور پاخانہ
وغیرہ کے نہایت قباحت اور خدا تعالے کی ناخوشی ہے اور اس کے سبب سے شیاطین کے ساتھ مشابہت پیدا
ہوتی ہے اور پاکیزگی اور خباثتوں سے اجتناب کرنا ان اصول میں داخل ہے جنکے قائم کرنے کیلئے آنحضرت صلعم کو
بھیجا گیا ہے اور جسکے سبب سے ملائکہ کیساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزہ لوگوں کو خدا تعالے پسند فرماتا ہے اور چونکہ
کسی قدر مخالطت مباح کئے بغیر بھی چارہ نہیں ہے اسلئے کہ بالکل اس باب کے مسدود کرنے میں لوگوں پر نہایت
دقت ہے لہذا اسیقدر ضروری ہوا کہ ان ناپاک چیزوں کے اختلاط کے ساتھ پیشہ اختیار کرنے اور انکی تجارت
کرنے سے نہی فرمائی جاوے اور جو ایسے لغو و بیہودہ کام ہیں جن سے حیا کیجاتی ہو انکو بھی نجاست کا حکم ہے جیسے گابن
کرانا اور اسی لئے آپ نے مردار کے بیع کو حرام کیا اور پچھنے لگانے کے پیشہ سے نہی فرمائی اور ضرورت میں آپ نے یہ
فرمایا ہے اطعمہ ناضحک میں اجرت سے اپنے اونٹ کی خوراک دیدے اور گابن کرانیکی اُجرت سے نہی فرمائی
ہے اور ایک روایت میں اونٹ کے گابن کرنے کا لفظ آیا ہے اور اگر بلا شرط کئے اُسکو کچھ دیدیا جاوے جسکے
پاس گابن کرنیکا جانور ہے تو آپ نے اس شخص کو اجازت فرمائی ہے اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقدین میں
عوضین کے اہتمام کے سبب سے قطع منازعت نہ ہو یا وہ عقد دو عقدوں میں سے ایک عقد ہو یا بغیر لینے بیع کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضا کا پایا جانا ممکن نہ ہو اور مبیع کو اس نے نہ دیکھا یا بیع کے اندر کچھ ایسی شرط لگائی جائے جس سے آئندہ کو محبت و نزاع کرنیکا موقع ہو اور آنحضرت صلعم نے مضامین اور ملاقیح کے بیع سے منع فرمایا ہے مضامین اُسکا نام ہے جو نرکی پشت میں ہو اور ملاقیح جو مادہ کی شکم میں ہو اور بچے کے بچے کی بیع اور قرض کے ساتھ بیع کرنے اور ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع کیا ہے مثلاً ایک چیز کو بایں طور فروخت کرے کہ اگر نقد لیتا ہے تو ایک ہزار کو اور اگر قرض لیتا ہے تو دو ہزار کو کیونکہ ایسی صورت میں عقد کے وقت ان دو امر میں سے کسی امر کی تعیین نہیں پائی جاتی ہے اور بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ اُسکی یہ صورت ہے کہ مشتری بائع سے یوں کہے کہ میرے ہاتھ اس چیز کو بعوض ہزار روپیہ کے فروخت کر بشرطیکہ فلان چیز کو اتنی قیمت سے فروخت کرے اور یہ ایسی شرط ہے کہ شرط کرنیوالا عقد کے بعد اُس کے ساتھ محبت یکر کے مخاصمت کرسکتا ہے۔ اور از انجملہ ایک صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے شرط کرے کہ اگر تو اس مبیع کو کبھی فروخت کرے تو میں اُسکے خریدنے کا حقدار ہوں۔ اور حضرت عمرؓ نے ایسی بیع میں یہ فرمایا ہے لاتحل لک۔ یعنی تیرے لئے حلال نہیں ہے اور اگر کسی اور کیلئے یہ شرط کرے تو وہ بھی اُسی قبیلہ سے ہے اور آنحضرت صلعم نے مبیع میں سے کسی چیز کے مستثنیٰ کرنے سے جبتک معلوم نہ ہو نہی فرمائی ہے مثلاً کوئی شخص کسی چیز کے دس ٹوکرے فروخت کرے اور بلا تعیین اسمیں سے کچھ مستثنیٰ کرے کیونکہ اُسکے اندر جہالت پائی جاتی ہے جو منازعت کا منشا ہے اور ہر جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے کیونکہ بہت سے امور بیع میں مجہول چھوڑ دیے جاتے ہیں اور اگر تمام امور کی تفصیل کی جائے تو اسمیں ضرر عظیم ہے بلکہ وہ جہالت بیع کو فاسد کرتی ہیں جسکا انجام منازعت ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ اس بیع سے کوئی دوسرا معاملہ مقصود ہو کہ وہ بائع یا مشتری بیع کے ضمن میں یا اُسکے ساتھ اس معاملہ کا امیدوار ہو اسلئے کہ اگر وہ مقصود حاصل نہ ہو تو اُسکو وہ نہ طلب کرسکتا ہے نہ سکوت کرسکتا ہے اور ایسی بات خواہ مخواہ ناحق خصومت کا باعث ہوتی ہے اور قاضی اُنہیں پورا پورا فیصلہ نہیں کرسکتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لایحل بیع وسلف ولا شرطان فی بیع مثل ان تقول بعت ہذا علی ان تقرضنی کذا۔ یہ درست نہیں کہ بیع بھی ہو اور قرض بھی اور نہ دو شرطیں ایک بیع میں درست ہیں مثلاً بائع کہے کہ اس چیز کو میں نے اس شرط پر فروخت کیا کہ تو مجھے اسقدر قرض دے اور دو شرطوں کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو حق بیع کا شرط کرنا اور ایک کسی خارجی چیز کا شرط کرنا۔ مثلاً یہ شرط لگائی کہ مجکو فلاں چیز ہبہ کردینا یا فلاں شخص سے میری سفارش کردینا یا اگر تو کبھی اس چیز کو فروخت کرے تو میرے ہی ہاتھ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس پس ان سب صورتوں میں ایک عقد کے اندر دو شرطیں پائی گئیں اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جائے مثلاً مبیع ایسی چیز ہے جو بائع کے پاس موجود نہیں ہے بلکہ وہ کسی دوسرے شخص پر اُسکا حق ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جبتک وہ شخص اپنے مقدمہ کو قاضی کے ہاں پیش نہ کرے یا بینہ قائم نہ کرے یا اُسکے ملنے کے طریقہ میں کوشش نہ کرے یا اُسپر قبضہ نہ کرے اور اُسکی ناپ تول نہ کرلے جبتک وہ چیز اُسکو نہیں ملسکتی اسلئے کہ اسمیں ایک قبضے کے اندر دوسرے قبضے کے پیدا ہونے یا قریب بے پائے جانے اور مقصود کے حاصل نہ ہونے کا احتمال ہے اور جو چیز تیرے پاس موجود نہیں ہے تو تجکو اس بھروسہ پر نہ رہنا چاہیئے کہ بغیر کوشش کے تجکو وصول ہوجاویگی اور بسا اوقات مشتری بائع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیع پر قبضہ کرنیکا مطالبہ کرتا ہے اور وہ مبیع اُسکے پاس موجود نہیں ہوتی تو وہ بائع اُس شخص سے اُس چیز کا مطالبہ کرتا ہے جس پر اُسکا حق ثابت ہوتا ہے یا جنگل کو شکار کرنے جاتا ہے یا بازار میں خریدنے کا قصد کرتا ہے یا اپنے کسی دوست سے ہبہ کے طور پر طلب کرتا پھرتا ہے اور اسمیں بڑے جھگڑوں وقصوں کا پیدا کرنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا تبع مالیس عندک۔ جو چیز تیرے پاس موجود نہیں ہے اُسکو فروخت مت کر اور بیع الغرر سے بھی آپ نے نہی فرمائی ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ اسمیں مبیع کے موجود ہونے یا نہ ہونے اور ملنے و نہ ملنے کا یقین نہ ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یستوفیہ۔ جو شخص غلہ کو خریدے تو جبتک اُسپر قبضہ نہ کرے اُسکو فروخت نہ کرے بعض کے نزدیک یہ حکم غلہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اموال کے جملہ اقسام میں غلہ کا لین دین اور اسمیں حاجت زیادہ ہے اور جبتک اُسکو ہلاک نہ کیا جاوے انسان اُس سے منتفع نہیں ہوسکتا اور جبتک مشتری نے اسپر قبضہ نہیں کیا ہے تو بسا اوقات بائع کا اُسمیں تصرف کرنے اور قبضہ کے اندر قضیہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض کے نزدیک تمام منقولات میں یہ حکم جاری ہے کیونکہ سب میں تغیر ونقصان کے پیدا ہونے اور خصومت کے پائے جانے کا احتمال ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ہر چیز کو مثل غلہ کے سمجھتا ہوں اور ہم نے جو علت بیان کی ہے اُسکے لحاظ سے یہ قول قریب قیاس ہے اور ازانجملہ کراہت کی صورت ایک یہ ہے جسمیں اُن منازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں واقع ہو چکے ہیں اور آپ کو اُن میں مناقشات کا احتمال غالب معلوم ہوا ہے جیسے زید بن ثابت نے بیان کیا ہے کہ جب پھلوں کو کسی قسم کی آفت عارض ہوا کرتی تھی تو خریدنیوالے بعد کو نزاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پھل گل گئے اور گر پڑے لہذا آنحضرت صلعم نے پھلوں کے بیع سے جبتک اُنکا سالم رہنا ظاہر ہو جانے منع فرمایا ہے مگر جس صورت میں فی الحال درختوں سے پھل کا توڑ لینا شرط کر لیا جاوے اسی طرح غلہ کے بال سے جبتک کہ پختہ ہو کر سفید اور آفت سے محفوظ نہ ہو جائے اُسکی بیع سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ دیکھو تو اگر خدا تعالے نے اُس پھل کو روک دے تو تم میں سے کوئی شخص کس چیز کے بدلے اپنے بھائی کا مال لیگا یعنی اسمیں دھوکہ ہے کیونکہ ایسے وقت میں مبیع کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے پس بائع کو مبیع سپرد نہ ہو سکیگا اور ثمن اُس کے ذمہ لازم ہو جائیگا اور اسی طرح برسوں کے لئے ٹھیکہ دینا منع ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اسمیں شہر کے انتظام میں نقصان آتا ہو اور بعض کو بعض سے ضرر پہونچتا ہو ایسی چیز کو دور کرنا اور لوگوں کو اُس سے روکنا واجب ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا تلقوا الرکبان لبیع ولا یبع بعضکم علی بیع ولا یسیم الرجل علی سوم اخیہ ولا تناجشوا ولا یبع حاضر لباد بیع کے لئے تلقی رکبان مت کرو اور نہ تم میں سے بیع پر بیع کریں اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت کرتے وقت قیمت کرے اور نہ بخش کرو اور نہ کوئی شہری قریہ والے کے لئے فروخت کرے۔ میں کہتا ہوں کہ تلقی رکبان کی تو یہ صورت ہے کہ جب باہر سے سوداگر تجارت کا مال بھر کر لاویں اور شہر میں داخل ہونے اور نرخ معلوم کرنے سے پیشتر کوئی شخص باہر ہی باہر اُن سے ملکر شہر کے نرخ کے اعتبار سے ارزانی کے ساتھ وہ مال اُنسے خریدے اور اسمیں بائع کا بھی ضرر اور عامہ لوگوں کا بھی ضرر ہے بائع کا تو یہ ضرر ہے کہ اگر وہ بازار میں آتا تو کسیقدر گرانی کے ساتھ فروخت کرتا لہذا اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع میں اگر بائع کو اپنے ضرر پر آگاہی ہو جاوے تو اسکو بیع کے رد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور عامہ لوگوں کا یہ ضرر ہے کہ اس تجارت میں سب شہر والوں کا حق متعلق ہو گیا ہے اور مصلحت مدنیہ کا مقتضی یہ ہے کہ جسکو جسقدر ضرورت ہے اسی قدر ترتیب اسکو مقدم کیا جائے اور اگر حاجت میں برابر ہوں تو انہیں برابری کی جائے یا قرعہ اندازی کیجاوے۔ پس بالا ہی بالا ایک شخص کو بلا ترجیح اس مال کے لے لینے میں ایک قسم کا ظلم ہے مگر شہر والوں کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس شخص نے ان لوگوں کے مال کا کچھ نقصان نہیں کیا اسنے صرف یہ کیا ہے کہ جس چیز کی ان کو امید تھی وہ چیز اسنے اُنسے روک لی اور بیع پر بیع کرنیمیں اپنے ساتھ کے تاجروں کا تنگ کرنا اور انکے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بائع اول کا حق متوجہ ہو چکا ہے اور اُس کے رزق کی صورت نکل آئی ہے اُس صورت کا بگاڑنا اور اسکے معاملہ میں دخل دینا ایک قسم کا ظلم ہے اور اسی طرح دوسرے شخص کے قیمت لگاتے وقت قیمت لگانے میں خریداروں کو تنگ کرنا انکے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بہت سے مناقشات اور عداوتیں ان دو باتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور نجش اسکو کہتے ہیں کہ بلا قصد خرید کے مبیع کے مشتریوں کو فریب میں ڈالنے کے لئے قیمت بڑھا دینا۔ اور اسمیں جسقدر ضرر ہے ظاہر ہے اور بیع شہر والے کی گاؤں والے کے لئے اسکی یہ صورت ہے کہ گانوں والا اپنے مال کو لاکر شہر کی طرف اس ارادے سے کہ اسی دن کے نرخ سے بیچنے لاوے پس اسکے پاس شہر والا آوے اور یہ کہے کہ اپنے مال کو میرے پاس چھوڑ دے یہانتک کہ اسکو کچھ دنوں روک کر بنرخ گراں فروخت کرونگا اور اگر گانوں والا خود اسکو فروخت کرتا تو بنرخ ارزاں فروخت کرتا اور نفع شہر کا اسمیں ظاہر ہے اور اسکو بھی نفع ہوتا اسلیئے کہ تاجروں کے نفع اٹھانے کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنوں روک کے اپنے مال کو بہ نرخ گراں فروخت کریں ان لوگوں کے ہاتھ جنکو اس مال کی نہایت حاجت ہے اور حاجت کے مقابلہ میں جو کچھ قیمت وہ دیتے ہیں وہ انکو کم معلوم ہوتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا نفع لیکر اس مال کو فروخت کریں اور پھر جلدی سے تجارت کا اور مال لاکر اسمیں بھی نفع اٹھائیں وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ انتفاع شہر کی مصلحت کے ساتھ مناسب تر اور برکت کے اعتبار سے اکثر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتکر فھو خاطیٔ جو تجارت کے مال کو روکے پس وہ گنہگار ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون۔ لانیوالا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون۔ میرے نزدیک اسکی یہ وجہ ہے کہ بامید نفع کے اور باوجود حاجت اہل شہر کے اسکی طرف صرف گرانی نرخ اور زیادتی ثمن کے اعتبار سے روکنا مال کا شہر والوں کے حق میں ضرر اور بدنظمی شہر کا سبب ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ مشتری کو اس میں فریب دینا ہو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعھا بعد ذلک فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من تمر ویروی صاعا من طعام لا سمراء او مت تصریہ کرو تم اونٹ اور بکری میں پس جو شخص اسکے بعد اسکو خریدے پس وہ اس کے دوہنیکی بعد بخیر النظرین ہے اگر اس مبیع سے راضی ہو تو روک لے اسکو اور اگر اس سے ناخوش ہو تو اسکو واپس کردے اور ایک صاع تمر ہی دیدے اور روایت کیا گیا ہے صاعا من طعام لا سمراء میں کہتا ہوں تصریہ کے معنی تھن میں دودھ کے جمع کرنے کے ہیں تاکہ مشتری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دودھ کی کثرت کا خیال کرے پس فریب میں پڑجاویگا اور چونکہ اسکو خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ زیادہ تر مشابہت تھی کیونکہ یہاں پر عقد بیع میں گویا دودھ کی کثرت شرط کر دیگئی ہے پھر ہر گاہ اندازہ دودھ اور اسکی قیمت کا بعد اسکے ہلاک اور تلف کرنے کے بلا تمسک متعذر المعرفت تھا خاصکر وقت بداخلاقی شریکوں کی اور بددیتی کے اسلئے واجب ہوئی بات کہ باعتبار احتمال غالب کی ایک حد معتدل بیان کیجائے تاکہ خصومت قطع ہو اور چونکہ اونٹنیوں کے دودھ میں ایک قسم کی بہک ہوتی ہے اور ارزانی پائی جاتی ہے اور بکریوں کا دودھ عمدہ ہوتا ہے اور گرانی پائی جاتی ہے اسلئے دونوں کا حکم ایک ہوا لہذا یہ بات متعین ہوئی کہ جو چیز ادنے ہے جسکا وہ وقت کرتے ہیں اس کا ایک صاع مقرر کیا جاوے جیسے چھوارہ ملک حجاز میں اور جو جوار ہمارے ملک میں نہ گیہوں اور چاول اس لئے کہ یہ تو نہ کے اعتبار سے گراں اور اعلی درجے کی چیزیں ہیں اور بعض ان لوگوں نے کہ جنکو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی ہے انہوں نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ مقرر کر لیا اور کہا کہ جس حدیث کی بجز فقیہ کے کوئی اور روایت نکرے جب اس میں قیاس نہ چل سکے تو اسمیں عمل متروک ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ میں اول تو کلام ہے دوسرے یہ قاعدہ اس صورت پر نہیں منطبق ہو سکتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے (حالانکہ وہ افقہ الناس تھے) اور اسقدر جواب کے لئے کافی ہے اور اسلئے کہ وہ بمنزلہ تمام ان مقادیر شریعہ کے ہے کہ عقل ان میں مقرر کرنے کی خوبی معلوم کرسکتی ہے مگر خاصکر اس مقدار کی حکمت معلوم کرنیمیں عقل مستقل نہیں ہے بار ہا ایا مگر ان لوگوں کی عقلیں جو راسخین فی العلم ہیں اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ غلہ کا ڈھیر دیکھا جسکو اس کے مالک نے اندر سے تر کر رکھا تھا آپ نے فرمایا تو نے اسکو اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اسکو دیکھتے اور فرمایا جو شخص فریب کرے وہ مجھ سے نہیں اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ چیز مباح الاصل ہو جیسے وہ پانی کہ جاری ہو اور کثرت سے ہو اور کوئی شخص ظلم و تغلب کر کے اسکو فروخت کیا کرے کیونکہ اس میں بلاحق خدا تعالے کے مال میں تصرف کرنا اور لوگوں کو ضرر پہونچانا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے زیادہ پانی کے فروخت کرنے سے تاکہ اس کے سبب سے گھاس کا فروخت کرنا لازم آئے منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ شکل ہے کہ کوئی شخص کسی چشمہ یا کسی جھیل پر تغلب کرے اور کسی مویشی کو بغیر کرایہ لئے نہ پینے دے۔ اور اسمیں گھاس کا جو مباح شئی ہے فروخت کرنا لازم آتا ہے یعنی ایسے وقت میں مواشی کے چرانے کی قیمت دینی پڑیگی اور یہ باطل ہے اسلئے کہ پانی و گھاس دونوں مباح چیزیں ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فیقول اللہ الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل ما لم تعمل یداک پس خدا تعالے فرمائیگا آج میں تجھ سے اپنے فضل کو روکتا ہوں جسطرح تو نے اس چیز کی فضل کو روکا جو بغیر تیری محنت کے پیدا ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک حاجت سے زیادہ پانی کا اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو خود پینا چاہتا ہو یا مواشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار۔ تین چیزوں میں سب مسلمان شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں۔ میں کہتا ہوں اگر یہ چیزیں کسی کی مملوک بھی ہوں تب بھی ان چیزوں میں ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر مملوک نہیں ہیں تب تو انکا حال شرکت میں ظاہر ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع کے احکام کا بیان

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے خدا تعالےٰ سہولیت والے آدمی پر رحم کرے جب وہ کسی چیز کو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔ میں کہتا ہوں سماحت منجملہ اُن اصول اخلاق کے ہے جس سے نفس مہذب ہوتا ہے اور گناہوں کی قید سے اُسکی سبب سے رہائی ہوتی ہے اور نیز سماحت میں شہر کا انتظام قائم رہتا ہے اور اسپر باہمی معاونت کا دار و مدار ہے اور بیع و شرا و تقاضا ایسی چیزیں ہیں جنمیں سماحت کے خلاف امور کا احتمال ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ان امور میں سماحت کے ساتھ برتاؤ کرنا مستحب کیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة حلف سودے کا چلانے والا اور برکت کا گھٹانیوالا ہے۔ میں کہتا ہوں بیع کے اندر بہت سی قسمیں کھانا برا ہے بدو وجہ ایک تو یہ کہ اسمیں مشتری لوگوں کے دھوکے میں آنے کا احتمال ہے دوسرے خدا کے نام کے قلب سے تعظیم جاتے رہنے کا احتمال ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے اگرچہ سودا خوب فروخت ہوتا ہے کیونکہ اُسکا مبنی مشتری پر عیب کے پوشیدہ رکھنے پر ہے مگر برکت کم ہو جاتی ہے کیونکہ برکت کا مدار ملائکہ کی دعا کے متوجہ ہونے پر ہے اور معصیت کی سبب سے اُنکی دعا کو بُعد ہو جاتا ہے بلکہ ملائکہ ایسے وقت میں اس شخص پر بد دعا کرتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے یا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة اے گروہ تجار بیع کے اندر لغو باتیں اور قسم ہوا کرتی ہیں لہذا تم بیع میں صدقہ ملا لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ صدقہ کے آمیزش سے گناہ دور ہو جاتے ہیں اور نفس کے غلبہ کے سبب جو اُس شخص سے کچھ قصور ہو جاتا ہے اُس کا تدارک ہو جاتا ہے آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے باب میں جس نے کسی چیز کو اشرفیوں سے فروخت کر کے اُنکے عوض میں مشتری سے درہم لے لئے تھے فرمایا ہے لا باس ان تاخذ ها بسعر يومها ما لم تفترقا وبينكما شئ اگر اُسی روز کی قیمت پر دراہم کو لیلے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ ان دونوں کے جدا ہوتے وقت کچھ معاملہ تم میں باقی نہ رہا ہو۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ اگر جدا ہوتے وقت ان دونوں میں کچھ معاملہ باقی ہے مثلاً بانیطور وہ دونوں اشرفیوں سے دراہم کے بدلنے کی پختگی کو صرافوں کے بیان کرنے یا وزن کش کے وزن کرنے پر موقوف رکھے اور علیٰ ہذا القیاس تو ایسے وقت میں حجت و نزاع کرنیوالے کو حجت و نزاع کا موقع باقی ہے اور معاملہ صاف نہیں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع نخلا بعد ان تؤبر فثمرتها للبائع الا ان يشترط المبتاع جو شخص چھوارے کے درخت کو گابہ لگنے کے بعد خریدے تو اس درخت کا پھل بائع کا ہے مگر جس صورت میں مشتری شرط کرے۔ میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ گابہ لگانا اُس درخت سے زائد ایک فعل ہے اور بائع کی ملک میں ثمر کا ظہور ہو گیا پس اُس کا حال اُس شے کا سا ہے جو ایک مکان میں رکھی ہوئی ہو لہذا یہ بات ضرور ہے کہ اُسکا حق اُسکو دلایا جاوے مگر جس صورت میں اُسکے خلاف کی تصریح ہو جاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل جو ایسی شرط لگائی جائے کہ جسکا کتاب الٰہی میں ذکر نہیں ہے تو وہ باطل ہے میں کہتا ہوں اس سے وہ شرط مراد ہے جس سے خدا تعالےٰ نے منع فرمائی ہے اور حکم الٰہی میں اُسکی نفی مذکور ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مقصود نہیں ہے کہ اس شرط کا بالکل ذکر ہی نہ ہو اور آنحضرت صلعم نے بیع الولاء اور ہبۃ الولاء سے نہی فرمائی ہے کیونکہ ولاء کوئی موجود معین مال موجود نہیں ہے بلکہ صرف وہ ایک حق ہے جو نصیب کے تابع ہے پس جسطرح نصیب کی بیع نہیں ہوتی اسیطرح ولاء کی بیع بھی نہ ہونی چاہیے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الخراج بالضمان آمدنی تاوان کے ساتھ ہے یعنی جو تاوان دیگا وہی آمدنی لیگا پس مبیع کی آمدنی بیع کے رد کرنے کے بعد مشتری کو ملیگی میں کہتا ہوں منازعت کے قطع کرنے کے بجز اسکے کوئی صورت نہیں ہے کہ بیع کے ہلاک ہوجانے کے بعد جو شخص تاوان دیتا ہے اسی کو اسکی آمدنی دلائی جائے پس اگر عیب کے سبب سے مشتری مبیع کو رد کردے اور اس اثنا میں مبیع سے جو کچھ آمدنی ہوئی ہے اس خریدار سے اس کا مطالبہ کیا جائے تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے میں حرج عظیم ہے پس آنحضرت صلعم نے اس حکم سے منازعت کو قطع فرمایا جسطرح قضاء میراث کے بارے میں آپ نے منازعت کو بایں طور قطع کیا ہے کہ جاہلیت کی میراث اسی حالت پر رکھی جائے جس حالت پر تقسیم کی گئی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے البیعان اذا اختلفا و المبیع قائم لیس بینہما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان ۔ اور وہ دونوں بیع جنہیں بینہ نہ ہو اگر انمیں اختلاف واقع ہو اور بیع بھی موجود ہو پس قول بائع کا معتبر ہوگا یا ہر دو دونوں رد کردینگے میں کہتا ہوں آپ نے قطع منازعت اسلئے کی کہ اصل بات یہ ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کی ملک سے نہ نکلتی ہے مگر بواسطہ صحیح بیع کے یا رضامندی سے پھر جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کی طرف رجوع ضروری ہوا اور مبیع کا بائع کا مال ہونا یقینی ہے اور مبیع پر اسکا قبضہ ہے اسوقت یا قبل اس عقد کے جسکی صحت نہیں ثابت ہوتی ہے اسلئے بائع کا قول معتبر ہے لیکن خریدار کو اختیار رہی اسلئے کہ بنا بیع کا رضامندی پر ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الشفعۃ فیما لم یقسم فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعۃ یعنی شفعہ اس چیز میں ہوتا ہے جو تقسیم نہیں ہوئی ہے پھر جب اسمیں حدیں پڑجاویں اور راستے ہوجاویں تو اسمیں شفعہ نہیں ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجار احق بصقبہ جوار اپنے قریب کیوجہ سے حقدار زیادہ ہے میں کہتا ہوں اصل شفعہ میں ہمسایوں اور شریکوں سے ضرر کا دور کرنا ہے اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ شفعہ ہے کہ مالک پر فیما بینہ و بین اللہ شفیع کے لیے اس شفعہ کا پیش کرنا اور دوسروں پر اسکا مقدم کرنا اور عند القاضی وہ مالک اسکے پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اس قسم کا شفعہ اس جار کے لئے ہوتا ہے جو شریک نہیں ہے اور ایک وہ شفعہ ہے جسپر مالک عند القاضی مجبور کیا جاتا ہے یہ شفعہ صرف شریک کیلئے ہے اور احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں انکی تطبیق کی صورت یہی ہے اور نیز آپ نے یہ فرمایا ہے من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرہہا اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ ۔ جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے اس عقد کو لوٹا لیگا جو اسکے ناپسند ہے خدا تعالے قیامت کے روز اسکی خطا سے درگذر فرمائیگا ۔ میں کہتا ہوں جس شخص کو عقد کرنیکے بعد افسوس ہو تو اس سے رفع ضرر کے لئے اقالہ کرنا مستحب ہے اور واجب نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اقرار میں ماخوذ ہوتا ہے اور جو چیز اپنے اوپر لازم کرتا وہ اسکو لازم ہوجاتی ہے جابر نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے اس اونٹ کو فروخت کردیا اور اپنے گھر تک سوار ہوکر جانے کو مستثنیٰ کرلیا میں کہتا ہوں اس سے ان چیزوں کے بیع میں استثنا کرنے کا جواز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوتا ہے جہاں مناقشہ کا موقع ہو اور عاقدین باہم سلوک کرنے والے اور فراخدل ہوں کیونکہ استشار کرنے
کی ممانعت اسلئے ہے کہ اسمیں مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من فرق بین والدۃ وولدہا فرق اللہ
بینہ وبین احبتہ یوم القیامۃ جو شخص ماں اور اسکے بچے میں جدائی ڈالے تو خدا تعالے قیامت کے روز اسمیں اور اسکے
دوستوں میں جدائی ڈالیگا اور ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو غلاموں میں سے جو بھائی بھائی تھے ایک کو فروخت
کر دیا تو آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ واپس کرو۔ میں کہتا ہوں ماں و بچے میں جدائی ڈالنے سے ضرور ہے کہ دونوں کو
وحشت پیدا ہوگی اور آہ و بکا کرینگے یہی دو بھائیوں کا حال ہے لہذا انسان کو انمیں تفریق ڈالنے سے اجتناب چاہیئے
اللہ پاک فرماتا ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے
تو خدا تعالے کی یاد کی طرف لپکو اور بیع یعنی خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں یہ حکم اس ندا کے ساتھ متعلق ہے
جو امام کے خطبہ کے لئے جاتے وقت ہوتی ہے اور چونکہ بیع وغیرہ میں مشغول ہونے سے بسا اوقات نماز جاتی رہتی
ہے اور خطبہ کا استماع ترک ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس سے نہی فرمائی گئی۔ اور آنحضرت صلعم سے کسی نے عرض کیا کہ
نرخ گراں ہو گیا ہے اسلئے آپ ہمارے لئے نرخ مقرر فرما دیجئے آنحضرت صلعم نے فرمایا نرخ مقرر کرنیوالا خدا تعالے ہے
اسی کی صفت قابض و باسط و رازق ہے اور مجھے اس بات کی آرزو ہے کہ خدا تعالے سے میں ایسی حالت سے ملوں کہ
کوئی شخص مجھ سے کسی ظلم کا مطالبہ نہ کرے۔ میں کہتا ہوں چونکہ مشتری و تاجروں میں ایسا حکم برابر دینا کہ جس سے کسی کو ضرر نہ
پہنچے یا دونوں کو برابر ضرر پہنچے نہایت دشوار تھا اسلئے آنحضرت صلعم نے اس سے پرہیز کیا تاکہ آپکے بعد حکام لوگ اسکو
طریقہ و دستور نہ مقرر کر لیں اور اسکے بعد بھی اگر کوئی سوداگروں سے علانیہ ظلم معلوم ہو جسکا لوگوں کو یقین ہو جائے تو اسکی اصلاح
درست ہے کیونکہ اسمیں ملک کی بربادی ہے اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی
فاکتبوہ اے ایمان والو جبکہ تم ایک وقت معین تک قرض کا لین دین کرو تو اسکو لکھ لو معلوم کرو کہ قرض مناقشہ و منازعت
کے اعتبار سے تمام معاملات میں بڑھکر ہے اور وقت حاجت کے بغیر اسکے چارہ بھی نہیں ہے اسلئے اللہ پاک
نے لکھ لینے اور گواہ کرنے کی تاکید فرمائی اور رہن اور کفالت کو مشروع کیا اور گواہی کے چھپانے کا گناہ بیان فرمایا۔ اور
لکھنے اور گواہی دینے کو فرض کفایہ کیا اور وہ عقود ضروریہ سے ہے اور آنحضرت صلعم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو
مدینہ کے لوگ پھلوں کے ایک ایک دو دو تین تین برس کے لئے بدلی کیا کرتے تھے لہذا آپ نے فرمایا جب کوئی
کسی چیز میں بدلی کرے تو کیل معین و وزن معین میں مدت معین تک بدلی کرے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ
حتی الامکان مناقشہ کا انقطاع ہو جاوے اور فقہاء نے انہیں تینوں پر ان اوصاف کو قیاس کر لیا ہے جنسے بوقت حصول
وقت کسی چیز کا بیان ہو سکتا ہے اور قرض کا مدار ابتداءً تبرع پر ہے اور اسمیں عاریت کے بھی معنی پائے جاتے ہیں
لہذا اسمیں دیر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا حرام ہے اور رہن کا بنا مضبوطی پر ہے اور وہ مضبوطی قبضہ کرنے سے ہوتی
ہے لہذا اسمیں قبضہ شرط کیا گیا۔ اور میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے پہلی حدیث تو یہ ہے
لا یغلق الرہن الرہن من صاحبہ الذی رہنہ غنمہ وعلیہ غرمہ۔ رہن کردہ مرہون کو اسکے مالک سے جس نے اسکو رہن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے نہیں رد کتا ہے اسکے لئے اُسکی آمدنی ہے اور اسی پر اُسکا قرض ہے اور دوسری حدیث یہ ہے الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرہونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقتہ سواری سے اُسکے خرچ اٹھانے کے سبب سے اس سے سواری کیجاویگی اگر وہ مرہون ہے دودھ دینے جانور کا دودھ اُسکے خرچ اٹھانے کے سبب سے دیا جائیگا اگر وہ مرہون ہے اور سوار ہونیوالے اور دودھ پینے والے پر اُسکا خرچ اُٹھانا پڑیگا اور اختلاف نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں تو حکم عام ہے مگر جسوقت میں راہن اس مرہون کا خرچ نہ اٹھائے اور مرہون کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور مرتہن اُسکا خرچ اٹھائے تو اسوقت میں مرتہن جسقدر روگ انصاف کر دیں مرہون سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور آنحضرت صلعم نے ناپنے والوں اور وزن کشوں سے فرمایا ہے تم کو ایسی دو چیزیں سپرد کیگئی ہیں جنمیں تم سے قبل امم سابقہ ہلاک ہوچکی ہیں میں کہتا ہوں ڈنڈے مارنا حرام ہے کیونکہ اسمیں خیانت اور بدمعاملگی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا حال جو کچھ ہوچکا ہے خدا تعالے نے قرآن مجید میں اُسکا ذکر فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل افلس فادرک رجل مالہ بعینہ فھو احق بہ جو شخص مفلس ہو پھر کوئی شخص بعینہ اُسکے پاس اپنے مال کو پاوے تو وہ محض حقدار ہے اور آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکا مال اس شخص کا سا ہے جو جھوٹ کی چادر اوڑھ رہا ہے اور اسی کی لنگی باندھ رکھے ہے اور تمام بدن اسکا جھوٹ سے ڈھکا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ بالثناء جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کرے اور وہ احسان کرنیوالے کے لئے جزاک اللہ خیرا کہدے تو اسنے کامل طور سے تعریف کر دی میں کہتا ہوں آپ نے اس لفظ کو اسلئے معین فرمایا ہے کہ ایسے مقام میں زیادہ اوصاف بیان کرنے میں مبالغہ اور الحاح ہے اور کم بیان کرنے میں حق کا چھپنا اور احسان کا کتمان ہے اور بعض مسلمان بعض کو جو ہدیہ پیش کریں ان سب میں بہتر وہ چیز ہے جو آخرت کو یاد دلائے اور خدا پر تمام امور کا حوالہ اسمیں پایا جاوے اور یہ لفظ اس تمام کے لئے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تھادوا فان الھدیۃ تذھب الضغائن دوسری روایۃ تذھب وحر الصدر باہم تحفہ وتحائف بھیجتے رہا کرو کیونکہ ہدیہ سے رنجشیں دور ہوتی ہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے دل کا غصہ جاتا رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہدیہ اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیجنے والے کے دلمیں اس شخص کی تعظیم وقدر ومحبت اور اس کی جانب محبت ہے اور اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے لا تحقرن جارۃ جارتھا ولو فرسن شاۃ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کھری کیساتھ ہو پس یہ دلوں کی رنجش دور کرنیکے لئے عمدہ طریقہ قرار پایا۔ اور کسی شہر یا قبیلہ میں پوری پوری الفت پیدا ہونے سے رنجش دور ہوسکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عرض علیہ ریحان فلا یردہ فانہ خفیف المحمل طیب الریح۔ جس شخص کے سامنے کوئی ریحان کو پیش کرے تو یہ اُسکو واپس نہ کرے کیونکہ اس کے لینے میں بار کم ہوتا ہے اور وہ خود خوشبودار ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ریحان وغیرہ کے واپس کرنے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ اسکے قبول کر لینے میں دینے والے کا اس شخص پر زیادہ بار نہیں ہوتا۔ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں میں اُسکا دستور ہے لہذا اُسکے قبول کرنیمیں قبول کرنیوالے کو بھی زیادہ عار نہیں ہوتی اور دینے والیکا بھی اُسکو دینے میں زیادہ خرچ نہیں ہوتا اور اسکا باہم دستور کرنیمیں الفت باہمی کا پیدا کرنا اور واپس کرنیمیں آپسکی دلشکنی کرنا اور دلی رنجش کی دلیل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء - اپنی دی ہوئی چیز کو واپس لینی اُس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو پھر کھا جاتا ہے ایسی بُری مثال ہماری مناسب نہیں ہے - میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ جس چیز کو اپنے مال سے علیحدہ کر چکا اور اُس سے قطع تعلق کر چکا ہے پھر اُسکے واپس لینے کا منشا یا تو اُس دی ہوئی چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اُس شخص سے ناخوشی یا اُسکی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ ہیں اور نیز ہبہ کے پورا کردینے اور مضبوط کردینے کے بعد اُسکے واپس لینے میں عداوت و رنج کا پیدا کرنا ہے بخلاف اُس صورت کے کہ پہلے ہی سے اُسکو کچھ نہ دیا ہوتا لہذا آنحضرت صلعم نے اُس چیز کے واپس لینے کو جسکو اپنی ملک سے جدا کر چکا ہے کتے کو اپنی قے کے کھا جانے کیساتھ مشابہت دی تاکہ ظاہر میں لوگونکو اسکی بُرائی متمثل ہوجائے اور پورے طور پر اُس کی قباحت بیان کردی بار خدایا مگر جس صورتمیں ان دونوں کے اندر بے تکلفی ہے جس سے منافشہ پیدا نہیں ہوسکتا تو وہاں واپس لینے میں کچھ حرج نہیں ہے جیسے باپ بیٹے سے واپس لیلے چنانچہ آپ نے فرمایا [illegible] ولدہ بجز باپ کے جو اپنے بیٹے سے واپس لیلے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت جسنے اپنے بعض بچوں کو کچھ عطا کیا تھا فرمایا - کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ نیکی میں وہ سب برابر ہوں اُس نے عرض کیا ہاں، تو آپ نے فرمایا ایسے وقت میں ایسا نہیں ہوتا میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے عطا کے اندر بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے کو اس لئے ناپسند فرمایا کہ اُس سے انمیں بھی باہم ملال و رنجش پیدا ہوتی ہے اور باپ کے ساتھ بھی لہذا رسول خدا صلعم نے اس بات کیطرف اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے اس اولاد کے دلمیں ملال و رنج پیدا ہوگا جس کے ساتھ کوتاہی کی گئی ہے اور وہ اسکے سبب سے باپ کے ساتھ کوتاہی کریگا اور اسمیں خانہ ویرانی ہے - (اور منجملہ تبرعات وصیت ہے) وصیت کا وقت موت کے قریب ہوتا ہے اور اسکے مسنون ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بنی آدم کے ملک میں منازعت ہوتی ہے پس جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اُسکے سبب سے اس شخص موصی کو مال سے استغنا ہوجاتی ہے مستحب ہوئی یہ بات کہ اُس موصی نے جو کچھ اسمیں تقصیر کیا ہے اُسکا تدارک ہوجائے اور جو کچھ اسوقت میں اُس مال میں جسکا حق ہے اُس سے مواسات کرے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اوص بالثلث کثیر ثلث مال کی وصیت کر اور ثلث بھی زیادہ ہے اور جاننا چاہیے کہ تمام عرب و عجم کی قوموں میں بیشمار مصلحتوں کے سبب ایک عادت اور ضروری بات ہوگئی ہے کہ میت کا مال اُسکے وارثوں کیطرف منتقل ہوتا ہے پھر جب وہ مریض ہوتا ہے اور موت پر متوجہ ہوتا ہے تو اُن وارثوں کے لئے ملکیت حاصل ہونے کا طریقہ نکل آتا ہے پس اُنکی امید سے اُنکو ناامید رکھنا اُنکے حق کا تلف کرنا اور اُن کی حق میں کوتاہی کرنا ہے، اور نیز حکمت کا یہ تقاضی ہے کہ میت کے بعد اُس کے مال کو وے جو سب لوگوں سے زیادہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کا دوست و معاون اور ہمدرد ہے اور اس بات میں کوئی شخص ماں باپ و اولاد اور جتنے ذوالارحام ہیں اُنکے
درجہ کو نہیں پہونچتا۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اور ذوالارحام میں سے
بعض لوگ بعض کے ساتھ اولی ہیں کتاب اللہ کے اندر۔ اور با اینہمہ بسا اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں جنمیں اور لوگوں
کی بھی غمخواری ضروری ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات خاص خاص حالات میں اور لوگوں کو اختیار کرنا ضروریات سے ہوتا ہے
لہذا ایک حد مقرر کرنا جسکے آگے لوگ نہ بڑھ سکیں لابدی ہوا اور وہ حد ثلث ہے اسلئے کہ ورثہ کی ترجیح ضروری امر ہے
اور وہ بانیطور ہو سکتی ہے کہ انکو نصف سے زیادہ دلایا جاوے اسلئے اُنکے لئے دو ثلث اور غیروں کیلئے ایک ثلث
مقرر ہوا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ اعطی لکل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ خدا تعالے نے ہر حقدار کو
اُسکا حق عطا فرمایا ہے لہذا کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے میں کہتا ہوں وصیت کے اندر ایام جاہلیت
میں ضرر رسانی کیا کرتے تھے اور وصیت کرنے میں حکمت واجبہ کا خیال نہ کرتے تھے بعض لوگ حق کو اور اس
شخص کو ترک کرکے جسکی غمخواری واجب ہے اپنی رائے ناقص سے بعید لوگوں کو اختیار کرتے تھے لہذا اس باب
کا مسدود کرنا ضروری ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ قرابتوں کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جائے اور اشخاص
کے اعتبار سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جاوے پس مواریث کے احکام چونکہ قطع منازعت اور باہمی رنجشوں
کے دور کرنے کیلئے مقرر ہوئے ہیں لہذا یہ حکم بھی ضروری ہوا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہ کیجائے اس لئے
کہ اسکے جائز کرنے میں اُس حد مقرر کا توڑنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما حق امرء مسلم لہ شئی یوصی فیہ یبیت لیلتا
الا و وصیتہ مکتوبۃ عندہ کسی مسلمان شخص کو جسکے پاس وصیت کرنیکے لئے کوئی چیز ہے سزاوار نہیں ہے کہ شب
کو بسر کرے اور اُسکی وصیت اُسکے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں وصیت میں تعجیل کرنا بہتر ہے اسلئے کہ اگر دفعتاً
موت نے اُسکو آگھیرا یا ناگاہ کوئی حادثہ پیش آیا اور جس ضروری مصلحت کا قائم کرنا اُسنے اپنے نزدیک ضروری سمجھا
تھا وہ فوت ہو گئی تو بجز حسرت کے کچھ اور نہ ہوگا اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل اعمر عمری الخ میں کہتا ہوں
آپ کے زمانہ میں بہت سے مناقشے درپیش تھے جنکے قطع ہونیکی امید بھی تھی لہذا اُنکا قطع کرنا منجملہ ان مصلحتوں کے
ہوا جن کے قائم کرنیکے لئے آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی ہے مثل سود و قتل وغیرہ کے اور کچھ لوگوں نے لوگوں
کو عمر بھر رہنے کیلئے مکان دیدیئے تھے پھر دینے والے و رہنے والے مرگئے اور دوسرا قرن پیدا ہوا تو اب اس میں
اشتباہ اور باہم مخاصمت و منازعت شروع ہوئی پس آپ نے بیان فرمایا کہ اگر مکان دینے والے نے اس بات کی
تصریح کردی ہے کہ یہ مکان تیرے لئے اور تیرے وارثوں کے لئے ہے تو یہ ہبہ ہے اسلئے کہ آپ نے خالص
ہبہ کے جو لوازم ہیں بیان فرمادیئے اور اگر اُس دینے والے نے اُس شخص سے یہ کہا ہے کہ یہ مکان تازیست تیرے
لئے ہے تو یہ عاریت ہے کیونکہ اُس نے ایسے قید کے ساتھ مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے اور منجملہ تبرعات
وقف ہے اور اہل جاہلیت اُس سے ناواقف تھے پس نبی صلعم نے اُن مصالح کے اعتبار سے جو اور صدقات میں
نہیں پائے جاتے وقف کا استنباط فرمایا کیونکہ انسان بسا اوقات خدا کی راہ میں بہت سا مال صرف کردیتا ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مال فنا ہو جاتا ہے اور وہ فقرا بھی محروم رہجاتے ہیں اور اور فقرا لوگ اس مال سے محروم ہی رہتے ہیں پس عام لوگوں کیلئے اس سے عمدہ و نافع صورت کوئی نہیں ہے کہ ایک شے فقرا اور مسافروں کیلئے روک لیجاوے جس کے منافع انپر صرف ہوا کریں اور خود وہ شے واقف کے ملک میں رہا کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اگر تو چاہے اسکی اصل کو روک دے اور اس کا صدقہ صدقہ کر دے پس حضرت عمرؓ نے اس کا صدقہ کر دیا کہ خود وہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ اس سے ورثہ دلایا جاوے اور فقرا اور اقارب اور غلاموں کو چھڑانے اور راہ خدا اور مسافر اور مہمان کیلئے صدقہ کر دیا اور کہدیا کہ جو شخص اسکا متولی ہو حسب دستور بلا وقت اُسے کھائے اور غیر متمول لوگوں کو کھلائے ۔

اور معاونت کی بھی بہت سی قسمیں ہیں از انجملہ مضاربت ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو اور ایک کی محنت ہو اور نفع باہم جیسے مقرر ہو جائے انیں مشترک ہو اور ایک مفاوضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخص باہم برابر برابر مال سے شریک ہو کر سوداگری کریں اور تمام خرید و فروخت میں شریک ہوں اور باہم نفع تقسیم کر لیا کریں اور ہر ایک دوسرے کا ضامن و وکیل ہو اور ایک عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ مال معین میں شریک ہو کر اسطرح سے سوداگری کریں اور ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو نہ کفیل جس سے دوسرے کے بدلے اُس سے مطالبہ کر سکے اور از انجملہ شرکت صنائع ہے جیسے دو درزی یا دو رنگریز اسطور سے شرکت کریں کہ دونوں محنت کریں اور اجرت دونوں میں تقسیم ہو جاوے اور ایک شرکت وجوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ باہم دو شخص یوں شریک ہوں کہ مال تو کسی کے پاس نہیں ہے مگر اپنے اعتبار سے دونوں ملکر خرید و فروخت کریں اور نفع باہم تقسیم ہو جایا کرے اور ایک وکالت ہے کہ اپنے موکل کے لئے وکیل سوداگری کرے اور ایک مساقات ہے اور وہ یہ ہے کہ باغ ایک کا ہو محنت ایک کی پھل دونوں کا اور ایک مزارعۃ ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ زمین و تخم ایک کی اور محنت و بیل ایک کا اور ایک مخابرۃ ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین ایک کی اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک کی تو صرف محنت اور باقی جو کچھ ہو وہ دوسرے کے ذمہ ہو اور ایک اجارہ ہے اور اسمیں مبادلہ کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور معاونت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں پس اگر صرف منفعت مطلوب ہے تب تو مبادلہ کے معنی غالب ہیں اور اگر اجیر کی خصوصیت مطلوب ہے تو معاونت کے معنی غالب ہیں ۔ آنحضرت صلعم سے قبل لوگ ایسے ایسے عقود کیا کرتے تھے پس ان میں سے جسمیں منافشہ کا احتمال غالب نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی نہیں فرمائی ہے وہ عقد تو اپنی اباحت پر باقی ہے اور اس حدیث کے تحت میں داخل ہے المسلمون علی شروطھم ۔ اور رافع بن خدیج کی حدیث میں جو راویوں کا اختلاف ہے وہ عیاں ہے اور تابعین میں بڑے بڑے نامی لوگ شرکت مزارعۃ کیا کرتے تھے اور اس کے جواز پر اہل خیبر کے معاملہ کی حدیث دلالت کرتی ہے اور جن احادیث میں اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث نہروں کے اوپر پیداوار یا کسی خاص قطعہ کے بدلہ کرایہ دینے پر محمول ہے جیسا کہ حضرت رافعؓ نے فرمایا ہے یا وہ نہی بطور تنزیہ اور ارشاد کے ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اُسوقت کے ساتھ اس معاملہ میں منافشات کی کثرت کی جہت سے مصلحت خاصہ پر محمول ہے چنانچہ زید فرماتے ہیں ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرائض کا بیان

معلوم کرو کہ حکمت الٰہی کا مقتضیٰ ہے کہ لوگوں کے قبیلہ میں باہم معاونت اور مناصرۃ اور غمخواری کا طریقہ جاری رہے اور ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بمنزلہ اپنے نفع نقصان کے سمجھے اور یہ طریقہ جب ہی قائم ہو سکتا ہے جب انکی جبلت میں یہ بات داخل ہو اور اسباب عارضہ بھی اُس پر معین ہوں اور انکا قدیمی طریقہ بھی انکو ثابت کرے جبلت تو وہ محبت و الفت ہے جو ماں باپ و اولاد و بھائی بندوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور عارضی اسباب وہ لوگوں کی باہمی الفت و ملاقات اور تحفہ و تحائف بھیجنا اور غمخواری کرنا ہیں کیونکہ ان سب باتوں سے ایک دوست کا دوست ہو جاتا ہے اور سختیوں کیوقت انہیں اسباب کیوجہ سے ایک کو دوسرے کی مدد و معاونت پر ہمت ہوتی ہے اور قدیمی طریقہ وہ ہے کہ تمام شرائع میں صلہ رحم کا حکم اور اُسکے تارک پر ملامت کا قائم کرنا چلا آتا ہے پھر بعض لوگ اپنی فکر ناقص کے تابع ہوتے ہیں اور کما ینبغی صلہ رحم کو قائم نہیں کرتے اور ربسا اوقات غیر ضروری چیزوں کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں لہذا انہیں سے بعض چیزوں کے واجب کرنے کی حاجت پڑی خواہ وہ اس سے خوش ہوں یا انکار کریں جیسے مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیتہ کا لینا اور جو شخص اپنے ذی رحم کا مالک ہو اُسکا آزاد ہو جانا اور علاوہ ان کے اور بہت سے امور ہیں اور سب چیزوں سے زیادہ اس قسم کی ضرورت اُس مال میں ہے جس سے قریب موت ہونے کے سبب سے مالک کو استغنا ہوگئی ہے ایسے وقت میں ضرور یہ ہے کہ اسکا مال اُسکے سامنے ایسی چیز میں صرف کیا جاوے جو معاذنات خانگی میں نافع ہو یا اُسکے بعد اُسکے اقارب میں خرچ کیا جاوے معلوم کرو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب و عجم کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق سب لوگوں سے زیادہ اُسکے اقارب اور ذوی الارحام ہیں پھر اسکے بعد انہیں بڑا اختلاف ہے اہل جاہلیت تو صرف مردوں ہی کو ورثہ دیتے نہ عورتوں کو وہ سمجھتے تھے کہ اصل مرد ہی ہیں اور وہی وقت مصیبت کے کام آتے ہیں لہذا جو چیز بمنزلہ نعمت کے ہے اُسکے وہی مستحق ہیں ابتدا آنحضرت صلعم پر جو نازل ہوا ہے وہ بالتخصیص و توقیت اقارب کے لئے وصیت کا وجوب نازل ہوا کیونکہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں کسی شخص کا ایک بھائی ناصر و معاون ہوتا ہے اور دوسرا نہیں ہوتا کسی شخص کا باپ مصیبت کیوقت کام آتا ہے اور اولاد کام نہیں آتی اور علے ہذا القیاس پس مصلحت کا مقتضیٰ ہوا کہ اس بات کا اختیار لوگوں کے سپرد کیا جاوے تاکہ ہر شخص جو مصلحت مناسب جانے اُس کے موافق حکم دے پھر اگر موصی سے کچھ زیادتی یا گناہ ظاہر ہوتا تھا تو قاضی کو اُسکی وصیت کی اصلاح کرنے اور اُسکے بدلنے کا اختیار ہوتا تھا۔ ایک مدت تک یہی حکم جاری رہا پھر جب خلافت کبریٰ کے احکام جاری ہوئے اور شرق سے غرب تک محمدی عملداری ہوگئی اور بعثت عامہ کے انوار روشن ہوگئے تو مصلحت کا مقتضیٰ ہوا کہ اس بات کا اختیار نہ تو انکو دیا جاوے اور نہ اُنکے بعد قضاۃ کو بلکہ اس کا مدار اُن مظان غالبہ پر رکھا جاوے جو عرب و عجم وغیرہم کے عادات کے متعلق علم الٰہی میں ہے اور بمنزلہ طبع امر کے ہیں اور جو شخص اُسکے خلاف ہے وہ بمنزلہ شاذ و نادر اور اُس بہیمہ کی مانند جو عادت مستمرہ کے برخلاف بلا ناک کان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے لاتدرون ایھم اقرب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکم نفعا۔ تم نہیں جانتے کہ انمیں سے تمہارے لئے نفع میں کون زیادہ تر قریب ہے مواریث کے مسائل بھی چند اصول پر ہے ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اس باب میں مصاحبت طبعی اور محبت کا اعتبار ہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے اتفاقات عارضیہ کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ غیر منضبط ہونیکے سبب سے شرائع کلیہ بنا نہیں ہو سکتے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اسی لیے مہاجر اور اولوا الارحام کے زوجین کے سوا کسی کیلئے میراث مقرر نہیں کی گئی البتہ زوجین اولوا الارحام کے ساتھ ملحق ہیں اور انکے شمار میں چند وجوہ داخل ہیں ازانجملہ تدبیر خانگی میں معاونت کی تاکید اور اسباب پر رغبت دلانا ہے کہ انمیں سے ہر شخص دوسرے کے نفع ونقصان کو بعینہ اپنا نفع ونقصان سمجھے اور ازانجملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اٹھائے اور اپنا مال اسکی سپردگی میں دے اور اپنی چیز پر اسکو امین سمجھے اس خیال سے کہ جو کچھ مرنے کے بعد چھوڑے وہ کل مال یا اسمیں ایک حصہ اسکا حق ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے کہ اسمیں انقطاع احتمال نہیں لہذا شرع نے اس مرض کا بایں طور علاج کیا کہ ربع یا نصف خاوند کے لئے مقرر کیا تاکہ اسکے دل کو تسکین ہے اور خصومت کو نہ بڑھنے دے؛ ازانجملہ یہ ہے کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اسکے نسب اور مرتبہ کے ہوتی ہے اور انسان کا اپنی ماں کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہیں ہوتا پس اس سبب سے زوجات لوگوں کے شمار میں داخل ہے جو اس کے خاوند کی قوم سے علیحدہ نہیں ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوالارحام کے ہو جاتی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد چند مصلحتوں کے سبب سے جو ظاہر ہیں عورت کو اسکے گھر میں عدت پوری کرنا واجب ہے اور اسکے خاوند کے کنبہ میں سے کوئی شخص اسکی معاش کا متکفل نہیں ہوتا لہذا ضروری ہوا کہ خاوند کے مال میں سے اسکی معاش مقرر کیجائے اور یہ بات ممکن تھی کہ اسکی کوئی خاص مقدار مقرر کیجائے کیونکہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ خاوند کسقدر مال چھوڑیگا پس ایک علم حصہ مقرر کرنا واجب ہوا۔ جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے مثلاً چوتھائی یا آٹھواں حصہ اور ازانجملہ یہ ہے کہ قرابت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ قرابت جو حسب ونسب میں مشارکت اور اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونوں شخص ایک ہی قوم ومرتبہ کے ہوں اور دوسری وہ قرابت جو حسب ونسب اور مرتبہ میں مشارکت کو نہیں چاہتی بلکہ اسمیں صرف محبت وشفقت پائی جاتی ہے۔ اور اگر ترکہ تقسیم کرنیکا اختیار میت کو ہوتا تو اس قرابت سے آگے نہ بڑھتا یہ بات ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دیجائے کیونکہ تمام عرب وعجم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور جب کسی شخص کا مال ومنصب اس شخص کو دیا جائے جو اسکی قوم میں اس کا قائم مقام ہے تو اس کو انصاف جانتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور یہ بات انکی جبلت میں داخل ہو گئی ہے جو اٹھنے نہیں ہو سکتی مگر جس صورت میں کہ انکے دونوں میں فرق آ جانے بار خدایا اگر ہمارے زمانہ میں لوگوں کے نسب ضائع ہو گئے اور نسب کی وجہ سے باہم معاونت باقی نہیں ہے اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری قسم کا حق پہلی قسم کے بعد چھوڑ دیا جائے یہی سبب ہے کہ ماں کا حصہ بیٹی اور بہن کے حصہ سے کم ہے باوجودیکہ اسکو ماں کے ساتھ بھلائی کرنے اور صلہ رحم کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ماں نہ تو بیٹی کے قوم کی ہوتی ہے اور نہ اس کے حسب کی اور نہ اسکے مرتبہ وشرافت کی ہوتی ہے اور نہ ان لوگوں میں ہوتی ہے جو اس کے قائم مقام ہوتے ہیں دیکھو بیٹا اکثر ہاشمی ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ماں حبشیہ ہوتی ہے اور بیٹا قریشی ہوتا ہے اور ماں عجمیہ ہوتی ہے اور بیٹا بیت الخلافت سے ہوتا ہے اور ماں نناوؤ نادرت کے ساتھ متہم ہوتی ہے اور بیٹے وہمشیر آدمی کی قوم اور اسکے مرتبہ کے ہوتے ہیں اور اسی طرح ماں کی اولاد کو اگر ورثہ ملتا ہے تو تہائی سے زیادہ کبھی نہیں ملتا۔ دیکھو آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے اور اسکا بھائی اخیافی رجو بھائی ماں کی طرف سے ہو) تمیمی ہوتا ہے اور کبھی دونوں قبیلوں میں نزاع درپیش ہوتا ہے اور ہر شخص دوسرے کی قوم کے مقابلہ میں اپنی قوم کی مدد کرتا ہے اور لوگ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے قائم مقام ہونا انصاف نہیں سمجھتے ہیں اور اسی طرح زوجہ کو جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق ہے اور انکے شمار میں داخل ہے سب سے کم حصہ ملتا ہے اور اگر کئی بیویاں ہوں تو اسی حصہ میں سب شریک ہوتی ہیں اور باقی ورثہ کے حصہ میں ہرگز کمی نہیں کرسکتے ہیں۔ دیکھو بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرلیتی ہے اور پہلے خاوند سے اسکو کچھ تعلق نہیں رہتا۔ الحاصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک تو میت کے بعد اسکی جگہ اسکی عزت اور مرتبہ اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں انمیں اسکا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان کی اس بات میں بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اسکے بعد اسکا کوئی قائم مقام رہے دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں تیسرے قرابت جو ان دونوں امر پر بھی مشتمل ہے اور تینوں میں زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود میں داخل ہے جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے مستحق ہیں۔ مگر وضع طبعی کے اعتبار سے جس پر قرناً بعد قرنٍ عالم کی بنا ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی کی لوگونکو تمنا اور امید ہوا کرتی ہے! اسی کی خاطر نکاح کرتے ہیں اور اولاد کے پیدا ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور باپ کا بیٹے کی جگہ قائم مقام ہونا وضع طبعی کا مقتضی نہیں ہے اور نہ لوگوں کو اسکی آرزو اور امید ہوتی ہے اور اگر بالفرض کسی شخص کو اسکے مال میں اختیار دیا جائے تو اسکے قلب پر اولاد کی غمخواری باپ کی غمخواری پر غالب ہوگی اسیواسطے تمام لوگوں کا دستور عام ہے کہ اولاد کو باپ دادا پر مقدم سمجھتے ہیں اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیوں میں ہے اور جو ان کے مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہیں اور اسکی قوم کے اور اس کے نسب اور مرتبہ کے ہیں۔ باقی رہی خدمت اور شفقت تو یہ دونوں قرابت قریبہ کے متعلقات ہیں اور سب سے زیادہ ماں اور بیٹی اسکی مستحق ہے اور جو ان کے مانند ہے اور نسب کے عمود میں داخل ہیں اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اس کے بعد ہمشیرہ اور اس کے بعد وہ ہے جس سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر ماں کی اولاد اور عورتوں کے اندر حمایت اور قائم مقامی کے معنی نہیں پائے جاتے اسواسطے کہ عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کرلیتی ہیں اور اسی قوم میں داخل ہوجاتی ہیں۔ بار خدایا مگر بیٹی اور بہن میں کسیقدر یہ معنی پائے جاتے ہیں لیکن عورتوں کے اندر محبت اور شفقت کے معنی کامل طور پر پائے جاتے ہیں اور اسکا منظنہ بہت قریب کی قرابت ہے جیسے ماں اور بیٹی میں کامل طور پر پائے جاتے ہیں اور انکے بعد بھائی اور چچا میں اور دوسرے معنی سب سے زیادہ باپ میں اور اسکے بعد بیٹے میں پھر عینی بھائی پھر اضافی بھائی میں پائے جاتے ہیں اور قرابت قریبہ کا منظنہ ہے نہ بعیدہ کا اسیوجہ سے جو چچا کے لئے حکم ہے پھوپھی کیلئے حکم نہیں ہے کیونکہ پھوپھی مصیبت کے وقت کام نہیں آسکتی جسطرح چچا کام آتا ہے اور پھوپھی قرابت میں ہمشیرہ کے برابر نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور از انجملہ یہ ہے کہ مرد اور عورت اگر ایک ہی درجے کے ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ عزت کی
حمایت کیلئے مرد ہی مخصوص ہیں اور وجہ بھی ہے کہ مردوں پر نفقے ثابت ہوتے ہیں پس یہ زیادہ تر مستحق ہیں کہ ان کو وہ
مال جو بمنزلہ غنیمت کے ہے دیا جائے بخلاف عورتوں کے کہ یا اپنے خاوندوں یا باپوں یا بھائیوں پر بار و بوجھ ہوتے ہیں
اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں بسبب اس بات
کے کہ خدا تعالیٰ نے بعض آدمیوں کو بعض پر بزرگی دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے خرچ کیا ہے اور ابن مسعودؓ ثلث
باقی کے مسئلہ کے اندر فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجکو ماں کیلئے باپ پر فضیلت ہونیکا سبب بجز اسکے کوئی اور نہ سمجھایا
ہے کہ جب اکمل رتبہ باعتبار عصوبۃ اور فرض کے جمع ہونے کے باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے تو دوبارہ اسکا حصہ
زیادہ کرنیکیلئے اسکی فضیلت کا اعتبار نہیں کیا گیا کیونکہ اسمیں اور وارثوں کی حق تلفی ہے اور ماں کی اولاد میں سے ذکور کا اس
شخص کی عزت کی حمایت اور اسکی طرف سے مدافعت نہیں ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے لہذا ذکر کو انثی پر
فضیلت نہیں دیگئی اور دوسرے انکی قرابت ماں کی قرابت سے پیدا ہوتی ہے اسلئے وہ کل اولاد بمنزلہ اکاش کے
ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب وارثوں کی ایک جماعت پائی جائے تو اگر وہ سب وارث ایک مرتبہ کے ہیں تب تو اس
ورثہ کی تقسیم انپر ضروری ہے کیونکہ ایک کو دوسرے پر تقدم نہیں ہے اور اگر انکے درجے مختلف ہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں
یا تو وہ سب ایک نام وایک جہت میں داخل ہیں اور اسمیں قاعدہ یہ ہے کہ قریب بعید کا حاجب ہوکر اسکو محروم کردیتا ہے
کیونکہ توارث معاونت پر رغبت دلانیکیلئے مقرر کیا گیا ہے اور قرابت اور تعاون سب میں پایا جاتا ہے مثلاً شفقت ومحبت
ان سب میں پائی جاتی ہے جنکو ماں کا نام شامل ہے اور جسکو بیٹے کا نام شامل ہے اسمیں تاہم مقامی کی اور جسکا نام عصبہ ہے
اسمیں حمایت کے معنی پائے جاتے ہیں اور یہ مصلحت اسوقت متحقق ہوسکتی ہے جبکہ وہ شخص متعین ہوجائے جو ان باتوں پر اپنے نفس کو
مجبور کرے اور اسکے ترک سے اسپر ملامت کیجائے اور سب لوگوں میں وہ شخص مال کے ملنے کیساتھ ممتیز ہو اور خصوصیت کی
کمی بیشی ایسی چیز نہیں جسکا زیادہ تر خیال کیا جاوے یا انکے وجہات مختلف ہوں اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص مظان
غالبہ کے اعتبار سے خدا کے نزدیک زیادہ تر قریب اور کام آنیوالا ہے بعید کیلئے حاجب ہوکر اسکے حصہ کو کم کردیتا ہے
اور از انجملہ یہ ہے کہ نہایت جتنے حصوں کی تعیین ہوتی ہے انکے اجزا ظاہر ہوں کہ محاسب وغیرہ سب ظاہر میں انکی تمیز
کرسکیں اور آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول میں انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب
کرتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس چیز سے تمام مکلفین کو خطاب کیا جاتا ہے اسمیں یہ بات ضروری ہے
کہ ایک تو حساب کرنے میں تعمق کرنیکی حاجت نہ ہو اور دوسرے ظاہر نظر میں کمی بیشی کی ترتیب اسمیں معلوم ہوجائے
لہذا شرع نے سہامات میں سے دو قسم کے سہام اختیار کئے ایک تو ثلثین اور ثلث اور سدس اور دوسرے نصف
ربع ثمن کیونکہ ان دونو کا مخرج اصلی اول اعداد میں اور اسمیں تین مرتبہ پائے جاتے ہیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسرے کے
ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک شے کو اپنے اوپر دو چند کے ساتھ اور اپنے نیچے نصف کیساتھ ہوتی ہے کمی وبیشی کے
ظاہر اور محسوس ہونیکا یہ ادنے درجہ ہے پھر جب ایک زیادتی کا دوسری زیادتی کے ساتھ اعتبار کیا جائے تو اور نسبتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو جاتی ہیں جو باب توریث میں ضروری ہیں مثلاً اگر نصف پر کچھ بڑھایا جائے اور کُل سے کم رہے تو دو ثلث ہو گئے اور نصف سے جب کم کیا جائے اور ربع سے کم رہے تو ثلث ہو گیا اور خمس اور سبع کا اعتبار نہیں کیا گیا اسواسطے کہ انکے مخرج کی تخریج میں دقت ہے اور اسمیں گھٹا و بڑھا کر نہیں لتعمق فی الحساب کی ضرورت ہے اللہ پاک فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف سکھاتا ہے تم کو خدا تعالیٰ تمہاری اولاد میں مرد کے لئے برابر حصہ دو عورتوں کے ہے پھر اگر عورتیں دو سے زیادہ ہیں پس انکو میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور اگر ایک ہے تو اسکے لئے نصف میں کہتا ہوں مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہوتا ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ - اور اکیلی بیٹی کے لئے نصف ترکہ کیونکہ اگر اکیلا بیٹا ہوتا ہے تو اُسکو سارا مال ملتا ہے پس اس حساب سے اکیلی بیٹی نصف کی مستحق ہے؛ اور دو بیٹیوں کا حکم بالاجماع تین کا ہے اور دو ثلث اُنکو اسواسطے ملتے ہیں کہ اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہو تو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے اسلئے دوسری بیٹی کا بطریق اولیٰ ثلث سے کم نہ ہونا چاہئے اور عصبہ کیلئے ثلث اسلئے زیادہ کیا گیا اسلئے کہ بیٹیوں سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نہ کریگا لیکن حکمت کا مقتضیٰ ہے کہ جو شخص نسب کے عمود میں داخل ہے اُسکو اُن لوگوں پر جو عمود کے اِدھر اُدھر ہیں فضیلت دیجائے اور وہ ثلث میں سے دو ثلث کی نسبت ہے اور ایسا ہی والدین کا بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ حال ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس - اور اسکی ماں باپ کیلئے دونوں میں سے ہر ایک کو اُسکے ترکہ میں سے سُدس ہے اگر اسکے اولاد ہو پس اگر اُس کے اولاد نہیں ہے اور اُس کے ماں باپ اس کے وارث ہوتے ہیں تو اُسکی ماں کو ثلث ہے پھر اگر اسکے بھائی ہیں تو اُس کی ماں کو سُدس ہے میں کہتا ہوں تم کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بہ نسبت والدین کے اولاد وراثت کی زیادہ تر مستحق ہوتے ہیں اور اسکی صورت یہ ہے کہ اولاد کو دو ثلث اور والدین کو ثلث دیا جائے اور باپ کا حصہ ماں کے حصہ سے اسلئے زیادہ مقرر نہیں کیا گیا کہ بیٹے کے قائم مقام ہونے اور اسکی معاونت کے اعتبار سے عصبہ کیساتھ باپ کی فضیلت کا ایک مرتبہ اعتبار ہو چکا ہے اسلئے بعینہٖ اس فضیلت کا فی التصنیف میں اعتبار نہ کرینگے اور جس صورت میں بیٹے کے اولاد نہ ہو تو والدین سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے لہذا سب ترکہ انہیں کو ملیگا اور باپ کو ماں پر فضیلت ہوگی اس بات کو تم معلوم کر چکے کہ ان مسائل کے اندر اکثر جس فضیلت کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ فضیلت . . . ہے پھر اگر ماں اور بھائی وارث ہوں اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائیگا کیونکہ اگر بھائی عصبہ نہیں ہے اور عصبات اُس سے بعید ہیں تو عصبیت اور شفقت و محبت برابر ہے نصف انکو اور نصف اُنکو ملیگا اور وہ نصف ماں اور اسکی اولاد پر تقسیم کیا جائیگا اس حساب سے ماں کو بلاشک چھٹا حصہ ولایا جائیگا اور اس سے کم نہ ہوگا اور باقی ان سب کو دلایا جائیگا اور اگر بھائی عصبیات ہیں تو انمیں قرابت قریبہ وحمایت دونوں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات انکے ساتھ اور وارث بھی ہوتے ہیں مثلاً بیٹی اور بیٹے اور خاوند پھر اگر ماں کو سدس نہ دلایا جائے تو اُنکو تنگی و دقت ہو اور اللہ پاک فرماتا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فان کان لہن ولد فلکم الربع مماترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین ولہن الربع مماترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین ؕ اور تم کو اور تمہاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر انکی اولاد نہ ہو پس اگر انکی اولاد ہو تو انکے ترکہ میں سے تم کو ربع ہے. بعد وصیت کے جس چیز کی انہوں نے کی ہو یا دین کے؛ اور بیبیوں کو تمہارے ترکہ میں سے اگر تمہاری اولاد نہیں ہے تو ربع ہے پھر اگر تمہارے اولاد ہے تو انکو تمہارے ترکہ میں سے ثمن ہے بعد اس چیز کے وصیت کے جو تم نے کی ہے یا قرض کے میں کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اسلئے ملتا ہے کہ اسکو بیوی اور اسکے مال پر قبضہ ہوتا ہے پس بالکل مال کے اسکے قبضہ سے نکالنے میں اسکی ضرر رسانی اور دوسرے یہ کہ خاوند اپنا مال اسکی سپرد میں رکھتا ہے اور اپنے مال میں اسکو امین سمجھتا ہے اسی خیال سے کہ بیوی کے مال میں اسکا بڑا حق ہے اور بیوی خاوند سے خدمت اور ہمدردی اور حق محبت کا لیتی ہے لہذا خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء پھر اس بات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ خاوند بیوی کو زیادہ حصہ لینے سے اولاد پر تنگی نہ ہو اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اکثر مسائل میں جس فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے اللہ پاک فرماتا ہے وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث اگر وہ شخص جسکا ورثہ تقسیم ہوتا ہے کلالہ ہو اور اس مرد کے بھائی یا بہن ہو پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو سدس ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ثلث میں شریک ہونگے میں کہتا ہوں کہ یہ آیت ماں کی اولاد میں وارد ہے اور اسپر اجماع ہو چکا ہے اور چونکہ اس شخص کے نہ باپ ہے نہ اولاد ہے اسلئے شفقت کے لحاظ سے اگر انمیں ماں ہے تو انکو نصف ہے اور نصف معاونت اور حمایت کے اعتبار سے اور اگر ماں نہیں ہے تو دو ثلث انکا ہے اور ایک ثلث انکا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین - تجھسے مسئلہ دریافت کرتے ہیں کہہ دے خدا تعالے تم کو بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مر جاوے جسکے کچھ اولاد نہ ہو اور اسکی ہمشیرہ ہو تو اسکی ہمشیرہ کو اس مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اسکا وارث ہوگا اگر اسکے اولاد نہیں ہے پھر اگر دو ہمشیر ہوں تو ان دونوں کو اسکے ترکہ میں سے دو ثلث ہے اور اگر اس کے بھائی وبہنیں ہوں تو مرد کو عورت سے دو چند ہے میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد میں وارد ہے خواہ وہ بنی اعیان ہوں یا بنی علات ہوں اور کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے نہ باپ ہو نہ اولاد ہو اور اللہ پاک کا یہ قول لیس لہ ولد کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے الحاصل جس شخص کے کوئی ایسا وارث ہو کہ نسب کے عمود میں داخل ہو تو وہ لوگ جو اولاد کے بعد سب سے زیادہ قریب اور اولاد کے مشابہ ہیں اولاد ہی پر محمول ہوں اور وہ برادر اور ہمشیرہ ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الحقوا الفرائض باہلہا فما بقی فہو لاولی رجل ذکر تمام حصے انکے حقداروں کو دیدو پھر جو باقی رہے تو وہ اس مرد ذکر کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے میں کہتا ہوں یہ بات معلوم ہو چکی کہ توارث کے اندر دو باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے جن کو ہم بیان کر چکے اور محبت و شفقت کا صرف اس قرابت میں لحاظ لیا گیا جو بہت قریب ہے جیسے ماں وبھائی نہ انکے سوا میں پس جب ان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیچ ہے تو وارث میت کے قائم مقام ہونے اور اسکے معاونت کرنے کے اعتبار سے معین ہوگا اور میت کے قوم اور اسکے نسب اور اسکے درجہ کے لوگ ہیں الاقرب فالاقرب ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم ۔ یہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اسلئے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان میں ہمدردی نہ ہونے پائے کیونکہ مسلمان کا کافر سے اختلاط رکھنا باعث اُسکے دین کے فساد کا ہوگا چنانچہ اللہ پاک نکاح کے حکم میں فرماتا ہے اولئک یدعون الی النار ۔ وہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القاتل لا یرث قاتل کو ورثہ نہیں پہونچتا میں کہتا ہوں یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ بسا اوقات وارث مال لینے کی خاطر اپنے مورث کو مار ڈالتا ہے خاصکر چچازاد بھائی وغیرہ اُس وقت میں اس طریقہ کا انمیں مقرر کرنا ضروری ہوا کہ اس فعل کے مرتکب ہونیوالے نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ ناامید کیا جاوے تاکہ یہ مفسدہ رفع ہو اور یہی طریقہ متوارث چلا آتا ہے کہ نہ غلام کو کسی کا ورثہ ملتا ہے نہ اور کسی کو غلام کا ورثہ ملتا ہے کیونکہ غلام کا مال مولا کا مال ہوتا ہے اور مولی اجنبی شخص ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ۔ البتہ ماں کی اولاد میں سے بنی اعیان میں توریث جاری ہوتی ہے بنی علات میں نہیں ہوتی میں کہتا ہوں اس کا سبب ہم بیان کر چکے ہیں کہ میت کی قائم مقامی کا بنا خصوصیت پر ہے اور قریب بعید کا حاجب ہو کر اسکو محروم کر دیتا ہے اور خاوند و ماں باپ اور بیوی اور ماں باپ کی صورت میں اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ ماں کو باقی کا ثلث ملتا ہے اور حضرت ابن مسعود نے بخوبی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے ما کان اللہ لیرینی ان افضل اما علی اب اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ ایک بیٹی ایک پوتی اور ایک اُخت عینی کی صورت میں باینطور حکم دیا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سُدس اور ہمشیرہ کو باقی ۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ بعید قریب کا اُسکے حصہ میں مزاحم نہیں ہوتا ہے اور جو باقی رہے تو بعید اُسکا حقدار ہوتا ہے تاکہ خدا تعالے نے اس صنف کیلئے جو مقرر کیا ہے اُسکا استیفا کرے پس بیٹی کو پورا النصف ملیگا اور بیٹی پوتی کے حکم ہے پس حقیقی بیٹی سے مزاحم نہ ہوگی اور بیٹیوں کے حصہ سے باقی اُس کو ملجائیگا پھر ہمشیر عصبہ ہوگی اس لئے کہ اُس میں بیٹی کے قائم مقام ہونیکے معنی پائے جاتے ہیں اور وہ مورث کے درجہ کی ہے ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاوند اور ایک ماں اور حقیقی بھائیوں اور اخیافی بھائیوں کے باب میں فرمایا کہ باپ سے اُنکی قرابت کو ہی بڑھایا ہے حضرت ابن مسعود اور زید اور شریح وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اسی حکم کو قبول کیا اور قوانین شرعی کے ساتھ یہ حکم زیادہ تر مناسب ہے اور دادی کیلئے سدس کا حکم دیا کیونکہ ماں کے نہ ہونیکی صورت میں دادی ماں کے قائم مقام ہے حضرت ابوبکر و حضرت عثمان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور میرے نزدیک یہ قول سب سے بہتر ہے اور ولاء میں یہ راز ہے کہ اسمیں معاونت و عزت کی محافظت پائی جاتی ہے پس مولی النعمت اُسکا زیادہ تر مستحق ہے بعد ازاں اُسکے قوم کے مرد درجہ بدرجہ واللہ اعلم ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدبیر منزل کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب و عجم کے نزدیک مسلم ہیں البتہ انکی صورتوں میں اختلاف ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا کئے گئے اور حکمت الٰہیہ مقتضی ہوا کہ تمام دنیا میں بانیطور کلمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جاوے اور تمام دنیا کے عادات عرب کے عادات سے منسوخ کئے جاویں اور تمام دنیا کی لوگوں کی ریاست انکی ریاست سے منسوخ کیجاوے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کسی صورت سے نہیں ہوسکتی اور نیز خود ان صور و اشباح کا اعتبار ضروری ہوا اور ہم اکثر ضروری باتیں مقدمہ باب میں ارتفاقات وغیرہ کے اندر بیان کر چکے ہیں وہاں دیکھنا چاہئے ۔

نکاح کے متعلق گفتگو اور اسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء ۔ اے گروہ جوانوں کے جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے تو اسکو نکاح کرنا چاہئے کیونکہ نکاح کرنے میں نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے ۔ اور جو کوئی اسکی طاقت نہ رکھے تو اسکو روزہ رکھنا چاہئے اسلئے کہ روزہ خصی کر دیتا ہے ۔ معلوم کرو کہ بدن کے اندر جب کثرت سے منی پیدا ہوتی ہے تو اسکے اجزاء دماغ کیطرف چڑھتے ہیں تو اسکا دل کسی خوبصورت عورت کے دیکھنے کو چاہتا ہے اور اسکی محبت اسکے قلب پر غالب ہو جاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ پیشابگاہ کیطرف اترتا ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور شدت سے خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے زمانہ میں ہوتی ہے اور حجابات طبع میں سے یہ ایک بہت بڑا حجاب ہے جو اسکو احسان کی صفت میں غور کرنے سے مانع ہو جاتا ہے اور زنا کیطرف اسکو رغبت دلا کر اس شخص کی عادت بگاڑ دیتا ہے اور باہمی فساد سے بڑی بڑی بلاؤں میں وہ شخص پڑ جاتا ہے لہذا اس حجاب کا دور کرنا ضروری ہوا پس جو شخص جماع کی استطاعت رکھتا ہو اور اس پر قادر ہو بایں طور کہ مقتضائے حکمت کے موافق کوئی عورت اس کو میسر آوے اور اسکا خرچ اٹھا سکے تو اس شخص کیلئے نکاح سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ پست رہتی ہے اور آدمی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے ۔ کیونکہ اسکے سبب سے منی کثرت سے خارج ہوتی رہتی ہے اور جس شخص میں اسکی استطاعت نہ ہو تو اسکو روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ روزہ رکھنے کو ہیجان طبعی کے فرو کرنے اور اسکے جوش کم کرنے میں بہت دخل ہے اسلئے کہ اسمیں منی کے مادہ کا کم کرنا ہے پس تمام اخلاق فاسدہ جو کثرت اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں وہ روزہ کے سبب سے بدلجاتے ہیں ۔ اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے منع فرمایا اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا تعالے سے خوف کرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ میں اس سے خوف کرتا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پھر جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے معلوم کرو کہ نصاریٰ میں سے مانویہ اور مترہبہ ترک نکاح کو قربت الٰہی کا سبب سمجھتے تھے اور یہ انکا خیال غلط تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ جسکو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے پسند فرمایا ہے وہ صرف اصلاح طبیعت اور اُسکی کجی کا دور کرنا ہے
تمام فواحش سے اُسکا جدا کرنا مقصود نہیں ہے اور ہم پورے طور پر اسکا بیان کر چکے ہیں پھر ایسی عورت کیطرف بہت ہی ضرور
ہے جسکا نکاح حکمتِ شرعی کے موافق ہو اور تدبیر منزل کے مقاصد پورے طور پر اُس سے حاصل ہو سکیں اسلئے کہ خاوند و بیوی کی
صحبت لازمی ہے اور جانبین سے حوائج ضروری ہوتے ہیں پس اگر عورت بد طینت ہے اور اُسکی سرشت و عادت میں سختی اور زبان میں
اُسکی نحوست داخل ہے تو اس شخص پر باوجود فراخ ہونیکے دنیا تنگ ہو جائیگی اور وہ مصلحت فساد کیطرف منقلب ہو جائیگی اور اگر
صالحہ ہے تو اُسکی وجہ سے کامل طور پر گھر کی اصلاح ہو سکتی ہے اور ہر طرف سے اس شخص کیلئے اسباب خیر مہیا ہو جائینگے۔ چنانچہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔ دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہتر پونجی صالحہ بیوی ہے اور آپ نے
فرمایا ہے تنکح المرأۃ لاربع لمالہا ولحسبہا ولجمالہا ولدینہا فاظفر بذات الدین تربت یداک۔ چار باتوں کے سبب سے عورت سے نکاح
کیا جاتا ہے اُسکے مال کے سبب سے اور اُسکے حسب کیوجہ سے اور خوبصورتی کیوجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار پر
ظفریاب ہو خاک میں ملجاویں تیرے دونوں ہاتھ۔ معلوم کرو کہ بیوی کے پسند کرنے میں لوگ جن مقاصد کا قصد کرتے ہیں وہ
غالباً چار باتیں ہیں ایک تو اُسکے مال کیوجہ سے کہ اس شخص کو اُسکے مال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور اُسکو امید ہوتی ہے کہ مال
کے ساتھ وہ عورت اُسکی غمخواری کریگی۔ اور اُسکی اولاد ماں کے مالدار ہونے کیوجہ سے غنی ہو جائیگی کیونکہ ماں کے ترکہ میں اُنکو یہ
مال ملیگا اور یا ایک عورت کے حسب کیوجہ سے یعنی اس عورت کے باپ دادا خاندانی ہوتے ہیں تو اسکے ساتھ نکاح کرنے
میں وہ اپنی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں نکاح کرنا شرف و عزت کا سبب ہوتا ہے اور ایک خوبصورتی کیوجہ سے کیونکہ طبیعت
بشری کو جمال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور ایک اُسکے دین کے سبب سے یعنی وہ
عورت صاحب عفت اور صاحب ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرب ہوتی ہے۔ مال و عزت تو ایسی چیزیں ہیں
کہ جن لوگوں پر رسم دنیا کا حجاب غالب ہے وہ اُنکا قصد کرتے ہیں اور جمال و شباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جنپر حجاب طبعی کا غلبہ ہے
اُنکو مقصود ہوتی ہیں اور دین اُس شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہو گیا ہے اور اس بات کو
چاہتا ہے کہ دین میں اُسکی بیوی اُسکی معاونت کرے اور اہل خیر کیساتھ صحبت کی اُسکو رغبت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ جتنی عورتیں اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں۔
انمیں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں سب آدمیوں سے زیادہ اُنکو اپنے بچے کے ساتھ اُسکے بچپن میں محبت ہوتی ہے
اور سب سے زیادہ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اُس قبیلہ و خاندان
کی ہو جسکی عورتیں خوش اخلاق ہوتی ہیں کیونکہ سونے و چاندی کی کانوں کی طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور انسان پر اُسکی
قوم کی رسوم و عادات اُسپر اسقدر غالب ہوتی ہیں کہ گویا اُسکی سرشت میں داخل ہیں اور آنحضرت صلعم نے اس بات کا بیان
فرمایا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی عورتیں ہوتی ہیں اسلئے کہ سب سے زیادہ اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کو اُنکو شفقت ہوتی ہے
اور اپنے خاوند کے مال و غلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہیں۔ اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہیں اُن سب میں
یہ دو بڑے بڑے مقصد ہیں اور انہیں سے تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آجکل ہمارے ملک اور ماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروگے تو عادات صالحہ میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتوں میں قریش کی بیویاں کو دیکھو گے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔ کہ نکاح کرو تم ایسی عورتوں سے جو زیادہ جننے والی اور زیادہ محبت والیوں نے کیونکہ میں امتوں نے تمہارے ساتھ کثرت میں مقابلہ کرنیوالا ہوں میں کہتا ہوں کہ خاوند بیوی کی باہم محبت کیوجہ سے مصلحت خانگی پورے طور سے قائم رہیگی اور بسبب کثرت اولاد کے مصلحت مدینہ اور ملیہ کے خوب تکمیل و تمیم ہوگی اور عورت کو خاوند کے ساتھ محبت کا ہونا اسکے صحت مزاج اور قوت طبیعت کی دلیل اور غیروں کیطرف نظر کرنے سے مانع اور کنگھی وغیرہ سے سنگھار کرنے کے باعث سے اور اسمیں خاوند کی شرمگاہ اور اسکی نظر کی حفاظت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض۔ جب کوئی شخص تمہارے پاس پیام نکاح کا لاوے جسکی دینداری و عادت سے تم راضی ہو اسکے ساتھ تم نکاح کر دو اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا۔ میں کہتا ہوں اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہیں ہے اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کفویت کا اعتبار ہے اور کبھی تو کفویت کا نقصان قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور لوگوں کے مرتبہ مختلف ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی اسی لئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو بجز انکے کفو کے لوگوں کے سب سے ممانعت کردونگا بلکہ آنحضرت صلعم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین و عادت پسندیدہ ہو تو اسکے بعد حقیر چیزوں پر مثل قلت مال و تنگی حال اور بدصورتی یا ام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیئے کیونکہ تدبیر منزل کا مقصود اعظم خوش اخلاقی کیساتھ صحبت میں رہنا اور اسکے سبب سے دین کی صلاح کا ہونا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الشوم فی المرءۃ والدار والفرس۔ نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے میں کہتا ہوں اس حدیث کی طرح تفسیر جسکو حدیث کا موردچاہتا ہے کہ ان چیزوں میں کوئی سبب اکثر سے پوشیدہ پایا جاتا ہے جسکی وجہ سے عورت برکت سے برطرف اور مشوم ہوا کرتی ہے۔

اور مستحب ہے مرد کو یہ بات کہ خوش کرے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے نکاح کے اس عورت کیساتھ جسکی نحوست پر کوئی تجربہ پایا جاوے اگرچہ وہ خوبصورت ہو اگرچہ وہ صاحب مال ہو اور حکمت کا مقتضیٰ ہے کہ باکرہ کو اختیار کرے بشرطیکہ وہ عاقلہ بالغہ ہو کیونکہ اسکے اندر داؤ و فریب کے معنی کم ہوتے ہیں اسلئے وہ ادنے وجہ سے راضی ہو جاتی ہے اور بسبب قوی ہونے انکی جوانی کے بہت سریع ترہے عمل کیلئے اور ادب کی صلاحیت بھی اقرب ہے جیسے کہ حکمت کا مقتضی ہے اور نیز اپنی شرمگاہ کو اور نظر کو محفوظ کیگی بخلاف ثیبات کے (ثیبہ بیوہ عورت کو کہتے ہیں) کہ وہ داؤ و فریب سے خوب آگاہ ہوتی ہیں اور بداخلاق و قلیل الاولاد ہوتی ہیں اور وہ مثل اولاد منقوشہ کے ہوتی ہیں کوئی ادب انمیں اثر نہیں کرتا ہے بار بغدایا مگر جبکہ اس شخص کو تدبیر خانگی مقصود ہو کیونکہ بغیر تجربہ کار عورت کے انتظام نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ جابرؓ نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب احدکم المرءۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحہا فلیفعل۔ جب کوئی تم میں سے کسی عورت سے پیام نکاح کا دے پس اگر وہ شخص اس چیز کو جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور فرمایا ہے فانہ احری ان یودم بینکما۔ کیونکہ یہ بات تم دونوں میں الفت قائم رہنے کے لئے احسن ہے اور آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا ہل رأیتہا فان فی اعین الانصار شیئا۔ تو نے اسکو دیکھ بھی لیا ہے کہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتا ہوں مخطوبہ کو دیکھ لینا اسواسطے مستحب کیا گیا ہے کہ دیکھ لینے کے بعد جو نکاح واقع ہوگا ہوشمندی کیساتھ ہوگا اور وہ ندامت جو بلا دیکھے بھالے نکاح کرلینے اور طبیعت کے موافق نہ ہونے اور پھر اُسکے رد نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے ایسے وقت میں پیش نہیں آتی۔ اور دیکھنے کے بعد اُسکو رد کرنا آسان ہوتا ہے دوسرے ایسے وقت میں نکاح شوق اور نشاط کیساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اُسکی طبیعت کے موافق ہوتا ہے اور عقلمند آدمی جبتک کسی چیز کی برائی بھلائی پہلے معلوم نہ کرے اُسکا اقدام نہیں کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فلیواقعہا فان ذلک یرد ما فی نفسہ۔ عورت شیطان ہی کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی ہی صورت میں پشت کرتی ہے تم سے جب کسی کو کوئی عورت اچھی معلوم ہو اور اُسکے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو اُسکو چاہئے کہ اپنی بیوی کیطرف قصد کرے اور اُس سے صحبت کرے اسلئے کہ اس سے اُسکے دل کا وسوسہ جاتا رہتا ہے۔ معلوم کرو کہ شہوت فرج سب شہوتوں سے بڑھکر شہوت ہے اور سب سے زیادہ قلب پر اسکا غلبہ ہوتا ہے اور یہ شہوت انسان کو بڑی بڑی ہلاکت میں ڈالتی ہے اور عورتوں کی طرف دیکھنے سے یہ شہوت پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے یہی مراد ہے المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان الخ پس جب کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور اُسکے قلب میں اسکا شوق اور بیقراری پیدا ہو تو حکمت کا مقتضی ہے کہ اُس شوق کو فی الحال نہ چھوڑا جاے کیونکہ ایسی صورتیں وہ شوق آہستہ آہستہ زیادہ ہو ہوکر اُسکے قلب پر غالب آجائیگا اور قلب کے اندر اُسکا تصرف جاری ہوجائیگا اور ہر چیز کی ایک مدد ہوتی ہے جس سے وہ چیز قوی ہوجاتی ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ چیز کم ہوجاتی ہے پس عورتوں کیطرف رغبت کی مدد منی کے ظروف کا پر ہونا اور اُس سے دماغ کیجانب بخارات کا صعود کرنا ہے اور اُسکے کم کرنے کی تدبیر اِن ظروف کا منی سے خالی کردینا ہے اور نیز جب اُس کا قلب جماع کرنے کیطرف مشغول ہوگا تو وہ وسوسہ اُسکے دل سے نکل جائیگا اور جس چیز کیطرف اُسکی توجہ تھی وہ توجہ اُسکو نہ رہیگی اور جب ایک چیز کے استحکام سے پہلے اُسکا علاج کرلیا جاتا ہے تو ادنیٰ کوشش سے وہ چیز رفع ہوجاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے جبتک وہ نکاح نہ کرلے یا ترک نہ کردے۔ میں کہتا ہوں اُسکا سبب یہ ہے کہ جب ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کی گفتگو کی اور عورت کو بھی اسکی طرف میلان ہوگیا تو اس شخص کے گھر آباد ہونے کی صورت ظاہر ہوگئی پس اب اس شخص کی امید کو توڑنا اور جس چیز کے وہ درپے ہے اُس سے اُسکو ناامید کردینا اُسکے ساتھ بدخواہی اور ظلم کرنا اور اُسکو تنگ کرنا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتسأل المرأۃ طلاق اختہا لتستفرغ صحفتہا ولتنکح فان لہا ما قدر لہا کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگاری اسلئے نہ کرے تاکہ اُسکے برتن کو خالی کرکے اپنا نکاح اس شخص سے کرے کیونکہ اُسکو وہی ملیگا جو اُسکے تقدیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ حکمت ہے کہ اُسکی طلاق کا چاہنا اُسکے ساتھ کاٹ کرنا اور اُسکی روزی کے خراب کرنے میں کوشش کرنا ہے اور شہر کے فساد کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے روزگار کی کاٹ کرے بلکہ خدا تعالےٰ کی مرضی تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی روزی اُس طریقہ سے جو خدا تعالےٰ نے اُسکے لئے آسان کیا ہے حاصل کرے اور دوسرے کی روزی کا ازالہ نہ چاہے ٭

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستر کا بیان

معلوم کرو کہ جب عورتوں کو دیکھنے سے مردوں کے دل میں انکا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنت راشدہ کے اُنسے قضاء شہوت کیا جائے مثلاً اُس عورت کیطرف توجہ کرنا جو دوسرے کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے توجہ کرنا یا بلا اعتبار کفو کے کسی کیساتھ نکاح کرنا اور اس باب میں جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ اُس بیان سے مستغنی ہے جو دفتروں میں مذکور ہے پس حکمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہیں اور اُنکو باہم مخالطت کی ضرورت ہے لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی درجے مقرر کئے جائیں اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مسنون اور مشروع فرمائے ایک تو یہ کہ عورت اپنے گھر سے بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ ہی نہ ہو باہر نہ جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان۔ عورت شرم کی چیز ہے پس جب گھر سے باہر ہوتی ہے شیطان نگاہ اُٹھا کر اُسکی طرف دیکھتا ہے میں کہتا ہوں اُسکے معنی یہ ہیں کہ شیطان کا گروہ اُسکو نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے یا اُسمیں فتنہ کے اسباب مہیا کرنے سے کنایہ ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن۔ اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔ اور حضرت عمرؓ کو چونکہ اسرار دین کا علم دیا گیا تھا اسلئے آپکی تمنا تھی کہ خدا تعالے کیطرف سے اس پردہ کا حکم نازل ہوتی کیا انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سودہؓ کو آواز دی یا سودة انك لا تخفين علينا۔ اے سودہ آپ ہمسے چھپ نہیں سکتی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب معلوم کیا کہ بالکل اس باب کے مسدود کرنے میں حرج عظیم ہے اسلئے آپ نے گھر میں بیٹھنا اُنکے لیے مستحب کیا واجب نہیں کیا اور فرمادیا اذن لكن ان تخرجن الى حوائجكن۔ تم کو اپنی حاجات کیلئے باہر نکلنے کیلئے اجازت دیگئی۔ دوسرے یہ کہ عورت اپنے اوپر پردہ ڈالے رہے اور بجز خاوند یا ذی رحم محرم کے اور کسی کے سامنے مواضع زینت کو نہ کھولے اللہ پاک فرماتا ہے قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن الى قوله تفلحون۔ ایمان والوں سے کہدے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے فرجوں کی حفاظت کریں یہ اُنکے لئے زیادہ پاکیزہ ہے بیشک خدا اُنکے کاموں سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار بجز ظاہری سنگھار کے کسی کے سامنے نکھولیں مگر اپنے خاوندوں کیلئے یا اپنے آبا کیلئے یا خاوندوں کے باپوں کیلئے یا اپنے بیٹوں کیلئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کیلئے یا اپنے بھائیوں کیلئے اخیر آیات تک۔ پس خدا تعالے نے اُن اعضا کے کھولنے کی اجازت دی ہے جنسے شناخت ہو سکتی ہے یعنی مُنہ اور اکثر جن اعضا سے کام کاج ہوتا ہے اور وہ دونوں ہاتھ ہیں اور اُنکے سوا سب اعضا کا ستر واجب مگر خاوند اور ذی رحم محرم اور اپنے غلاموں کے سوا۔ اور جو عورتیں گھر کی بیٹھنے والی ہیں نکاح کا قصد نہیں رکھتی ہیں اُنکو اس بات کی اجازت دی کہ اپنے کپڑے اوتار رکھا کریں۔ تیسرے یہ کہ کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی میں نہ رہے جبتک کوئی تیسرا وہاں ایسا موجود نہ ہو جسکا وہ دونوں لحاظ کرتے ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيبت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا ان یکون ناکحا او ذا محرم۔ آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس شب باشی نہ کرے بجز اسکے خاوند کے یا محرم کے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایخلون رجل بامراۃ فان الشیطان ثالثہما۔ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ تیسرا اُنمیں شیطان ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم جن عورتوں کے خاوند گھر میں نہیں اُنکے پاس مت جاؤ اسلئے کہ شیطان انسان کے اندر خون کے مانند جاری رہتا ہے چوتھے یہ کہ کوئی شخص عورت ہو یا مرد دوسرے شخص کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا ینظر الرجل الی عورت الرجل ولا المرأۃ الی عورت المرأۃ نہ مرد مرد کا ستر دیکھے نہ عورت عورت کا ستر دیکھے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور عورتوں میں باہم معاشقہ ہو جاتا ہے اور اسیطرح مردونمیں۔ اور ستر کے نہ دیکھنے میں لوگوں پر کچھ دقت بھی نہیں ہے اور نیز ستر عورت ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکے بغیر چارہ نہیں ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ ایک کپڑے میں کوئی کسی کے ساتھ نہ سوئے اور علی ہذا القیاس ایک چارپائی پر بھی لوگ نہ سوئیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد۔ نہ مرد مرد کے پاس ایک کپڑے میں جا کر لیٹے اور نہ عورت عورت کے پاس اسطرح لیٹے اور فرمایا ہے لا تباشر المرأۃ المرأۃ لتنعتہا لزوجہا کانہ ینظر الیہا۔ کہ کوئی عورت کسی عورت سے ملکر نہ بیٹھے تاکہ اپنے خاوند سے اُسکا حال بیان کرے گویا کہ وہ اُسے دیکھ رہا ہے میں کہتا ہوں اُسکا سبب یہ ہے کہ عورتوں کا پاس پاس لیٹنا باہم شہوت کو ہیجان میں لاتا ہے جنسے انمیں سحاق اور رحلت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ گویا اُسکی طرف دیکھ رہا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ عورت عورت کیساتھ مباشرت کرنے سے بسا اوقات انمیں محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر وہ اُس لذت کا ذکر اپنے خاوند یا کسی قوم سے کہدیتی ہیں اُسکے باعث سے اُن لوگوں کو اُس عورت کا اشتیاق ہو جائیگا اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند نہیں ہے اُسکے کسی مرد کے سامنے اوصاف بیان کئے جاویں۔ آنحضرت صلعم نے جو ہیت مخنث کو ازواج مطہرات کے مکانوں سے نکلوایا تھا اسکا یہی سبب تھا اور جاننا چاہئے کہ ستر عورت یعنی وہ اعضا کہ جنکے کھولنے سے لوگونمیں عادات متوسطہ کے اقتضا سے عار آتی ہے جسطرح قریش کے اندر اُس زمانہ میں تھا اُن ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکو ان تمام لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے جنکا نام بشر ہے اور اِسی کے سبب سے انسان تمام حیوانات میں ممتاز ہے پس اسلئے شارع نے ستر کو واجب کیا اور بول و براز کا مقام اور خصیتیں اور عانہ زیر ناف اور جو اعضا اُنکے قریب ہیں یعنے زانو سے ان اعضاء کا ستر ہونا دین کے روشن بدیہات میں سے ہے جسپر دلیل کی حاجت نہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا زوج احدکم عبدہ امتہ فلا ینظر الی عورتہا وفی روایۃ فلا ینظر الی ما دون السرۃ وفوق الرکبۃ جب کوئی تم میں سے اپنے غلام کا اپنی چھوکری سے نکاح کر دے تو پھر اُسکا ستر نہ دیکھے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر نہ دیکھے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اما علمت ان الفخذ عورۃ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ران ستر ہے ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دونوں رانیں ستر ہیں اور اس مسئلہ میں احادیث متعارضہ آئی ہیں مگر اس قول میں احتیاط زیادہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قوانین شرعی سے بھی بہت ملتا ہوا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایاکم والتعری فان معکم من لایفارقکم الا عند الغائط و حین یفضی الرجل الی اہلہ فاستحیوہم واکرموہم ننگے ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ فرشتے ہیں کہ نہیں مفارقت کرتا ہے تم سے مگر وقت پاخانہ جانے کے یا اس وقت جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کیلئے جاتا ہے پس ان سے حیا کرو اور ان کی تعظیم کرو اور نیز فرمایا اللہ احق ان یستحیی منہ کہ اللہ پاک اسکا مستحق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ برہنہ ہونا بغیر ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ نہ ہو منع ہے اگرچہ مکان خالی ہو کیونکہ بسا اوقات انسان اسپر اقدام کرتا ہے اور اعمال کا اعتبار کرنا ان اخلاق کے ساتھ ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور ستر کا منشا حیا اور نفس پر تحفظ و تقید کی کیفیت کا غالب کرنا اور بیحیائی کو ترک کردینا اور اسکا عادی نہ ہونا ہے اور جب شارع نے کسی شخص کو ایک چیز کا حکم دیا تو اسکا یہ مقتضی ہوا کہ دوسرے کو اس بات کا حکم دیا جائے کہ اس حکم کے موافق اس شخص کے ساتھ معاملہ کرے پس عورتوں کو ستر کا حکم دیا گیا ہے تو ضروری ہوا کہ مردوں کو اس بات کا حکم دیا جائے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور مردوں کا نفس جب ہی مہذب ہوا کرتا ہے جب وہ اپنی نگاہوں کو پست کریں اور اپنے نفس کو اسپر مجبور کریں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الاولی لک ولیست لک الآخرۃ۔ پہلی نگاہ تیرے لئے ہے اور دوسری تیرے لئے نہیں ہے میں کہتا ہوں اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ نکاح کا خیال بمنزلہ دوسری مرتبہ نظر کرنے کے ہے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک نابینا شخص حاضر ہوئے اور آپنے حضرت ام سلمہ و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کو پردہ کرنیکا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا یہ نابینا نہیں ہے جو ہمکو نہیں دیکھتا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اسکو نہیں دیکھ سکتی ہو میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جسطرح مردونکو عورتوں کیطرف رغبت ہوتی ہے ویسی ہی عورتونکو مردونکی طرف ہوتی ہے آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا انہ لیس علیک باس انما ہو ابوک وغلامک کہ البتہ تجکو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے میں کہتا ہوں کہ غلام کو محارم کا حکم اسلئے دیا گیا کہ اسکو اپنی سیدہ کیطرف رغبت نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کیطرف رغبت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اسکی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور باہم انکے پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور یہ صفات محارم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ محرمیں رغبت کے کم ہونیکا باعث ہے اور ناامیدی طمع کے منقطع ہونیکے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلت نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے۔ پس اسواسطے قدیمی سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو۔

نکاح کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا نکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا معلوم کرو کہ خصوصاً نکاح میں عورتونکو حاکم کرنا روا نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور انکی فکر ناقص ہوتی ہے اسلئے بسا اوقات مصلحت کیطرف انکو رہبری نہ ہوسکیگی دوسرے غالباً وہ حسب کی حفاظت نہ کرینگی اور بسا اوقات غیر کفو کیطرف انکو رغبت پیدا ہو سکتی ہے اور اسمیں انکی قوم کی عار ہے پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں کچھ دخل دیا جائے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو اور نیز ضروری جبلی کا اعتبار سے لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہیں اور تمام بندوبست انہیں کے متعلق ہوتا ہے اور تمام خرچ مردونکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہوا کرتے ہیں اور عورتیں انکی مقید ہوتی ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم الآیہ اور نیز نکاح کے اندر ولی کی شرط لگانیمیں اولیا کی عزت ہے اور عورتوں کا اپنا نکاح خود بخود کرنیمیں انکی بےعزتی ہے جسکا مدار بیحیائی پر ہے اور اولیا کی مخالفت اور انکی بےقدری ہے۔ اور نیز یہ بات واجبات سے ہے کہ نکاح کو زنا سے شہرت کیساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیا نکاح میں موجود ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح الشیب حتی تستامر ولا البکر حتی تستاذن الا ذنہا وفی روایۃ البکر یستاذنہا ابوہا۔ شوہر رسیدہ عورت کا نکاح نہ کیا جاوے جبتک کہ اسکا امر نہ لیا جاوے اور نہ باکرہ کا جبتک کہ اس سے اذن نہ لیا جاوے اور اسکا اذن خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جبتک باپ اس سے اذن نہ لے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی روا ہے کہ صرف اولیا کو نکاح کا اختیار دیا جاوے کیونکہ اپنا نفع وضرر جو عورت جانتی ہے وہ اس سے ناواقف ہیں علاوہ وہ نفع ونقصان اسکی طرف عاید ہونیوالا ہے اور استیمار صراحتہ اسکی زبان سے اجازت دینے کو کہتے ہیں اور استیذان اجازت طلب کرنیکا اور اسکے منع نہ کرنے کو کہتے ہیں اور ادنی مرتبہ اسکا سکوت ہے۔ اور حدیث شریف میں بالغہ باکرہ سے استیذان مراد ہے نہ صغیرہ کیونکہ ہنوز وہ نا سمجھ ہے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ کا نکاح بلا استیذان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور انکی عمر اسوقت میں چھ برس کی تھی اور آپنے فرمایا ہے ایما عبد تزوج بغیر اذن سیدہ فھو عاہر۔ جو غلام اپنے مولا کے بغیر اجازت نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔ میں کہتا ہوں چونکہ غلام اپنے مولا کی خدمت میں مشغول رہا کرتا ہے اور نکاح اور اسکے فروعات یعنی اسکے ساتھ غمخواری کرنا اور اسکے پاس رہنا ایسی چیزیں ہیں کہ جنکی وجہ سے مولا کی خدمتگاریمیں نقصان آتا تھا اسلئے ضرور ہے کہ غلام کا نکاح اسکے مولا کی اجازت پر موقوف رکھا ہے اور چھوکری کا نکاح بطریق اولے مولا کی اجازت پر موقوف ہونا چاہئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فانکحوھن باذن اھلھن۔ پس انسے انکے مولا کی اجازت سے نکاح کرو حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو حاجت (یعنی نکاح وغیرہ کے) وقت یہ تشہد تعلیم فرمایا ہے

الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ

واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اور اسکے بعد یہ تین آیتیں پڑھے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت قبل از نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اسمیں اپنی قوم کے فخر بیان کرتے تھے اور اسکو ذکر مقصود کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور اسکا اعلان چاہتے تھے اور اس رسم کے جاری ہونیمیں مصلحت تھی اسواسطے کہ خطبہ کا مبنی اعلان اور ایک شے کے بمنزلہ سنی ہوئی اور دیکھی ہوئی کے گرداننے پر ہے اور نکاح میں اعلان کرنیمیں حکمت ہے تاکہ نکاح اور زنا میں تمیز ہوجاوے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور میں کیا جاتا ہے اور نکاح کا اہتمام اور اسکا ایک عظیم الشان امر گردانا اعظم مقاصد سے ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے اصل کو باقی رکھا اور اسکی صورتمیں تغیر فرمادیا ہے بایں طور کہ اسکے ساتھ مصالح کیساتھ مصلحت کلیہ کو شامل کردیا ہے اسطرح کہ ہر اتفاق کیساتھ میں جو ذکر اسکے مناسب ہے بلا یا جاوے اور ہر جگہ پر شعار الہی کی عظمت کیجاوے تاکہ دین حق کے نشانات پھیل جائیں اور اسکے شعائر ودلالات ظاہر ہوجائیں پس آنحضرت صلعم نے اسمیں کچھ اذکار مسنون فرمائے مثل حمد اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعانت اور استغفار اور تعوذ اور توکل اور تشہد کے اور کچھ آیات قرآنی اسمیں شامل کیں اور اس مصلحت کیطرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کل خطبۃ لیس فیہا تشہد فہو کالید الجذماء جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ دست بریدہ کی مانند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح حلال و حرام میں یہی فرق ہے کہ نکاح میں آواز اور دف ہوتی ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے اعلنوا ہذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ الدفوف۔ اس نکاح کو اعلان کردیا کرو اور مساجد میں اسکو کیا کرو اور اسپر دفیں بجا دیا کرو میں کہتا ہوں کہ وہ لوگ نکاح میں دف اور آواز کا استعمال کیا کرتے تھے اور انمیں اسکی ایسی عادت جاری ہو گئی تھی اس نکاح میں جسکو چار قسم کے نکاحوں میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا ہے متروک ہونیکا احتمال نہ تھا حضرت عائشہ رضی نے ان چاروں قسم کا بیان کیا ہے اور اسمیں ایک مصلحت یہ ہے کہ نکاح اور زنا دونوں قضاء شہوت اور مرد و عورت کی رضامندی میں متفق ہیں لہذا ایک ایسی شے کا حکم دینا ضروری ہوا جس سے بادی الرائے میں وہ دونوں ایسے متمیز ہو جائیں کہ کسی کو اسمیں کلام یا خفا باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روز کے لئے متعہ کی اجازت دیدی تھی پھر اس سے ممانعت فرمادی اور اول ضرورت کے سبب سے آپنے اجازت دی تھی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی نے اس شخص کے باب میں جو ایک شہر میں آئے اور وہاں اسکی بیوی نہ ہو ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی نے اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنوں نہیں صرف جماع کیلئے اجرت نہ دیتے تھے بلکہ تدبیر خانہ کے متعلق منجملہ اور حوائج کے جماع بھی شامل ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا اسلئے کہ صرف جماع کی اجرت دینا و طبیعت انسانی سے بالکل باہر ہو جانا اور بیحیائی ہے اسکو قلب سلیم بالکل پسند نہیں کرتا اور متعہ سے نہی کرنیکا سبب اکثر اوقات میں اس حاجت کا مرتفع ہو جانا ہوا اور نیز متعہ کی رسم کے جاری ہونے میں نسب کا اختلاط لازم آتا ہے کیونکہ اس مدت کے گذرتے ہی وہ عورت خاوند کے قبضہ سے باہر ہو جاتی ہے اور اسکو اپنے نفس کا اختیار ہو جاتا ہے اب نہیں معلوم کہ وہ کیا کریگی۔ اور عدت کا انضباط نکاح صحیح میں بھی جسکی بنا دوام پر ہوتی ہے نہایت دشواری سے ہوتا ہے تو پھر متعہ کا ذکر ہی کیا ہے دوسرے اس رسم کے جاری ہونے میں نکاح صحیح کا جو شرع میں معتبر ہے اہمال لازم آتا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنیوالوں کی خواہش غالبا شہوت فرج کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور نیز منجملہ ان امور کے جنسے نکاح اور زنا میں امتیاز ہوتی ہے ہمیشہ کیلئے معاونت پر استقرار ہے۔ اگرچہ اصل اسمیں لوگوں کے سامنے قطع منازعت ہوتا ہے۔ اور نکاح بغیر مہر کے نہیں کرتے تھے۔ اور اسکی چند باعث و مصلحتیں تھیں۔ از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بدوں اس بات کے تمام نہیں ہوتا کہ ہر شخص معاونت دائمی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور عورت کیطرف سے اسکی صورت یہ ہے کہ اسکو اپنا اختیار نہ رہے اور یہ بات روا نہ تھی کہ مرد کا بھی اختیار اس سے نکال لیا جاتا ورنہ طلاق کا باب ہی مسدود ہو جاتا اور مرد کے ہاتھ میں جسطرح عورت مقید ہے اسی طرح وہ عورت کا مقید ہو جاتا اور اصل یہ بات ہے کہ مرد عورت پر حاکم رہے اور یہ بات بھی ناممکن تھی کہ قاضی کو انکا اختیار دیا جاتا کیونکہ قاضی کیطرف مقدمہ کے پیش کرنے میں لوگوں کو دقت ہوتی اور جو ہر شخص اپنا نفع و نقصان جانتا ہے قاضی اس سے ناواقف ہے پھر یہ بات متعین ہوئی کہ مہر مقرر کیا جائے تاکہ خاوند کو اس نظم کے توڑنے میں مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر اسکو چارہ نہ ہو اسپر جراءت نہ کر سکے پس مہر کے مقرر کرنے میں ایک قسم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائیداری ہے اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو بضعہ کے یعنی شرمگاہ کے بدلہ ہوتا ہے نہیں ظاہر ہوتی کیونکہ لوگوں کو مال کی جسقدر حرص ہے کسی چیز کی نہیں ہے لہذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور اسکے مہتم بالشان ہونے سے اولیاء کی آنکھیں اس شخص کو اپنے لخت جگر کے مالک ہوتے ہوئے دیکھنے سے ٹھنڈی ہو سکتی ہیں اور نیز اسکے سبب سے نکاح و زنا میں امتیاز ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین - یہ کہ بذریعہ اپنے مالوں کے تلاش کرو تم حفاظت کرنیوالی نہ مستی نکالنے والی اور اسلئے آنحضرت صلعم نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور کسی ایسی حد سے جسمیں کمی و بیشی ہو سکے منضبط نہیں فرمایا اسلئے کہ اظہار اہتمام میں عادات اور رغبتیں مختلف ہیں اور حرص کے درجات اور طبقات جدا جدا ہیں پس انکے لئے ایک حد کا مقرر کرنا ناممکن ہے جسطرح اشیاء مرغوبہ کا ثمن ایک حد معین کے ساتھ منضبط کرنا ناممکن ہے اسلئے آنحضرت صلعم نے ایک شخص سے فرمایا التمس ولو خاتما من حدید۔ تلاش کر اگرچہ لوہے کی ایک انگشتری ہو۔ اور فرمایا من اعطی فی صداق امراتہ ملئی کفہ سویقا او تمرا فقد استحل جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوارے دیدیے پس اسنے حلال کر لیا۔ مگر آنحضرت صلعم نے ازواج و بنات مطہرات کے مہر میں ساڑھے بارہ اوقیہ معین کر رکھے تھے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تم عورتوں کے مہر بھاری بھاری مقرر مت کرو اسلئے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے میں اگر دنیا کی عزت یا خدا کے نزدیک پرہیزگاری ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم سب سے زیادہ بطریق اولی اس بات کا لحاظ فرماتے الحدیث۔ میں کہتا ہوں مہر مسنون میں حکمت یہ ہے کہ مہر اسقدر تعداد کا ہونا چاہیے کہ جس کا کچھ بار بھی نہ ہو اور عادتاً اسکے قوم کے اعتبار سے اسکا ادا کرنا دشوار بھی نہ ہو اور اسقدر اس حالت کے اعتبار سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں لوگوں کے تھے کافی مقدار ہے اور اسیطرح آپکے بعد بھی لوگوں کی یہی عادت تھی بلکہ خدایا مگر وہ لوگ جنکے اغنیا بمنزلہ بادشاہ ہونگے ہیں۔ اور اہل جاہلیت عورتوں پر مہر دینے میں ظلم کیا کرتے تھے یا تو تاخیر بہت کرتے تھے یا کمی کے ساتھ دیا کرتے تھے اسلئے اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی آتوا النساء صدقاتہن نحلۃ اور دیا دو عورتوں کو انکے مہر بے مانگے۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوہن او تفرضوا لہن فریضۃ۔ تم پر کچھ مضائقہ نہیں اگر تم عورتوں کو بدون ہاتھ لگائے یا بدون کچھ مقرر کئے طلاق دیدو۔ میں کہتا ہوں اصل اسمیں یہ ہے کہ نکاح ملک کا سبب ہے اور دخول اسکا اثر ہے اور ایک شے سے اسکا اثر مراد ہوا کرتا ہے اور حکم اسکے سبب پر مرتب ہوتا ہے اسلئے نکاح اور دخول اس بات کے مستحق ہوے کہ مہر انکے اوپر تقسیم کیا جائے اور مرنے کیوجہ سے نکاح کا اثر ثابت و قائم ہو جاتا ہے کیونکہ مرنے کیوجہ تک اسنے نکاح کو رد نہیں کیا اور اس سے روگردانی نہیں کی حتی کہ اسکے اور نکاح کے مابین موت حائل ہو گئی اور طلاق سے نکاح کا رفع اور فسخ ہو جاتا ہے اور وہ بمنزلہ رد و اقالہ کے ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں مہر کے باب میں ایام جاہلیت میں بہت سے مناقشے اور نزاع درپیش رہتے تھے اور مال کی لوگوں کو حرص تھی اور بہت سے امور سے حجت کیا کرتے تھے لہذا خدا تعالے نے اس اصل کے موافق ان مناقشات کا فیصلہ کیا مبنی کر دیا پس اگر عورت کے لئے کچھ مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ دخول کیا تو اسکو کامل مہر دینا پڑیگا خواہ مرجائے یا طلاق دے کیونکہ اسکے ملک کا سبب اور اثر تمام ہو گیا اور خاوند نے اس سے دخول کر لیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا۔ اور البتہ تم میں سے بعض کیطرف پہونچ گیا ہے اور ان بیویوں نے تم سے نہایت پختہ عہد لے لیا ہے اور اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکا مہر مقرر کر دیا ہے اور بغیر دخول کئے مرگیا تو عورتونکو کامل مہر دیا جائیگا کیونکہ مرنے سے نکاح متقرر ثابت ہوگیا اور ایسی حالت میں عدم دخول کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ وہ آسمانی حکم ہے اور اگر قبل از دخول اسکو طلاق دے تو اسکو نصف مہر دلایا جائیگا موافق اس آیت کریمہ کے کیونکہ یہاں احد السببین میں سے ایک سبب پایا جاتا ہے نہ دوسرا پس اسمیں دو مشابہتیں پائی جاتی ہیں ایک تو صرف منگنی کیساتھ اور دوسری نکاح تام کے ساتھ اور اگر کچھ مہر بھی مقرر نہیں کیا اسکو اسکے کنبہ کی سی عورتوں کا مہر دلایا جائیگا نہ اس سے کم وبیش اور اسپر عدت واجب ہوگی اور میراث پائیگی کیونکہ عقد اسوقت میں بسبب دائرہ تام ہو چکا پس ضروری ہوا کہ اسکو مہر دلایا جاوے اور ہر چیز کا اندازہ اسکی نظیر اور مثل سے ہوتا ہے اور کنبہ کی عورتونکا مہر اس اندازہ کیلئے بہت مناسب ہے اور اگر اسکا نہ مہر مقرر کیا اور نہ اس سے دخول کیا تو اسکو متاع یعنی جوڑہ وغیرہ دینا پڑیگا کیونکہ عقد نکاح بغیر مہر کے ہونا ناممکن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم الآیہ اور اس صورت میں مہر کے واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی کیونکہ یہاں نہ مہر کی تعین ہے نہ ملکیت کا تقرر ہے۔

اور ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے چند سورہ قرآنی مہر مقرر کیا کیونکہ انکا سکھانا بھی ایک مہتم بالشان کام ہے اور مثل مال کے مرغوب اور مطلوب ہے اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا اور اسمیں بہت سے مصالح تھے اور از انجملہ اسمیں نہایت خوبی کیساتھ نکاح اور اس بات کی اشاعت ہے کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے اور یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب میں کسی کو وہم کرنے کی بھی گنجایش نہ ہو اور نکاح وزنا کی تمیز بادی الرائے میں معلوم ہو جاوے اور لوگونکے سامنے اس عورت کیساتھ متحقق ہوجائے اور از انجملہ یہ ہے کہ بیوی اور اس کے کنبہ کیساتھ بھلائی وسلوک پایا جاتا ہے کیونکہ اسکے لئے مال کا خرچ کرنا اور لوگونکا اسکے باب میں جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت وعزت ہے اور میاں بیوی کے مابین الفت قائم کرنیمیں اس قسم کے امور خاصکر انکے اول اجتماع میں ضروری ہوتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا یعنی جو چیز غیر مملوک تھی اسکا ملک میں داخل ہوجانا سرور وخوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کے اتباع میں سخاوت کی عادت اور خواہش بخل کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ بہت سے فوائد اور مصالح ہیں پس چونکہ سیاست مدینہ اور منزلیہ اور تہذیب نفس اور احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا اسکو باقی رکھنا اور اسکی طرف رغبت وحرص دلانا اور خود بھی اسکو عمل میں لانا ضروری ہوا اور آنحضرت صلعم نے جس طرح ہم مہر کے متعلق بیان کر چکے ہیں اسی طرح اسکی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی مگر اوسط درجہ کی حد بکری ہے اور آپ نے حضرت صفیہ کے ولیمہ میں لوگوں کو مالیدہ کھلایا تھا اور آپنے بعض بیویوں کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتہا وفی روایۃ فان شاء طعم وان شاء ترک تم میں سے جب کوئی شخص ولیمہ کیلئے بلایا جاوے تو چلا آئے اور ایک روایت میں آیا ہے اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے۔ میں کہتا ہوں جب اصول شرعیہ سے یہ بات تھی کہ جب کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگوں کیلئے کچھ تیار کرنیکا حکم دیا گیا تو ضرور ہوا کہ لوگوں کو بھی اسکی اطاعت وسزاواری کا اور بجا آوری کرنے کیطرف رغبت دلائی جائے ورنہ وہ مصلحت جو اس امر سے مقصود ہے متحقق نہ ہوگی پس جب خاوند کو لوگونکے لئے کھانا تیار کر کے اشاعت کرنیکا حکم دیا گیا تو ان لوگوں کیلئے اس حکم کا دینا ضروری ہوا کہ اسکی دعوت کو قبول کریں اور اگر کہ روزہ ہو تب بھی آجاوے اور کھانا نہ کھائے تو کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضائقہ نہیں ہے اسلئے کہ وہ اشاعت مقصود حاصل ہوگئی اور نیز میل جول کا مقتضی یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اسکو ضرور قبول کرے اور اس رسم کے جاری ہونے میں شہر اور قبیلہ کا انتظام ہے اور فرمایا رسول خدا صلعم نے انہ لیس لی او لنبی ان یدخل بیتا مزوقا۔ نہ میرے لئے اور نہ کسی اور نبی کیلئے مناسب ہے کہ کسی مزین و منقش گھر میں جاوے میں کہتا ہوں چونکہ صور کا بنانا اور اس کپڑے کا استعمال کرنا جسمیں صورتیں بنی ہوئی ہوں حرام ہے پس انکا مقتضے ہوا کہ جس گھر میں وہ صورتیں موجود ہوں اس گھر کو چھوڑ دینا چاہئے اور اسپر ملامت کرنا چاہئے خاصکر انبیاء علیہم السلام تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے ہی مبعوث کئے گئے ہیں اور علاوہ بریں زینت بالغ کا عمدہ جاننا دنیا کی طلب میں نہایت استغراق کا سبب ہے اور عجمیوں پر اسکے ایسی آفت پڑی کہ اسکی وجہ سے ذکر آخرت کا بھی بھول گئے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ شرع میں اس سے نہی اور اظہار نفرت چاہئے اور آنحضرت صلعم نے فخر کرنے والوں کے کھانا کھانے سے نہی فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا دوسرے پر غلبہ مقصود تھا تو وہ مال کو صرف اس غرض سے خرچ کیا کرتے تھے اور کوئی نیت اسمیں نہیں ہوتی تھی اور اسمیں عداوت اور باہمی فساد اور بلا کسی دینی اور مدنی مصلحت کے مال کا ضائع کرنا تھا اور صرف اسمیں خواہش نفسانی کا اتباع ہوتا تھا اور اسلئے ضروری ہوا کہ اسکے بلانے کی تعمیل نہ کیجاوے اور اسکی اہانت کیجاوے اور اس باب کو بند کیا جائے اور عمدہ صورت اسکے باز رکھنے کی یہ ہے کہ اسکا کھانا نہ کھایا جائے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اذا اجتمع داعیان فاجب اقربہما بابا وان سبق احدہما فاجب الذی سبق۔ اور جبکہ دو شخص ساتھ ساتھ دعوت کریں تو ان دونوں میں سے جسکا دروازہ قریب ہے اسکی دعوت قبول کر اور اگر ان دونوں سے ایک پہلے کرے تو جو پہلے کرے اسکی قبول کریں کہتا ہوں جب دونوں کا تعارض ہوا تو ترجیح کی حاجت ہوئی اور اسکی دو صورتیں ہیں یا دعوت میں سبقت کرنے سے یا مکان کے قریب ہونے سے ۔

اُن عورتوں کا بیان جنسے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اسمیں خدا تعالے کا ارشاد ہے ولا تنکحوا ما نکح اباءکم واللہ غفور الرحیم تک اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے امسک اربعا و فارق سائرہن۔ چار کو رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے اور فرمایا ہے لا تنکح المراۃ علے عمتہا الخ کے عورت سے اسکی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جائے اور اللہ پاک فرماتا ہے الزانی لا ینکح الا الزانیۃ الایہ۔ زانی زانیہ ہی سے نکاح کرے۔ معلوم کرو کہ محرمات مذکورہ فی الایہ کی حرمت اہل جاہلیت میں مشہور و مسلم تھی کہ جسکو وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے بار خدایا مگر تھوڑی ہی باتیں جو انہوں نے بطور سرکشی اور فسق کے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھیں مثلاً باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا اور دو ہمشیروں کو جمع کرنا اور ان محرمات کی تحریم برابر قرنا بعد قرن ان میں چلی آتی تھی جس کا اُن کے دلوں سے نکلنے کو احتمال نہ تھا بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص غضبناک ہونے کے سبب سے باہر ہو جاوے اور ان کی تحریم میں بڑی بڑی مصلحتیں تھیں لہذا خدا تعالے نے محرمات کا حکم برقرار رکھا اور جس میں اُن کو کاہلی و سستی ہو گئی تھی اس کی حرمت کو خوب مستحکم کر دیا۔ اور تحریم کے اندر اصل کئی امر ہیں۔ از انجملہ صحبت اور ارتباط کی عادت کا جاری ہونا اور ان میں باہم پردے کا التزام ناممکن ہونا اور جانبین سے طبعی طور پر حاجات کا ارتباط نہ مصنوعی طور پر پس اگر ان عورتوں سے طمع کے قطع ہونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُنکی طرف رغبت سے اعراض کا طریقہ جاری نہ ہو تو بے انتہا مفاسد پیدا ہوں۔ اور دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ ایک اجنبی عورت کے محاسن پر پڑتی ہے تو وہ اُس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اُس کی خاطر اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے پس جس عورت پر رات دن نگاہ پڑتی رہتی ہے اور تنہائی میں بھی اُسکے ساتھ رہتا ہے تو اسکا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز اگر ان عورتوں کی طرف رغبت کا دروازہ مفتوح کیا جائے اور اُسکو مسدود نہ کیا جائے اور مردوں پر اُن کی طرف سے ملامت نہ کیجائے تو اس میں عورتوں کو ضرر عظیم لازم آتا ہے اسواسطے کہ ایسے وقت میں وہ لوگ عورتوں کو اپنے پاس رکھا کریں اور عورتوں کو جن سے نکاح کرنے کی رغبت ہو وہ اُسکے ساتھ نکاح سے مانع ہوا کریں کیونکہ اُن کا اور اُن کے نکاح کا اختیار انہیں اقارب کو ہوا کرتا ہے اور دوسرے جب یہ اقارب خود ان عورتوں سے نکاح کر لیا کریں تو کوئی شخص عورتوں کی طرف سے ان اقارب سے حقوق زوجیت کا مطالبہ کرنیوالا نہ ہو باوجودیکہ عورتوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص اُنکی طرف سے حقوق زوجیت کا خاوند سے مطالبہ کرنیوالا ہو اور اُسکی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیوں میں ہو چکی ہے کہ اولیاء کو اُنکے مال اور جمال کی طرف رغبت ہوتی تھی اور حقوق زوجیت کو پورے طور پر روا نہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو عورتوں میں جو تمہارے پسند آئیں اُن سے نکاح کر لو حضرت عائشہؓ نے اس کو بیان کیا ہے اور یہ ارتباط طبعی طور پر مرد اور اُسکی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی میں واقع ہوتا ہے اور انجملہ رضاعت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہو جاتی ہے اسلئے کہ وہ اخلاط بدن کے اجتماع اور اُس کی صورت کے قائم ہونے کا سبب ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ ماں نے اپنے شکم میں اُسکے وجود کو جمع کیا ہے اور اس نے ابتداء نشو میں بقدر سد رمق کے اسکو دودھ پلایا ہے پس وہ فی الحقیقت بعد ماں کے ماں ہے اور دودھ پلانیوالی کی اولاد بہن بھائیوں کے بعد اُسکے بہن بھائی ہیں اور اُسکی پرورش میں جو کچھ تکلیف اٹھائی ہے اور بچے کے ذمہ جو جو حقوق اُس کے ثابت ہوئے ہیں اور طفولیت میں جو جو باتیں اُس شیر خوار کیطرف سے اُسکو پیش آئی ہیں وہ ظاہر ہیں پس اُسکا مالک ہو جانا اور اُسکو اپنی جورو بنا لینا اور اُس کے ساتھ جماع کرنا ایسی چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اور بے زبان جانور بہت ایسے ہیں جو اپنی ماں یا دودھ پلانیوالی کی طرف اسقدر التفات نہیں کرتے جسقدر اجنبی مادہ کیطرف اُن کو توجہ ہوتی ہے اور آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز عرب کے لوگ اپنی اولاد کو مختلف قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں دودھ پلانے کو دیتے ہیں اور وہ شیر خوار وہیں پرورش پا کر جوان ہو جاتا تھا اور محارم کے مثل ان لوگوں کے ساتھ اُس کو اختلاط ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیر خوری کا بھی علاقہ ہے پس نسب پر اُس کا محمول کرنا ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ جو چیز ولادت سے حرام ہو جاتی ہے وہی چیز دودھ کے ذریعہ سے بھی حرام ہوتی ہے اور چونکہ رضاع کے سبب تحریم ہونے کی وجہ ماں کے ساتھ بنیہ مولود اور اُسکی صورت کی ترکیب کا سبب ہونے میں مشابہت ہے لہذا رضاع میں دو چیزوں کا اعتبار ضروری ہوا ایک تو وہ مقدار جس سے تحریم کے معنی متحقق ہوتے ہیں پس قرآن عظیم کے اندر دس گھونٹ معین جنکی وجہ سے حرمت ثابت ہوتی ہے نازل ہوئے پھر پانچ معین سے وہ منسوخ ہو گئے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے قرآن پاک میں آگئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلادت کیجاتی تھی اور معین کرنے کیوجہ یہ ہے کہ حرمت کے معنی چونکہ کثیر میں پائے جاتے تھے نہ قلیل میں اسلئے اس حکم کے مقرر کرتے وقت ایک حد کا مقرر کرنا بھی ضروری ہوا جسکی طرف وقت اشتباہ کے رجوع کیا جاوے اور دس کے ساتھ اندازہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ عدد میں احاد سے تجاوز کرنے کی وہ پہلی حد ہے اور دودھ پلانیوالی عشرت کے اعتبار سے دودھ پلاتی ہے یعنی دس بیس جرعہ سے کم نہیں پلاتی ہے اور نیز وہ جمع کثرت کی حد اولیٰ ہے اور جمع قلت کا اسمیں استعمال نہیں ہوتا پس کثرت معتد بہا کے انضباط کیلئے جس کا بدن انسانی میں اثر ہوتا ہے یہ کافی مقدار ہے اور پانچ سے منسوخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں احتیاط ہے اسلئے کہ جب بچے کو پانچ بڑے بڑے گھونٹ پلائے جاویں تو اسکے چہرہ و بدن پر رونق و تازگی ظاہر ہوجاتی ہے اور جب یہ گھونٹ چھوٹے چھوٹے ہوں اور دودھ پلانیوالی کے دودھ کم ہو تو اس کے بدن پر لاغری اور کمزوری اور یبوست ظاہر ہونے لگتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ گھونٹوں سے اس کا نشو و نما ہو سکتا ہے اور اس کا بدن قائم رہ سکتا ہے اور اس سے کم کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لاتحرم الرضعة والرضعتان ولاتحرم المصة والمصتان ولاتحرم الاملاجة ولا الاملاجتان۔ نہ ایک گھونٹ و دو گھونٹ حرام کرتے ہیں نہ ایک چسکی و دو چسکیاں اور نہ ایک دھار اور نہ دو دھار۔ اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ کثیر و قلیل دونوں اثبات حرمت میں برابر ہیں تو اسکا سبب امر رضاع کی تعظیم اور اس کا بالخاصیة موثر گرادینا ہے جیسے تمام اُن چیزوں میں جن کے حکم کا مدار معلوم نہیں ہوتا خدا تعالےٰ کا دستور جاری ہے دوسرے یہ ہے کہ رضاع عیبی کی شکل و صورت کے قائم ہونے کی ابتدائی حالت میں پائی جائے ورنہ وہ دودھ اور اغذیہ کے مانند ہوگا جو صورت و شکل قائم ہونے کے بعد کھائی جاتی ہیں جیسے جوان آدمی روٹی کھاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الرضاعة من المجاعة۔ کہ البتہ دودھ پلانا بھوک کے وقت ہے اور فرمایا ہے لایحرم من الرضاع الاما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام۔ وہی دودھ پلانا حرام کرتا ہے جو پستان میں سے نکل کر آنتوں کو بڑھائے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔ اور از انجملہ اقارب میں قطع رحم ہونے سے احتراز ہے کیونکہ دو سوکنوں میں ہمیشہ حسد رہتا ہے اور اُن کا باہمی بغض انکے اقارب کیساتھ بغض کا سبب ہوتا ہے اور اقارب میں حسد کا ہونا نہایت قبیح اور شنیع امر ہے اور اسی لئے سلف کے چند گروہوں نے دو چچا کی بیٹیوں کا جمع کرنا ناپسند کیا ہے ان دو عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اگر اُن میں سے ایک مرد فرض کی جاوے۔ تو دوسری اُس پر حرام ہے جیسے دو بہنیں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی اور اسی اصل کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا ہے اور اپنی بیٹی اور غیر کی بیٹی میں جمع کرنا حرام فرمایا کیونکہ سوکن کا حسد اور خاوند کا اس کو اختیار کرنا بسا اوقات سوکن اور اس کے کنبہ کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا اگرچہ امور معاشیہ کے اعتبار سے ہو مفضی الی الکفر ہے اور اصل اسمیں دو بہنوں کا جمع کرنا ہے اور مسئلہ کے طور پر آنحضرت صلعم نے متنبہ فرمادیا ہے اور فرمایا ہے لایجمع بین المراة وعمتها ولا بین المراة وخالتها۔ نہ ایک عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع کرے نہ ایک عورت اور اس کی خالہ کو جمع کرے اور از انجملہ مصاہرة ہے اس لئے کہ اگر لوگوں میں اس قسم کا دستور جاری ہو کہ ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیویوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی بیٹیوں کی طرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رغبت ہو تو اس تعلق کے توڑنے یا اس شخص کے قتل کرنیمیں جسکی طرف سے خواہش پائی جاتی ہے کوشش کیا کریں اور اگر توقد ما، فارس کے قصے سننے اور اپنے زمانہ کے ان لوگوں کے حال کی تتبع کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہیں ہیں تو تو بڑے بڑے امور اور بے انتہا ظلم اور ہلاکت دیکھیگا اور نیز اس قرابت میں صحبت لازم ہے اور پردہ کرنا متعذر ہے اور حسد ایک امر شنیع ہے اور جانبین سے مختلف حوائج پیش آتے رہتے ہیں پس اسکا حال بمنزلہ ماں اور بیٹی یا بمنزلہ دو بہنوں کی ہے اور از انجملہ وہ عدد ہے کہ معاشرت زوجیہ میں اس عدد کے ساتھ حسن معاشرت نہیں ہو سکتا کیونکہ لوگ بسا اوقات عورتوں کی جمال کیطرف رغبت کر کے بہت سی عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اور سب میں سے ایک کو جو انکے دل کو پسند ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اور باقی کو ادھر میں چھوڑ دیتے ہیں پس نہ تو وہ پورے طور سے بیوی ہے جس کی طرف رغبت ہو اور نہ بیوہ ہے جو اسکو اپنا اختیار ہو اور یہ بھی ناممکن ہے کہ پوری زیادہ تر تنگی کیجاے اسلئے کہ بعض لوگوں کو ایک بیوی زنا سے محفوظ نہیں رکھ سکتی اور نکاح کی غایت مقصود تناسل ہے اور ایک مرد سے بہت سی عورتوں کے اولاد ہو سکتی ہے اور نیز چند بیویاں کرنا مردوں کی خصلت ہے اور بسا اوقات انکی وجہ سے فخر حاصل ہوتا ہے لہذا شارع نے چار کے ساتھ اس کا اندازہ کیا اس لئے کہ چار ایسا عدد ہے کہ تین شبوں کے بعد ہر ایک کیطرف وہ شخص رجوع کر سکتا ہے اور ایک شب سے کم میں نوبت کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور ایسے وقت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کسی کے پاس شب باشی کی اور تین کثرت کی اول حد ہے اور چار سے اسکی زیادتی ہے اور آنحضرت صلعم کو اختیار تھا کہ جسقدر چاہیں اپنا نکاح کریں اس لئے کہ اس حد کا مقرر کرنا اس مفسدہ کے دفع کرنے کیلئے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اس کا مدار صرف احتمال غالب پر ہے مفسدہ حقیقی کے دفع کرنے کے لئے نہیں ہے اور آنحضرت صلعم کو اسکی حقیقت معلوم تھی اسلئے آپ کو مظنہ کی حاجت نہ تھی اور طاعت الٰہی اور اس کے حکم کی بجا آوری میں بخلاف اور لوگوں کے آپ مامون تھے اور از انجملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا۔ مت نکاح کرو مشرکوں سے جبتک ایمان نہ لائیں اور خدا تعالےٰ نے اس مصلحت کا جو اس حکم میں رعایت کی گئی ہے اس آیت میں بیان فرمایا اسطرح کہ مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ صحبت اور باہم انکے میل جول غمخواری کا جاری ہونا خاصکر نکاح کے باب میں انکے دین کی مفسد ہے اور اس کے قلب میں کفر کی طرف حرکت پیدا ہونے کا سبب ہے خواہ وہ اس کو معلوم ہو یا نہ ہو اور یہود و نصاریٰ سے آسمانی شریعت کے مقید ہیں اور قوانین تشریع کے اصول اور کلیات کے قائل ہیں بخلاف مجوس و مشرکین کے پس ان کی صحبت کا مفسدہ بہ نسبت اوروں کے خفیف ہے کیونکہ خاوند کا بیوی پر دباؤ ہوتا ہے اور وہ اس پر حاکم ہوتا ہے اور بیوی خاوند کی قیدی ہوتی ہے پس اگر مسلمان کتابیہ سے نکاح کرے تو زیادہ فساد کا خطرہ نہیں ہے لہذا اس کی اجازت دینا اور اسمیں ایسا تشدد نہ کرنا چاہیئے جیسے اور اس قسم کے مسائل میں ہوتا ہے از انجملہ عورت کا دوسری کی چھوکری ہونا ہے ایسے وقت میں بہ نسبت اپنے مولا کے اس کو اپنی شرمگاہ کا محفوظ رکھنا ناممکن ہے۔

اور یہ بات ناروا ہے کہ اس سے خدمت لینے اور اسکے ساتھ خلوت کرنے سے اسکی مولی کو ممانعت کیجائے کیونکہ اسمیں ملک ضعیف کو ملک قوی پر ترجیح دینا ہے کیونکہ ملک دو قسم کی ہوتی ہیں ملک رقبہ اور ملک بضعہ اور پہلی ملک قوی اور دوسری پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشتمل ہے اور دوسری اُس کی تابع ہے اور دوسری ملک ضعیف ہے اور اُس میں مندرج ہے اور اعلےٰ سے ادنےٰ کو بڑھانے میں قلب موضوع ہے اور اُس کے ساتھ اختصاص کا نہ ہونا اور جو شخص اُسکی طمع رکھے اُسکی مدافعت کا ممکن نہ ہونا زنا کی اصل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن نکاحوں کی تحریم میں جنکو اہل جاہلیت باہم کیا کرتے تھے مثل استبضاع وغیرہ کے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے اسی اصل کا اعتبار فرمایا ہے پس جب ایک چھوکری خدا پر ایمان رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اُس کے ساتھ نکاح کی حاجت ہے اسلئے کہ زنا کا خوف ہے اور حرہ سے نکاح کرنیکی استطاعت نہیں ہے تو وہ فساد خفیف ہوگیا اور ضرورت پائی گئی اور ضرورتوں کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہوجاتی ہیں۔ اور ازانجملہ کسی عورت کا کسی مسلمان یا کافر کے زیر نکاح ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل ایک موطوءہ پر بلا کسی ایک خصوصیت کے اور دوسرے کی طمع منقطع ہونے کے جمع ہونا ہے اسلئے زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے زنا کو تو حرام کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کچھ چھوکریاں لگیں اور اُن کے ساتھ صحبت کرنے سے صحابہؓ نے حرج سمجھا اس لئے کہ اُن کے خاوند مشرکین موجود تھے پس خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم اور عورتوں میں سے جو خاوند والیاں ہیں وہ حرام ہیں مگر جو تمہارے ہاتھ کی ملک ہیں یعنی وہ تمہارے لئے حرام نہیں اس لئے کہ قید کے سبب سے طمع منقطع ہوجاتی ہے اور اختلاف دارین اُس پر کئی شخصوں کے ازدحام سے مانع ہے اور ایک شخص کے حصہ میں ایک چھوکری کا آنا محقق ہے۔ اور ازانجملہ عورت کا زانیہ اور کسبی ہونا ہے کہ جب تک وہ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے اور بالکل اُسکو ترک نہ کردے اُس کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک۔ زانیہ عورت سے وہی شخص نکاح کرتا ہے جو زانی یا مشرک ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ زانیہ کا خاوند کی عصمت اور قبضہ میں ہونا اور زنا کی حالت پر باقی رہنا دیوثیت اور فطرت سلیمہ سے باہر آجاتا ہے اور نیز اس میں اختلاط نسب کا اندیشہ ہے اور چونکہ تحریم محرمات کی مصلحت بغیر اس بات کے تمام نہیں ہوتی کہ تحریم کو ایک امر لازم اور عادت جبلی اور بمنزلہ اُن اشیاء کے گردانا جائے جن سے بالطبع انسان کو نفرت ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ پورے طور پر اس کی شہرت اور شیوع کیا جائے اور لوگ اُس کو اس طرح پر قبول کریں کہ اگر محرمات کی تحریم میں کوئی شخص اہمال کرے تو اُس پر سخت ملامت کی جائے اور اُس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے ہو یا بغیر نکاح کے وہ شخص جان سے مار دیا جائے لہذا آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے سر منگانے کے لئے جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ایک شخص کو بھیجا۔

آداب مباشرت کا بیان

معلوم کرو کہ خدا تعالےٰ نے جب انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا اور تناسل سے اُس کی نوع کا بقا چاہا لابدی ہوا کہ شرع میں تناسل کی کامل طور سے ترغیب دلائی جائے اور قطع نسل اور اُس کے اسباب سے نہی شدید فرمائی جائے اور نسل کا سبب عظیم جو بکثرت پایا جاتا ہے اور جو نسل کی طرف رغبت دلاتا ہے وہ شہوت شرمگاہ ہے یہ ایسی چیز ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا انہیں کی ذات میں سے انہیں پر مسلط کر دی گئی ہے اور خواہ مخواہ انکو نسل کی جستجو پر مجبور کرتی ہے اور اگر لونڈے بننے اغلام کرنے اور عورتوں سے دبر میں صحبت کرنیکا طریقہ جاری ہو تو خلقِ الٰہی کی تغییر لازم آتی ہے اسلئے کہ یہ طریقہ اس شہوت سے جو انسان پر مسلط کی گئی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور ان دونوں میں بڑھکر لونڈوں سے اغلام کرنا ہے کیونکہ اسمیں جانبین سے خلق اللہ کی تغییر ہے اور مردوں کو عورت بنجانا بدترین خصائل میں سے ہے اور اسیطرح اعضا تناسل کے قطع کرنیکا طریقہ جاری ہونا اور ان ادویہ کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہیں اور ترک دنیا وغیرہ سب میں خلق اللہ کی تغییر اور طلب نسل کا اہمال ہے لہذا رسول خدا صلعم نے ان سب امور سے نہی فرمائی ہے اور فرمایا لا تاتوا النساء فی ادبارہن ملعون من اتی امراۃ فی دبرہا۔ عورتوں سے انکی دبر میں صحبت مت کرو جو شخص کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے وہ ملعون ہے۔ اور اسیطرح خصی بننے اور تبتل سے بہت احادیث میں نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم تمہاری بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس جیسے چاہو اپنی کھیتیوں پر آؤ۔ میں کہتا ہوں مباشرت کی ہیئت میں یہود بلا کسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار اور انکے ساتھی بھی ان کے دستور کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے جب کوئی شخص پیچھے کیجانب سے اپنی بیوی کی فرج میں صحبت کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی اگر ایک ہی مقام میں صحبت ہو تو اختیار ہے کہ آگے سے کرے یا پیچھے سے اسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جسکے ساتھ مصلحت مدنیہ و ملیہ متعلق ہو اور ہر شخص اپنی ذات کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات یہود کے تکلفات میں سے تھی لہذا اسکا منسوخ ہونا مناسب ہوا اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے عزل (یعنی قبل انزال آلہ نکالکر آب منی کو باہر ڈالنا) کے باب میں پوچھا آپ نے فرمایا اسکے کرنیمیں تمپر کوئی مضائقہ نہیں ہے اسلئے کہ کوئی جان قیامت تک موجود ہونیوالی نہیں مگر وہ ہو کر رہیگی۔ میں کہتا ہوں اس حدیث شریف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزل اگرچہ حرام نہیں ہے مگر مکروہ ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ مصالح مختلف ہوتے ہیں پس چھوکریوں میں مثلاً مولا غرض اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ہوتی ہے کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ ہوتی ہے کہ عزل نہ کرے تاکہ اولاد کثرت سے ہو اور نسل قائم رہے اور مصلحت نوعیہ کا اعتبار کرنا خدا تعالے کی عامہ احکام تشریعیہ اور تکوینیہ میں مصلحتِ شخصیہ کے اعتبار کرنے سے اولائی ہوتا ہے علاوہ بریں جس قدر دبر میں صحبت کرنے سے تغییر خلق اللہ کے اور بقاء نسل سے اعراض ہے اسقدر عزل میں نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما علیکم ان لا تفعلوا۔ اسکے کرنیمیں تم کو کچھ مضائقہ نہیں اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام حوادث اپنے موجود ہونے سے پہلے مقدر ہوا کرتے ہیں جب کوئی چیز مقدر ہوا کرتی ہے اور زمین میں اسکا صرف ضعیف سا سبب پایا جاتا ہے تو خدا تعالے کی عادت جاری ہے کہ وہ اس سبب ضعیف کو فراخ کر دیتا ہے حتی کہ وہی سبب ضعیف فائدہ تامہ کا مفید ہو جاتا ہے پس جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے ذکر کو باہر کرنا چاہتا ہے تو بسا اوقات چند قطرے اسکے احلیل سے ٹپک پڑتے ہیں جو بچے کے ہونے کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس شخص کو اسکا علم بھی نہیں ہوتا یہی راز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس شخص کے ساتھ ملحق کیا جس نے اس عورت کیساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا اور فرمایا عزل اسکا مانع نہیں ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لقد ہممت ان انہی عن الغیلۃ فنظرت فی الروم وفارس فاذا ہم یغیلون اولادہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلا تضرا ولادہم وقال لا تقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فیدعثرہ میں نے قصد کیا تھا کہ غیلہ یعنی دودھ پلانے کی حالت میں عورت سے صحبت کرنیکو منع کردوں پھر میں نے روم وفارس میں نظر کی تو اُن لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کے دودھ پینے کے زمانہ میں اپنی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور اس سے اُنکی اولاد کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا اور فرمایا کہ خفیہ طور پر اپنی اولاد کو قتل مت کرو کیونکہ صحبت کی ہوئی دودھ گھوڑے کے سوار کو ملجاے تو اُسکو گرادیتا ہے میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غیلہ اگرچہ حرام نہیں مکروہ ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنیمیں دودھ بگڑجاتا ہے اور بچہ کمزور ہوجاتا ہے اور جب اسکی ابتدا نمو میں ضعف ہوا تو وہ اسکے مزاج اصلی میں داخل ہوگیا اور آنحضرت صلعم نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ آپ کا قصد ضرر کے احتمال غالب ہونے سے اسکے حرام کرنے کا تھا مگر جب کہ آپنے استقرار فرمایا تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اسکا ضرر نہیں ہوتا اور اسمیں احتمال غالب ہونے کی صلاحیت نہیں ہے تاکہ اسپر حرمت کا مدار کیاجاے اور یہ حدیث اُس بات جسکو ہم ثابت کرچکے ہیں منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم اجتہاد فرمایا کرتے تھے اور آپ کا اجتہاد مصالح اور مظنات کو معلوم کرکے حرمت اور کراہیت کا اُنپر دائر کرنا ہوتا تھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امراتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرہا۔ خدا تعالے کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر اُس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اُس کے پاس آتی ہے پھر وہ شخص اُس کا راز کھولتا ہے میں کہتا ہوں چونکہ پردہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا پردہ کیا گیا ہے اُسکا افشاے راز کرنا پردہ کے مقصود کا بدلدینا اور اُس کی مخالفت کرنا ہے لہذا اُس کے اظہار سے نہی ضروری ہوئی اور نیز ایسی باتوں کا اظہار کرنا بیہودگی اور بیحیائی ہے خواہشوں کے اتباع سے نفس میں تاریکیوں کے متمثل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اب اس بات میں اہل ملت کا اختلاف تھا کہ حائض کے ساتھ کیا کرنا چاہئے یہودیوں نے تو یہانتک تعمق کیا تھا کہ اُن کے ساتھ کھانے اور بیٹھنے سے منع کرتے تھے اور مجوسی اسقدر اسمیں تہاون کرتے تھے کہ جماع کو بھی تجویز کرتے تھے اور حیض کی کچھ پرواہ نکرتے تھے غرض سب میں افراط وتفریط تھی پس ملت مصطفویہ نے توسط کی سعایت فرمائی اور یہ فرمایا کہ سواے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اسکی کئی وجہ ہیں ایک تو یہ کہ حائضہ سے جماع کرنا خاصکر جب حیض کی ترقی ہو نہایت مضر ہے تمام اطبار کا اسپر اتفاق ہے اور دوسرے یہ کہ نجاست میں متلطخ ہونا صفت ذمیمہ ہے جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے اور اسکی وجہ سے شیاطین کے ساتھ قریب ہوتا ہے اور استنجا میں اول تو یہ بات ہے کہ وہ ایک ضروری چیز ہے دوسرے یہ کہ استنجا میں نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے اور حائض سے جماع کرنے سے نجاست کے اندر داخل ہونا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض کہدے وہ ناپاکی ہے پس حیض کی حالت میں عورتوں سے بچتے رہو اور ما دون جماع میں روایت مختلف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ جہانتک خون کا اثر ہے وہاں سے بچنا چاہئے اور بعض کے نزدیک جو کچھ ما تحت الازار ہے اُس سے پرہیز کرنا چاہئے اور بہر تقدیر اسمیں دواعی جماع کا بند کرنا ہے اور جو شخص خدا تعالے کی نافرمانی کرکے حائض سے جماع کر بیٹھے تو اُس کو دینار یا نصف دینار کے صدقہ کرنے کا حکم ہے اور یہ مسئلہ مجمع علیہ نہیں ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم چند مرتبہ بیان کرچکے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زوجیت کے حقوق کا بیان

معلوم کرو کہ مابین خاوند اور بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے وہ تمام ارتباطات منزلیہ سے بڑھکر ہے اور اسکا نفع بھی زیادہ اور حاجت بھی بہت ہے اسلئے کہ تمام عرب عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے کہ ارتفاقات پورا اور کامل کریں بیوی خاوند کی معاونت کرے اور اُسکے کھانے و پینے و لباس کے مہیا و تیار کرنے کی متکفل ہو اور اُسکے مال کو محفوظ اور اُسکی اولاد کو حفاظت سے رکھے اور بعد اُسکے چلے جانیکے اُس مکان میں اُسکی قائم مقام ہے اور علاوہ انکے بہت سے امور ہیں جن کی شرح اور بیان کی ہم کو حاجت نہیں اور اسی لئے اکثر توجہ شرائع کی اسی طرف ہوئی کہ حتی الامکان اُسکا باقی رکھنا اور اُسکے مقاصد کا بڑھانا اور اُسکے مکدر کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہنا اور کسی ارتباط کے مقاصد کا پورا کرنا بدون الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا اور الفت بغیر اُس خصلت کے جس پر وہ خاوند و بیوی اپنے آپ کو مجبور نکریں نہیں حاصل ہو سکتی لہذا حکمت کا مقتضی ہوا کہ اُس خصلت کیطرف توجہ و رغبت کیجائے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ ولم یزل اعوج۔ عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو تم اس لئے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں پھر اگر تو اس کے سیدھا کرنیکا قصد کریگا تو اُسکو توڑ دیگا اور اگر اسی حالت پر اُسے چھوڑ دے تو ہمیشہ وہ پسلی کجی کی حالت پر باقی رہیگی۔ میں کہتا ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کرو اور عورتوں کے باب میں اس پر عمل کرو اور انکی پیدائش میں کجی و بُرائی ہے اور یہ بات مثل امر لازم کے ہوکر بمنزلہ اس چیز کے ہو گئی ہے جو ایک شے کے مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور انسان جب مقاصد منزلی کے پورا کرنے کا اُس عورت سے قصد کرے تو اُسکو یہ بات لابدی ہے کہ ادنی ادنی امور سے درگذر کرے اور جو بات اپنے خلاف مرضی کے دیکھے اُسپر اپنے غصہ کو دبائے مگر ہاں جو نیک غیرت کے قبیلہ سے ہو یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یفرک مؤمن مؤمنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا آخر کسی مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے بغض رکھنا نہیں چاہئے اگر اُسکی ایک عادت ناپسند ہے تو وہ دوسری سے راضی ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ جب خاوند کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند آئے تو اُسکو زیبا نہیں کہ فوراً طلاق پر دلیری کرے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اُسکی دوسری عادت سے خوش ہو جاتا ہے اور اُسکی بدخلقی سے تحمل کیا جاتا ہے اور اسی لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تم نے اُن کو اپنے قبضہ میں لیا ہے اور خدا کے حکم سے تم نے اُن کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور تمہارا اُن پر یہ حق ہے کہ تمہارے فرشوں پر کسی ایسے کو جگہ نہ دیں جس سے تم بیزار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو اُن کو مارو مگر تھوڑا اور تم پر انکا کھانا اور پہننا حسب دستور ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف۔ اور معلوم کرو کہ واجب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے جس کی تفصیل آنحضرت صلعم نے کھانا کھلانے اور لباس دینے اور اچھا برتاؤ کرنے کے ساتھ بیان کی ہے اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں ان میں ممکن نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قوت کی جنس اور اُسکی تعداد معین کر دیجائے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام جہان کے لوگ ایک ہی چیز پر اتفاق کر لیں اسلئے معلق حکم کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح۔ جب کوئی خاوند اپنی بیوی اپنے بستر کیطرف بلاے پس اُسنے آنے سے انکار کیا پھر وہ غصہ ہی کی حالت پر سو گیا تو صبح تک ملائکہ اُس کو لعنت کرتے رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں نکاح کے اندر جس مصلحت کی رعایت کی گئی ہے وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے تو اس مصلحت کا تحقق ضروری ہوا پھر اصول شرائع سے یہ بات ہے کہ جب کسی شے کے لئے مظنہ مقرر کیا جائے تو ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جس سے اس مظنہ کے ساتھ مصلحت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ جسوقت خاوند اپنی بیوی سے فرمانبرداری کا قصد کرے تو عورت کو اُسکی فرمانبرداری کا حکم دیا جائے اور اگر اُسکی فرمانبرداری اُس نے نہیں کی تو شرمگاہ کی حفاظت نہ ثابت ہوئی پھر اگر اُس نے انکار کیا تو اُس عورت نے اُس مصلحت کے رد کرنے میں سعی کی جسکو خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا پس ملائکہ کی وہ لعنت اُسکی طرف متوجہ ہوئی جو ہر شخص پر اُس کے فساد کے اندر کوشش کرنے پر متوجہ ہوا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من الغیرۃ ما یحب اللہ ومنہا ما یبغض اللہ فاما التی یحبہا اللہ فالغیرۃ فی الریبۃ واما التی یبغضہا اللہ فالغیرۃ فی غیر ریبۃ۔ بعض غیرت تو ایسی ہے جو خدا تعالےٰ کو پسند ہے اور بعض ایسی ہے جس سے خدا کو نفرت ہے پھر جو غیرت عند اللہ پسندیدہ ہے وہ زنا کی غیرت ہے اور جو ناپسند ہے وہ غیر زنا کی غیرت ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے مصلحت اور سیاست کے قائم کرنے میں جس کے بدوں چارہ نہیں ہے اور بدخلقی اور بلا سبب تنگ کرنے میں اور ظلم کرنے میں فرق کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ سے ان اللہ کان علیما خبیرا تک۔ میں کہتا ہوں یہ بات ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جائے اور جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اسپر دباؤ ہو کیونکہ خاوند میں عقل کامل ہوتی ہے اور اس میں کامل طور سے سیاست اور حمایت اور عار کے دفع کرنے کا بخوبی مادہ ہوتا ہے اور نیز اسلئے کہ وہ اس کا خرچ اُٹھاتا ہے اور تمام انتظام اُسی کے متعلق ہے لہذا اگر عورت سرکشی کرے تو اُسکی تعزیر اور تادیب خاوند کے متعلق ہونی چاہیے اور اُسکو بتدریج تادیب کے طریقہ کا اختیار کرنا چاہیے الاسہل فالاسہل یعنی اولاً صرف زبان سے کہکر اُسکو نصیحت کرے بعدازاں اُسکے پاس لیٹنا ترک کر دے مگر گھر سے اُس کو نہ نکالے اگر اُس سے بھی باز نہ آئے تو اُس کو مارنا بھی چاہیے مگر سخت مار نہ لگائے اور اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کی نافرمانی اور ظلم پر کمر باندھے تو اس وقت میں قطع منازعت کی شکل ہے کہ دو حکم مقرر کئے جائیں ایک خاوند کے کنبے میں سے اور ایک بیوی کے کنبے میں سے اور وہ دونوں نفقہ وغیرہ کے متعلق خاوند بیوی میں جو کچھ مناسب مصلحت دیکھیں فیصلہ کر دیں اس واسطے کہ خاوند بیوی کے معاملات میں بینہ کا قائم کرنا ناممکن ہے پس اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ فیصلہ اُن لوگوں کے متعلق کیا جائے جو سب سے زیادہ اُن دونوں کے قریب اور اُن کے شفیق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس منا من خبب امراۃ علی زوجہا او عبدا علی سیدہ جو شخص خاوند سے کسی بیوی کو بگاڑے یا مولیٰ سے غلام کو بگاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تدبیر منزل کے بگاڑنے کے جہاں اور اسباب ہیں ایک سبب اُس کا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیوی یا غلام کو اُسکے خاوند اور مولیٰ سے برگشتہ کر دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ اس انتظام کے توڑنے اور اُسکے بگاڑنے میں کوشش کرنا اُسی مصلحت کی مخالفت کرنا ہے جس کا قائم کرنا ضروریات سے ہے معلوم کرو کہ تدبیر منزل کے بگاڑنے کی لوگوں نے بہت سی صورتیں ہیں جن میں کثرت سے لوگ مبتلا ہیں پس شرع کو اسکا ذکر کرنا اور اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ کسی مرد کے پاس کئی عورتیں ہوں اور باری وغیرہ میں باہم سے بعض کو بعض پر ترجیح دے اور دوسرے پر ظلم کرکے اُسکو ادھر میں چھوڑ دے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما۔ اور تم ہرگز عورتوں میں برابری نہیں کر سکتے اگرچہ تم اس کی تمنا کرو پس بالکل جھک مت پڑو کہ اسکو ایسے چھوڑ دو جیسے ادھر میں اور اگر بھلائی کرو اور ڈرو تو خدا تعالے غفور الرحیم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط۔ جب کسی مرد کے پاس دو عورتیں ہوں اور ان دونوں میں وہ برابری نہ کرے تو قیامت کے روز جب آئیگا اُسکے ایک طرف جھکی ہوئی ہوگی۔ میں کہتا ہوں یہ بات پہلے بیان کرچکے ہیں کہ عمل کی جزا عمل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے پس اب اُسکا اعادہ نہیں کرتے۔ اور ازاں جملہ کہ عورتوں کے ولی اُن کو اُن مردوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکیں جو اُنکے کفو کے ہیں اور اُنکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُسکا منشا اُن کی خواہش نفسانی مثل حسد اور بغض وغیرہ کے ہوتا ہے اور اسمیں جو فساد ہے وہ عیاں ہے پس یہ آیت نازل ہوئی واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کرلیں تو انکو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیوں سے جو اُسکی پرورش میں ہیں اُنکے مال یا جمال کیوجہ سے نکاح کرلے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے جیسے باپ والی عورتوں کے حق ادا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ یتیم لڑکیاں ایسی نہیں ہیں تو اُن سے واسطہ نہ رکھے پس یہ آیت نازل ہوئی وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ یتیم عورتوں میں انصاف نہ کروگے پس نکاح کرو عورتوں میں اُس کے ساتھ جو تمہاری پسند ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار پس اگر تم کو خوف ہو کہ تم برابری نہ کروگے تو ایک سے یا جس پر تمہارے ہاتھوں نے قبضہ کیا ہے۔ پس اگر ظلم کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیوں یا کئی عورتوں سے نکاح کرنا منع ہے اور ایک شخص کے ایک بیوی موجود ہو اور پھر ایک کنواری عورت سے نکاح کرے تو اُس کے واسطے سنت مقرر کیگئی کہ سات دن تک اُس کے پاس رہے بعد ازاں حسب دستور نوبت بہ نوبت رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ سے نکاح کرے تو تین روز اُس کے پاس رہکر پھر باری باری سے رہا کرے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ اس باب میں زیادہ تر تنگی نہ کی جائے کیونکہ اکثر لوگوں کا اسمیں بس نہیں ہوتا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم۔ اسمیں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب خالص عدل کا قائم کرنا ناممکن تھا لہذا ضروری ہوا کہ صریح ظلم پر اس حکم کا مدار کیا جاسے پس جب کسی مرد کو کسی عورت کی طرف رغبت ہو اور اُس کے حسن وجمال پر اُسکا دل فریفتہ ہو جائے اور اُس کا کثرت سے اسکو اشتیاق ہو تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص اُس سے بالکل روک دیا جائے اسواسطے کہ یہ تکلیف بالمحال کے قبیلہ سے ہے اسلئے اُسکے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کردی تاکہ وہ اُس سے آگے بڑھکر دوسرے پر ظلم وجور کرنے نہ پائے۔ اور نیز شرع نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مصلحت کی رعایت کی سبب ہے کہ جدید کے قلب کی تالیف اور اسکی قدر دانی کرنی چاہئے اور یہ بات اسیطرح حاصل ہوسکتی ہے
کہ اسکو ترجیح دیجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے جو یہ فرمایا لیس لک علی اہلک ہوان ان شئت سبعت۔
الحدیث۔ اسمیں اسی کیطرف اشارہ ہے یعنی تو اپنے خاوند کے نزدیک بیقدر نہیں ہے اگر تیری مرضی ہو تو میں سات
سات روز رہا کروں۔ اور پہلی بیوی کے دل شکستہ ہونیکا شارع نے باینطور علاج کیا کہ نئی کیلئے ہمیشہ کے واسطے زیادتی
کا طریقہ مقرر کردیا اسلئے کہ جب ایک چیز کا ہمیشہ کے لئے دستور مقرر ہوجاتا ہے اور اسمیں کسی کی ایذا رسانی منظور
نہیں ہوتی اور وہ حکم کسی کے لئے خاص نہیں ہوتا بلکہ ایک عام حکم ہوتا ہے تو کسی کے دل کو چنداں ناگوار نہیں گذرتا۔ اس
آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے ذٰلک ادنیٰ ان تقر اعینہن ولا یحزن ویرضین بما اٰتیتہن کلہن یعنی اسمیں امید ہے کہ انکی
آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور جو تو نے انکو دیا ہے اس سے وہ سب کی سب راضی ہوجائیں یعنی جب قرآن میں انکو
اختیار دیدیا گیا تو اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوش نہ ہونگی۔ اور کنواری عورت کی طرف مرد کو زیادہ ترغبت
ہوتی ہے اور نیز اس کو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اس ترجیح کی مقدار سات روز مقرر کیگئی اور شوہر رسیدہ کی
مقدار تین روز مقرر کیگئی اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم کے پاس باری باری سے رہا کرتے تھے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد کرتے تھے انمیں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی کو
ملال نہ گذرے اور بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یہ بطور تبرع اور احسان کے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر باری فرض نہ تھی اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ترجی من تشاء منہن وتؤدی الیک من تشاء۔ ان میں سے جس کو
تو چاہے موخر کرے اور جسکو انمیں سے چاہے اپنے پاس جگہ دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور ونمیں تامل
اور اجتہاد کا موقع ہے مگر جمہور فقہاء نے نوبت کو واجب کیا ہے اور قرعہ اندازی میں انکا اختلاف ہے۔ میں کہتا ہوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے فلم یعدل وہ مجمل ہے؛ اور نہ معلوم اس سے کونسا عدل مراد ہے اور یہ آیت
اسکے باب میں ہے فتذروہا کالمعلقۃ۔ کہ صریح ظلم کرنا اور بالکل اس سے کنارہ کشی کرلینا اور بداخلاقی کے ساتھ اس سے
برتاؤ کرنا مراد ہے۔ اور بریرہ کا خاوند غلام تھا جب وہ آزاد ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا کہ
چاہے اس کے نکاح میں رہے چاہے نہ رہے تو انسنے غلام کے نکاح میں رہنا پسند نہ کیا اور اپنا اختیار لیلیا میں کہتا ہوں
اسکا سبب یہ ہے کہ حرہ کا غلام کے نیچے رہنا اسکے لئے عار کا باعث ہے پس اس عار کا دفع کرنا اس سے ضروری ہے
اور اگر وہ خود ہی راضی ہو تو وہ جدی بات ہے اور نیز جبتک باندی اپنے مولیٰ کے ملک میں ہے تو اسکی رضامندی
فی الحقیقت رضامندی نہیں ہے اور نکاح رضامندی سے ہوا کرتا ہے پھر جب وہ آزاد ہوگئی اور اس کو اپنی جان کا اختیار
ہوگیا تو اس نکاح میں اسکی رضامندی کا اعتبار ضروری ہوا اور اسی میں ایک روایت کے اندر یہی آیا ہے ان قربک
فلا خیار لک۔ کہ اگر وہ تجھ سے صحبت کرے تو تجھکو پھر اختیار نہ ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اختیار کیلئے ایک حد کا مقرر
کرنا ضروری ہے کہ اسکے بعد پھر کچھ اختیار نہ رہے ورنہ اسکو مدت العمر اختیار رہیگا اور اسمیں مقصود نکاح کا بدل دینا ہے
اور اس اختیار کی حد کلام کیساتھ مقرر نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ بسا اوقات وہ اپنے کنبے سے مشورہ کرتی ہے۔ اور کبھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے آپ ہی وہ اس بات کا ذکر فکر کرتی رہتی ہے اور اکثر اسکی زبان سے اختیار کا کلمہ بلا قصد نکل جایا کرتا ہے اور اگر اسکو اس بات کی تاکید کیجائے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالے تو اسمیں اسکے لئے دقت ہے پس حد مقرر کرنے کیلئے صحبت سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے اسواسطے کہ صحبت کرنا ملکیت کا فائدہ حاصل کرنا ہے اور ملک سے وہ مقصود ہے اور ایسی چیز ہے جو ملک سے پوری ہوسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

طلاق کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما امراۃ سألت زوجہا طلاقا من غیر بأس فحرام علیہا رایحۃ الجنۃ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو جنت کی بو اسپر حرام ہے، اور نیز آپ نے فرمایا ہے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق حلال چیزوں سے خدا تعالے کو زیادہ تر مبغوض طلاق ہے۔ معلوم کرو کہ طلاق کی کثرت اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونے میں بہت سے مفاسد ہیں اسلئے کہ بہت سے لوگ شہوت نفسانی کے تابع ہوتے ہیں اور تدبیر منزل کے قائم کرنے اور التزامات ضروریہ میں معاونت انکو مقصود نہیں ہوتی اور نہ انکا مقصود شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ عورتوں کے ساتھ تلذذ اور ہر عورت سے لذت کا حاصل کرنا انکو مقصود ہوتا ہے یہ بات ان کو کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر آمادہ کرتی ہے اور انکے نفوس کیطرف ضرر کے مائد ہونمیں زناکار لوگونمیں اور انمیں کچھ فرق نہیں ہے اگرچہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سیاست مدنیہ کے موافقت میں زناکاروں سے متمیز معلوم ہوتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لعن اللہ الذاقین والذواقات۔ کہ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں پر خدا کی لعنت اور نیز اس دستور کے جاری ہونمیں اس معاونت دائمی یا قربت دائمی کا ترک کرنا ہے جن پر نفس کا قائم کرنا نکاح کے اندر مقصود ہوتا ہے اور نیز اسباب کے کشادہ کرنیمیں اس بات کا احتمال غالب ہے کہ ادنی ادنی امور میں خاوند اور بیوی کا دل تنگ ہوا کرے اور جدائی کا قصد کیا کرے اور یہ بات صحبت کی ناگوار باتوں سے برداشت کرنے اور انتظام خانگی ہمیشہ قائم رکھنے پر اتفاق کرنے سے نہایت بعید ہے اور نیز عورتونکا ان باتونکے ساتھ عادی ہوجانا اور ان لوگونکو ان باتونکی کچھ پرواہ وافسوس نکرنا بیحیائی کے باب کے مفتوح ہونیکا سبب ہے اور نیز ایسے وقت میں ان دونوں میں سے ہر واحد دوسر یکا ضرر مثل اپنے ضرر کے خیال نہ کریگا اور ہر ایک دوسرے کی چیز میں خیانت کریگا اس خیال سے کہ اگر جدائی ہوجائے تو یہ چیز ہمارے کام آوے اور اس میں جو قباحت ہے ظاہر ہے اور باینہمہ اس باب کا بالکل بند کردینا اور دقت میں ڈالدینا بھی ناممکن ہے اسلئے کہ کبھی میاں بیوی کے مخالفت ہوتی ہے اور اسکا منشا یا تو ان دونوں کی بدخلقی ہوتی ہے یا ان دونومیں سے کسی اجنبی کے حسن کیطرف رغبت ہوتی ہے یا رزق کی تنگی کے سبب سے یا دونومیں کسی کی حماقت کیوجہ سے وعلی ہذا القیاس پس باوجود ان قبائح کے اس نظم کا قائم رکھنا بڑے ظلم اور ہرج کا سبب ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل۔ تین شخصوں سے قلم اٹھالیا ہے سونیوالے سے جبتک بیدار ہو۔ لڑکے جبتک بالغ ہو اور مجنون جو معاملہ کے سمجھنے سے بالکل عاری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاطلاق ولا اعتاق فی اغلاق۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اکرہ میں نہ طلاق ہے نہ عتاق ہے۔ معلوم کرو کہ مکرہ کے طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ ہے کہ وہ اُس طلاق سے راضی نہیں ہے اور اُسنے کسی مصلحت منزلیہ کا ارادہ نہیں کیا بلکہ لاچار ہو کر اُس سے یہ امر وقوع میں آیا ہے پس اسکا حال نائم کا سا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اُس شخص کی طلاق طلاق سمجھی جائے تو اسمیں باب اکراہ کا مفتوح کرنا ہے پس ایسے وقت میں ہو سکتا ہے کہ کوئی ظالم شخص کسی ناتوان و بیکس کو خفیہ طور پر پکڑ کر لیجاوے اور تلوار سے اُس کو خوف دلا کر طلاق پر اُس کو مجبور کرے اور اُس کی بیوی کی طرف رغبت اُس کا منشا ہو پھر جب ہم نے اُس کی امید کو منقطع کر دیا اور اس کی مراد کو اُسپر منقلب کر دیا تو اب لوگ باہم اس قسم کا ظلم نہیں کر سکتے اور اُسکی نظیر وہ ہے جو ہم اُس حدیث میں بیان کر چکے ہیں القاتل لا یرث۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا طلاق فیما لا یملک۔ جس چیز کا انسان مالک نہیں اُسمیں طلاق نہیں جاری ہو سکتی ہے اور فرمایا ہے لا طلاق قبل النکاح۔ کہ طلاق نکاح کے قبل نہیں ہوتی میں کہتا ہوں بظاہر یہ حدیث طلاق منجز اور معلق کو خواہ وہ نکاح کے ساتھ معلق ہو یا اور کسی چیز کے ساتھ عام ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ طلاق کا جواز مصلحت کے سبب سے ہے اور مالک ہونے اور اُس عورت کی سیرت کے دیکھنے سے پیشتر مصلحت اُس کو متمثل نہیں ہو سکتی پس یہ طلاق قبل از ملک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر کسی بیابان میں اقامت کی نیت کرے یا کوئی مجاہد دار الحرب میں کہ قرائن حالیہ خود اُسکے مکذب ہیں اور اہل جاہلیت جس قدر چاہتے تھے طلاقیں دے دیکر رجوع کر لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمیں عورت پر کس قدر ظلم تھا لہذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان الآیہ طلاق دو مرتبہ ہے یعنی جس طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے وہ دو مرتبہ ہے پھر اگر تیسری طلاق دے تو اُسکے بعد جبتک وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے اُس کے لئے حلال نہیں ہوتی اور آنحضرت صلعم نے نکاح کے ساتھ صحبت کرنے کو بھی زیادہ کیا ہے اور طلاق کو صرف تین کے اندر محدود کرنے میں یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اسمیں فکر کرنا اور سمجھنا ضروری ہے اور سب سے لوگوں کو اُسکی کچھ مصلحت نہیں معلوم ہوتی جبتک وہ عورت کے ملک سے نکلنے کا مزہ نہیں چکھ لیتی اور تجربہ کے لئے اصل ایکمرتبہ ایک چیز کا عمل میں لانا ہے اور دوسرے تجربہ کی تکمیل ہو جاتی ہے اور تیسری طلاق کے بعد نکاح شرط کرنا تحدید اور انتہار کے معنی ثابت کرنیکیلئے ہے۔ اسلئے کہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اُس سے رجوع درست ہوتا تو اُسکا حال رجعت کا سا تھا اسلئے کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور عورت جبتک خاوند کے گھر میں اور اُس کے قبضہ میں اور اُس کے اقارب کے سامنے ہے تب تو ہو سکتا ہے کہ خاوند اُسکی رائے پر غالب ہے اور خواہ مخواہ اُس چیز کو پسند کرے جسکی خوبی اُس عورت کے سامنے وہ لوگ بیان کریں اور پھر جب اُسنے بالکل جدا ہو گئی اور زمانہ کی سردی و گرمی کا مزہ چکھ لیا اور اُسکے بعد اس شخص سے راضی ہو گئی تو وہ رضامندی فی الواقع رضامندی ہے اور نیز اسمیں مفارقت کا مزہ چکھانا اور بلا کسی ضروری مصلحت کے معلوم کئے خواہش نفسانی کے تابع ہونیکا عذاب دینا ہے اور نیز اسمیں مطلقہ ثلاث کا اُنکی آنکھوں میں عزت دینا ہے اور اس بات کا جتلانا ہے کہ تین طلاقوں پر وہی شخص دلیری کر سکتا ہے جو بغیر ذلت اور حد سے زیادہ بیعزتی کے بعد اپنے نفس کو اُسکی جانب سے امید کے قطع کرنے پر قائم کر لے۔ اور جب نامے نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور پھر اُسکو مغلظہ کر دیا اور اُسنے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور آنحضرت صلعم سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے خاوند کا کچھ ذکر کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا پھر تیرا قصد رفاعہ کیجانب رجوع ہونیکا ہے تو اُسنے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا نہیں جبتک تو اُس کی لذت اور وہ تیری لذت حاصل نہ کرے میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے نکاح کو ذائقہ چکھنے کیلذت کرنے کے ساتھ اسلئے مشروط کیا کہ تاکہ اس تحدید کے معنی جسکو خدا نے اُنکے لئے مقرر کیا ہے متحقق ہو جاویں اسلئے کہ اگر یہ بات نہ ہو تو کوئی شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ اُس سے زبانی نکاح کر لے کہ اُسکو دوسرے خاوند سے اُسی جلسہ میں طلاق دلوا دے اور اسمیں تحدید کے قاعدہ کی مخالفت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنیوالے اور اُس شخص پر جسکے لئے حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے میں کہتا ہوں چونکہ بعض لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہیں اور اُنکا مقصود اُس نکاح سے زندگانی کی معاونت نہیں ہوتی اور نکاح سے جو مصلحت مقصود ہے وہ مصلحت اُس نکاح سے پوری نہیں ہوتی اور نیز اسمیں بیحیائی اور بیعزتی اور ایک عورت پر کئی مردوں کو جمع ہونا تجویز کرنا ہے اور معاونت کے قبیلہ سے نہیں ہے لہذا آپ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ اور آنحضرت صلعم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا اُسکو چاہیئے کہ تو اُسکو رجوع کرے پھر جبتک پاک ہو اور پھر حیض آوے اور پھر پاک ہو تو اُسکو روکنا چاہیئے پھر اگر اُسکو طلاق دینا مناسب سمجھے تو پاکی کی حالت میں اُس کو ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دیدے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مقتضاء طبیعت کے اعتبار سے نفرت کرتا ہے اور وہ نفرت اس قابل نہیں ہوتی کہ اُسکو نباہے مثلاً اُس کا حائضہ ہونا اور گرد و غبار میں آلودہ رہنا اور کبھی اُس مصلحت کے سبب سے اپنی اہلیہ سے نفرت کرتا ہے جس کے قائم کرنیکا عقل سلیم حکم کرتی ہے اگرچہ رغبت طبعی وہاں موجود ہوتی ہے اور یہ نفرت اتباع کے قابل ہے اور ندامت اکثر پہلے قسم کی نفرت میں ہوتی ہے اور اسمیں رجعت واقع ہوتی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے جسکے ترک کرنے پر تہذیب نفسانی کا مدار ہے اور یہ دونوں قسم کی نفرتیں بہت سے لوگوں پر مشتبہ ہوتی ہیں لہذا ایسے حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہو جاوے پس طہر کو رغبت طبع کا مظنہ اور حیض کو نفرت طبعی کا مظنہ اور باوجود رغبت طبعی کے طلاق پر اقدام کرنا مصلحت عقلیہ کا مظنہ اور اسی حالت پر باوجود حالت کے بدلنے کے یعنی حیض سے طہر کیطرف اور بیرونقی سے زینت کیطرف اور انقباض سے انبساط کیطرف خالص عقل اور تدبیر خالص کا مظنہ ہے لہذا حیض میں طلاق مکروہ کی گئی اور مراجعت اور حیض جدید کے درمیان میں آنیکا حکم دیا اور نیز اگر اُسکو حیض میں طلاق دے تو یہ حیض اگر عدت میں شمار کیا جاوے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے اور اگر شمار نہ کیا جاوے تو عورت کو مدت کے زیادہ ہو جانے سے ضرر پہنچتا ہے خواہ قروء کے لفظ سے طہر مراد لی جاوے یا حیض بہرصورت اُس حد کی مخالفت لازم آتی ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب محکم میں ثلاثۃ قروء کے ساتھ معین کیا ہے اور طہر کے اندر صحبت کرنے سے قبل طلاق دینے کا حکم بدو وجہ ہے ایک تو یہ کہ اسمیں رغبت طبعی کا ابقا ہے کیونکہ صحبت کے سبب سے رغبت کے غلبہ کو کمی ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صورت میں نسب مشتبہ نہیں ہو سکتا تو خدا تعالے نے طلاق پر دو گواہ کر دینے کا حکم اسلئے دیا کہ ایک تو اسمیں شرمگاہوں کا مہتم بالشان ہونا ہے تاکہ تدبیر منزل کا قائم ہونا اور نیز اُنکا انقطاع لوگوں کے روبرو پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ نسب کا اشتباہ لازم نہ آنے اور ایسا نہ ہو کہ طلاق دیکر پھر خاوند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی اپنے طور پر راضی ہو جاویں اور طلاق کی پروا نہ کریں۔ واللہ اعلم اور ایک طہر میں تین طلاق کے جمع کرنے کو بھی مکروہ کیا اس واسطے کہ اس میں اُس حکمت کا ترک لازم آتا ہے جو طلاقوں کے متفرق واقع کرنے میں جس کی رعایت کی گئی ہے۔ کیونکہ تفریق طلقات اسی لئے مقرر کی گئی ہے کہ اگر کسی سے کوتاہی ہو جائے تو اس کا تدارک ہو سکے اور نیز جمع کرنے میں اپنے اوپر دقت کا لازم کرنا اور ندامت کا پیش کرنا ہے اور تین طہروں میں بھی تین طلاقیں دینے میں دقت اور ندامت کا ظن ہے گو صورت اولیٰ سے کم ہے اسواسطے کہ اسمیں فکر کرنے کا موقع اور اتنی مدت ملجاتی ہے جسمیں احوال متغیر ہوتے رہتے ہیں اور بہت سے لوگوں کی مصلحت حرمت مغلظہ کے ثابت کرنے میں ہوا کرتی ہے۔

خلع ور اظہار اور لعان اور ایلاء کا بیان

معلوم کرو کہ خلع کے اندر ایک قسم کی قباحت پائی جاتی ہے اسلئے کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے وہ صحبت کے بدلہ ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وکیف تاخذونہ وقد افضیٰ بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر اسی معنے کا اعتبار کر کے فرمایا ہے ان صدقت علیہا فہو بما استحللت من فرجہا اگر تو نے اسکو کچھ دیا ہے تو یہ اُس کے بدلہ ہے جو تو نے اُس کی شرمگاہ کو حلال کیا ہے اور بابینہمہ خلع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ پس نہیں ہے اُن دونوں پر کچھ مضائقہ جس چیز کا عورت بدلہ دے اور اہل جاہلیت اپنی اہلیوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا کرتے تھے اور اُن کو اپنی ماں کی پشت کے مثل گردان لیا کرتے تھے اور پھر کبھی اُن کے پاس نہ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس میں کس قدر قباحت تھی کیونکہ وہ عورت نہ تو مرغوب ہوتی تھی۔ کہ خاوند سے وہ تمتع حاصل کر سکتی جس طرح عورتیں اپنے خاوندوں سے تمتع حاصل کرتی ہیں اور نہ وہ بیوہ ہوتی تھی۔ جو اُس کو اپنی جان کا اختیار ہوتا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ سے اُس کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا۔ بلاشک اللہ پاک نے اُس عورت کی گفتگو سن لی جو اپنے خاوند کے بارہ میں تجھ سے جھگڑا کرتی ہے عذاب الیم تک اور اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے اس قول کو بالکل لغو بھی نہیں کہا کیونکہ وہ ایک امر ہے جس کو خاوند نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اور پختگی کے ساتھ اُس نے وہ بات کہی ہے جس طرح اور قسموں میں ہوا کرتا ہے۔ اور اس کو ہمیشہ کے لئے بھی نہیں گردانا جسطرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ دقت اُن سے دفع ہو جاوے۔ اور کفارہ کے ساتھ اُس کو موقوف کیا اسواسطے کہ کفارہ گناہوں کے دور کرنے اور مکلف کو اس چیز سے روکنے کے لئے جو اُسکے دل میں پیدا ہوتی ہو وضع کیا گیا ہے اور خدا تعالےٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں اسکی یہ وجہ ہے کہ زوجہ نہ تو فی الحقیقت ماں ہوتی ہے اور نہ اُنمیں کچھ مشابہت یا مجاورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہو۔ یہ تو اس تقدیر پر ہے کہ جب اُس کو خبر کے قبیلہ سے کہا جائے اور اگر وہ انشا ہے تو ایک ایسا عقد ہے کہ جو مصلحت کے موافق نہیں۔ ہے اور نہ جانے نے اپنے شرائع میں اُس کو بطریق وحی کے بیان فرمایا ہے اور نہ روے زمین کے عقلا نے اسکو مقرر کیا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسکو جو یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر بات کہتے ہیں تو اُسکے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرح کا ظلم اور جور اور جسکے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے تنگ کرنا ہے اور ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھانا یا پیاپے دو ماہ کے روزے رکھنا اسلئے مقرر کیا گیا کہ منجملہ مقاصد کفارہ کے ایک یہ بات ہے کہ مکلف کے نزدیک وہ ایک ایسی چیز ہونی چاہئے جس کے لازم ہونیکا اس فعل کے مرتکب ہونے سے مکلف کو باز رکھے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ کفارہ ایک عبادت شاقہ ہو اور نفس پر اس کا غلبہ ہو یا تو اس سے کہ اُسمیں اسقدر مال کا صرف کرنا مقرر ہو جس کا صرف کرنا نفس پر کسی قدر شاق گذرے یا اُسمیں بھوک و پیاس کی تکلیف زیادہ اُٹھانی پڑتی ہو اللہ پاک فرماتا ہے للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر جو لوگ اپنی اہلیوں سے ایلا کرتے ہیں اُنکو چار مہینہ رکنا ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت اس بات کا حلف کیا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں سے کبھی یا ایک مدت دراز تک صحبت نہ کرینگے اور اسمیں عورتوں پر نہایت ظلم اور ضرر تھا لہذا اللہ تعالٰے نے چار مہینہ تک رکنے کا حکم دیا پھر اگر وہ رجوع کریں تو خدا تعالٰے غفور الرحیم ہے اور رجوع کرنے میں علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں چار مہینے گذرنے کے بعد ایلا کرنے والے کو روکدیا جائے بعد ازاں اُسکو مجبور کیا جائے کہ یا تو بھلائی کے ساتھ اُسکو چھوڑ دے یا حسب دستور اُسکو نکاح میں رکھے اور بعض کے نزدیک چار مہینے گذرتے ہی اُسپر طلاق پڑجاویگی اور اُسکو روکا نہ جائیگا اور اس مدت کے معین کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اتنی مدت میں خواہ مخواہ نفس کو جماع کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسکے چھوڑنے سے ضرر پہنچتا ہے جبکہ انسان اوف نہ ہو دوسرے یہ کہ یہ مدت سال کا ایک ثلث حصہ ہے اور نصف سے کم کا انضباط ثلث کیساتھ ہوا کرتا ہے اور نصف مدت کثیرہ شمار کیا جاتا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء۔ الآیہ جو لوگ اپنی بیویوں کیطرف زنا کی نسبت کرتے ہیں اور اُنکے لئے گواہ نہیں ہوتے اور حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ کی اس باب میں حدیث مروی ہے معلوم کرو کہ اہل جاہلیت میں سے جب کوئی مرد کسی عورت کی طرف منسوب کرتا تھا اور ان دونوں میں باہم منازعت ہوتی تھی تو کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے جیسا کہ ہند بن عتبہ کے قصہ میں ہوا تھا پھر جب اسلام آیا تو یہ بات ناممکن ہوئی کہ اُنکے لئے کاہنوں کے پاس جانے کی اجازت دیجاوے اسلئے کہ لت خفیہ کا مبنی ان مناقشات کے چھوڑنے اور انکو دور کرنے پہ ہے اور نیز کاہنونکے پاس بلا انکا سچ جھوٹ معلوم کئے جانے میں ضرر عظیم ہے اور یہ بات ناممکن تھی کہ خاوند کو چار گواہ سنانے ورنہ حد لگنے کا حکم دیا جاتا اسواسطے کہ زنا تنہائی میں ہوا کرتا ہے اور خاوند اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے اور جو جو قرائن وغیرہ اُسکو معلوم ہیں وہ دوسروں کو نہیں معلوم ہو سکتے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ خاوند تمام اَن لوگوں کے مانند کیا جائے جنپر حد ماری جاتی ہے اسواسطے کہ خاوند شرعا اور نیز عقلا اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرنیکا مامور ہے اور اُسکی جبلت میں اس بات سے غیرت کرنا داخل ہے کہ اُسکے ناموس پر دوسرا شخص مداخلت کر سکے اور خاوند شک کے رفع کرنے اور عورت کی شرمگاہ کے محفوظ رکھنے میں سب سے زیادہ مناسب تر اور اولے ہے پس اگر خاوند عورت کیساتھ کسی امر کا مواخذہ کریں غیر لوگوں کے برابر رکھا جائے تو امن مرتفع ہوتی ہے اور مصلحت کا مفسدہ کیطرف انقلاب لازم آتا ہے اور جب یہ واقعہ پیش آیا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے اندر حکم دینے میں متردد تھے کبھی تو ان معارضات کیوجہ سے کچھ حکم نہیں دیتے تھے اور کبھی اُسکے حکم کا اُن قواعد سے استنباط کرتے تھے جنکو خدا تعالٰے نے آپ پر نازل فرمایا تھا تو آپ نے ہلال بن امیہ سے فرمایا البینة او حد فی ظهرک۔ یا تو بینہ ہے ورنہ تیری پشت پر حد ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہانتک کہ اُسنے کہا اُس ذات کی قسم جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بیشک سچا ہوں اور بلاشبہ خدا تعالیٰ ایسا کوئی حکم نازل فرمائیگا جسکی وجہ سے میری پشت حد سے بری ہو جائیگی پس خدا تعالیٰ نے آیت لعان نازل فرمائی اور اصل اسمیں یہ ہے کہ وہ موکدہ قسمیں ہوتی ہیں جنکے سبب سے خاوند حد قذف سے محفوظ رہتا ہے اور عورت پر دھبہ لگجاتا ہے اور پھر وہ قید میں رکھی جاتی ہے اور اسکو تنگ کیا جاتا ہے اور اگر خاوند قسمونکے کھانے سے انکار کرے تو اُسپر حد قذف لگائی جاتی ہے اور اگر عورت بھی قسمیں کھالے تو بری ہو جاتی ہے اور انکار کرے تو اُسپر حد لگائی جاتی ہے۔ اور الحاصل جس چیز میں بینہ نہیں ہوتی اور نہ وہ چیز ایسی ہوتی ہو کہ بالکل چھوڑ بھی جائے اور اُسکی سماعت نہ کیجائے اُس چیز میں موکدہ قسموں سے زیادہ مناسب اور کوئی چیز نہیں ہے اور یہ قدیمی طریقہ جاری ہے کہ عورت اُسکو بیان کرے تاکہ قسموں سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو اور یہ بھی قدیمی طریقہ جاری ہے کہ وہ عورت پھر کبھی اُس خاوند کیطرف عود نکرے کیونکہ ان دونوں میں جب ایسا نزاع ہو چکا اور اُن دونوں کے دلمیں سخت پیچ پڑ گیا اور خاوند نے اُسکی بدکاری مشہور کردی تو غالباً اب کسی صورت سے اُنکے مابین محبت پیدا نہیں ہو سکتی اور نکاح انہیں مصلحتوں کے لئے وضع کیا گیا ہے جو محبت و موافقت پر مبنی ہیں اور نیز اسمیں دونوں کو ایسے معاملہ پر اقدام کرنے سے روکنا ہے۔

عدت کا بیان

اللہ پاک فرماتا ہے والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء الآیہ۔ مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنی جانوں کو روکیں معلوم کرو کہ عدت منجملہ اُن امور کے ہے جو زمانہ جاہلیت میں مسلم و مشہور تھی اور عدت ایسی چیز تھی جسکی اُن سے متروک ہونے کا احتمال نہ تھا اور اسمیں بہت سے مصالح ہیں، ازانجملہ یہ ہے کہ اُس کے سبب سے رحم کا خاوند کے نطفہ سے پاک ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور نسب میں اختلاط نہیں لازم آتا کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جسکی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے اور عقلمند لوگ اُس کے طالب ہوتے ہیں اور نسب نوع انسانی کے خواص میں سے ہے، اور منجملہ اُن چیزوں کے ہے جسکے سبب سے انسان اور حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے استبرا کے باب میں بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ عدت سے لوگوں کو نکاح کی عظمت پر آگاہ کرنا منظور ہوتا ہے اور اُنکو معلوم ہو جاتا ہے کہ نکاح ایسا امر نہیں ہے کہ جو بغیر لوگوں کے اجتماع کے قائم ہو سکے یا بغیر انتظار دراز کے وہ منقطع ہو سکے اگر یہ بات نہ ہوتی تو نکاح مثل بچوں کے کھیل کے ہوتا ایک ہی ساعت میں قائم ہو کر اُسی ساعت میں منقطع ہو جایا کرتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ نکاح کی مصلحتیں اسوقت پوری ہو سکتی ہیں جب خاوند و بیوی اس عقد کے ثابت رکھنے پر بظاہر اپنے آپکو قائم رکھیں پھر اگر کوئی حادثہ پیدا ہو جائے جسکے سبب سے اس عقد کا انقطاع ضروری ہو تو فی الجملہ اس دوام کی صورت کا باقی رکھنا جب بھی ضروری ہے بایں طور کہ عورت کچھ مدت تک اپنے آپکو روکے رہے اور اُسکو اسمیں کچھ تکلیف و دقت اُٹھانی پڑے۔ اب مطلقہ کی عدت تین قروء ہیں بعض کے نزدیک (قرء) سے طہر مراد ہے اور بعض کے نزدیک حیض اور اگر اُس سے طہر مراد ہے تب تو اسمیں یہ راز ہے کہ طہر رغبت کا زمانہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور اُس کی تکرار عدت لازمہ مقرر کی گئی تاکہ فکر کرنے والا ان طہروں میں فکر کر سکے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق کے بیان میں فرمایا ہے فتلک العدۃ التی امر اللہ بالطلاق فیہا۔ پس وہ زمانہ ہے کہ جسمیں خدا تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور اگر اُس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیض مراد ہے تو اسمیں یہ حکمت ہے کہ حمل کے نہ ہونے کی صورت میں اصل حیض سے بھی معلوم ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت ایسی ہے کہ اسکو حیض نہیں آتا خواہ بچپن کے سبب سے یا بڑھاپے کے سبب سے تو اسکے لئے تین مہینے تین حیض کے قائم مقام ہیں کیونکہ ایک مہینہ حیض کا مظنہ ہوتا ہے اور اسلئے کہ تین مہینہ میں رحم کا خالی ہونا ظاہر طور پر معلوم ہو سکتا ہے اور تمام مصلحتیں اس مدت میں متحقق ہو سکتی ہیں اور حاملہ کی مدت وضع حمل ہے اسلئے کہ اس سے رحم کا خالی ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور بیوہ کی مدت چار مہینہ دس روز ہیں اور اس مدت میں اسکو سوگ کرنا واجب ہے اور اسکے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جب اس پر یہ بات واجب ہوئی کہ اپنے آپکو اس مدت تک روکے رہے اور نکاح اور اسکی بات چیت کسی سے نہ کرے تاکہ اسکے خاوند کا نسب محفوظ رہے پس حکمت و سیاست کا مقتضی ہوا کہ عورت کو ترک زینت کا بھی حکم دیا جائے اسلئے کہ زینت کیوجہ سے جانبین میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی ہی حالت کے اندر شہوت کے غلبہ میں فساد عظیم ہے اور نیز وفاداری کا مقتضی ہے کہ خاوند کی مفارقت پر غم کرے اور خوشبو و زینت وغیرہ کا شوق نہ کرے اور اسپر سوگ کرے کہ اسمیں وفاداری اور ظاہر میں عفت کے معنی کا ثابت کرنا ہے اور مطلقہ کو سوگ کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ اسکو زینت کرنے کی حاجت ہے تاکہ خاوند کو اس کی طرف رغبت ہو اور ان کے اجتماع میں جو فرق پڑا ہے پھر انکے جمع ہونیکا سبب ہو اسی لئے مطلقہ ثلث میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ سنگھار کرے یا نہیں پس کسی نے تو اصل حکمت کا خیال کیا ہے اور کسی نے لفظ مطلقہ کے عام ہونے کا خیال کیا ہے اور شارع نے بیوہ کی عدت چار مہینے اور دس روز اسلئے مقرر کی کہ چار مہینے کے تین چلے ہوتے ہیں اور اس مدت میں جنین کے اندر جان پڑ جاتی ہے اور غالباً جنین اس مدت کے اندر حرکت کرنے لگتا ہے اور دس روز اسپر اور زیادہ کئے گئے تاکہ وہ حرکت پورے طور پر ظاہر ہو جائے اور نیز یہ مدت حمل معتاد کی نصف مدت ہے جسمیں حمل پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر شخص دیکھ کر اسکو پہچان سکتا ہے اور مطلقہ کی مدت طہر یا حیض کے ساتھ اور بیوہ چار مہینہ دس روز کے ساتھ اسلئے مقرر کی گئی کہ مطلقہ میں حقدار یعنی خاوند اپنے اختیار پر قائم ہوتا ہے جو نسب کی مصلحت اور قرائن کو جانتا ہے پس ممکن ہے کہ عورت کو اس چیز کا حکم دیا جائے جو اس کے لئے خاص ہے اور خاوند پر وہ امین سمجھی جائے اور اور لوگ اس عورت کا حال معلوم نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ خود نہ بیان کرے اور بیوہ کے اندر خاوند موجود نہیں ہوتا اور دوسرا شخص اسکا باطنی حال اور اسکا فریب نہیں پہچان سکتا جس طرح خاوند پہچان سکتا ہے پس ضروری ہوا کہ اسکی عدت ایسا ظاہری امر مقرر کیا جائے جس کے معلوم کرنے میں سب قریب و بعید برابر ہوں اور حیض کو بھی وہ ثابت کر دے کیونکہ غالباً یا دائماً طہر اسقدر بڑا نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا توطئی حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ۔ حاملہ عورت سے صحبت نہ کی جائے جبتک اسکا وضع حمل نہ ہو اور نہ غیر حاملہ سے جبتک کہ اسکو ایک حیض نہ آجائے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کیف یستخدمہ وہو لا یحل لہ ام کیف یورثہ وہو لا یحل لہ۔ باوجودیکہ اسکے لئے وہ حاملہ حلال نہیں ہے پھر کس لئے اس سے خدمت لیتا ہے یا باوجودیکہ اس کے لئے حلال نہیں ہے کس طرح اسکو ورثہ دیسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ استبراء کے اندر یہ راز ہے کہ رحم کا خالی ہونا اس سے معلوم ہو جاتا ہے اور نسب کا اختلاط بھی نہیں ہوتا پس جب عورت حاملہ ہو تو تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسی ہی صورت میں وہ بچہ دونوں کے مشابہ ہوتا ہے جس کے نطفہ سے ہے اس کے ساتھ بھی اسکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشابہت ہوتی ہے اور جس شخص نے ایام حمل میں اسکی ماں کے ساتھ صحبت کی ہے اُسکے ساتھ اُس کو مشابہت ہے

حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے لایحل لامریٔ یومن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ کسی کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ بات حلال نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کیف یستخدمہ الخ اُس کے یہ معنی ہیں کہ حاملہ کے ساتھ جماع کرنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اُسکو دونوں شخصوں کی مشابہت ہوتی ہے اور ہر مشابہت کا حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہوتا ہے پہلی کے ساتھ مشابہت کا منشا یہ ہے کہ وہ بچہ غلام ہو اور دوسری کی مشابہت چاہتی ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہو اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولا کے لئے اُسپر خدمت کا واجب ہونا ہے اور دوسری کا حکم حریت اور استحقاق میراث ہے پس جماع کے سبب سے اس بچہ کے اندر احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اسلئے جماع کرنے سے ممانعت کیگئی واللہ اعلم ۔

اولاد اور غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان میں

معلوم کرو کہ نسب منجملہ اُن امور کے ہے جنکی محافظت آدمی کی سرشت میں داخل ہے پس اقالیم صالحہ میں سے کسی اقلیم کے اندر جہاں آدمی پیدا ہوتے ہیں کسی انسان کو کبھی نہ دیکھوگے مگر یہ بات اُس کو محبوب ہوگی کہ اُس کے باپ دادا کیطرف اُسکو منسوب کریں اور یہ بات اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو انکی طرف نسبت کرنے میں کوئی عیب لگایا جاسے بارغدایا اگر نسب کی دناءت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اُسکو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اُسکی اولاد کو اُسکی طرف منسوب کریں اور اُس کے بعد اُسکی قائم مقام ہو پھر بسا اوقات اولاد کے طلب کرنے میں بے انتہا کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت اُسکے حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں پس تمام لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو انکی خلقت میں داخل ہیں اور شرائع الٰہی کا بنا اُن مقاصد کے باقی رکھنے پر ہے کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہیں اور جنکے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور نیز حقدار کے اُن مقاصد سے حق دلانے اور باہمی ظلم سے روکنے پر اکا بھی ہے پس اسلئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری ہوا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ لڑکا عورت کے لئے اور مرد زناکار کو پتھر بعض نے اس سے سنگساری مراد لی ہے اور بعض نے نامرادی میں کہتا ہوں اہل جاہلیت بہت سے طریقوں سے جنکو قوانین شرعی ثابت نہیں کرتے اولاد طلب کیا کرتے اور بعض اُن طریقوں کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا ہے پس جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ باب بند کردیا گیا اور زناکار کی امید منقطع کیگئی اسلئے منجملہ اُن مصالح ضروریہ کے جنپر نوع انسانی کا بقا موقوف ہے مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختص ہونا بھی ہے تاکہ ایک عورت پر کئی مردوں کے جمع ہونے کا باب مسدود کیا جائے لہذا مناسب ہوا کہ جو شخص اس سنت راشدہ کے برخلاف کرے اور بغیر اس خصوصیت کے اولاد طلب کرے اُسکو نامراد کیا جائے تاکہ اُسکی ذلت اور اُس کا کچھ بس نہ چلنا دیکھکر آئندہ کو بھی ایسا قصد نکرے وللعاہر الحجر سے اگر نامرادی کے معنی مقصود ہیں جیسے بیدہ التراب اور بیدہ الحجر کہا کرتے ہیں تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسیں اُسکی طرف اشارہ ہے اور نیز جب حقوق کا مقابلہ ہوا اور ہر شخص اپنے لئے اُس حق کا مدعی ہے تو ضرور ہوا کہ جسکے پاس ایسی ظاہری حجت ہے جسکو تمام لوگ سُن سکتے ہیں اُسکو ترجیح دیجائے اور جسکے پاس ایسی حجت ہے جو اُسپر تہمت کے زیادہ ہونے کے سبب سے اور رد حد کے مارنیکا باب مفتوح کرتا ہے یا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اُس نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور با اینہمہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو اُس کے صرف کہنے سے معلوم ہوتا ہے پس اُس شخص کے لئے یہ بات نامناسب ہے کہ اُسکو محروم اور کالعدم کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی معنی کا لحاظ فرماکر لعان کے قصے میں فرمایا ہے ان کذبت علیھا فھو ابعد لک - اگر تو اُس پر جھوٹ بولتا ہے تو وہ (یعنی مہر کا تیری طرف عود کرنا) تجھسے بہت دور ہے - اور وللعاہر الحجر سے اگر سنگساری مراد ہے تو اسیں اسی کیطرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ نے فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ وھو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام - جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کیطرف اپنی نسبت کرے اور اُسکو یہ بات معلوم ہو کہ وہ اُسکا باپ نہیں ہے جنت اُس پر حرام ہے - میں کہتا ہوں کہ بعض لوگ مقاصد دینہ کا خیال کر کے اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے شخص کیطرف اپنی نسبت کر دیتے ہیں اور یہ بڑا ظلم اور نافرمانی ہے کیونکہ اسیں باپ کی امید کا قطع کرنا ہے اسلئے کہ اُسنے اپنی نسل کا بقا جو اُس کی طرف منسوب اور اُس سے پیدا ہے چاہا ہے اور اسیں باپ کی نعمت کی ناشکری اور اُسکے ساتھ بدسلوکی ہے اور نیز نصرت اور معاونت قبائل اور شہروں کے انتظام کیلئے ضروری چیز ہے اور اگر باپ سے انقطاع نسبت کا باب مفتوح کر دیا جائے تو یہ مصلحت متروک ہوتی ہے اور تمام قبائل کے نسب مخلوط ہو جاتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما امرأۃ ادخلت علی قوم من لیس منھم فلیست من اللہ فی شئ ولن یدخلھا اللہ الجنۃ وایما رجل جحد ولدہ وھو ینظر الیہ احتجب اللہ منہ وفضحہ علی رؤس الخلائق - جو کسی عورت کسی قوم میں اُس شخص کو داخل کر دے کہ وہ اسیں نہیں ہے تو خدا کے ہاں اُس کا کچھ نصیبہ نہیں اور کبھی خدا تعالے اُس کو جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اپنے ولد کا انکار کرے حالانکہ وہ اُس کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا تعالے اپنے دیدار سے اُس کو محروم کریگا اور تمام خلائق کے روبرو اُسکو فضیحت کریگا میں کہتا ہوں جبکہ عورت عدت وغیرہ کے اندر امانتدار اور اس بات پر مامور ہے کہ اُنکے انساب کو اُنپر مشتبہ نہ ہونے دے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس سے ڈرائی جائے اور اس امر میں اُسپر عذاب دیے جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسیں جہان کی مصلحت کے باطل کرنے میں سعی اور جبلت نوع کے ساتھ منافقت ہے اور یہ بغض ملاء اعلے کی جانب سے ہے کیونکہ وہ اصلاح نوع کے دعا کرنے پر مامور ہیں اور علاوہ بریں اسیں اُسکے ولد کے لئے نامرادی اور تنگی ہے اور دوسروں پر اپنی اولاد کا بار ڈالنا ہے اور جب کوئی شخص اپنے بچہ کا انکار کرے تو البتہ اُسکو ذلت دائمی اور بے انتہا عار کے لئے پیش کیا اس لئے کہ اُس نے نسب کو ضائع کر دیا اور اُسکی جان کو گم کر دیا - کیونکہ کوئی اُسکا خرچ اٹھانیوالا نہیں اور یہ صورت مروجہ قتل اولاد کی مشابہ ہو گئی اور اُس کی ماں کو بھی مدت العمر کیلئے ذلت اور عار میں ڈالدیا۔

عقیقہ کے بیانمیں

عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کا مرجع مصلحت ملیہ اور مدنیہ اور نفسیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیطرف تھا تو آنحضرت صلعم نے اسکو برقرار رکھا اور آپ نے بھی اسپر عمل کیا اور اوروں کو بھی اسکی ترغیب دی منجملہ ان مصلحتوں کے
یہ ہے کہ عقیقہ میں نہایت خوبی کیساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعت نسب ایک ضروری امر ہے تاکہ کوئی
شخص اسکی نسبت کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اسکا باپ گلی کوچوں میں پکارتا پھرتا کہ میرے اولاد ہوئی
ہے پس اشاعت کیلئے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا اور راز انجملہ عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنی کا اتباع اور بخل کی عفت کا عصیان
پایا جاتا ہے اور راز انجملہ یہ ہے کہ نصاری میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے اور اسکو
عمودیہ کہتے تھے اور انکا قول تھا کہ اسکے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہوجاتا ہے اسی نام کے ساتھ مشاکلت کے طور پر اپنے پاک کے
صبغۃ اللہ ومن احسن اللہ صبغۃ مناسب ہوا کہ حنیفیہ یعنی دین محمدی میں بھی انکے اس فعل کے مقابل میں بھی کوئی ایسا فعل پایا جائے
جس سے اس فرزند کا حنیفی اور ملت ابراہیمی و اسمعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور جس قدر افعال حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام
کے ساتھ مختص تھے اور برابر انکی اولاد میں چلے آتے ہیں انہیں سے سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے
کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالے کا اسکے فدیہ میں ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور ان دونوں شرائع میں سے
زیادہ مشہور حج ہے جسکے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتوں میں انکے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنیفی پر آگاہ
کرنا اور اس بات پر متنبہ کردینا ہے کہ اس فرزند کے ساتھ اس ملت کا برتاؤ کیا گیا ہے اور راز انجملہ یہ ہے کہ اسکے شروع ولادت
میں اسکے ساتھ یہ فعل کرنے سے اسکے خیال میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گویا اس نے اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں دیدیا ہے
جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اسمیں سلسلہ احسان اور نیازمندی و فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیسا کہ صفا و مروہ کے
مابین سعی کرنے میں ہم نے بیان کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مع الغلام عقیقۃ فاہریقوا عنہ دما و امیطوا عنہ الاذی -
لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اسکی طرف سے خون بہاؤ اور اسکی طرف سے اسکے آزار کو دفع کرو - اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے الغلام مرتہن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویسمی ویحلق - لڑکا اپنے عقیقہ میں مرہون ہوتا ہے اسلئے اسکے بدلہ ساتویں
دن ذبح کیجائے اور نام رکھا جائے اور سر منڈایا جائے - میں کہتا ہوں عقیقہ کے حکم دینے کا سبب وہی ہے جو مذکور ہوا -
پھر ساتویں روز کی تخصیص اسلئے ہے کہ ولادت و عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب کنبہ اس زچہ اور بچہ کی خبرگیری
میں اول اول مصروف رہتا ہے پس ایسے وقت میں مناسب نہیں ہے کہ ان کو عقیقہ کا حکم دیکر انکا شغل اور زیادہ کیا جائے
اور نیز بہت سے لوگوں کو اسیوقت بکری دستیاب نہیں ہوسکتی بلکہ تلاش کرنے کی حاجت ہوتی ہے پس اگر پہلے ہی
روز عقیقہ مسنون کیا جائے تو لوگوں کو دقت ہو لہذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی اور معتدبہ مدت ہے اور زیادہ
نہیں ہے اور لیکن اماطتہ الاذی میں حجاج کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم بیان کرچکے ہیں اور ساتویں دن نام
رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کے نام رکھنے کی کیا حاجت ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت امام حسن رض
کی طرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ انکے سر کو منڈوا دو اور ہموزن ان کے بالوں کے
چاندی خیرات کردو میں کہتا ہوں کہ چاندی کے خیرات کرنے کا یہ سبب ہے کہ بچہ کی حالت جنینیہ سے منتقل ہو کر طفلیت کی
طرف خدا تعالے کی نعمت ہے تو اسپر شکر واجب ہے اور بہترین شکر یہ ہے کہ اسکے بدلہ کچھ دیا جائے اور جنین کے بال نشانات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنینیہ کے بقیہ تھے انکا دور ہونا نشانات طفلیہ کے استقلال کی نشانی ہے اسلئے مامور ہونا واجب ہوا اور انکے بدلہ چاندی دیجاوے
اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گراں ہے سوائے امراء کے اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا اور چیزیں علاوہ اسکے ایسی نہیں
ہیں کہ مولود کے بالوں کے برابر ہوسکیں۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت حسن بن علی کے کان میں نماز کی سی اذان جب حضرت فاطمہ انکو
جنی تھیں پڑھی تھی میں کہتا ہوں اس میں بھی راز ہے جو عقیقہ کے اندر مصلحت ملیہ ہم بیان کرچکے ہیں اسلئے کہ اذان شعائر
اسلام اور علامات دین محمدی سے ہے پھر ضروری ہے خصوصیت مولود کی اس اذان کیساتھ اور وہ بھی باینطور کہ مولود کے
کان میں آواز سے اسکو کہا جاوے اور علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس اذان کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہے
اور اول اسکے پیدا ہوتے ہی شیطان اسکو ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک
بکری ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص دو بکریوں کو پاوے اسکو مستحب ہے کہ لڑکے کیطرف سے ذبح کرے اور اسکا سبب ہے
کہ لوگوں کے نزدیک بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکوں کا نفع زیادہ تر ہے لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی شکر اور اسکی عظمت کی مناسب ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے احب الاسماء عند الله عبد الله وعبد الرحمن۔ کہ خدا تعالے کے نزدیک محبوب ترین نامونکے
عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں معلوم کرو کہ مقاصد شرعیہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ انکے ارتفاقات ضروریہ میں خدا کا ذکر
داخل ہوتا کہ یہ ایک زبان ہوکر خدا کو برحق کیطرف بلائیں اور مولود کے اس قسم کے نام رکھنے میں توحید کیطرف اشارہ ہے
اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کے وہی نام رکھتے تھے جنکی وہ عبادت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم جب مبعوث کئے گئے
مراسم توحید کے قائم کرنے کیلئے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے میں بھی مثل اسکے مسنون کیا جائے اور انہیں دونوں کا
محبوب ہونا بہ نسبت اور تمام ناموں کا جنمیں لفظ عبد کا خدا کے ناموں میں سے کسی نام کیطرف منسوب ہو کیوں ہوا اسلئے کہ یہ دونوں
نام سب ناموں سے زیادہ مشہور ہیں اور نیز یہ دونوں نام سوائے ذات خدا تعالے کے کسی پر نہیں بولے جاتے ہیں بخلاف اور
ناموں کے اور ہمارے اس بیان سے لڑکے کا نام احمد و محمد رکھنے کے استحباب کی حکمت کو معلوم کرسکتا ہے اسلئے کہ تمام لوگ
ہمیشہ سے اپنی اولاد کا نام ان گذشتہ لوگوں کے نام پر رکھتے چلے آئے ہیں جو انکے نزدیک بزرگ تھے اور اسمیں دین پر آگاہ کرنا
اور گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ فرزند دین کا اہل ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اخنى الاسماء يوم القيمة عند الله رجل
يسمى ملك الاملاك۔ بدترین ناموں کا خدا تعالے کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہو میں
کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ دین کا اصل اصول خدا تعالے کی تعظیم اور اس کے ساتھ کسی کو برابر نہ کرنا ہے۔ اور کسی چیز کی
تعظیم کرنا اس کے نام کی تعظیم کو مستلزم ہے لہذا واجب ہوا کہ خدا کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے خاصکر یہ نام جو بے انتہا درجہ
کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين۔ اور مائیں اپنی اولاد کو پورے
دو برس دودھ پلائیں۔ میں کہتا ہوں جب خدا تعالے کو بطور تناسل کے نوع انسانی کا باقی رکھنا منظور ہوا اور اسکا حکم
بقا کے اندر جاری ہوگیا اور عادت کے اعتبار سے بچہ جبتک اسکے ماں باپ اسکی زندگی کے اسباب میں معاونت نہ
کریں زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو لوگوں کی سرشت میں داخل ہے کہ اسکی مخالفت خلق الہی کی تغییر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیز کے بگاڑنے میں کوشش کرتا ہے جسکی حکمت الہی مقتضی ہے لہذا شرع کو اس سے بحث کرنا ضروری ہوا کہ ان دونوں خاوند بیوی پر بحصہ رسدی ان چیزوں کو مقرر کرے جو ان دونوں سے بسہولت ادا ہو سکیں اول سے یہ بات ہو سکتی ہے کہ اسکو دودھ پلائے اور اس کی تربیت کرے پس اسپر یہی واجب کیا گیا اور باپ سے ہو سکتا ہے کہ اپنے مقدور کے موافق بچہ کا خرچ اٹھائے کیونکہ خاوند نے اسکو تمام مشاغل اور مکاسب سے روک کر بچہ اسکی پرورش میں دیا ہے اور وہ اسکی پرورش میں محنت کرتی ہے پس انصاف کا مقتضی ہے کہ خاوند اس کا خرچ اٹھائے اور چونکہ بہت سے لوگ جلد دودھ چھڑاتے ہیں اور اکثر اوقات بچے کو اس سے ضرر پہنچتا ہے لہذا خدا تعالے نے اسکی ایک ایسی حد مقرر فرما دی جسکے بعد دودھ چھڑانے سے غالبا بچہ صحیح و سالم رہ سکتا ہے اور وہ پورے دو سال ہیں اور اس سے کم میں بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونوں سمیں مصلحت سمجھکر اس بات کو تجویز کریں کیونکہ لبا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات سوچنے اور فکر کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے اور اس کے اندر فکر کرنے کیلئے ماں باپ ہی زیادہ تر مناسب ہیں اور اس بچے کی خصلت سے وہی خوب واقف ہیں پھر خدا تعالے نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کیا اسلئے کہ اسمیں وقت بھی جس طرح کی حاجت میں نقصان لازم آتا تھا پس اگر لوگوں کو بچے کی ماں کے ضعیف یا مریض ہونے کے سبب سے دودھ پلوانے کی حاجت پڑے یا خاوند بیوی میں فرقت ہو گئی اور اس کو دودھ پلانے کی خوشی نہ ہو یا اور کوئی سبب ہو تو کسی اور سے دودھ پلوائیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ایسے وقت میں جانبین سے ایفا حق کا ضروری ہے اور کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ حق رضاع سے کس چیز کو دیکر بری ہو سکتا ہوں آپنے فرمایا غرۃ عبد او امۃ ایک غلام یا ایک باندی معلوم کر دکہ دایہ حقیقی ماں کے بعد ایک ماں ہوتی ہے اور اس کے ساتھ سلوک کرنے کے بعد اسکے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے حتی کہ آنحضرت صلعم نے اپنی مرضعہ (دایہ) کیلئے اپنی چادر مبارک کو انکی عزت کے سبب سے بچھا دیا اور ربا اوقات وہ اس چیز سے راضی نہیں ہوتی جو بطور ہدیہ کے اسکو دیجائے اگرچہ وہ بہت ہو اور اکثر اوقات دودھ پلانے والا دینے وقت تھوڑی سی چیز کو بہت سمجھ سکتا ہے اور اسمیں ایک قسم کا اشتباہ تھا لہذا آنحضرت صلعم سے اسکی حد مقرر کرنیکا سوال کیا گیا تو آپ نے ایک باندی یا غلام کے ساتھ اسکی حد معین فرمائی اسوجہ سے کہ مرضعہ حق اسکے ذمہ ثابت ہونے کی وجہ اسکے بنیہ کا قائم کرنا اور اس کا انسان کامل بنانا اور اسکی پرورش کرنا اور اسکی محنت اٹھانا ہے اسکی پوری پوری جزا یہ ہے کہ رضیع اور دودھ پلانے والا اسکو آدمی عطا کرے جو اسکے لئے تدابیر ضروریہ کے ارادہ کرنے میں بمنزلہ اعضا کے ہو اور اس مرضعہ کے کام وکاج کا بار اٹھائے اور یہ ایک حد استحبابی ہے نہ ضروری اور ہند نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان ایک بخیل شخص ہے اسکے مال سے بغیر اسکی اجازت کے جو کچھ میں لیلوں وہ لیتی ہوں ورنہ وہ مجھے کچھ نہیں دیتا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا جسقدر تیرے اور تیری اولاد کیلئے کافی ہو سکے اس سے حسب دستور سقدر لیلیا کر میں کہتا ہوں چونکہ اولاد اور بیوی کا نفقہ منضبط ہونا ایک دشوار امر تھا اسلئے آنحضرت صلعم نے اسکی رائے پر اسکو چھوڑ دیا اور اس کے لینے میں دستور کی قید لگا دی اور قاضی کیطرف رجوع کرنے کی حاجت باقی نہیں رہی کیونکہ ایسے وقت میں اسمیں وقت بھی اور نبی صلعم نے فرمایا ہے۔ مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع سنین۔ الحدیث۔ جب تمہاری اولاد سات برس کی ہو جائے تو ان سے نماز کیلئے کہو اسکے اسرار پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اس باب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلعم نے لڑکے کی پرورش کرنیکے متعلق حکم دیئے ہیں اسلئے کہ آپ نے اس بات کا لحاظ کیا ہے جو اولاد اور ماں باپ کیلئے مناسب ہے
اور اسانی ہے اور جو شخص ضرر رسانی کا قصد کرے اور مصلحت کا لحاظ نہ کرے آپ نے لحاظ نہیں کیا کیونکہ حسد اور ضرر رسانی اتباع کے قابل
نہیں ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ آپکی خدمت شریف میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرا یہ بیٹا میرے ہی تو پیٹ میں
رہا اور میرے ہی پستان کا اُسنے دودھ پیا اور میرے ہی گود میں رہا اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور مجھ سے ہی
چھینا چاہتا ہے تو آپ نے اُس سے فرمایا انت احق بہ مالم تنکحی تو جتبک نکاح نہ کرے تو ہی اُسکی مستحق ہے میں کہتا ہوں اُسکا یہ
سبب ہے کہ ماں پرورش کرنا خوب جانتی ہے اور بچے پر شفیق ہوتی ہے اور نکاح کرنے کے بعد وہ دوسرے خاوند کی مملوکہ ہوجاتی
ہے اور وہ ایک اجنبی شخص ہے اور بھلائی کرنے کی اُس سے امید نہیں اور ایک لڑکے کو آپ نے اختیار دیا کہ وہ خواہ باپ کے
پاس رہے یا ماں کے پاس اور یہ جب ہے کہ جب وہ برائی بھلائی کی تمیز کرنے لگے معلوم کرو کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے
اور باہمی معاونت کے بغیر اسکی زندگی قائم نہیں ہوسکتی اور معاونت بغیر باہمی الفت اور شفقت کے نہیں ہوسکتی اور الفت
بغیر غمخواری وہمدردی کے جانبین سے خاطر داری کے بغیر نہیں ہوسکتی اور معاونت کا کوئی مرتبہ مقرر نہیں بلکہ اُسکے مختلف
مرتبے ہیں جنکے اختلاف سے بھلائی اور صلہ بھی مختلف ہوا کرتا ہے ادنے مرتبہ اُسکا ارتباط ہے جو باہم مسلمانوں کے ہوتا ہے
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی باہم بھلائی کو پانچ چیزوں میں محدود کیا ہے اور فرمایا حق المسلم علی المسلم خمس
رد السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنایز واجابت الدعوت وتشمیت العاطس۔ وفی روایۃ ستۃ السادس اذا استنصحک
فانصح لہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا اور بیمار کی عیادت اور جنازہ کے پیچھے چلنا اور چھینکنے والے
کے لئے دعا دینا اور ایک روایت میں چھ ہیں چھٹا یہ ہے کہ جب تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اُسکی خیر خواہی کرے۔ اور
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اطعموا الجائع وفکوا العانی۔ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھوڑاؤ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان
پانچ یا چھ چیزوں میں لوگوں کو کچھ ایسی دقت نہیں ہوتی اور اُن سے باہمی الفت ہوجاتی ہے اور اسکے بعد وہ ارتباط ہے جو
ایک قبیلہ یا ہمجوار کے اندر یا اقارب میں ہوتا ہے پس ان لوگوں میں یہ چیزیں بھی ضرور ہوتی ہیں اور تعزیت وتہنیت اور
آمد ورفت اور باہمی تحفہ وتحائف بھی ضروری ہے اور آنحضرت صلعم نے اُنکے لئے ایسے امور واجب کئے جس کے وہ پابند
ہوں خواہ اُنکے وہ طالب ہوں یا منکر جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فہو حر جو شخص اپنے
ذوی رحم محرم کا مالک ہو پس وہ حر ہے اور جیسے کہ دیتوں کے باب میں پھر وہ میل جول کہ ابن کنبہ کے ہوتا ہے جیسے بیوی
وغلام لونڈی لیکن بیوی کے متعلق بھلائی تو ہم اُسکو بیان کرچکے لیکن غلام ولونڈی کے متعلق بھلائی تو اُسکے اپنے مرتبے
گردانیں ایک واجب جس کا کرنا انکو ضروری ہو خواہ چاہیں یا نہ چاہیں اور دوسرے درجہ کی بھلائی یہ ہے کہ اُس کا کرنا انکو
بہتر ہے ضروری نہیں لیکن پہلا مرتبہ وہ ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے للمملوک طعامہ وکسوتہ ولا یکلف من العمل مالا
یطیق۔ غلام کے لئے اس کا کھانا اور کپڑا ہے اور جو کام اس کے مقدور سے باہر ہو وہ اُس سے نہ لیا جاوے اور اسکا
کپڑا کھانا اسلئے ہے کہ وہ سید کی خدمت کے سبب سے اپنے کسب کرنے سے مجبور ہے لہذا ضروری ہوا کہ غلام کا لباس
وطعام اُسپر واجب ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قذف مملوکہ وہو بری مما قال جلد یوم القیمۃ جو شخص اپنے غلام پہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہمت لگانے تھا لاکہ وہ اُسکے فعل سے بری ہے قیامت کے دن اُسپر کوڑے لگائے جائینگے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من جدع عبدہ فالعبد حر علیہ جو شخص اپنے غلام کے ناک کان کاٹے پس اُسپر اُسکا غلام آزاد ہے۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ بات ہے کہ اسمیں اُسکے اوپر ملکیت جاتے رہنے سے اُس مولا کے اُس فعل سے جو اُسنے کیا ہے زجر و توبیخ ہے اور رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ۔ دس سے زیادہ وہ کوڑے نہ مارا جائیگا بجز کسی حد حدود خدا تعالیٰ سے میں کہتا ہوں اسمیں دروازہ ظلم کا مسدود کر دینا ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ اُس ذات کے متعلق دس کوڑوں سے زیادہ عذاب دینے سے نہی ہے جیسے کہ مامور بہ کو ترک کرنے وغیرہ کے اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جس کی شرع کے حق میں نہی آئی ہے اور جیسا کہ کسی قائل کا یہ قول ہے کہ تو حد کو پہونچ گیا اور میرے گمان میں یہ وجہ قریب تر الفہم ہے اس لئے کہ خلفائے راشدین حقوق شرع کے اندر دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے اور دوسرا مرتبہ بھلائی کا وہ ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا صنع لاحدکم خادمہ طعامہ ثم جاء بہ وقد ولی حرہ ودخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل فان کان الطعام مشفوہا قلیلا فلیضع فی یدہ منہ اکلۃ او اکلتین۔ جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اُس کے پاس کھانا ایسی حالت میں لائے کہ اُس کو اُس کا دھواں و حرارت لگا ہے پس اُس کو مناسب ہے کہ اُس کو اپنے پاس بٹھائے اور اُس کے ساتھ کھانا کھائے اور اگر تھوڑا سا ہے تو ایک یا دو لقمہ اُس کھانے میں سے اُسکے ہاتھ پر رکھدے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ضرب غلاما لہ حدا لم یاتہ او لطمہ فان کفارتہ ان یعتقہ۔ جو شخص اپنے غلام کو بلا کسی حد کے جس کا وہ مرتکب ہوا مارے یا اُس کے طمانچہ لگادے تو اُس کا یہ کفارہ ہے کہ اس کو آزاد کردے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا ضرب احدکم خادمہ فذکر اسم اللہ فلیمسک۔ تم میں سے جب کوئی شخص اپنے خدمتگار کو مارے اور وہ خدا تعالیٰ کا نام زبان پر لائے تو اُس کو ترک جانا چاہئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اعتق رقبۃ مسلما اعتق اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار۔ جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کردے تو خدا تعالیٰ اُس کے ہر عضو کے مقابل میں اُس کے عضو کو آگ سے آزاد کردیگا۔ میں کہتا ہوں آزاد کرنے کے اندر مسلمانوں کی جماعت کا اکٹھا کرنا تجدی کو قید سے رہا کر دینا ہے پس اس کی پوری پوری جزا دیا جائیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اعتق شخصا فی عبد اعتق کلہ ان کان لہ مال جس شخص کا ایک غلام میں کچھ حصہ ہو اور وہ اُسے آزاد کردے تو اگر اُس کے پاس مال ہے تو وہ سب آزاد ہو جائیگا۔ میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جسکی لفظ حدیث میں تصریح واقع ہوئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس سے مراد یہی ہے کہ آزاد کر دینا فی الواقع خدا تعالیٰ کی ملک میں اس کا دے دینا ہے اور یہ بات خلاف ادب ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کی ملک باقی رہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فہو حر۔ میں کہتا ہوں اس کا سبب صلہ رحم ہے پس خدا نے صلہ رحم کی ایک قسم کو اُن پر واجب کر دیا خواہ اُن کی مرضی ہو یا نہ ہو اور واجب کرنے کے لیے اس قسم کے صلہ رحم کو اس لئے خاص کیا کہ اپنے قریب کا مالک ہو جانا اور اُس پر تصرف کرنا اور غلاموں کی سی اُس سے خدمت لینا اُس پر بڑا ظلم ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اوار شاۃ الرجل منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فهو معتق عن دبر منه۔ جب ایک شخص کی لونڈی کی اسی شخص سے کچھ اولاد پیدا ہو تو وہ اُس کے مرنے کے بعد آزاد ہو گی میں کہتا ہوں اُس کا یہ راز ہے کہ اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ہے تاکہ کوئی غیر شخص بجز اسکے باپ کے اسکی ماں کا مالک نہ ہو جسکے سبب سے اُسکو عار لاحق ہو اور شارع نے غلام پر مولا کی خدمت واجب کی اور بھاگنا اُس پر حرام کیا اور رسول صلعم نے فرمایا ہے ایما عبد ابق فقد برئ من الذمۃ حتی یرجع۔ جو غلام بھاگ گیا پس البتہ وہ اسلام کے عہد سے الگ ہو گیا جبتک واپس نہ آئے اور آزاد کئے ہوئے پر شارع نے اس بات کو حرام کیا کہ بجز اپنے موالی کے کسی اور کو اپنا والی نہ بنائے اور سب سے بڑھکر صلہ رحم والدین کے حقوق کی حرمت دعزت ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اکبر الکبائر عقوق الوالدین۔ سب کبائر میں بڑھکر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے۔ اور والدین کے ساتھ سلوک کرنا چند امور سے پورا ہوتا ہے اُن کو کھلانا اور لباس دینا اور اگر اُن کو خدمت کی حاجت ہو تو خدمت کرنا اور جب وہ بلائیں تو انکا جواب دینا اور جب کسی بات کا بشرطیکہ وہ قبیلہ معصیت سے نہ ہو حکم دیں اطاعت کرنا اور کثرت سے اُن کے پاس آمد رفت رکھنا اور نرمی کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا اور اُف تک نہ کہنا اور اُن کو نام لے کر نہ پکارنا اور اُنکے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر انکا کوئی عیب کرے یا کوئی دکھ پہونچائے اُسکی مدافعت کرنا اور نشست و برخاست میں انکا وقار کرنا اور اُنکے لئے منفرت کی دعا کرنا۔ واللہ اعلم۔

یہ باب سیاست شہروں کے اندر ہے

معلوم کرو کہ مسلمانوں کی جماعت کے اندر مصلحتوں کیلئے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ مصالح بغیر اُس کے پورے نہیں ہو سکتے اور وہ مصلحتیں اگرچہ کثرت سے ہوتی ہیں مگر دو قسموں میں منحصر ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ جس کا نتیجہ سیاست مدنیہ ہے یعنی اُن لشکروں سے مدافعت کرنا کہ جو اُن سے لڑے اور اُنکو مقہور کرنا اور ظالم کو مظلوم سے روکنا اور قصے جھگڑوں کو فیصل کرنا اور علاوہ ان کے اور ہیں اور ان حوائج کی پیشتر ہم تشریح کر چکے ہیں اور دوسری قسم جسے مقصود ملت کی اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اُس کا بیان یہ ہے کہ دین اسلام کی عظمت تمام ادیان پر جب ہی ہو سکتی ہے کہ جب باہم مسلمانوں کے کوئی خلیفہ ہو جو دین سے خارج ہونیوالے اور اُس چیز کے مرتکب ہونے والے کو جسکی حرمت منصوص ہے یا اُس چیز کے ترک کرنیوالے کو جسکی فرضیت نص سے ثابت ہے سخت طور پر ممانعت اور انکار کرے اور باقی تمام ادیان کے لوگوں کو مطیع کرے اور اُن سب پر دباؤ ڈالکر سب سے جزیہ لیا کرے ورنہ وہ مرتبہ میں برابر ہونگے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر ترجیح ظاہر نہ ہوگی اور کوئی چیز سرکشی سے انکو روکنے والی نہ ہوگی رسول خدا صلعم نے تمام اُن حوائج کو چار باب کے اندر منحصر کر دیا ہے باب مظالم۔ باب حدود۔ باب قضا۔ باب جہاد۔ پھر ان ابواب کے کلیات منضبط کرنے اور جزئیات کے ائمہ کی رائے پر چھوڑ دینے اور انکو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ پھیلانے کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہوئی اور اسکے کئی اسباب ہیں از انجملہ یہ ہے کہ جو شخص خلیفہ بنتا ہے وہ اکثر ظالم اور ستمگار اور اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہوتا ہے اور حق کا تابعداری نہیں کرتا اسلئے رعایا میں فساد ڈالدیتا ہے اور اُس کا یہ فساد جہالت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدرجہا زیادہ ہوتا ہے جسکے لئے خلافت ہوتی ہے اور وہ خلیفہ اپنے افعال میں یہ حجت پیش کرتا ہے کہ وہ حق کے تابع ہے اور کسی بات میں اُسنے مصلحت سمجھی ہے پس ایسے کلیات کا ہونا ضروری ہے کہ جو شخص اُنکی مخالفت کرے اسکو روکا جائے اور اُن کلیات کے ساتھ اُس سے مواخذہ کیا جاوے اور ان کلیات کے ذریعہ سے لوگ اُس خلیفہ پر حجت قائم کرسکیں اور منجملہ یہ ہے کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے ظالم کے ظلم کو ثابت کرے اور نیز یہ بات ثابت کرے کہ سزا حاجت سے زیادہ نہیں ہے اور قضیوں کے فیصلہ کرنیمیں اس بات کو ثابت کردے کہ اُس نے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوگی تو لوگ اُسکی خلافت میں اختلاف کرینگے اور جس کو ضرر پہنچا ہے اسکے اور نیز اُسکے اقارب کے دلمیں خلیفہ کی طرف سے غصہ وجوش پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غدر کر بیٹھینگے اور اُنکے دلوں میں خلیفہ کیطرف سے بغض پیدا ہو جائیگا اور یہ سمجھینگے کہ حق اُنکی جانب ہے اور فساد عظیم کا سبب ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ سیاست مدن میں حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد کرتے ہیں اور یمین ویسار حق کے راستہ سے پھر جاتے ہیں بعض آدمی تو نہایت سخت ہوتا ہے کہ وہ نہایت درجہ کی زجر و توبیخ ادنیٰ خیال کرتا ہے اور بعض آدمی ایسا نرم ہوتا ہے کہ ادنیٰ کو بھی بہت سمجھتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے کانوں کے کچے ہوتے ہیں کہ جیسا مدعی نے کہا اُسکو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور بعض ایسے سخت وضدی ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نسبت بدظنی کرتے رہتے ہیں اور اُسکا احاطہ ناممکن تھا کیونکہ بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے پس ضروری ہوا کہ اصول منضبط کئے جاویں اسلئے کہ اصول کے اندر اتنا خلاف نہیں ہے کہ جسقدر فروعات میں ہوتا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جب وہ قوانین شرع سے پیدا ہوئے ہیں تو وہ قربت الٰہی کے پیدا کرنے اور لوگوں کے اندر حق کا ذکر پائے جانے میں نماز روزہ کے مثل ہیں۔ الحاصل جو لوگ قوت شہوانیہ یا سبعیہ کی تابع ہوتے ہیں بالکل اُنکو اختیار دیدینا ناممکن ہے اور خلفاء میں عصمت اور ظلم سے محفوظ رہنا متمیز نہیں ہوسکتا اور جن مصلحتوں کا ہم نے تشریح اور ضبط مقدار کے اندر بیان کیا ہے سب وہ وہاں موجود ہے واللہ اعلم۔

خلافت کابیان

معلوم کرو کہ خلیفہ میں عاقل بالغ آزاد مرد شجاع، ذہوش اور گویا ہونا اور اُن لوگوں میں سے ہونا شرط ہے کہ لوگ اُسکی اور اُسکی قوم کی شرافت مانتے ہوں اور اُسکی فرمانبرداری سے عار نہ کرتے ہوں اور یہ بات جانتے ہوں کہ سیاست مدنی میں یہ حق کا اتباع کریگا یہ سب باتیں عقل سے معلوم ہوسکتی ہیں اور یہ ایسے امور ہیں کہ تمام مختلف ملکوں اور مختلف ادیان کے لوگوں کا خلیفہ کے اندر ان باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اس لئے کہ سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوسکتی اور ان امور میں سے کوئی امر بھی اگر رہجائے تو لوگ اُسکو نامناسب خیال کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں اُس کا خلیفہ ہونا ناگوار گذرتا ہے اور اگرچہ وہ بظاہر سکوت کر لیتے ہیں مگر اُن کے دلوں میں ناخوشی ہوتی ہے چنانچہ ملک فارس میں جب لوگوں نے ایک عورت کو اپنا بادشاہ بنایا تو رسول خدا صلعم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح کو نہ پہونچیگی اور ملت محمدیہ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ان امور کے نبی کے خلیفہ ہونیمیں چند اور امور کا بھی اعتبار کیا جنہیں اسلام اور علم اور عدالت بھی ہے اسلئے کہ دینی مصالح بدون ان امور کے تمام نہیں ہوتے اسلئے کہ تمام مسلمانوں نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اسکی حجت یہ آیت ہے وعد اللہ الذین امنو منکم وعملو الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے فاولئک ہم الفاسقون تک تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کئے ہیں ان سے خدا تعالےٰ نے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ بلاشبہ انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا اور از انجملہ اسکا قریشی ہونا چاہئے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الائمہ من قریش - ائمہ قریش میں سے ہونگے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حق جسکو خدا تعالےٰ نے اپنے نبی صلعم کی زبان پر ظاہر کیا ہے وہ قریش کی زبان میں اور انہیں کی عادت کے موافق نازل ہوا ہے اور اکثر مقادیر اور حدود کی تعیین انہیں چیزوں کیساتھ کیگئی ہے جو انہیں میں موجود تھیں اور بہت سے احکام انہیں کے معاملات کے متعلق نازل ہوئے ہیں پس سب سے زیادہ ان احکام کو قائم کرنیوالے اور انسے دلیل کرنیوالے وہی لوگ ہیں اور نیز قریش آنحضرت صلعم کی قوم اور آپ کا گروہ ہیں اور ان کا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونیمیں ہے پس انکی غیرت دینی ونسبی دونوں پائی جاتی ہیں پس وہی لوگ شرائع کے قائم کرنے اور انسے استدلال کرنیکے قابل ہیں اور نیز خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہئے جسکی فرمانبرداری سے لوگ عار نہ کرسکیں اسلئے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا ہے اسکو حقیر وذلیل جانتے ہیں اور نیز خلیفہ ان لوگونمیں سے ہونا چاہئے جنمیں قدیم سے ریاست اور شرافت اور لوگوں کے جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کا مادہ اور ملکہ چلا آیا ہے اور نیز اسکی قوم کے لوگ قوی ہونے چاہئیں جو اسکی حمایت ومدد کرسکیں اور اسکی خاطر اپنی جانیں دیسکیں اور یہ سب امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہیں پائے جاتے خاصکر جب رسول خدا صلعم مبعوث ہوئے اور قریش کا درجہ اور بڑے انتہا بلند ہوگیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا خلافت کا امر بجز قریش کے ہرگز کسی کیلئے نہیں معلوم ہوتا وہ تمام عرب میں خاندان کے اعتبار سے درمیان میں واقع ہوئے ہیں اور خلیفہ کا مثلاً ہاشمی ہونا بدو وجہ شرط نہیں کیا گیا ایک تو یہ کہ لوگونکو اس سے شک واقع نہ ہو اور یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ نبی کو اپنے گھرانے کی بادشاہت مقصود ہے جسطرح بادشاہونکو ہوتی ہے اور یہ بات انکے ارتداد کا سبب ہو اور یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلعم نے عباس بن عبدالمطلبؓ کو بیت اللہ کی کنجی عطا نہیں فرمائی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خلافت کے اندر نہایت ضروری امر خلیفہ سے لوگونکا راضی ہونا اور اسپر اتفاق کرنا اور اسکی توقیر کرنا اور خلیفہ کا لوگوں پر حدود کا قائم کرنا اور دین کی خاطر قتال کرنا اور احکام نافذ کرنا ہے اور یہ سب امور کسی نہ کسی شخص میں جمع ہوسکتے ہیں اس بات کی شرط کرنیمیں کہ خلیفہ ایک خاص قبیلہ ہی ہو لوگونکو دقت اور حرج ہے کیونکہ بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی شخص ان اوصاف کا جامع نہ پایا جائے اور دوسرے قبیلہ میں ایسا شخص موجود ہو اسی وجہ سے فقہاء کہتے ہیں کہ چھوٹی سی بستی حاکم ہونے کیلئے اس شخص کی سب سے نزدیک مسلم ہونا شرط نہیں ہے اور بڑی بستی ہی شرط ہے اور خلافت کے انعقاد کی کئی صورتیں ہیں ایک تو اہل حل وعقد یعنے علماء اور رؤسا اور لشکر کے افسروں کا وعلی ہذا القیاس ان لوگونکا بیعت کرلینا جنکی عقل کو مسلمانوں کی خیرخواہی میں دخل ہے جسطرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ ہی لوگوں کو دوسرے کے خلیفہ کرنے کی وصیت کرے جسطرح حضرت عمرؓ کی خلافت ہوئی یا خلافت کی بابت قوم کے اندر کسی خاص شخص کیلئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ کیا جائے جسطرح حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ یا کوئی شخص جو ان اوصاف کا
جامع ہو لوگوں پر استیلاء اور تسلط کر کے خلیفہ ہو جائے جسطرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے پھر اگر کوئی ایسا
شخص جو ان اوصاف کا جامع نہ ہو لوگوں پر غلبہ حاصل کرے تو اسکی مخالفت پر بھی جرأت نہ کرنی چاہیئے اسلئے کہ غالباً
اب وہ شخص بغیر لڑائیوں اور جھگڑوں کے خلافت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ فساد بہ نسبت اس مصلحت کے
بہت بڑا ہے خلافت سے جو مقصود ہوتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا ہم ان ائمہ سے
قتال نکریں آپ نے فرمایا نہیں جبتک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم رکھیں اور فرمایا مگر جس صورت میں تم صریح کفر دیکھو اور خدا کی
طرف سے تمہارے پاس اسکی دلیل موجود ہو۔ الحاصل جب خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہو جائے
تو اس کے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے ورنہ نہیں اس واسطے کہ کفر کے وقت میں اسکو خلیفہ کرنے سے جو مصلحت
مقصود تھی وہ فوت ہو گئی بلکہ لوگوں میں اسکے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اس کے ساتھ قتال کرنا خدا کی راہ میں جہاد
کرنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة واذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة
ماننا اور سچا آدمی کرنا مرد مسلمان پر ان چیزوں میں جنکو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے جبتک ہے کہ اسکو معصیت کا حکم نہ
دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ ماننا چاہیئے نہ سننا چاہیئے میں کہتا ہوں امام دو قسم کی مصلحتوں کے لئے
جن سے دین اور ملک کا انتظام مقرر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم بھی انہیں دونوں مصلحتوں کی غرض سے مبعوث ہوئے
تھے اور امام آنحضرت صلعم کا نائب اور آپ کے حکم نافذ کرنیوالا ہے لہذا اسکی فرمانبرداری رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی
فرمانبرداری اور اس کی نافرمانی آپ کی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اسکی فرمانبرداری
خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپ کا نائب نہیں ہے اسی لئے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ومن
یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی۔ اور جو شخص امیر کی اطاعت کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو
اسکی نافرمانی کرے اس نے میری نافرمانی کی اور فرمایا ہے انما الامام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به فان امر بتقوی الله وعدل
فان له بذلک اجرا وان قال بغیرہ فان علیه منه۔ امام تو ایک ڈھال ہے جسکی پناہ لیکر قتال کیا جاتا ہے اور جس کے سبب
سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا کے خوف اور ہدایت کا حکم کرے تب تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اور
اگر کچھ کہے تو اسپر جو کچھ ہے اس کی طرف سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام کو بمنزلہ ڈھال کے اسلئے فرمایا کہ امام کے سبب
سب مسلمان ایک زبان ہو جاتے ہیں اور انپر کوئی آفت نہیں آسکتی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رای
من امیرہ شیئا یکرہه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الامات میتة جاهلیة۔ جو شخص اپنے امیر سے کوئی ناپسند
بات دیکھے تو اسکو اسپر صبر کرنا چاہیئے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو کر مر جائے مگر
جاہلیت کی موت مریگا۔ میں کہتا ہوں اسلام جاہلیت سے انہیں دو وجہ سے ممتاز ہے اور خلیفہ ان دونوں مصلحتوں میں
نائب رسول ہوتا ہے پس جب کسی شخص نے ان مصلحتوں کے نافذ کرنے اور ان کے قائم کرنیوالے سے مخالفت کی تو وہ
جاہلیت کے مشابہ ہو گیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مامن عبد یسترعیه الله رعیتا فلم یحطها بنصیحة الالم یجد رائحة الجنة

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو خدا تعالےٰ نے کسی رعیت کا اُسکو محافظ بنائے اور خیرخواہی کے ساتھ وہ اُسکی حفاظت نہ کرے مگر جنت
کی بو اسکو نہ ملیگی میں کہتا ہوں چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتوں کے قائم کرنے کے لئے تھا لہذا ضروری ہوا کہ جیسے لوگوں کو
خلیفہ کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے اسیطرح خلیفہ کو بھی ان مصلحتوں کے ایفاء کا حکم کیا جائے تاکہ جانبین سے مصلحتیں
پوری ہو سکیں پھر چونکہ امام سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ خود صدقات کو بھی وصول کرے اور عشر بھی لے اور تمام اطراف
کے مقدمات فیصل کرے لہذا اعمال و قضاۃ کا بھیجنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام چھوڑ کر مصالح عامہ میں سے
ایک کام میں مشغول ہوے لہذا بیت المال میں اُنکا روزینہ مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق جب خلیفہ
ہوئے تو انہوں نے اِسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے کنبہ کا خرچ اٹھانے
سے عاجز نہ تھی اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا لہذا اب ابو بکرؓ کی اولاد اس مال سے یعنے بیت المال سے کھائیگی۔
اور وہ یعنی ابو بکر مسلمانوں کے لئے محنت کریگا پھر ضروری ہوا کہ عامل کو سہولت سے کام لینے کا حکم دیا جاے اور
فریب و رشوت سے اُسکو منع کیا جائے اور لوگوں کو اسکی فرمانبرداری کا حکم کیا جائے تاکہ مصلحت پورے طور سے
حاصل ہو چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیمۃ۔
بعد لوگ خدا تعالےٰ کے مال میں بغیر حق کے تصرف کرتے ہیں پس قیامت کے دن اُنکے لئے آگ ہے اور فرمایا ہے
من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذلک فھو غلول جس کسی کو ہم کسی کام کے لئے مقرر کریں اور اُس کو کچھ
قوت دیں پھر بعد اسکے بھی اگر وہ لے تو خیانت ہے اور آنحضرت صلعم نے راشی اور مرتشی پر لعنت کی ہے اور اُسکی
وجہ یہ ہے کہ رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصودہ کے منافی اور باب مفاسد کے مفتوح ہونے کا سبب ہے اور
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نستعمل من طلب العمل۔ جو شخص عامل ہونا چاہے ہم اُسکو عامل نہ کرینگے
میں کہتا ہوں اُسکی وجہ یہ ہے کہ عامل ہونے کی خواستگاری اکثر خواہش نفسانی سے خالی نہ ہوگی اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے اذا جاءکم العامل فلیصدر وھو عنکم راض۔ جب تمہارے پاس عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ تم سے خوش ہو کر
واپس جوے پھر یہ ضروری ہوا کہ عمال کو اُنکے عمل کے بدلے میں جو کچھ دیا جائے اُس کا اندازہ ہونا چاہیے تاکہ امام اسمیں کمی و بیشی
نہ کریں اور نہ عامل خود اُس میں کچھ زیادتی کر سکے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لنا عاملا فلیکتسب
زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب خادما فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا۔ جو شخص ہمارا عامل ہو اُسکو چاہیے کہ
ایک بیوی کرے پھر اگر اُس کے پاس خدمتگار نہ ہو تو ایک خدمتگار رکھے پھر اگر اُسکے پاس گھر نہ ہو تو ایک گھر لیلے۔
پس جب امام عامل کو سال بھر کے صدقات تحصیل کرنے کو بھیجے تو اُسکو مناسب ہے کہ اُن صدقات میں سے اسکو بقدر
مقرر کر دے کہ جو اُسکے خرچ کو بھی کافی ہو جاے اور اسقدر بچ بھی رہے کہ ان حوائج میں سے کسی حوائج کو پورا کر سکے کیونکہ زیادہ
کی کوئی حد نہیں ہے اور بدون زیادتی کے صرف خرچ کیلیے کافی ہو جانے کی خاطر عامل عمل کی محنت گوارا نہ کر سکیگا۔
اور نہ اُسکی طرف توجہ کر سکیگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظالم کا بیان

معلوم کرو کہ جن مقاصد کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے گئے ہیں اُنمیں سے ایک مقصود عظم یہ ہے کہ لوگوں میں سے باہمی مظالم دور ہو جائیں کیونکہ انمیں باہم ظلم کا ہونا اُن کی حالت کے خراب ہونے اور دقت کے واقع ہونے کا سبب ہے اور یہ بات مستغنی عن البیان ہے: اور مظالم کی تین قسمیں ہیں: جان پر تعدی کرنا: اور لوگوں کے اعضا پر تعدی کرنا: اور انکی مالوں پر تعدی کرنا: پس حکمت الٰہی کا مقتضے ہوا کہ ان اقسام میں سے ہر قسم کی نہایت تاکید کے ساتھ پوری سزا کی جاوے جسکی سبب سے دوبارہ اُن کے مرتکب ہونے سے باز رہیں: اور یہ بات نامناسب تھی کہ سب سزائیں ایک درجہ کی ہوتیں اسلئے کہ قتل کرنا ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کے برابر نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہاتھ و پیر وغیرہ مال کے ہلاک کرنے کے برابر ہو سکتا ہے اور جن خواہشوں سے یہ مظالم پیدا ہوتے ہیں انکے مراتب مختلف ہوں پس یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کا عمداً قتل کرنا ایسا نہیں ہے جیسے قتل جو کوئی خطا کا سبب ہو جائے پس سب سے بڑھکر ظلم قتل ہے اور تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہوں میں بڑھکر گناہ ہے کیونکہ اسمیں خواہشِ غضب میں نفس کی اطاعت ہے اور لوگوں میں فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اسمیں خلق الٰہی کے تغیر اور بنیادِ الٰہی کا منہدم کرنا ہے: اور خدا تعالے نے اپنے بندوں سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اُسمیں اُسکی مخالفت پائی جاتی ہے اور قتل کے تین قسم ہیں قصداً خطاءً مشابہ قصداً قتل عمد اُس قتل کا نام ہے جس ایسی چیز سے جان کا نکالنا قاتل کا مقصود ہو جو اکثر خواہ اپنی تیزی سے خواہ اپنے بوجہ سے مار ڈالنے والی ہو۔ اور قتل خطا اس قتل کا نام ہے جسمیں اس انسان کا مارنا مقصود نہیں ہوتا مگر اتفاق سے وہ چیز اُس تک پہونچکر اُس کو قتل کر دیوے مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر گر پڑے اور وہ مر جاوے یا کسی درخت کیطرف کوئی تیر وغیرہ چلاوے اور کسی انسان کے وہ تیر لگ کر اسکو ہلاک کر دے: اور مشابہ بالعمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے مارے جو غالباً ہلاک نہیں کرتی مگر وہ شخص اُس سے ہلاک ہو جائے جیسے کوئی شخص کسی کے کوڑا یا لاٹھی مارے اور وہ مر گیا اور قتل کی تین قسمیں اسلئے کی گئیں کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ سزا ایسی ہونی چاہیے جو داعیۂ نفسانی اور مفسدہ کی مقاومت کر سکے اور داعیہ اور فساد کی مراتب مختلف ہیں پس چونکہ قتل عمد میں فساد زیادہ ہے اور اُس کا داعیہ بھی قوی ہے لہذا اُس میں سخت سزا کا دینا مناسب ہوا تاکہ پورے طور پر اُسکے ارتکاب سے روکے اور قتل خطا میں چونکہ فساد بھی کم ہے اور داعیہ بھی ضعیف ہے لہذا ضروری ہوا کہ اُسکی سزا میں تخفیف کی جائے اور رسول خدا صلعم نے عمد اور خطا کے مابین ایک اور قسم کا استنباط فرمایا ہے اس لئے کہ وہ دونوں کے مابین واسطہ ہے اور دونوں کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے پس ان دونوں میں سے ایک میں اُسکا داخل ہونا نامناسب ہے قتل عمد کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ واعد لہ عذاباً عظیما۔ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اُس کی جزا جہنم ہے درانحالیکہ وہ اُس میں ہمیشہ رہیگا اور اُس پر خدا تعالے کا غضب اور اُس کی لعنت ہوگی اور خدا تعالے نے اُس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوگی اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے مگر ظاہر سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ اسکا مال بھی اور گناہوں کا سا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور اُسکے جہنم میں مدت دراز تک رہنے کو خلود کیساتھ تشبیہ پائی جاتی ہے اور اُسکے کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے قتل عمد کے مسئلہ میں کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی اور

اللہ پاک نے فرمایا ہے یاایہا الذین امنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ۔ اے ایمان والوں مقتولوں میں تم پر قصاص لکھا گیا حر کے بدلہ میں حر غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں عورت اخیر تک۔ یہ ایت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلوں کے باب میں نازل ہوئی ہے ایک قبیلہ انہیں سے نسبت دوسرے کے شریف تھا پس کمتر قبیلہ کے لوگوں نے اس شرف قبیلہ کے کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا تو اشرف قبیلہ نے کہا کہ ہم بدلے غلام کے حر اور عورت کے بدلے مرد ہلاک کرینگے اور ہم میں سے جو زخمی ہوا ہے اُسکے بدلہ میں دو چند زخمی کرینگے اور ایت کے معنی واللہ اعلم یہ ہیں کہ مقتولین میں صفات خاصہ کا مثل عقل اور جمال اور صغیر و کبیر اور شریف یا مالدار ہونیکا اعتبار نہیں ہے و علی ہذالقیاس بلکہ صرف نام اور مظان کلیہ کا اعتبار ہے اسلئے ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے لہذا سب عورتونکی دیت ایک ہے مقرر کی گئی ہے اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو اور اسی طرح ہر حر دوسرے حر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مانند ہے پس قصاص کے معنی برابری اور اس بات کے ہیں کہ دو شخص ایک ہی درجے میں سمجھے جائیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیجاے قصاص کے معنی اسکے بدلہ میں قتل کرینکے ہرگز نہیں ہیں پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے عوض میں قتل نہ کیا جائیگا اور نہ حر غلام کے بدلہ مگر مرد عورت کے بدلے قتل کیا جائیگا! اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے بدلے یہودی کو قتل کیا اور آنحضرت صلعم نے ہمدان کی حکام کیطرف جو نامہ روانہ فرمایا اسمیں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ عورت کے بدلے مرد قتل کیا جاے اور اسکا سبب یہ ہے کہ قیاس اس صورت میں مختلف ہے کیونکہ مردونکا عورتوں پر بزرگ اور حاکم ہونے کا تو یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص نہ لیا جاے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے صرف فرق صغیر و کبیر اور قوی الجثہ اور ضعیف کا سا ہے اور اس قسم کی رعایت کرنا ایک دشوار بات ہے اور بہت سی عورتیں باعتبار عمدہ عادات کے مردوں سے بہتر ہوتی ہیں اس کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کے بدلے اُنسے قصاص لیا جاے پس ضروری ہوا کہ دونوں قیاسوں پر عمل کیا جاے اور عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قتل میں قصاص کا اعتبار کیا گیا نہ دیت میں اور یہ اسلئے کیا گیا کہ عمداً قتل کرنیوالے نے اُسکی جان کا قصد کیا اور اُسپر تعدی کا قصد کیا اور جو شخص قصداً تعدی کرنیوالا ہو تو اس تعدی کو اُس سے پورے طور پر دفع کرنا چاہیئے عورت صاحب شوکت نہیں ہے اور اُسکے قتل کرنیمیں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی بخلاف مردونکے قتل کرنے کے کہ ایک مرد دوسرے سے قتال کرتا ہے لہذا یہ صورت قصاص واجب کرنیکے لئے زیادہ مناسب ہوئی تاکہ پھر دوبارہ ایسے کام سے باز رہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لایقتل مسلم بکافر کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل کیا جاے میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے شرع کا مقصود اعظم ملت محمدی کا بلند کرنا ہے اور یہ بات سوقت حاصل ہوسکتی ہے کہ مسلمان کو کافر پر فضیلت دیجاے اور انمیں باہم برابری نہ کیجائے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقاد الوالد بالولد بیٹے کے بدلہ ماں باپ سے قصاص نہ لیا جاے گا اُسکا سبب یہ ہے کہ والدین کی محبت اور شفقت اولاد پر نہایت ہوتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس والدین کا قتل پر اقدام کریں ایسی بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ انہوں نے قتل کا قصد نہیں کیا اگر یہ قصد کرنے کی علامات پائی جائیں یا وہ قتل کسی ایسے سبب سے ہوا ہے جس نے قتل کو مباح کر دیا اور جس طرح ایسے آلہ کا استعمال کرنا جو غالباً قتل نہیں کرتا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل نے جان سے مار ڈالنے کا قصد نہیں کیا والدین کا مارنا بھی اس بات پر اس سے کم دلالت نہیں کرتا اور اس قتل میں جو مشابہ بالعمد آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قتل فی عمیۃ فی رمی یکون بینھم بالحجارۃ او جلد بالسیاط او ضرب بعصا فھو خطاء وعقلہ عقل الخطاء - جو شخص کسی فتنہ میں مارا جاوے جسکے اندر لوگوں میں پتھر یا کوڑہ یا لٹھ چلے تو وہ قتل خطا ہے اور اُسکی دیت وہی ہے جو قتل خطاء کی ہوتی ہے - میں کہتا ہوں اُسکے یہ معنی ہیں کہ وہ خطاء کے مشابہ ہے اور وہ قصداً نہیں ہے اور اُسکی دیت فی الحقیقت اسی کی دیت ہے اور امتیاز صرف صفت کی اعتبار سے ہے یا یہ معنی ہیں کہ قتل خطاء اور اُسمیں سونا چاندی کے اعتبار سے کچھ فرق نہیں اور دیت مغلظہ میں روایتیں مختلف ہیں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دیت مغلظہ میں چار قسم کے اونٹ دینے چاہئیں پچیس جذعہ اور پچیس حقہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض اور آنحضرت صلعم سے ایک روایت ہے کہ اگر کوڑے یا لاٹھی سے قصداً خطاء سے قتل ہوجاوے تو سو اونٹ آتے ہیں جنمیں سے چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں اور ایک روایت میں تیس حقے اور تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیاں آئی ہیں اور اگر اپنے طور پر رضامندی سے جو کچھ کم و بیشی کرے تو جائز ہے اور قتل خطاء میں دیت خفیہ آتی ہے جسمیں پانچ قسم کے اونٹ دینے آتے ہیں ۲۰ بنت مخاض ۲۰ ابن مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ حقے ۲۰ جذعے ان دونوں قسموں میں عاقلہ پر تین برس کی اندر دیت دینی واجب ہوتی ہے اور چونکہ ان اقسام کی مراتب مختلف ہیں اسلئے کئی وجہ سے تخفیف و تغلیظ کا قتل کے اندر لحاظ کیا گیا ایک تو یہ کہ قاتل کی مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد میں دیا گیا اور باقی دو قسموں میں دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت میں بجز قصاص کے کچھ اور نہ تھا لہذا خدا تعالٰے نے اس امت کی لئے تخفیف کی پس قتل عمد کا بدلہ دو باتوں میں سے ایک مقرر کیا قتل یا مال کیونکہ بسا اوقات مال وارثوں کیلئے انتقام لینے سے زیادہ تر مفید ہوتا ہے اور نیز اُسمیں ایک مسلمان کی جان بچتی ہے اور ایک یہ قتل عمد میں خود قاتل سے دیت لیجاتی ہے اور اُن دو قسموں میں عاقلہ سے دیت لیجاتی ہے تاکہ اسمیں سخت ممانعت پائی جاوے اور قاتل کیلئے ابتلاے عظیم ہو جس سے پورے طور پر اُسکے مال پر صدمہ پہنچے اور غیر عمد میں عاقلہ (محلہ والوں) سے اسلئے دیت لیجاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت فساد عظیم ہے اور مصیبت زدون کے قلوب کی تسلی شرع کو مقصود ہے ایسے وقت میں قاتل سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے جسمیں اُسکو تنگ کرنا ضروری ہے پھر چونکہ ذوی الارحام پر صلہ رحم واجب ہے اس سے حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ اُسمیں سے کچھ خواہ مخواہ اُنپر واجب کیا جاوے اور دو سبب سے یہ بات متعین ہوئی ایک تو یہ کہ خطا پر اگرچہ تساہل کیوجہ سے مواخذہ کرنا چاہئے مگر انتہا درجہ کا مواخذہ کرنا نامناسب ہو پس لوگوں پر اُنکی ذی رحم کیطرف سے جو چیز واجب کیجاوے وہ ایسی چیز ہونی چاہئے جسمیں اُنپر تخفیف ضروری ہے اور دوسری یہ کہ عرب کے لوگ مصیبت کیوقت جان و مال سے اپنے ساتھ کے آدمی کی مدد کرنیکو مستعد ہوجاتے تھے اور اُسکو ایک صلہ ضروری اور لازمی حق سمجھتے تھے اور اُسکے ترک کو بڑی نافرمانی اور قطع رحم خیال کرتے تھے پس اُنکی اس عادات کا مقتضٰے ہوا کہ یہ امر اُنکے لئے مقرر کیا جاوے اور ازانجملہ یہ ہے کہ قتل عمد کی دیت سال بھر کے اندر اندر واجب کرنی اور غیر عمد کی تین برس تک مہلت دینے میں ایک قسم کی تخفیف پائی جاتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسکو ہم بیان کر چکے ہیں اور دیت میں اصل یہ ہے کہ اسمیں بہت سا مال واجب ہونا چاہیئے جسکا لوگوں پر بار گذرے اور اُنکے کمی پڑے اور لوگوں کے نزدیک اسکی قدر ہو اور اسقدر مال ہونا چاہیئے کہ جسکو بہت محنت اُٹھا کر ادا کر سکیں تاکہ زجر کے معنی اسمیں پائے جاویں اور یہ مقدار اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اور اہل جاہلیت نے دیت میں دس اونٹ مقرر کر رکھے تھے پس عبد المطلب نے جب یہ دیکھا کہ اسقدر مال ادا کرنے سے لوگ قتل سے باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت میں مقرر کر دیئے اور آنحضرت صلعم نے بھی اسکو برقرار رکھا اسواسطے کہ اُن دنوں عرب میں اونٹوں کی کثرت تھی مگر آنحضرت صلعم نے جب اس بات کو معلوم کیا کہ آپکی شریعت تمام عرب و عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہے اور تمام ملکوں میں اونٹوں کی کثرت نہیں ہوتی لہذا آپ نے سونے سے ہزار دینار اور چاندی سے بارہ ہزار درہم دیت کے لینے مقرر فرمائے اور گائے بیل سے دوسو اور بکریوں سے دو ہزار دیت لینے مقرر فرمائے اور اسکا سبب یہ ہے کہ تین برس کے اندر سو مردوں پر اگر ہزار دینار تقسیم کئے جاویں تو ایک سال میں فی آدمی تین دینار سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں اور دراہم سے کچھ اگلے تیس درہم ہوتے ہیں اور یہ اتنی مقدار ہے کہ اس سے کم کے ادا کرنیمیں لوگوں کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور قبائل متفاوت ہوتے ہیں کوئی بڑا کوئی چھوٹا پس چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیوں سے کیا گیا ہے اسلئے کہ کم از کم اتنے آدمیوں سے قریہ آباد ہوتا ہے اسلئے کہ قسامت میں پچاس قسمیں مقرر ہوئیں جو پچاس شخصوں پر منقسم ہوتی ہیں اور بڑے قبیلہ کا اندازہ پچاس سے دوچند کیا گیا اسلئے دیت میں سو اونٹ مقرر کئے گئے تاکہ ہر شخص ایک اونٹ یا دو اونٹ یا ایک سے کچھ زیادہ اکثر قبائل میں اگر وہ مستوی الحال ہوں ادا کریں اور جن احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اونٹوں کی ارزانی ہوتی تھی تو دیت میں کمی فرماتے تھے اور اگر اونکی گرانی ہوتی تھی تو آپ بڑھا دیا کرتے تھے میرے نزدیک اسکی یہ معنی ہیں کہ آپکا یہ ارشاد انہیں لوگوں کے ساتھ خاص تھا جہاں اونٹوں کی پیداواری ہوتی تھی اور اگر تم اکثر شہروں کی تفتیش کروگے تو لوگوں کی یہ قسمیں نکلینگی ایک اہل تجارت و اموال اور یہ لوگ شہری ہوتے ہیں اور ایک اہل مویشی اور وہ دیہاتی ہوتے ہیں اور اکثر لوگوں کا حال اس سے خالی نہیں ہوتا اللہ پاک فرماتا ہے۔ ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة. جو شخص خطاءً مومن کو قتل کر ڈالے تو اسکو ایک بردہ مومن کا آزاد کرنا چاہیئے میں کہتا ہوں کفارہ میں مسلمان بردہ کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا اسلئے واجب ہوا تاکہ فیما بینہ وبین اللہ قربت کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمان ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بجز خدا تعالےٰ کے کوئی معبود نہیں اور میں اسکا رسول ہوں تو اُس شخص کا خون کرنا حلال نہیں ہوتا مگر تین باتوں میں سے ایک بات کیساتھ جان کے بدلے جان اور بیوی والا زنا کار اور تارک دین و جماعت کا میں کہتا ہوں تمام ادیان میں یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل اُسی مصلحت کلیہ کے سبب سے درست ہوتا ہے جو بغیر قتل کے حاصل نہیں ہوتی اور اُس مصلحت کا ترک قتل سے بھی زیادہ خرابی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الفتنة اشد من القتل. فتنہ قتل سے بڑھکر ہے اور رسول خدا صلعم نے جب احکام مقرر فرمائے اور حدود کی تعیین کی تو ضروری ہوا کہ اس مصلحت کلیہ کا جو قتل کو جائز کر دیتی ہے انضباط کیا جائے اور اگر اسکا انضباط نہ کیا جاتا اور مہمل چھوڑ دیے جاتے تو قتل کرنیوالا ایسے شخص کو مصلحت کلیہ سمجھکر قتل کر سکتا تھا کہ جس کے قتل میں مصلحت کلیہ نہ ہوتی پس رسول خدا صلعم نے تین چیزوں سے اُسکا انضباط فرمایا۔ ایک تو قصاص کہ وہ زجر کا سبب ہوتا ہے اور اسمیں بہت اسباب ہیں اللہ پاک نے بھی اُن کی طرف اشارہ آیت [illegible]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ایت میں اشارہ فرمایاہے ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب۔ اور تمہارے لئے اے عقلمندوں قصاص کے اندر زندگی ہے اور وہ شخص جو بیوی والا ہو کر زنا کرے اسلئے کہ زنا تمام ادیان میں اکبر الکبائر سے ہے اور یہی جبلت انسانی کا اصل مقتضی ہے کیونکہ انسان بشرطیکہ اُسکا مزاج سالم ہو اُسکی خلقت میں اس بات سے غیرت داخل ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس کی موطوءہ پر مداخلت کرے جیسے اور بہائم میں ہوتا ہے مگر انسان کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ جس سے باہمی انتظام قائم ہو سکے وہ بات اُسکو معلوم ہو لہذا اسپر یہ بات واجب کی گئی تیسرے مرتد کہ اُسنے خدا تیعالے اور اُسکے دین پر جرات کی اور دین کے قائم کرنے اور رسولوں کے بھیجنے کی جو مصلحت ملحوظ تھی اس شخص نے اُسکی مخالفت کی اور ان تین کے ماسوا جسکی امت قائل ہے اور محاربہ کرنیوالا اس بات کے کہ کسی کو قتل کرے جو شخص محارب کی سزا میں تخییر کا قائل ہے تو اُسکا رجوع ان اصول میں سے کسی کیطرف ممکن ہے اور معلوم کرو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کا حکم کرتے تھے اور اول جس نے قسامت کا حکم دیا ہے وہ ابوطالب ہیں چنانچہ ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے اسلئے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک شبو نمیں ہوتا ہے کہ جہاں اُسپر بینہ نہیں قائم ہوسکتی پھر اگر اس قسم کے قتل کی کچھ بازپرس نہ کیجاے تو لوگونکو اُسپر جرات ہو اور فساد زیادہ ہو اور اگر بلا دلیل مقتول کے وارثوں کا دعوے مسموع ہو تو لوگ تمام اپنے دشمنوں کا نام لے دیا کریں۔ لہذا رسول خدا صلعم نے اُسکا حکم کرکے ثابت و برقرار رکھا اب فقہا میں اس علت کے اندر اختلاف ہوا جس پر قسامت کا مدار ہے بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا جسمیں زخم یعنی چوٹ یا گلا گھونٹنے کا اثر موجود ہو کسی ایسے مقام میں پایا جانا جو ایک قوم کی حفاظت میں ہے جیسے محلہ اور مسجد اور مکان اور یہ علت عبداللہ بن سہل کے قصے سے ماخوذ ہے کہ اُنہوں نے ایک مقتول کو خیبر کے اندر تڑپتا ہوا دیکھا اور بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا پایا جانا اور کسی پر قتل کے شبہہ کا قائم ہونا خواہ مقتول کے بیان کرنے سے یا نصاب سے کم کسی کی گواہی دینے سے وعلی ہذا القیاس اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جس کا ابوطالب نے حکم دیا تھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم۔ کہ کافر کا خونبہا مسلمان کے خونبہا سے نصف ہے میں کہتا ہوں کہ اسکا سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان کو کافر پر فضیلت دینا ضروری ہے اور نیز کافر کے قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر چندان فساد نہیں پڑتا اور کافر کے قتل کرنیکا گناہ بھی کم ہے اسلئے کہ وہ کافر اور مباح الاصل ہے اور اُسکے قتل کرنے سے کفر کا ایک شعبہ دور ہوتا ہے مگر بایں ہمہ اُسکا قتل کرنا گناہ اور خطا اور ملک میں فساد پھیلانے سے خالی نہیں لہذا مناسب ہوا کہ اُسکی دیت میں تخفیف کیجاے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل گرادے تو رسول خدا صلعم نے ایک بردہ غلام یا باندی کے آزاد کرنیکا حکم دیا ہے معلوم کرو کہ جنین کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ نفوس بشریہ میں سے ایک نفس ہے اور اُسکا مقتضے ہی کہ اُسکے بدلے میں بھی ایک نفس واجب ہو اور ایک یہ کہ وہ اپنی ماں کا ایک ٹکڑا اور ایک عضو ہے جو بغیر ماں کے قائم نہیں رہسکتا اور اُسکا مقتضے یہ ہے کہ مال کا حکم دینے میں اُسکا حال اور زخموں کا سا ہو۔ پس دونوں باتوں کا لحاظ کرکے اُسکی دیت ایک مال جو آدمی ہے گردانی گئی اور یہ نہایت انصاف ہے اور انسان کے اعضا پر تعدی کرنے کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے ایک تو یہ اسمیں سے جو عمداً ہو تو اُسمیں برابر بدلا لیا جائے مگر جس صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اُس میں برابر بدلہ لینے سے مانع ہوگا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص - جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلے دانت اور زخم برابر ہیں۔ پس آنکھ کے بدلہ میں آنکھ گرم آئینہ سے زائل کرنی چاہئے اور دانت کے بدلہ دانت ریتی سے تراشنا چاہئے اور اکھاڑنا نہیں چاہئے اسلئے کہ اکھاڑنے میں زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے اور زخم اگر اسقدر ہو کہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے تو بقدر اسکی گہرائی کو چھری سے ناپ کر اسی جگہ سے زخم کریں اور اگر ہڈی ٹوٹ جائے تو اسکا بدلہ نہیں ہے اسلئے کہ اسکے عوض لینے میں ہلاکت کا خوف ہے اور بعض تابعین سے طمانچہ کے بدلے میں طمانچہ اور چٹکی کے بدلے چٹکی لینا مروی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جس چیز میں انسان کی کسی نفع پہنچانے والی قوت کا ازالہ ہو جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا اور جسکے سبب سے انسان لوگوں کے اوپر بار ہو جائے اور اپنی معاش بلا دوسرے کی استعانت کے حاصل نہ کر سکے اور لوگوں میں اسکے سبب سے عار لاحق ہو اور اسکا ازالہ مثلہ کرنا ہو جس سے خلق الٰہی کی تغییر لازم آتی ہے اور مدت العمر تک اسکا اثر جسم میں باقی رہے تو اسمیں پوری دیت واجب ہوتی ہے اسلئے کہ اسمیں ظلم عظیم اور خلق اللہ کی تغییر اور مثلہ کرنا اور عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اس قسم کے مظلوم کی مدد کیلئے ایسے نہیں ہوتے جیسے قتل کے بارے میں اسکی مدد کرتے ہیں اور خود وہ ظالم اور نیز حکام اور ظالم اور مظلوم کا گروہ ان باتوں کو کوئی بڑا امر نہیں سمجھتے لہذا ضروری ہوا کہ شارع اسمیں تاکید کرے اور انتہا درجہ اسمیں زجر کرے اور اصل اسمیں یہ حدیث ہے کہ جب حضور نبوی صلعم نے اہل یمن کو نامہ روانہ فرمایا تو اسمیں یہ بھی لکھا تھا فی الانف اذا اوعب ناک جب جڑ سے کاٹ لیجائے تو اسمیں دیت ہے اور دانتوں و لبوں و خصیتین و ذکر و پشت و چشموں میں دیت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فی العقل الدیۃ۔ کہ عقل میں دیت ہے پھر جسمیں اس منفعت میں سے نصف منفعت کا تلف کرنا ہو تو اسمیں نصف دیت ہے پھر ایک پیر میں نصف دیت اور ایسے ہی ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے اور جسمیں اس منفعت کے دسویں حصہ کا تلف ہونا پایا جائے مثلاً ہاتھ یا پیر کی انگلیوں میں ایک انگلی کا کاٹ ڈالنا ہو تو اسمیں دسواں حصہ ہے اور ہر دانت میں بیسواں حصہ ہے اسلئے کہ دانت اٹھائیس یا چھبیس ہوتے ہیں اور کسر کا اس عدد کے اعتبار سے ایک کے مقابل نکالنا پوشیدہ امر ہے جسمیں حساب کے اندر تعمق کی ضرورت ہے لہذا ہم نے بیس کا عدد مقرر کر لیا اور دیت کا بیسواں حصہ بدلا ہر دانت کے مقرر کر دیا اور تیسرے یہ کہ جن زخموں میں نہ کسی پوری قوت کا باطل کرنا ہو اور نہ نصف کا اور نہ اسمیں مثلہ ہو بلکہ وہ صرف زخم ہو جو چند روز میں بھر سکتا ہے تو اس زخم کا بمنزلہ جان یا بمنزلہ ہاتھ پیر کے گردانکر نصف دیت کا واجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اس سے کوئی چیز نہ واجب کیجائے پس زخم کا مرتبہ کم از کم موضحہ ہو اسلئے کہ جو اس سے کم ہے اسکو خراش وغیرہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں زخم نہیں کہتے اور موضحہ اس زخم کو کہتے ہیں جسمیں ہڈی نظر آنے لگے اور اسمیں دیت کا بیسواں حصہ ہے اسلئے کہ بیسواں حصہ ان حصوں میں سے کمتر حصہ ہے جو بلا غور کئے حساب میں معلوم ہو جاتا ہے اور شرائع کا مبنیٰ ان حصص پر ہے جن کی مقدار محاسب وغیر محاسب سب جانتے ہیں اور جس زخم میں ہڈی ٹوٹ جائے اور اپنی جگہ سے جدا ہو جائے تو اسمیں پندرہ اونٹ آتے ہیں اسلئے کہ ایک تو اسمیں ہڈی تک زخم ہو پہنچ گیا دوسرے ہڈی ٹوٹ گئی تیسرے وہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی پس وہ زخم بمنزلہ تین موضحہ زخموں کے ہے اور جائفہ اور آمہ یعنی وہ زخم جو سر یا پیٹ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر تک پہنچ جانے اور وہ زخم جو یافوخ تک ہو یہ دونوں بہت بڑے زخم ہیں پس انمیں سے ہر ایک میں تہائی دیت واجب ہونی چاہئے اسلئے کہ نصف سے کم کا اندازہ ثلث سے ہو سکتا ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہذہ وہذہ سواء یا اور یہ یعنی خنصر و بنصر انگشت برابر ہیں اور فرمایا ہے الثنیۃ والضرس سواء یعنی اگلا دانت اور داڑھ برابر ہیں۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ ہر ہر عضو کیساتھ جو منافع مقصود ہیں اُنکا انضباط دشوار ہے لہذا نام اور نوع پر حکم کا مدار کرنا ضروری ہوا معلوم کرو کہ بعض دفع قتل اور زخم ہدر ہوتا ہے یعنی وہ ضائع ہوتا ہے اُسکا بدلہ کچھ نہیں کیا جاتا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ قتل و زخم کسی شر کے دفع کرنے سے ہو جو انسان کو لاحق ہوتا ہے اور اُسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے قصد سے آئے تو آپ اسمیں کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تو اسکو اپنا مال مت دے اس نے عرض کیا اور جو وہ مجھ سے مقاتلہ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہیں آپنے فرمایا تو اُس سے مقاتلہ کر پھر اُسنے عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے آپنے فرمایا تو شہید ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر میں اسکو قتل کر ڈالوں تو آپ کیا فرماتے ہیں آپنے فرمایا تو وہ دوزخ میں جائیگا اور ایک آدمی نے ایک آدمی کے کاٹا اور جس کے کاٹا تھا اُسنے کاٹنے والے کے مُنہ میں سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اُسکا ایک دانت بھی اُسکے ساتھ کھنچ لیا تو آپنے اُس دانت کا قصاص نہ دلوایا۔ الحاصل اگر کوئی شخص کسی کی جان یا اُسکے عضو یا مال پر حملہ کرے تو جس طرح سے ممکن ہو اسکا دفعہ کرنا درست ہے حتیٰ کہ اگر قتل کی بھی نوبت پہونچے تو کچھ گناہ نہیں اسلئے کہ درندہ صفت لوگ اکثر ملک میں تغلب کرتے ہیں پھر اگر انکی مدافعت نہ کیجائے تو لوگونکی حالت بہت تنگ ہو رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لو اطلع فی بیتک احد ولم تاذن لہ فحذفتہ بحصاۃ ففقات عینہ ما کان علیک من جناح۔ اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اور تو نے اُسکو اجازت نہ دی ہو اور تو اُسکی طرف کنکر پھینک کر اُسکی آنکھ پھوڑ دے تو تجھپر کوئی گناہ نہیں ہے اور ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل یا زخم ایسے سبب سے ہو جسمیں کسی طرف سے تعدی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ بمنزلہ آفت سماوی کے ہو اور اُسکی دلیل یہ حدیث ہے العجماء جبار والمعدن جبار والبیر جبار۔ بہیمہ ہدر ہے اور معدن ہدر ہے اور کنواں ہدر ہے میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ بہائم چرنے کیلئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں اگر کسی کو زخمی کر دیں تو وہ اُنکے مالک کا فعل نہ سمجھا جائیگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کوئیں میں گر پڑے یا کان کے نیچے دب جائے تو وہ بھی اُسکے مالک کا فعل نہیں ہے پھر رسول خدا صلعم نے اُنپر احتیاط کرنا لازم کر دیا تاکہ کسی کو انمیں سے خطا سے ضرر نہ لاحق ہو کہ مرض کے قریب ہونے سے جان کے تلف ہونیکا خطرہ ہے اور اسی لئے رسول خدا صلعم نے اینٹ پتھر پھینکنے سے نہی فرمائی اور فرمایا ہے لا یصاد بہ صید ولا ینکا بہ عدو ولکنہا قد تکسر السن وتفقاء العین۔ اُس سے شکار نہ کیا جائے اور نہ اُس سے کسی دشمن کو زخمی کیا جائے لیکن اُس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعہ نبل فلیمسک علی نصالہا ان یصیب احدا من المسلمین منہا شئ۔ تم میں سے جس کسی کا ہماری مسجد یا بازار میں گذر ہو اور اُسکے پاس تیر ہو تو اُسکو پر کی طرف سے تھامے رہے تاکہ مسلمانوں میں سے کسیکو اُس سے ضرر نہ پہونچے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کیطرف ہتھیار سے اشارہ نکرے اسلئے کہ اسکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم نہیں کہ شاید شیطان اُسکے ہاتھ سے چھین لے پھر وہ شخص آگ کے گڑھے میں جا پڑے اور آپنے فرمایا ہے من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ جو کوئی ہم پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ ننگی تلوار رکھی جائے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ دو انگلیوں سے لیس کو پکڑ کر تراشے۔ اور لوگوں کے مال پر تعدی کرنے کی چند قسمیں ہیں غصب کرنا اور ہلاک کرنا اور چرانا اور لوٹنا چوری اور لوٹ کا حال تمہکو عنقریب معلوم ہوگا اور غصب کے معنی غیر کے مال پر ایک واہی شبہہ پر بھروسہ کر کے جسکو شرع ثابت نہیں کرتی یا اس بھروسہ پر کہ حکام کو حقیقت حال ظاہر نہ ہوگی یا اسیطرح کسی اور اعتماد پر تسلط کرنا پس غصب اس قابل ہے کہ اُسکو معاملات میں شمار کیا جائے اور حدود اُسپر مبنی نہ کیجائیں اسی لئے ہزار درہم کے غصب کرنے سے تو ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہوتا اور تین درہم کی چوری سے واجب ہو جاتا ہے اور مال کے تلف کرنے کی تین صورتیں ہیں عمداً اور خطاءً اور مشابہ بالعمد مگر چونکہ اموال کا درجہ جان سے کم ہے اسلئے ہر مال کا جداگانہ حکم مقرر نہیں کیا گیا اور تاوان سب مالوں کا بدلہ زجر کیلئے کافی ہو گیا اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اخذ شبراً من الارض ظلماً طوقہ یوم القیمۃ من سبع ارضین۔ جو شخص ظلم سے بقدر ایک بالشت کے زمین لیلیگا قیامت کے دن ساتوں زمین طوق کر کے اُسکی ڈالی جائیگی۔ میں کہتا ہوں چند مرتبہ تم کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ جس فعل میں مصلحت مدنیہ کی مخالفت اور ایذا و تعدی پائی جاوے وہ فعل ملاء اعلے کی لعنت کا مستوجب ہوتا ہے اور عذاب عمل کی صورت یا اُسکے قریب قریب صورت میں متمثل ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے علی الید ما اخذت۔ ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اُس نے لی۔ میں کہتا ہوں۔ غصب اور عاریت کے باب میں یہ حدیث اصل ہے پس بعینہ اُس چیز کا واجب کرتا ہے اگر بعینہ اُسکا واپس کرنا متعذر ہو تو اُسکے مثل کا دینا واجب ہوتا ہے اور کسی شخص کی ایک رکابی ٹوٹ گئی تو آپنے اُسکے بدلہ ایک کابی دیدی اور ٹوٹی ہوئی کو رہنے دیا۔ میں کہتا ہوں اتلاف کے باب میں یہ حدیث اصل ہے اور ظاہر سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ منقولات میں تاوان لینا جسکو عام و خاص کہتے ہیں کہ یہ اُسکے مثل ہے درست ہے جیسے رکابی کے بدلے رکابی اور حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے سامنے مغرور پر اس بات کا حکم دیا کہ اپنی اولاد کے مثل فدیہ دے۔ (اور مغرور وہ شخص ہے جسکو کوئی عورت یہ دھوکہ دیکر کہ میں حرہ ہوں اُس سے نکاح کرے اور فی الحقیقت وہ کسی کی باندی ہو) اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من وجد عین مالہ عند رجل فھو احق بہ ویتبع البیع من باعہ۔ جو شخص بعینہ اپنا مال کسی کے پاس پائے تو وہ اُسکا حقدار ہے اور خریدنیوالا اس شخص کا پیچھا کرے جس نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہے میں کہتا ہوں اس حکم کا سبب اور مقتضی یہ ہے کہ جب یہ صورت واقع ہو تو ہر جانب میں ضرر اور ظلم کا اعتبار ہے پس جب کوئی شخص اپنا مال کسی کے پاس دیکھے ایسے وقت میں اگر یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا کہ جبتک اُسکا بائع نہ ملے اسوقت تک یہ شخص اُسکے مال کو نہ لینگے تو اصل مالک کا اسمیں ضرر عظیم تھا اس لئے کہ غاصب یا سارق کی جب خیانت معلوم ہوتی ہے تو غالباً اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ یہ حجت پیش کر سکتا تھا کہ میں نے ایک شخص سے اُسکو خریدا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ سارق وغاصب اپنے اور نیز بائع کے بچاؤ کیلئے کسی شخص کو بیع کا وکیل کر دیا کرتا اور اسمیں لوگوں کی حق تلفی کا دروازہ کھولتا تھا اور اکثر اوقات بائع اسوقت ملتا کہ جب وہ مشتری موجود نہ ہوتا پس مالک اُس سے مطالبہ کرتا اور اُسکے پاس کچھ نہ پاتا اور ناامید ہو کر سکوت کر لیتا اور اگر یہ حکم ہوتا تو اسیوقت اپنی چیز پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضہ کرلیتا تو اسمیں مشتری کا ضرر تھا کیونکہ بسا اوقات خریدنیوالا بازار میں سے کوئی چیز خریدتا ہے اور نہیں جانتا کہ بائع کا نام ونشان کیا ہے پھر اُسکے مال میں کسی کا حق نکلتا ہے اور بائع کا اُسکو پتہ نہیں لگتا اور ناامید ہوکر سکوت کرلیتا ہے اور بسا اوقات اُسکو اُس چیز کی حاجت ہوتی ہے اور حقدار کے اُسپر قبضہ کرنے اور بائع کے اُسپر حوالہ کردینے میں وہ حاجت فوت ہوجاتی ہے پس جبکہ امر درمیان دو ضرر کے دائر ہوا اور ایک کا پایا جانا اُن دونوں میں خواہ مخواہ ضروری ہوا تو ایسے ضروری امر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا جسکو بلاشبہ لوگوں کی عقل قبول کرے اور وہ اسجگہ یہ ہے کہ حق اس چیز کیساتھ متعلق ہوگیا اور مین اُس عین کے معاوضہ جسکے متعلق ہے روک لیا جائے بشرطیکہ بینہ قائم ہو اور اشکال رفع ہوجاوے اور قضیوں کا اسیطرح اعتبار کرنا مناسب ہے! اور رسول خدا صلعم نے مالیوں پر حکم دیا کہ دن میں باغوں کی نگہبانی کریں اور مویشی جو نقصان کریں اُسکا تاوان مویشی والوں پر ہے میں کہتا ہوں اس حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ جب مویشی نے لوگوں کے باغ کا نقصان کیا تو ہر ایک کے ساتھ ظلم وغدر ہے مویشی والا تو یہ حجت کرسکتا ہے کہ اُسکو چرنے کیلئے مویشی کا چھوڑنا ضروری ہے ورنہ مویشی بھوکے مرجاوینگے اور ہر مویشی کے ساتھ ساتھ رہنا اور اُسکی حفاظت کرنا تدابیر ضروریہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور اور مویشی نے جو نقصان کیا ہے اُس میں اُسکا کچھ بس نہیں ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مالی نے خود اپنے مال کی حفاظت میں کوتاہی کی اور اُسکو بلا نگرانی کے چھوڑ دیا اور مالی یہ حجت پیش کرسکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوا کرتے ہیں اُنکی نگرانی اور کہیں کسی کو نہ آنے دینا اور اُسکے انتظام میں رہنا اُسکی حالت کے خراب ہونے کا سبب ہے اور مالک مویشی نے یا تو خود اُسکو باغ میں چھوڑا ہے یا خود اُسکی نگرانی میں کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر باہم دونوں کے دائر ہوا اور ہر ایک کیطرف سے جور وغدر ممکن ہوا تو ضرور ہوا کہ اُس دستور پر نظر کیجائے جو ہمیشہ سے اُن سب میں جاری ہے اور اس دستور سے تجاوز کرنے پر جور کی بنا رکی جائے اور دستور یہ ہے کہ دن میں ہر باغ میں کوئی شخص باغ کے کاروبار اور اُسکی درستی وحفاظت کے لئے رہتا ہے اور شب میں باغات کو خالی چھوڑ کر قریوں وشہروں میں شب باشی کرتے ہیں اور مالکانِ مویشی شب میں گھروں میں مویشی کو جمع کرلیتے ہیں اور پھر دن کو چرنے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں پس اُن کے اس دستور عام سے تجاوز کرنا ظلم سمجھا گیا اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے اس پھل کی نسبت جو محفوظ نہ ہو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص محتاج اُسکو مُنہ سے کھالے اور جھولی نہ بنائے تو اُسپر کچھ مضائقہ نہیں معلوم کرو کہ لوگوں میں باہمی نزاع کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ جو کوئی کسی کو ضرر پہونچائے اور تعدی کرے اُس کا ہاتھ پکڑا جائے نہ یہ کہ اُنکے حرص وکینہ کی اقتدا کیجائے پس اس پھل کھانے میں جو حلق اور غیر محفوظ اور تھوڑا سا پھل ہے اگر کوئی محتاج آدمی اُسکو پیٹ بھر کے کھالے تو اُس سے مالک کو ملال نہیں گذرتا بشرطیکہ وہ آدمی دستور کی حد سے تجاوز نہ کرے اور جھولی نہ باندھے اور نہ اینٹ پتھر سے پھلوں کو جھاڑے کیونکہ عرف کا مقتضی ایسے امور میں مسامحت کرنا ہے اور انہیں باتوں کا جو شخص دعوے کرے تو یہ اُسکا بخل اور حرص اور لوگوں کو تکلیف دینی ہے لہذا اُسکے دعوے کی پروا نہ کیجائے اور اگر وہ پھل کوئی شخص کھاجائے جو محفوظ رکھا ہوا ہے یا جھولی بھرے یا اینٹ پتھر سے پھل جھاڑے یا اور کسی طرح سے حد سے تجاوز کرے تو اسمیں تعزیر اور تاوان آتا ہے اور مواشی کا دودھ دینے میں قیاسات متعارض ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکا بیان فرمایا ہے پس کبھی حضور نبوی صلعم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکو اس مال پر قیاس کیا جو گھر میں حفاظت سے رکھا ہو اسواسطے اسکے دوہنے سے منع فرمایا اور کبھی ثمر معلق اور غیر محفوظ چیزوں پر اسکو قیاس فرماکر اسکو بقدر حاجت مباح فرمایا ہے اگر مالک نہ ملے جس سے اجازت لیجاسے اور احادیث کے اندر جو خلاف ہے اور علتیں اسکی ظاہر ہو گئی ہیں انہیں اصل یہی ہے کہ ان علتوں کے اعتبار سے انکی تطبیق دیجاسے پس اگر ایسی چیز کے خرچ کرنے اور اسکی کچھ پروا نکرنے کا دستور ہو اور اسمیں لوگوں کو کچھ دقت نہ ہو اور حاجت ہو تو اسکا کام میں لانا درست ہے ورنہ درست نہیں ہے اور علی ہذا القیاس بیوی کا خاوند کے مال میں اور غلام کا سیدہ کے مال میں تصرف کرنا ہے۔

حدود کا بیان

معلوم کرو کہ بعض معاصی ہیں خدا تعالے نے حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہیں جنہیں فساد کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں ایک تو انمیں ملک کا فساد اور لوگوں کی آسایش کا قطع کرنا ہوتا ہے اور انکے لئے بنی آدم کے نفوس کے اندر داعیہ ہوتا ہے ہمیشہ اس کا ہیجان ہوتا رہتا ہے اور انکے لئے عادت ہو جاتی ہے جبکہ اس سے انکی قلوب پر جاتے ہیں تو اس سے باز رہنا انکے بس میں نہیں رہتا ہے اور اسمیں اکثر اوقات ایسا ضرر ہوتا ہے کہ مظلوم اپنی طرف سے اسکے دفع کرنے میں بے بس ہو جاتا ہے اور یہ آدمیوں کے مابین اکثر واقع ہوتا رہتا ہے تو اس قسم کے معاصی میں صرف آخرت کا ڈرانا کافی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ آدمیوں کے سامنے اس قسم کے معاصی پر نہایت ملامت اور رنج کا پہونچانا چاہئے تاکہ جس گناہ کا وہ ارادہ کرتے تھے اس سے باز رہیں جیسے زنا ہے کہ وہ عورتوں کے حسن و جمال کیطرف رغبت و حرص کی خواہش دلاتا ہے اور اسکے اہل کیلئے انکے اندر نہایت درجہ کی عار ہے اور ایک موطوءہ پر آدمیوں کے جمع ہونے سے جبلت انسانیہ کی تغیر ہے اور اسکے سبب سے انکے مابین لڑائیوں اور کشت خون کا مظنہ ہے اور زنا اکثر زانیہ اور زانی کی رضامندی سے ہوا کرتا ہے اور تنہائی کیوجہ سے صرف بعض لوگ ہی اسپر مطلع ہوتے ہیں پھر اگر حد نہ مشروع کیجاتی تو روک ٹوک کیونکر حاصل ہو سکتی تھی اور جیسے سرقہ اسلئے کہ انسان اکثر اوقات کسب صالح نہیں پاتا ہے تو چوری کیطرف میل کرتا ہے اور سرقہ کیلئے انکے نفسوں کے اندر عادت ہوتی ہے اور سرقہ بدوں دیکھے آدمیوں کے ہوتا ہے بخلاف غصب کے اس میں ایک ایسی دلیل اور شبہ ہوتا ہے کہ جسکو شرع نہیں ثابت کرتی ہے اور مابین آدمیونکے اور انکے روبرو اس قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہیں اسی لئے غصب منجملہ اور معاملات کے ایک معاملہ ہے اور جیسے رہزنی اسلئے کہ مظلوم اپنی جان اور مال بچانے کی اس سے طاقت نہیں رکھتا ہے اور رہزنی مسلمانوں کے بلاد میں نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اپنی حکومت اور قوت کیوجہ سے اسکی مدافعت کر سکتے ہیں تو ایسے افعال کی جزا و سزا زیادہ مقرر ہونا چاہئے اور جیسے شراب کا پینا اسلئے کہ اسمیں بھی نہایت حرص ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے ملک میں فساد اور انکی عقول کا زوال ہوتا ہے کہ جنکے سبب سے انکی معاش و معاد کی اصلاح ہوتی ہے اور جیسے قذف (تہمت زنا کی لگانا) کیونکہ جسکو تہمت لگائی جاتی ہے وہ نہایت درجہ کی تکلیف و رنج پاتا ہے اور اسکے دفع کرنے پر قتل وغیرہ کے ساتھ بے بس ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ مار ڈالے تو خود بھی اسکے سبب سے مارا جاسے اور اگر پیٹے تو اسکی وجہ سے پیٹا جاسے لہذا ایسے جرم میں کوئی زجر عظیم ہونا چاہئے پھر حد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل ہے اور یہ ایسی سزا ہے کہ اسکے اوپر کوئی اور سزا نہیں ہے۔ دوسرے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا ہے اسمیں نہایت درجہ کی تکلیف پہونچانا اور اسکی قوت کا زائل کر دینا ہے کہ جس کے بغیر مدت العمر تک معاش حاصل کرنیکے لائق بلا مدد دوسرے کے نہیں ہو سکتا اور نیز یہ مثلہ اور عار ہے جس کا اثر آدمیوں کے سامنے ظاہر ہو کر ختم نہیں ہوتا اسلئے کہ نفس دو سبب سے متاثر ہوتا ہے ایک تو وہ نفس ہے جو قوت بہیمیہ کے اندر منہمک ہو اسکو الم پہونچانا بری چیز سے باز رکھتا ہے مثل بیل و اونٹ اور جس نفس کے اندر حب جاہ ہوتی ہے اسکو تکلیف جسمانی سے بھی زیادہ عار ایک کام سے روکدیتی ہے عار سزاے جسمانی سے زیادہ اسکو روکتی ہے پھر ان دونوں وجہوں کا حدود کے اندر اکٹھا ہونا لازم ہوا، اور ایک حد کی صورت یہ ہے جو قطع سے کم ہو جیسے صرف مار پیٹ سے ہی تکلیف کا پہونچانا مقصود ہے جسمیں علم ہو اور اسکا اثر ظاہر ہو مثلاً جلا وطن کرنا اور شہادت کا قبول نہ کرنا اور طمانچہ وغیرہ مار دینا اور معلوم کرو کہ شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص اور زنا کے سنگسار کرنا اور سرقہ کے عضو کا کاٹنا تھی پس یہ سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آتی تھیں اور تمام انبیاء اور انکی امتیں اسپر متفق تھیں تو ضرور ہوا کہ انکو خوب مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور کبھی انکو ترک نہ کرنا چاہئے مگر شریعت مصطفویہ نے اسمیں ایک اور قسم کا تصرف کیا ہے اور ہر ایک کی سزا کی دو قسمیں کی ہیں ایک تو بڑی بھاری سزا ہے کہ اس سے زیادہ اور متصور نہیں اور یہ سزا وہاں دینی چاہئے جہاں گناہ بھی بڑا بھاری ہو اور دوسری وہ ہے جو پہلی سے کم ہے اور یہ وہاں ہوگی جہاں معصیت بھی پہلی معصیت سے کم ہو پس قتل کی سزا قصاص اور دیت ہے اور اسکی دلیل یہ آیت ہے ذلک تخفیف من ربکم کہ اسمیں تمہارے پروردگار کیطرف سے تخفیف ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ دیت: اور زنا میں کوڑے مارنا تھا اور یہودیوں کی جب شوکت جاتی رہی اور سنگساری پر انکا بس نہ چلا تو انھوں نے تجبیہ و تسخیم کرنا ایجاد کیا (تجبیہ کے یہ معنی ہیں کہ زانی کو و زانیہ کو گدھے پر الٹا سوار کر کے لوگوں کے سامنے پھرا دیں تسخیم منہ کالا کر دینے کو کہتے ہیں) تو اسمیں شرائع سابقہ کی تحریف ہوئی مگر ہمارے ہاں دونوں شرائع کا لحاظ کیا گیا شرائع سماویہ دابتداعیہ کا اور اسمیں ہمارے لئے نہایت رحمت ہے اور سرقہ میں عذاب دینا اور اس سے دو چند تاوان لینا چاہئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور نیز اس شریعت میں ظلم کے چند اقسام کو قتل قذف اور شرب خمر کو اضافہ کیا اور انکے لئے بھی حد مقرر کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ انہیں معاصی کے ہیں اور رہزنی کی سزا زیادہ مقرر کی اور معلوم کرو کہ لوگوں کے دو درجے اور ہر درجہ کی سیاست کا خاص طریقہ ہے ایک وہ لوگ ہیں جو بذات خود مستقل اور مختار ہیں اور انکی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ لوگوں کے سامنے گرفتار کئے جائیں اور ان کو تکلیف پہونچائی جائے جس سے انکو نہایت سخت عار لاحق ہو اور ان کی اہانت اور ذلت پائی جائے اور ایک وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے قبضہ میں ہیں اور ان کے پاس بمنزلہ قیدیوں کے ہیں اور ان کی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے مالکوں کو حکم کیا جائے کہ بری باتوں سے انکی نگرانی رکھیں اس میں ان کے لئے ایسا طریقہ ظاہر ہوگا جو ان کو ان کے ان افعال سے باز رکھیگا چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ احدکم فلیضرب الحدیث۔ تم میں سے جب کسی کی باندی زنا کرے تو اس کو مارنا چاہئے اور فرمایا ہے۔ اذا سرق عبد احدکم بعوہ ولو بنش۔ پس یہ دونوں درجہ کے لوگ ایک ظاہری وصف سے منضبط کئے گئے پہلے درجے کے لوگ حر اور دوسرے درجے کے غلام ہیں۔ پھر یہ بھی احتمال تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سید اپنے غلام پر ظلم کرتا اور کہدیتا کہ اسنے زنا یا چوری وغیرہ کی ہے پس ضرور ہوا کہ غلام کی سزا حر سے کم مقرر کی جائے
تاکہ جور رفع ہو جائے اور نیز یہ ضرور ہوا کہ قتل کرنے اور قطع کرنے کا انکو اختیار نہ دیا جاوے اور اس سے کم سزا کا اختیار
انکو دیا جاوے اور حدود وجہ سے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ماعز بن مالک کی نسبت ارشاد ہے لقد
تاب توبۃ لو قسمت علی امۃ محمد لوسعتہم۔ اسنے وہ توبہ کی ہے کہ اگر محمد صلعم کی تمام امت پر تقسیم کی جاوے تو انکو کافی ہے اور
دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمیں تکلیف پہونچانا اور انکو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے اور اسمیں یہ راز ہے کہ حکمت الہی
کا مقتضے ہے کہ اس شخص کی جان یا مال سے اس عمل کی سزا دیجائے پس حد کا قائم کرنا جزا دینے میں خدا تعالے کا نائب ہے
فتدبر۔ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ۔ زانیہ اور زانی کو ہر ایک کے دونوں میں سو کوڑے
مارو۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالے نے محمد صلعم کو حق دیکر بھیجا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی جسمیں آیت رجم بھی تھی۔
چنانچہ رسول خدا صلعم نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی آپکے بعد سنگسار کیا اور جو شخص زنا کرے اور محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت
کتاب الہی میں اسکا سنگسار کرنا حق ہے میں کہتا ہوں محصن کی حد سنگسار کرنا اور غیر محصن کے درے لگانا اس لئے مقرر
کئے گئے کہ جس طرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہو کر پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اس سے قبل پورا پورا مکلف
نہیں ہوتا اسلئے کہ اسکی عقل اور جسم اور جبلیت کا کمال اس سے پہلے نہیں ہوتا ہے اسیطرح اس عقوبت میں بھی تفاوت ہونا
چاہئے جو کمال عقل اور مرد کامل اور استقلال سمجھ اور خود مختاری کے سبب پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اسلئے کہ محصن کامل
ہے اور غیر محصن ناقص ہے پس غیر محصن حر کامل اور غلام کے مابین واسطہ ہوا اور صرف سنگسار ہونے میں اسی کا اعتبار
کیا گیا اسلئے کہ وہ حق الہی کے اندر جو جو سزا مقرر کی گئی ہے ان سب میں سخت ہے اور قصاص چونکہ حق العباد میں سے ہے
اور انکو اپنے حقوق لینے کی حاجت ہے اسلئے انکی حق تلفی نہ کی جائیگی اور حد سرقہ وغیرہ بمنزلہ سنگساری کے نہیں ہے اور نیز
اس شخص سے گناہ صادر ہوا جس پر خدا تعالے نے انعام کیا ہے اور بہت سی مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے زیادہ تر
قبیح وشنیع ہے اسلئے کہ وہ نہایت نافرمانی ہے پس اسمیں سزا کا بڑھانا مناسب ہوا اور کوارے اور کواری کی حد سو درے
مقرر کئے گئے اسلئے کہ عدد سو کا بڑی اور منضبط مقدار ہے جس سے زجر و تکلیف بخوبی حاصل ہو سکتی ہے اور جلاوطن کی
سزا اسلئے دی گئی کہ سزا کا اثر دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو جسمانی تکلیف کے اعتبار سے اور ایک حیا و شرمندگی اور عار کے لاحق
کرنے اور مالوف چیز کے علحدہ کرنے سے پہلی سزائے جسمانی اور دوسری نفسانی ہے اور پوری پوری سزا یہی ہے کہ
دونوں جمع کئے جائیں اللہ پاک فرماتا ہے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔
جب احصان کے بعد ان سے فحش ظاہر ہو تو محصنات سے انکو نصف عذاب دیا جائیگا میں کہتا ہوں کہ غلام کیلئے
نصف سزا کے مقرر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ غلاموں کا حال سید کے اختیار میں ہوتا ہے پس اگر کامل درجہ کی زجر انکے
لئے مقرر کیجائے تو اس سے باب الظلم مفتوح ہوتا ہے بایطور کہ سید اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اور یہ کہدے کہ اسنے زنا کیا تھا
اور پھر اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اسلئے کہ باندی و غلام کی حد اسقدر کم مقرر کی گئی کہ جس سے ہلاکت کی نوبت
نہیں آتی اور محصن و غیر محصن کا فرق جو ہم نے بیان کیا ہے وہ یہاں بھی پایا جاتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لهن سبیلا۔ البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم۔ مجھ سے سیکھو مجھ سے سیکھو خدا تعالیٰ نے عورتوں کے لئے راستہ مقرر کیا ہے کوارہ کواری کے ساتھ زنا کرے تو اسکا حکم سو دُرّے لگانا اور سال بھر کے لئے جلاوطن کرنا اور بیاہا ہوا بیاہی کے ساتھ اگر زنا کرے تو اسکا حکم سو دُرّے لگانا اور سنگسار کرنا ہے حضرت علیؓ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے میں کہتا ہوں لوگوں کو اس حدیث میں اشتباہ ہوا اور اس حدیث کو رسول خدا صلعم کے ثیب کو سنگسار کرنے اور اسکے دُرّے نہ لگانے کے ساتھ مخالف سمجھا میرے نزدیک یہ حدیث آپکے فعل کے متناقض نہیں ہے اور بات عام ہے کہ امام کو رجم اور سو دُرّوں کے واجب ہونے کی صورت میں صرف رجم پر اقتصار کرنا مسنون ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسا سفر میں قصر کرنا کہ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے اور اسواسطے مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی پوری سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اسمیں شامل ہے اور اس بیان سے اس حدیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسپر عمل کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اکثر آپ کے خلفاء کے فعل میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ انہوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپنے دُرّے لگانے کا حکم دیا پھر کسی نے اسکا محصن ہونا بیان کیا تو آپنے سنگسار کرنیکا حکم دیا اور سنگسار کر دیا گیا کیونکہ دُرّے لگانے پر اقدام کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ زانی کے دُرّے لگانا درست ہے اور میرے نزدیک جلاوطن کرنے میں عفو کا احتمال ہے اور آثار میں تطبیق کی یہی صورت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ماعز بن مالک نے آنحضرت صلعم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجئے تو حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ سے اسکو پکڑا ہوگا یا اسکی طرف دیکھا ہوگا تو ماعز نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اسکے ساتھ دخول کیا تو ماعز نے جواب دیا ہاں پس آپ نے ماعز کے سنگسار کرنے کا حکم کیا۔

میں کہتا ہوں حد مارنے میں احتیاط کا مقام ہے اور زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان کا زنا یہ ہے اور پیر کا زنا یہ ہے لہذا ایسی صورت میں اسکا ثابت کرنا اور اس کی تحقیق ضروری ہوئی معلوم کرو کہ جو شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قائم کرنے کیلئے اپنی جان کو سپرد کرتا ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے والا مثل بیگناہ کی ہے اگرچہ درگذر کرنی مناسب تھی مگر یہاں کئی سبب اسپر حد قائم کرنے کے مقتضی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر توبہ کے ظاہر کرنے اور اقرار لینے سے حد دفع ہو جاتی ہے تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پا کر اقرار کے حیلہ سے حد کو دفع کر سکتا تھا اور اس میں مصلحت کا مناقضہ ہے دوسرے یہ ہے کہ توبہ کامل طور سے اسیوقت ہوتی ہے جو ایک فعل سے جو نہایت شاق ہو کہ بجز مخلص کے کسی سے عمل میں نہ آسکے اس توبہ کی تقویت پائی جائے لہذا جب ماعز نے اپنی جان کو سنگسار کرنے کے لئے حوالہ کر دیا تو تو رسول خدا صلعم نے فرمایا لقد تاب توبة لو قسمت بین امة محمد لوسعتهم اور غامد کے ایک قبیلہ کی نسبت آپ نے فرمایا لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغفر له۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحب مکس بھی توبہ کرتا تو بخشا جاتا اور باینہمہ گناہ کا پردہ کرنا مناسب ہے چنانچہ آپ نے ہزال سے فرمایا لو سترته بثوبك لكان خيرا لك۔ کہ اگر اپنے کپڑے سے اسکو چھپاتا تو تیرے لئے بہتر ہوتا اور نیز یہ بات مناسب ہے کہ اسکو فی ما بینہ وبین اسقدر توبہ کرنے اور حد کے دفع کرنے کیلئے حیلہ کرنے کا حکم دیا جائے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا زنت امة احدكم فتبين زناها فليجلدها الحد ولا يثرب عليها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم ان زنت فلیجلدہا الحد ولا یثرب علیہا تم میں سے جب کسی کی کنیز زنا کرے اور اُس کا زنا ظاہر ہوجاے تو اسکو باندی پر حد
لگانا چاہئے اور صرف اسکی توبیخ نہ کرے پھر اگر زنا کرے تو اُسپر حد لگائے اور توبیخ پر اکتفا نکرے میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے
کہ انسان کو شرما اپنے حرم پر معاصی کرکے دور کرنے کا حکم ہے اور یہ بات انسان کی سرشت میں داخل ہے اور اگر امام ہی کے سامنے
حد مقرر ہوتی تو بہت سی صورتوں میں سید حد کو قائم نہ کرسکتا اور مال واسباب کی حفاظت نہ ہوسکتی اور اگر حد کی کوئی مقدار مقرر نہ ہوتی تو ظالم
ہلاکت تک نوبت پہونچا سکتا تھا یا حد سے زیادہ تکلیف دیسکتا تھا اسلئے رسول خدا صلعم نے فرمایا لایثرب اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے اقیلوا ذوالہیات عثرا تہم الا الحدود۔ ذوالہیات سے حدود کے سوا اور لغزشیں معاف کردیا کرو۔ میں کہتا ہوں ذوالہیات
سے صاحب مروت لوگ مراد ہیں یا تو بایں طور کہ کسی شخص سے صلاح دین کی امید ہوتی ہے اور اُس شخص سے ملامت کے خلاف
لغزش کے طور پر کسی امر میں کوتاہی ہوجاتی ہے پھر اسکو ندامت ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اُس سے درگذر کرنا مناسب ہے
یا وہ شخص خاندانی اور لوگوں میں معزز اور صاحب رعب ہوتا ہے پس اگر ہر چھوٹے بڑے گناہ میں اسکو سزا دیجاے تو ہمیں عداوت
اور لوگوں کی بغاوت اور امام میں اختلاف کرنیکا دروازہ مفتوح کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اسکے متحمل نہیں ہوتے مگر اس قابل
نہیں ہیں کہ انکی بازپرس کیجاے بجز اس صورت کے کہ کوئی سبب شرعی جس سے حد مندفع ہوتی ہے پائی جاتی ہے اور اگر
حدود کے اندر ہی درگذر کیجاے تو مصلحت فوت ہوتی ہے اور حدود کا فائدہ فوت ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے اس شخص کے
باب میں جو پیدائش کے اعتبار سے نحیف الجثہ ہو اور زنا کرے فرمایا ہے خذوا عثکالا فیہ مائۃ شمراخ فاضربوہ ضربۃ اسکے لئے ایک
بڑی سی ڈالی جسمیں کہ سو ٹہنیاں ہوں لیکر ایک مرتبہ اسکو مار دو۔ معلوم کرو کہ جو کوئی ضعیف الجثہ ہونے کے سبب سے اتنی طاقت
نہیں رکھتا کہ اُسپر حد قائم کی جاے اگر ایسے شخص سے بالکل بازپرس نکی جاٗے تو حدود کے احکام میں نقص لازم آتا ہے
اسلئے کہ شرائع لازمی جنکو خدا تعالے نے بمنزلہ خلقی امور کے مقرر کیا ہے اُن کی شان سے یہ بات ہے کہ وہ موثر بالخاصیت
کی طرح سمجھی جاویں اور لوگ نہایت مضبوطی سے اُنکو مانیں اور نیز جس چیز میں تھوڑی سی تکلیف اور آسانی ہے اُسکے چھوڑنے
کی ضرورت نہیں ہے لواطت کی حد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ زنا کی قسم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکی سزا قتل
ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم لوط کی قوم کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو اللہ پاک فرماتا ہے
والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون الا
الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ جو لوگ کہ بیاہی عورتوں کو تہمت بالزنا لگاتے ہیں پھر وہ تہمت لگانے والے لوگ چار
گواہ پیش نہ کرسکیں تو اُن کے اسّی کوڑے مار دو اور آیندہ کو کبھی ان کی گواہی مت قبول کرو اور وہی تو فاسق لوگ ہیں
مگر ہاں جن لوگوں نے اُس کے بعد توبہ کی اور اچھی باتیں اختیار کیں تو بلا شک خدا تعالے غفور اور رحیم ہے اور اس پر
اجماع ہے کہ محصن مردوں کو بھی محصنات کا حکم ہے اور محصن کی تعریف یہ ہے کہ حر ہو اور مکلف اور مسلمان اور ایسے جماع
سے پاک ہو جس پر حد قائم کی جاتی ہے معلوم کرو کہ یہاں دو باتیں متعارض پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ زنا ایک عظیم
گناہ ہے جس کا مٹانا اور اُس پر حد قائم کرنا اور اُس پر مواخذہ کرنا ضروریات سے ہے اور اسی طرح زنا کی طرف نسبت
کرنا بھی ایک بڑا گناہ ہے اور اُس کے اندر ایک بڑی عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے جس پر حد کا قائم کرنا ضروری ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ قذف کو زنا پر شہادت دینے کیساتھ مشابہت ہے پس اگر کسی قاذف کو قائم کرنے کے لئے گرفتار کیا جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں زناہ کا گواہ ہوں اور اس میں قذف کا بطلان لازم آتا ہے اور جو شخص زنا کا گواہ ہے مشہود علیہ یہ کہہ کر اس سے پیچھا چھڑا سکتا ہے کہ یہ زنا کی تہمت لگاتا ہے اور خود یہ حد کا مستحق ہے پس جب سیاست امت کے وقت ان دونوں حدوں میں فی الجملہ تعارض ہوا تو ایک ظاہری امر سے ان دونوں کی تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر مخبرین کی کثرت کہ جب مخبرین کی کثرت ہوئی تو گواہی اور راست گوئی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہوگیا اسلئے کہ تہمت میں دو باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف اور دوسرے مقذوف کے ساتھ عداوت کا ہونا اور ان دونوں صفتوں کا مسلمانوں کی ایک جماعت میں جمع ہونا بعید ہے۔ اور شاید یہی عادل پر اکتفا نہ کیا گیا اس لئے کہ عدالت تمام حقوق میں معتبر ہے پس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اور کثرت کا انضباط شہادت سے دوچند کے ساتھ انضباط کیا گیا اور حد قذف اسی درّے مقرر کئے گئے اس لئے کہ زنا سے بہرحال اس کی معصیت کم ہے اسلئے کہ ایک گناہ کا مشہور کرنا مثل اس کے کرنے کے نہیں ہے اور حد زنا میں ایک تعداد ظاہری سے کمی کا انضباط کیا گیا یعنی بیس سے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچواں حصہ ہے اور اس حد کا تتمہ ہمیشہ کے لئے گواہی کا قبول نہ کرنا اسلئے مقرر کیا کہ سابق میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکلیف کی دو قسمیں جسمانی اور نفسانی اور شرع نے جملہ حدود میں انکے جمع کرنیکا لحاظ کیا مگر حد زنا کے ساتھ جلاوطن کرنے کا اعتبار کیا گیا اس لئے کہ زنا حکام کی حکومت اور اولیاء کی غیرت کیوقت بیں بیوقت متصور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں میں باہم میل جول اور اتحاد اور الفت ہو تو اس کے مناسب سزا یہی ہے کہ اس فتنہ کے مقام سے زانی کو نکال دیا جائے اور حد قذف کے ساتھ عدم قبول شہادت کو جمع کیا گیا اسلئے کہ قذف میں بھی ایک جزو بنا ہوتا ہے پس قاذف کو اسی عار سے سزا دی گئی جو اس کی معصیت کے قبیلہ سے ہے اسلئے کہ قاذف کی شہادت نہ قبول کرنا اسکے لئے ایک سزا ہے اور باقی گنہگاروں سے بسبب عدالت اور رضامندی کے فوت ہونے کے سبب سے نہیں قبول ہوتی اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں کہ قاذف کہہ سکتا ہے کہ میں گواہ ہوں پس تہمت کا باب اسیطرح مسدود ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے اسنے جت کی تھی ایسی ہی چیز سے اسکو سزا دینی چاہیئے اور حد خمر میں توبیخ بھی مقرر کی گئی ہے اور آیت الا الذین میں اختلاف ہے کہ یہ استثناء عدم قبول شہادت کیطرف راجع ہے یا نہیں اور ہمارے بیان سے یہ بات ظاہر ہوگی ہے کہ جب عتق کی انتہا ہوئی تو اس کا اثر اور اس کی سزا بھی منتہی ہونی چاہیئے اور خلفاء نے حد زنا کے اندر غلاموں کے لئے نصف حد دینے میں اس کا اعتبار کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم - چرانے والے اور چرانے والی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے ان کے کئے کی عذاب خدا تعالی کی طرف سے اور خدا تعالے غالب اور حکمت والا ہے ! معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم وحی کے بیان کرنے کے لئے مبعوث کئے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لتبینہ للناس - البتہ بیان کروگے تم اسکو لوگوں کے لئے اور مال غیر کے لینے کی کئی صورتیں ہیں چوری - رہزنی - اچکنا - خیانت - کسی کی پڑی ہوئی چیز اٹھا لینا - غصب - اور ایک وہ جسکو قلت مبالات ا کم احتیاطی کہتے ہیں پس ضرور ہوا کہ رسول خدا صلعم چوری کی حقیقت کا بیان فرمائیں تاکہ ان امور سے تمیز حاصل ہو پس تمی کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی ذاتیات کیطرف نظر کی جاے جو چوری میں نہیں پائی جاتیں اور لوگوں کے عرف میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس سے امتیاز حاصل ہوتی ہے پھر چند لفظ منضبط معلوم کیا تو چوری کی حقیقت کا لفظ بالکل جاتا رہے جسکے سبب سے اُسکو
تمیز ہو جاوے پس رہزنی اور غارتگری اور مرتبہ کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کو اپنی قوت پر اعتماد اور
ایسے مکان بازار کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہیں جنہیں وہ مظلوم مسلمانوں کی جماعت سے فریاد نہیں کر سکتے اور اُچکا تو نگ
رو برو اور اُنکے دیکھتے سُنتے کسی چیز کے لیجانے کی خبر دیتا ہے اور خیانت میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں میں
پہلے شرکت یا بے تکلفی اور باہمی ایک دوسرے کے مال میں بھی تصرف وغیرہ رہا ہے اور پڑی چیز کے اُٹھا لینے سے
ایسی چیز کا اُٹھا لینا معلوم ہوتا ہے جو کسی کی حفاظت میں نہ تھی اور غصب میں مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جس کا مدار
بھاگنے یا لڑنے پر نہیں ہوتا بلکہ زبان زوری اور اس بات کے گمان پر اسکا مدار ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ حکام تک نہ پہونچیگا
اور حقیقت حال اُنپر ظاہر نہ ہوگی اور قلتِ مبالات اور بے احتیاطی کا اطلاق اُن ادنےٰ ادنےٰ چیزوں کے استعمال پر ہوتا ہے
عرف میں جن کے برتنے اور باہمی معاونت کا اُن چیزوں میں دستور جاری ہے جیسے پانی و ایندھن وغیرہ لہذا رسول خدا صلعم نے
اُن سب کے ذاتیات سے امتیاز کا انضباط فرمایا ہے اور فرمایا القطع ید السارق الا فی ربع دینار۔ کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے
مگر ربع دینار میں اور ایک روایت میں آیا ہے القطع فیما بلغ ثمن المجن یعنی مال مسروقہ اتنا ہو جو ڈھال کا ثمن ہو سکے تو ہاتھ
کا قطع کرنا چاہیئے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک ڈھال کے چرانے میں جس کا ثمن تین درہم تھا چور کا
ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمانؓ نے ایک اترج میں جسکی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کروایا تھا اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں
مقداریں آپکے زمانہ میں ایک ہی چیز پر منطبق تھیں پھر آپ کے بعد انہیں اختلاف ہوا اور ڈھال غیر منضبط ہونیکے سبب سے کوئی
قابل اعتبار چیز نہیں ہے پس باقی دونوں حدیثوں میں امت میں اختلاف ہوئی بعض ربع دینار کے قائل ہوئے اور بعض تین
درہم کے اور بعض نے اُس مقدار کا اسطرح پر انضباط کیا کہ ان دونوں مقداروں میں سے کسی مقدار تک مال پہنچ جاوے اور میرے
نزدیک یہی زیادہ تر ظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول خدا صلعم نے ادنےٰ و اعلےٰ چیز میں فرق کرکے مقرر فرمایا ہے اسلئے کہ کوئی جنس
خاص اندازہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی کیونکہ مختلف بلاد میں ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے اور نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے
نفاست و خساست میں مختلف ہوتی ہیں پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح و ادنےٰ چیز ہے دوسروں کے نزدیک وہی چیز ایک
قابل قدر مال ہوتا ہے لہذا ثمن کے اعتبار سے اندازہ کا لحاظ کرنا ضروری ہوا اور بعض کہتے ہیں دونوں کے اندر اندازہ کا
اعتبار کرنا چاہیئے اور لکڑی میں چور کا ہاتھ قطع کرنا چاہیئے اگرچہ لکڑیوں کی قیمت دس درہم ہو اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا قطع فی
ثمر معلق ولا حریسة الجبل فاذا آواہ المراح والجرین فالقطع فیما بلغ ثمن المجن۔ جو ثمار معلق ہیں اُس میں قطع نہیں ہے اور نہ
اُن مویشی میں جو پہاڑ کے اندر رہتی ہیں پس جب مویشی باڑے میں آ جاویں اور جب ثمار کا ڈھیر لگا دیا جاوے تو اگر اُن کی قیمت
ڈھال کے ثمن کو پہونچ جاوے تو انمیں بھی قطع ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے اس بات کو جتلا دیا کہ قطع کرنے میں حفاظت
شرط ہے اور جو اُسکا یہ سبب ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اُسکے لینے کو التقاط کہتے ہیں پس اُس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع۔ خائن پر قطع نہیں ہے اور نہ لوٹنے والے کے
اور نہ اُچکنے والے پر میں کہتا ہوں رسول خدا صلعم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر پوشیدہ طور پر مال لینا شرط ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورنہ لوٹ کرنا یا اُچکنا ہوتا ہے اور نیز شرط ہے کہ پہلے سے اُنہیں شرکت یا کوئی اور حق لازم نہ ہو ورنہ وہ خیانت یا اپنے حق کا استیفا ہوگا۔ اور صحابہ سے مروی ہے کہ اگر غلام اپنے مولا کا مال چُرا لے تو وہ فرماتے ہیں انما ہو مالک بعضہ فی بعض کہ وہ تیرا ہی مال ہے بعض بعض کے اندر اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے باب میں فرمایا ہے اقطعوہ ثم احسموہ کہ اُسکا ہاتھ قطع کرو پھر اُسکو تیل میں داغ دیدو۔ میں کہتا ہوں داغ دینے کا حکم اسلئے ہے کہ قطع کرنے کا حکم اثر نہ کرے اور وہ شخص ہلاک نہ ہو اسلئے کہ داغ دینے سے زخم سرایت نہیں کرتا اور رسول خدا صلعم نے چور کے لئے حکم کیا کہ اُسکا ہاتھ اُس کی گردن میں لٹکا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا میں کہتا ہوں یہ شہرت دینے کے لئے کیا گیا تاکہ لوگ اسکا چور ہونا معلوم کرلیں اور ظلم اور حد کے قطع کرنے میں فرق ہو جاوے اور رسول خدا صلعم نے اُس چوری میں جو نصاب سے کم ہو اُسکو سزا دینے اور دو چند تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے میں کہتا ہوں دو چند تاوان دینے کا حکم اسلئے دیا کہ چور کو اُس کے اس فعل سے باز رکھنا اور اُسکو مالی و بدنی سزا دینا ضرور ہے اسلئے کہ انسان کو بسا اوقات جسمانی تکلیف سے مالی تکلیف زیادہ تر باز رکھتی ہے اور بسا اوقات اسکے عکس ہوتا ہے اسلئے دونوں تکلیفیں جمع کی گئیں پھر اگر مال مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم ہوتا تو چوری کرنا و نہ کرنا برابر ہوتا اور کچھ سزا نہ ہوتی اس لئے دو چند تاوان دینے کا حکم کیا گیا تاکہ آیندہ کو کبھی چوری کا قصد نہ کرے اور رسول خدا صلعم کے پاس ایک چور پکڑا ہوا آیا اور اُس نے چرانے کا اقرار کیا مگر اُس کے پاس مال مسروقہ برآمد نہ ہوا تو رسول خدا صلعم نے اُس سے فرمایا کہ میرے خیال میں تو نے چوری نہیں کی ہے اُسنے کہا کیوں نہیں تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اُس سے یہی ارشاد فرمایا تب آپ نے اُسکے ہاتھ قطع کرنے کا حکم دیا۔ اور ایک مرتبہ ایک مجرم گرفتار ہو کر آیا تو آپ نے فرمایا کہو کہ میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُسکی طرف توبہ کرتا ہوں اُسنے کہا میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں اور اُس سے توبہ چاہتا ہوں تو آپ نے تین مرتبہ خدا تعالے سے یہ دعا کی اللہم تب علیہ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور وہ اُسپر نادم ہے تو مناسب ہے کہ کسی حیلہ سے حد اُسپر سے دور کر دیجاوے اور ہم اسکا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ۔ الآیہ۔ میں کہتا ہوں محاربت کا مدار ایک جماعت مظلومہ سے قتال کرنے پر ہوتا ہے اور چوری کی حد سے اس حد کے مقرر کرنے کا سبب زیادہ تر قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی آدم کے مجمع میں خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنمیں خصلت سبعی کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں سخت جرات اور قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے اور قتل کرنے اور غارتگری میں بیباک ہوتے ہیں اور اُس کا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چوروں سے اپنے مالوں کو محفوظ رکھ بھی سکتے ہیں مگر رستوں کے چلنے والے رہزنوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور نہ حکام لوگ اور مسلمانوں کی جماعت اس مکان اور اُسوقت میں اُنکی مدد بآسانی کرسکتی ہے اور نیز قطاع الطریق کو جو ارادہ اُن کے فعل پر آمادہ کرتا ہے وہ زیادہ تر سخت و مستحکم ہوتا ہے اسلئے کہ رہزن وہی شخص ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور قوی الجثہ شخص ہو اور نیز اُن لوگوں کا باہم اجتماع و اتفاق رہتا ہے بخلاف چوروں کے لہذا ضروری ہوا کہ رہزن کی سزا چور کی سزا سے زیادہ تر سخت مقرر کیجاوے اور اکثر کے نزدیک سزائیں ترتیب کرنی چاہئے اور وہ قول اس حدیث کے موافق ہے و قتل المومن الاحدی ثلث۔ الحدیث۔ اور بعض کے نزدیک سزا کے اندر اختیار ہے اور یہ قول لفظ آو کے مناسب ہے اور میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المارق للجماعۃ۔ اسمیں دو علتوں کے جمع کر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ
ان دونوں میں سے ہر علت حکم کے مفید ہے جس طرح رسول خدا صلعم نے اس حدیث میں دو علتوں کو جمع کیا ہے لایخرج الرجلان یضربان
الغائط کاشفین عن عورتہما یتحدثان۔ دو شخص پاخانہ کے لئے اپنا ستر کھولے ہوئے باتیں کرتے ہوئے باہر نہ جائیں۔ پس ستر کا
کھولنا لعنت کا سبب ہے اور باتیں کرنا بھی ایسی حالت میں اللہ پاک فرماتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکما العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر و
یصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منتہون۔ اے ایمان والوں شراب و جوا اور بت اور تیر ناپاک چیزیں ہیں
شیطان کے کام سے پس اس سے پرہیز کرو شاید کہ تم فلاح پاجاؤ شیطان کا یہی ارادہ ہے کہ تم میں شراب اور جوے کے
اندر عداوت اور بغض ڈالدے اور خدا تعالےٰ کے ذکر اور نماز سے باز رکھے پھر کیا تم باز رہنے والے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ
خدا تعالےٰ نے اس بات کو بیان فرمایا کہ شراب میں دو قسم کی برائی ہے ایک تو لوگوں کے لئے برائی ہے کہ شارب الخمر
لوگوں سے لڑتا جھگڑتا اور رانگوستا ہے اور ایک برائی کا انجام اسکی تہذیب نفس کیطرف رجوع کرتا ہے کیونکہ شارب الخمر حالت بہیمی
کے اندر غرق ہوجاتا ہے اور اسکی عقل جس پر نیکی کا مدار ہے زائل ہوجاتی ہے اور چونکہ تھوڑی شراب بہت سی شراب کا شوق دلاتی
ہے لہذا سیاست امت کے لحاظ سے ضرور ہوا کہ حرمت کا مدار اسکے نشہ آور ہونے پر کیا جاوے اور فی الحال نشہ کے موجود
ہونے کا لحاظ نکیا جاوے پھر آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ شراب کیا چیز ہے اور فرمایا کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔ ہر چیز نشہ آور
شراب ہے اور ہر چیز نشہ آور حرام ہے اور فرمایا کہ شراب ان دو درختوں سے ہوتی ہے چھوارہ و انگور اور ان دونوں کی
اس ملک کیحالت کے اعتبار سے ہے اور رسول خدا صلعم سے مزر اور تبع کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نشہ
آور چیز حرام ہے (مزر اہل یمن کی شراب ہے جو جوار سے بنتی ہے اور تبع اس شراب کو کہتے ہیں کہ جو نبیذ عسل سے تیار کیجاتی ہے)
اور آپ نے فرمایا ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ جو چیز بہت سی نشہ آور ہو وہ تھوڑی بھی حرام ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب
احادیث مستفیضہ ہیں اور میں اس بات کو نہیں جانتا کہ شراب انگوری اور کسی اور شراب میں کیا فرق ہے کیونکہ شراب کی
حرمت ان مفاسد کے سبب سے نازل ہوئی ہے جنکی قرآن پاک میں تصریح کی ہے اور وہ مفاسد سب قسم کے شرابوں میں بدستور
پائی جاتی ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر فی الدنیا فمات وہو یدمنہا لم یتب لم یشربہا فی الاخرۃ جس کسی نے
دنیا میں شراب پی اور شراب کا عادی ہو کر بغیر توبہ کے مر گیا تو آخرت میں شراب نہ پئیگا میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے
کہ جو کوئی صفت بہیمی میں غرق ہوگیا اور صفت احسان سے اسنے بالکل پشت پھیر لی جنت کے لذائذ سے وہ شخص محروم
رہیگا پس شراب کا پینا اور اسکا عادی ہوجانا اور اس سے تائب نہ ہونا قوت بہیمی میں مستغرق ہونے کا سبب گردان کر اسپر
حکم دائر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ میں سے شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر میں دونوں لذتوں کی مخالفت محسوس ہوجائے
اور نیز جب نفس کو لذت بہیمی کے اندر کسی فعل کے ضمن میں انہماک ہوتا ہے تو وہی فعل اس لذت کا اس شخص کے نزدیک
صورت مثالیہ ہوجاتا ہے جس کے یاد کرنے سے اسکو یاد کر لیتا ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ جہان کی
لذت اسکے لئے ظاہر ہو اور نیز فعل کی سزا اسکے مناسب ہوا کرتی ہے پس جس شخص نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے تو اسکی سزا یہ ہے کہ اسکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش اور امید کیوقت اُس لذت کے معدوم کرنے سے اُسکو تکلیف دیجائے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان علی اللہ عہداً لمن شرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال عصارۃ اہل النار۔ خدا تعالےٰ پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ پیے گا اُس کو خدا طینۃ الخبال پلائیگا دوزخیوں کا نچوڑ ہے میں کہتا ہوں اُسکی یہ وجہ ہے کہ پیپ اور خون اشیا بہنی والوں میں سے بدترین اور حقیر ترین اور سخت ترین اشیا ہیں باعتبار نفرت طبیعت سلیمہ کے اور شراب بہنے والی چیز ہے اور مشابہ پیپ کے ہے صورت خیالیہ میں جیسا کہ منکر نکیر کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ انکی رنگتیں نیلگون ہوتی ہیں سلئے کہ عرب اس رنگت سے بیزار ہیں جیسا کہ خواب میں بعض چیزیں انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر لم یقبل اللہ لہ صلوۃ اربعین صباحا فان تاب تاب اللہ علیہ۔ شارب الخمر کی چالیس دن کی صبح کی نماز خدا تعالےٰ نہیں قبول کرتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ پاک بھی اُسکی توبہ قبول کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ اسکی نماز قبول نہ ہونے میں یہ راز ہے کہ صفت بہیمیہ کا ظاہر ہوجانا اور ملکیہ پر معصیت الہی کے مرتکب ہونے سے اُسکا غالب ہوجانا خدا تعالےٰ پر جرات کرنا اور اپنے نفس کا ایک حالت خوار میں جو صفت احسان کے بالکل منافی اور مخالف ہے مستغرق کردینا ہے جس کے سبب سے نماز کا نفع اُس کے حق میں جاتا رہتا ہے اور جب شراب پینے والا آنحضرت صلعم کے پاس گرفتار ہو کر آتا تھا تو آپ اُس کے مارنے کا حکم دیتے تھے اور جوتیوں اور کپڑہ اور ہاتھ سے اُسکو مارپیٹ کیجاتی تھی یہانتک کہ چالیس ضربہ اُسکے لگتے تھے پھر آپ فرماتے تھے کہ اسکو ڈانٹ بتاؤ تو لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوتے تھے تو ایسی ایسی باتیں کہتے تھے کہ تو نے خدا کا خوف نہیں کیا تو تو خدا سے نڈر ہوگیا اور تو نے رسول خدا سے کچھ حیا نہ کی اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے زمین سے خاک اُٹھا کر اُسکے مُنہ پر ماری۔ میں کہتا ہوں بہ نسبت اور حدود کے اس حد کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی میں اسیوقت فوراً خرابی موجود ہوتی ہے مثلاً وہ شخص کسی کا مال چراتا ہے یا رہزنی کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کسی کو زنا کی طرف منسوب کرتا ہے اور شراب پینے میں فساد کا احتمال ہے مگر بالفعل فساد موجود نہیں ہوتا اسواسطے سو سے کم شراب کی حد مقرر کی گئی اور آنحضرت صلعم چالیس دُرہ اسواسطے مارتے تھے کہ اسمیں قذف کا احتمال ہے اور جو ایک چیز کا منظنہ ہوتا ہے وہ اُس شے سے بمنزلہ نصف کے ہوتا ہے پھر جب فساد زیادہ ہوگیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسّی دُرہ شراب کی حد مقرر کیے یا تو اسواسطے کہ کتاب الہی میں جسقدر حدود مذکور ہیں اسّی کی مقدار اُن سب میں ادنیٰ درجہ کی ہے پس جس حد کی قرآن کے اندر تصریح نہیں کی گئی ادنے درجہ کی حد سے وہ حد کم نہ ہونی چاہیئے یا اسواسطے کہ شراب پینے والا اگر خود زنا یا قتل نہیں کرتا ہے تو اوروں کو اکثر زنا کی طرف منسوب کرتا ہے اور اکثر کو حکم یقین کا ہوتا ہے اور توبیخ کرنے کا بھید ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تم سے پیشتر لوگ اسیواسطے ہلاک ہوگئے کہ جب اُنمیں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور اگر ناتوان آدمی چوری کرتا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ محمد صلعم کی بیٹی چوری کرے تو بلاشبہ میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جس شخص کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کی نسبت پائی گئی اُس شخص نے خدا تعالےٰ کی مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم تھی کہ خاندانی لوگوں کی عزت کا ملحوظ رکھنا اور اُن کے ساتھ درگذر کرنا اور اُن کو بچانا اور اُن کے معاملہ میں سفارش کرنا ہمیشہ سے امتوں میں چلا آتا ہے اور تمام اولین اور آخرین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات کے پیرو ہیں لہذا آنحضرت صلعم نے اسکی نسبت بہت تاکید اور اہتمام کیا اسواسطے کہ شرفاء کی سفارش اور آنے
در گذر کرنا اُن حدود کی مخالفت کرنا ہے جنکو خدا تعالٰے نے مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے محدود پر لعنت کرنی اور انمیں
واقع ہونے سے نہی فرمائی ہے تاکہ اس سبب سے حد کے قائم کرنے سے لوگ باز نہ رہیں اور اسواسطے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور
جب ایک شے کا کفارہ تدارک ہو گیا تو وہ شے کالعدم ہو گئی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ انہ لفی انہار
الجنۃ ینغمس بہا قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ وہ جنت کی نہروں میں ڈوبا ہوا ہے اور حدود کے
ساتھ دو قسم کی زجر اور بھی ہوتی ہیں ایک تو دین کی ہتک عزت کی سزا اور ایک امامت سے روکنا پہلے کی دلیل یہ حدیث
ہے من بدل دینہ فاقتلوہ۔ جو شخص اپنا دین بدل دے اُسکو قتل کر ڈالو اس کی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا
میں سخت علامت کا قائم کرنا ضروری ہے ورنہ دین کی ہتک کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور خدا کو یہ منظور ہے کہ ملت آسمانی
بمنزلہ جبلی امر کے ہو جائے جو جدا نہیں ہو سکتا اور ارتداد اسی بات سے ثابت ہوتا ہے جسمیں خدا تعالٰے یا رسولوں کی نفی یا کسی رسول
کی تکذیب پر دلالت ہو یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحتاً استہزا مقصود ہو اور اسیطرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد
ثابت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے وطعنوا فی الدین۔ اور اُنہوں نے دین کے اندر عیب نکالا۔ اور ایک یہودیہ رسول صلعم
کو کچھ برا بھلا کہا کرتی تھی تو ایک شخص نے اُسکا گلا دبا دیا حتی کہ وہ مر گئی آپ نے یہ خبر سنکر اُسکے خون کو ہدر کر دیا اسلئے کہ دین
اسلام میں عیب جوئی اور مسلمانوں کی ظاہری ایذا رسانی سے عہد منقطع ہو جاتا ہے اور رسول صلعم نے فرمایا ہے انا بری
من کل مسلم مقیم بین ظہر المشرکین لا تتراءی نارا ہما۔ جو مسلمان مشرکین کے اندر بسے میں اُس سے بیزار ہوں۔ وہ دونوں
ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھنے پائیں میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اختلاط کرنا اور اُنکے گروہ کو
بڑھانا بھی ایک قسم کی مدد ہے پھر آنحضرت صلعم نے کفار کی بستیوں سے دور رہنے کو اسطرح منضبط فرمایا کہ اگر ایک فریق کے
شہر یا محلہ میں اگر کسی بلند جگہ پر آگ روشن کی جائے تو دوسرے فریق کو ظاہر نہ ہو اور دوسرے کی دلیل یہ آیت ہے فان
بغت احدہما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ پھر ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی پھر جسنے بغاوت کی
ہے اسپر مقاتلہ کرو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا بویع الی الخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما۔ اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جائے
تو اُن دونوں میں سے دوسرے خلیفہ کو مار ڈالو۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ امامت ایسی چیز ہے کہ انسان کی طبیعت
کا میلان اُسکی طرف ہوتا ہے اور مختلف ولایتوں میں لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو امامت
کی خاطر قتال پر اُسکو جرات ہوتی ہے اور کچھ لوگ اُسکے بھی مددگار ہوتے ہیں پس اُسکو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جائے تو قتل نہ
کیا جائے تو وہ ضرور خلیفہ کو قتل کرے پھر کوئی اور اُس سے قتال کرے اور وہ اُسکو قتل کرے وعلی ہذا القیاس مسلمانوں
میں فساد عظیم برپا ہو پس اس مفسدہ کے انسداد کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں اُسکے متعلق ایک طریقہ مقرر کیا جائے کہ جب ایک
شخص خلیفہ مقرر ہو جائے پھر دوسرا شخص اسمیں جھگڑا کرنے کیلئے آمادہ ہو تو اُس کا قتل روا ہے اور اُسکے مقابل میں خلیفہ کی
مدد کرنا مسلمانوں کو ضروری ہے پھر اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات یا کنبہ سے کسی ظلم کے دفع کرنے کے ارادہ سے
بتاویل شرعی خلیفہ پر خروج کرے یا خلیفہ کے اندر کوئی نقصان ثابت کرے اور دلیل شرعی سے اُسپر حجت کرے اور جمہور مسلمانوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک وہ دلیل مسلم نہ ہو اور نہ وہ خدا کا ایسا حکم ہو جو برہان قطعی سے ثابت ہو جسکا انکار نہ کر سکیں پس اس شخص کا حال اس شخص سے کم درجہ پر ہے جو ملک میں فساد پھیلانے کی غرض سے خروج کرے اور شرع کو چھوڑ کر تلوار کو حکم قرار دے یہ دونوں شخص ایک مرتبے کے نہ ہونے چاہئیں اسلئے امام کو لازم ہے کہ اس مفسد کیطرف کسی دانا عالم کو نصیحت کے لئے بھیجے تاکہ اس شبہ کو دور کرے یا اس نے ظلم کو دفع کرے جسطرح امیر المومنین حضرت علیؓ نے عبد اللہ بن عباسؓ کو حروریہ کو روانہ کیا۔ پس اگر وہ شخص مسلمانوں کی جماعت کیطرف رجوع کرے فبہا ورنہ امام کو اس سے قتال کرنا چاہئے مگر ان میں سے جو شخص بھاگ جائے اسکا تعاقب کر کے قتل نہ کرنا چاہئے اور نہ انکے قیدی قتل کرنے چاہئیں اور جو شخص زخمی ہو جائے اس کو بھی پھر قتل نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ مقصود دفع شر اور انکی جماعت کا پراگندہ کرنا تھا وہ حاصل ہو گیا اور دوسرا شخص محاربین میں سے ہے اور اسکا حکم محارب کا حکم ہے۔

قضاء کا بیان

معلوم کرو کہ جن حاجات کا بکثرت وقوع ہوتا ہے اور جن کا فساد سخت ہوتا ہے وہ لوگوں کے باہمی مناقشات ہیں وہی مناقشات عداوت اور بغض اور باہمی فساد کے باعث ہوتے ہیں اور انہیں سے حق تلف کرنے اور دلیل کے نہ ماننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے پس ضرور ہوا کہ ہر طرف میں ایک ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شرع کے موافق انکی مقدمات کو فیصل کرے اور اس فیصلہ پر عمل کرنے پر خواہ مخواہ انکو مجبور کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو قضات کے بھیجنے کا نہایت اہتمام رہا پھر آپ کے بعد آپکے خلفاء اور تمام مسلمانوں میں اس بات کا اہتمام رہا پھر چونکہ لوگوں کے فیصلہ کرنے میں ظلم اور جور کا احتمال ہے لہذا ضروری ہو کہ لوگوں کو فیصلے کے اندر ناانصافی کرنے سے خوف دلایا جائے جن کلیات کیطرف احکام کا رجوع ہوتا ہے وہ منضبط کئے جائیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین جو شخص لوگوں کے اندر قاضی مقرر کیا گیا بلاشبہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا میں کہتا ہوں اس سے رسول خدا صلعم نے اس بات کو بیان کیا کہ قضاء نہایت بھاری بوجھ ہے اور اس پر اقدام کرنے میں ہلاکت کا خطرہ ہے الا ماشاء اللہ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من ابتغی القضاء وسئل وکل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل الیہ ملکا یسددہ۔ جو شخص قضاء کا طالب ہو اور اس کی درخواست کرے تو وہ شخص اپنی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس پر ایک فرشتہ نازل کرتا ہے کہ جو اس کی اصلاح کرتا رہتا ہے میں کہتا ہوں اس میں یہ راز ہے کہ جو شخص حکومت کا طالب ہوتا ہے غالبا مال یا جاہ کی خواہش یا کسی دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت کا حاصل ہونا وغیرہ اس کا منشاء پڑتا ہے پس اس شخص سے خلوص نیت جو نزول برکات کا سبب ہے نہیں پائی جاتی اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے القضات ثلثۃ احد فی الجنۃ واثنان فی النار۔ الحدیث۔ قاضیوں کی تین قسم ہیں ایک جنتی اور دو دوزخی ہیں۔ جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اسی کے موافق حکم دے اور جو شخص حق کو پہچانکر حکم دینے میں ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جو جاہل ہو کر حکم دے وہ بھی دوزخی ہے۔ میں کہتا ہوں اسس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی ہونے کے قابل وہ شخص ہے جو عادل ہو اور ظلم اور کسی کیطرف میلان سے پاک ہو اور اسکی یہ بات لوگوں میں مشہور ہو اور نیز وہ شخص عالم ہو جو احکام بالخصوص مسائل قضاء سے واقف ہو اور اس کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہی سبب ہے کہ قاضی کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان باتوں کے غیر متصور ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقضین حکم بین اثنین وہو غضبان۔ کوئی پنچ غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے مابین فیصلہ نہ کرے میں کہتا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ جب ایک شخص کا دل غصہ کی حالت میں مشغول ہے تو وہ شخص دلائل اور قرائن کے معلوم کرنے میں پورے طور پر غور نہ کر سکیگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد فاخطاء فلہ اجر واحد۔ جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اسمیں اجتہاد کرے پس اس کا اجتہاد ٹھیک جا پڑے تب تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرنے میں وہ چوک جائے تو اسکو ایک اجر ہے اور اجتہاد کے معنی حتی الوسع دلیل کی تلاش کرنے میں کوشش کرنے کے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ تکلیف بقدر وسع کے ہے اور انسان کی وسع میں صرف اسقدر ہے کہ حتی المقدور دلیل تلاش کرے باقی رہا حق کو پہونچ جانا سو یہ ہرگز اسکے بس میں نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہے اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ احری ان یتبین لک القضاء۔ جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جبتک تو دوسرے کی بات نہ سن لے اسوقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے حکم اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ دونوں کی دلیل کو لاحظہ کرنے سے ترجیح ظاہر ہو سکتی ہے اور معلوم کرو کہ قضاء کے دو درجہ ہیں اول تو مدعی مدعا علیہ کے مقدمہ کی حقیقت حال کا معلوم کرنا اسکے بعد اس مقدمہ میں انصاف سے حکم دینا اور قاضی کو کبھی تو دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کی مثلاً اگر دو شخص ہیں اور ہر ایک اس بات کا دعوے کرتا ہے کہ یہ جانور میری ملک ہے اور میری ہی ملک میں پیدا ہوا ہے یا یہ پتھر میں نے پہاڑ سے اٹھایا ہے تو یہاں کچھ اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اور حضرت علیؓ اور زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین حضرت حمزہؓ کی لڑکی کی پرورش کے باب میں جو مقدمہ پیش تھا وہاں وہ مقدمہ ظاہر تھا صرف حکم دینا باقی تھا اور اگر ایک شخص دوسرے پر غصب کا دعوے کرے اور مال کی صورت متغیر ہو اور دوسرا انکار کرے تو اولاً حقیقت حال معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی کہ وہاں غصب ہے یا نہیں اور اسکے بعد حکم دینے کی ضرورت ہوگی کہ بعینہ اس شے کے واپس کرنیکا حکم دیا جائے یا اس کی قیمت دینے کا اور رسول خدا صلعم نے قضاء کے دونوں مقام کو قواعد کلیہ سے منضبط فرمایا ہے مقام اول میں تو گواہی اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ حقیقت الحال بجز اس صورت کے نہیں معلوم ہو سکتی کہ یا تو کوئی شخص جو اس واقعہ میں موجود تھا اس کی خبر دے یا خود وہی مقدمہ والا ایسی تاکید سے اس کو بیان کرے کہ جس کے ساتھ کذب ہونیکا ظن نہ پایا جاوے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعوہم لادعی ناس دماء رجال واموالہم ولکن البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ اگر لوگوں کو صرف دعوے کرنے سے دلایا جاوے تو بلاشبہ لوگ آپسمیں خون و مال کا دعوے کرنے لگیں لیکن مدعی کے لئے بینہ اور مدعا علیہ پر قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف دعویٰ کرے ایک نئی بات ثابت کرتا ہے اور مدعا علیہ اصل کا پابند اور ظاہر سے دلیل پکڑتا ہے پس ایسی صورت میں بجز ایک بات کے کوئی صورت انصاف کی نہیں ہے کہ مدعی سے بینہ کا اعتبار کیا جائے اور جو ظاہر سے استدلال کرتا ہے اور اپنے آپ کو بچاتا ہے بصورت مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کے اس شخص سے قسم لیجاے اور رسول خدا صلعم نے اس قاعدہ کے مقرر ہونیکا سبب اشارتاً اس حدیث میں بیان فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعوٰھم الخ یعنی یہ تظالم کا سبب ہے تو ایسی صورت میں حجت کا ہونا ضروری ہے پھر گواہ میں اس صفت کا ہونا معتبر ہے کہ لوگوں کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ممن ترضون من الشہداء۔ گواہوں میں سے جس کو تم پسند کرو۔ اور یہ صفت عقل اور بلوغ اور اس معاملہ کے ضبط اور گویائی اور اسلام اور عدالت اور مروت اور عدم تہمت سے ہوتی ہے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لایجوز شہادۃ خائن ولا خائنۃ ولا زان ولا زانیۃ۔ ولا ذی غمر علی اخیہ ویرد شہادۃ القانع لاہل البیت۔ کہ نہیں درست ہے گواہی خیانت کرنے والے کی۔ اور نہ خیانت کرنے والی کی۔ نہ زانی اور زانیہ کی اور نہ اس شخص کی جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہو اور جو شخص کسی کے گھر کا نوکر ہو اس کی گواہی رد کی جائیگی اور اللہ جل جلالہ نے قذف کرنے والے کی نسبت فرمایا ہے ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداً واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا الآیہ۔ اور باقی کبائر کو بھی زنا اور قذف کا ہی حکم ہے اس واسطے کہ خبر میں فی نفسہ صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہے اور ان دونوں میں سے ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر میں ہوتا ہے یا اس میں جس سے خبر دیجاتی ہے یا کسی اور میں۔ اور ان قرائن میں سے انضباط کے قابل جس پر حکم کا مدار کیا جائے بجز صفات مخبر کے کوئی چیز نہیں ہے البتہ ظاہر حال ملکیت اور ابقاء ماکان علی ماکان قابل انضباط ہے مگر مدعی کے لئے بینہ اور مدعا علیہ کے لئے قسم مقرر ہونے میں اس کا اعتبار ہو چکا ہے اب رہی گواہوں کی تعداد ان اطوار مختلفہ کے اعتبار سے مقرر کی گئی جنکو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس زنا کا ثبوت چار گواہوں سے ہو سکتا ہے یہ آیت اسکی دلیل ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء الآیہ اور ہم سابق میں اسکی مشروعیت کا سبب بیان کر چکے ہیں اور قصاص و حدود میں صرف مردوں کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس کی دلیل زہری رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے کہ حدود میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور حقوق بالشد میں ایک مرد اور دو عورت کی گواہی کا بھی اعتبار ہوتا ہے بدلیل آیہ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان۔ پس اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور جناب باری تعالےٰ نے بجاے ایک مرد کے دو عورتوں کے مقرر کرنے کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخریٰ کہ ان دونوں میں سے ایک چوک جاے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلادے یعنی عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں پس عدد بڑھا کر اس کمی کا پورا کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ایک شاہد اور ایک قسم سے حکم دیا اسواسطے کہ شاہد عدل کے ساتھ اگر قسم بھی پائی جاے تو وہ امر ثابت ہو جاتا ہے اور گواہوں کے امر میں توسع ضروری ہے اور برابر سنت جاری ہے کہ اگر شاہدین میں قاضی کو کسی قسم کا تردد ہو تو بطور خود انکا تزکیہ کرے اسواسطے کہ انکی گواہی کا اعتبار انکی صفات کیوجہ سے ہے باعث ان کے صدق کو کذب پر ترجیح ہے پس انکے صفات کا ظاہر ہونا ضروری ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی برابر سنت جاری ہے کہ اگر شک ہو تو قسم کو زمانہ اور مکان اور لفظ سے خوب مضبوط کیا جائے اسواسطے کہ قسم صدق خبر کی دلیل اسی قرینہ کی وجہ سے ہوتی ہے جسکے ساتھ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا کہ اگر زیادہ شک ہو تو قرائن کو قوی کیا جائے لفظ کے اعتبار سے مضبوط کرنے کی یہ صورت ہے کہ اسماء و صفات زیادہ بیان کئے جائیں اسکی دلیل یہ حدیث ہے احلف باللہ الذی لا الٰہ الا ہو عالم الغیب والشہادہ۔ اور زمانہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ بعد العصر حلف کرے بحکم آیہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ۔ اور جگہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ اگر مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان میں کھڑا کر کے اس سے اظہار لیں اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو حضور نبوی کے منبر کے پاس کھڑا کر کے اس سے گواہی لیں اور اور شہروں میں مساجد کے منبر کے پاس کے کھڑا کریں کیونکہ ان مقامات کی فضیلت شرع سے ثابت ہے اور خصوصاً ان مقامات میں جھوٹ کہنے کا سخت گناہ ہے پھر اس بات کی حاجت پڑی کہ لوگوں کو اس بات سے نہایت خوف دلایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے ان احکام کی مخالفت کریں جنکو خدا تعالیٰ نے ان کے مقدمات کے فیصل کرنے اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کیلئے مقرر فرمایا ہے اور ان ترہیبات میں اصل تین چیزیں ہیں ایک تو یہ جس فعل سے خدا تعالیٰ نے نہایت شدت سے نہی فرمائی ہے اس پر اقدام کرنا قلت ورع اور خدا تعالیٰ کے روبرو جرات کرنے کی دلیل ہے پس ان اشیاء پر جرات کرنے کا حکم دائر کیا گیا اور جرات کا اثر مثل وجوب دخول نار اور تحریم جنت غیر مسکر اس پر دائر کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ اسمیں ظلم کی کوشش پائی جاتی ہے اور اس کا حال سرقہ اور رہزنی یا چور کو چوری کیطرف رہبری کرنے یا رہزن کو رہزنی پر آمادہ کرنے کے مثل ہے لہذا خدا تعالیٰ اور ملائکہ اور لوگونکی لعنت جو زمین میں فساد ڈالنے والوں کے متعلق ہوا کرتی ہے اس عاصی کی طرف متوجہ ہوئی اسلئے دوزخ کا مستحق ہوا اور تیسرے یہ کہ اسمیں ان احکام کی جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے عباد کیلئے مشروع کیا ہے مخالفت اور مرضی الٰہی کے موافق انکے نہ جاری ہونیمیں کوشش کرنا ہے کیونکہ قسم حق ظاہر کرنے کیلئے اور بینہ حقیقت حال بیان کرنے کیلئے مشروع کیا گیا ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں کا دستور جاری ہو جائے تو مصلحت مقصودہ کا دروازہ بند ہوتا ہے پس از انجملہ گواہی کا چھپانا ہے اسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ اور جو شخص اسکو چھپائے تو اس کا دل گنہگار ہے۔ اور از انجملہ جھوٹی گواہی ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس کو کبائر میں شمار کیا ہے اور از انجملہ جھوٹی قسم ہے حدیث شریف میں آیا ہے من حلف علی یمین صبر وہو فیہا فاجر لیقتطع بہا حق امرء مسلم لقی اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ وہو علیہ غضبان۔ جو شخص جس کی قسم پر حلف کرے اور وہ اس میں جھوٹا ہو اور اس کا مقصود اس سے کسی مسلمان کا حق تلف کرنا ہو تو وہ خدا تعالیٰ سے قیامت کے دن ایسی حالت پر ملیگا کہ خدا تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ اور از انجملہ جھوٹا دعوے ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص ایسی چیز کا دعوے کرے جو اسکی نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسکو دوزخ میں اپنے لئے جگہ ڈھونڈھنی چاہئے۔ اور از انجملہ بلا حق بحکم قاضی کسی چیز کا لے لینا ہے حدیث شریف میں آیا ہے انما انا بشر مثلکم وانکم تختصمون۔ الحدیث۔ اور از انجملہ مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا ہے یہ بھی باہم فساد ڈالنے سے خالی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ مبغوض ترین لوگوں کا عند اللہ وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے۔ اور جو شخص حق اور باطل میں بالکل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخاصمت نہ کرے تو وہ شخص صفت سماحت کا پابند ہے اور آنحضرت صلعم نے ترک مخاصمت کی رغبت دلائی ہے اور نیز بسا اوقات حقیقت میں ایک شخص کا حق نہیں ہوتا اور اُس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا حق ہے پس یقیناً عہدہ سے اسی وقت باہر ہوسکتا ہے کہ مخاصمت کو بالکل ترک کرئے خواہ حق سے ہو یا ناحق ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ دو شخصوں نے ایک حیوان میں دعوے کیا اور ہر ایک نے اس بات پر بینہ قائم کر دی کہ وہ جانور اُسی کے ہاں پیدا ہوا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور اُس شخص کو دلایا جس کے قبضہ میں تھا۔ میں کہتا ہوں اُس میں یہ راز ہے کہ جب دونوں حجتوں میں تعارض ہوا تو دونوں ساقط ہوگئیں اور جس کا قبضہ ہے اُس کے پاس وہ شے باقی رہی کیونکہ اُس کے رد کرنے کا کوئی سبب نہیں پایا گیا یا ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں دلیلوں میں سے ایک دلیل کو قرینہ ظاہری یعنی قبضہ سے مدد ملگئی لہذا اُسکو ترجیح دیگئی۔ اب رہا قضا کا مقام ثانی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند اصول فرمائے ہیں جن کی طرف اس مقام کا رجوع ہوتا ہے اور مجملاً اُسکا بیان یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم ہوگئی تو اب نزاع ایسی شے میں جو اصل میں مباح ہے اور ہر شخص اُس کا دعوے کرتا ہے ایسے وقت میں اُس کا حکم ترجیح کا ظاہر کرنا ہے خواہ وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جس میں مسلمانوں کو اور نیز اُس شے کو نفع ہو یا ترجیح کی یہ صورت ہو کہ اُن دونوں میں سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے پیشتر ہو یا قرعہ اندازی سے وہ ترجیح حاصل ہو جائے اُس کی مثال ایک تو زید و علی و جعفر رضی اللہ عنہم کا قصہ ہے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی پرورش کے متعلق کہ آنحضرت صلعم نے جعفر رضی اللہ عنہ کے واسطے پرورش کا حکم دیا اور فرمایا الخالۃ ام خالہ ماں ہے۔ دوسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اذان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو اور اُس ثواب کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ کر سکیں تو قرعہ اندازی کیا کریں اور نیز رسول خدا صلعم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے اور ایک ترجیح کی صورت یہ ہے کہ بطور عقد یا غصب کے کسی کا قبضہ چلا آتا ہو اور ہر ایک اس بات کا دعوے کرے کہ میں اُس کا حقدار ہوں اور اسمیں ہر ایک کو شبہ ہو اور اُس کا حکم یہ ہے کہ لوگوں میں جو دستور و عرف جاری ہے اس کا اتباع کیا جاے اور اقرار اور عقود کے الفاظ کی تفسیر انہیں معنی سے کیجاتی ہے جو جمہور کے نزدیک اُس کے معنی ہیں اور ضرر رسانی وغیرہ انہیں کے دستور سے معلوم ہوسکتی ہے اُسکی مثال براء بن عازب کا قضیہ ہے کہ اُنکی اونٹنی کسی باغ میں جا پڑی اور اُس نے باغ کا کچھ نقصان کر دیا اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہوا کہ میں معذور ہوں پس رسول خدا صلعم نے اُن کی عادت کے موافق اُس مقدمہ میں حکم دیا اور عادت و دستور یہ ہے کہ اہالی دن میں اپنے مال کی حفاظت کیا کرتے ہیں اور مویشی کے پالنے والے شب میں مواشی کی حفاظت رکھتے ہیں اور جن قواعد پر بہت سے احکام مبنی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اسکی اصل وہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ آمدنی تاوان کے ساتھ ہے اس لئے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور جاہلیت کے قسامات اور خون اور جو کچھ زمانہ جاہلیت میں اُس سے کچھ تعرض نہ کیا جاوے گا اور جاہلیت کے بعد از سر نو احکام قائم کئے جاوینگے اور قبضہ بلا کسی دوسری دلیل کے نہ توڑا جاویگا اور استصحاب یعنی ابقاے ما کان علے ما کان کی اصل یہی ہے اور یہ کہ اگر تفتیش کا طریقہ مسدود ہو جاوے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحکم وہ ہوگا جو مال والا چاہیگا یا دونوں واپس لیلینگے اور اسکی اصل یہ حدیث ہے البیعان ان اختلفا والسلعۃ قائمۃ الحدیث اور ہر عقد میں اصل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے پورا پورا حق دلایا جاوے اور عقد سے جو شخص جس چیز کا التزام کرے وہ اس پر لازم ہے بجز اس عقد کے جس سے شارع نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے المسلمون علی شروطہم الا شرطا احل حراما او حرم حلالا۔

یہ قدرے ان احکام کا بیان ہوا جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ثانی کے متعلق مشروع فرمایا ہے اور وہ قضایا جنمیں حضور نبوی صلعم نے حکم فرمائے ہیں یہ ہیں منجملہ ازاں ایک قضیہ بنت حمزہؓ کی پرورش کے باب میں ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا بنت اخی را نا اخذتہا۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت عمی وخالتہا تحتی۔ اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بنت اخی اور یہ کہا کہ خالہ تو بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور ایک قضیہ ابن ولیدہ زمعہ کا دعوت کر باب میں ہے جیسا کہ سعدؓ نے کہا ہے کہ میرے بھائی نے اس میں البتہ میرے ساتھ عہد کیا ہے اور عبد ابن زمعہ نے کہا کہ میرا باپ تو اسکے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے زمعہ وہ تیرے لئے ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر۔ اور ازانجملہ زبیرؓ اور ایک انصاری کا قضیہ پانی کے گول کے باب میں ہے پس آپ نے ایسا حکم دیا کہ جس میں دونوں کے لئے وسعت تھی کہ اے زبیر اول تم اس میں پانی لیلو پھر اپنے ہمسایہ کو چھوڑ دو پھر انصاری غصہ ہوگیا پھر زبیر کے لئے اسکا حق پورا کر دیا فرمایا کہ اتنا پانی لے کہ دیواروں کی جڑ تک پہونچے۔ اور ازانجملہ براء بن عازبؓ کی اونٹنی کا قضیہ ہے کہ وہ ایک باغ میں گھس گئی اور اس کا نقصان کیا تو آپ نے یہ حکم دیا کہ مالی لوگ دن میں اپنے باغ کی حفاظت کریں اور مواشی پالنے والے رات میں اپنے مواشی کی حفاظت کریں اور آپنے شفعہ کا جب اس شے کی تقسیم نہ ہوئی ہو حکم دیا اور حدود پڑجانے کی اور راستے علحدہ علحدہ ہو جائیں تو اسمیں شفعہ نہیں ہے اور ان مقدمات کے وجوہ ہم قبل بیان کر چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضہ سبعۃ اذرع۔ جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ذرع کیجائے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جب لوگ کسی مباح زمین کو آباد کرتے ہیں اور وہ شہر ہو جاتا ہے اور راستے میں جھگڑا واقع ہوتا ہے بعض تو چاہتے ہیں کہ راستہ کو تنگ کریں اور اسمیں اپنے مکانات بنائیں اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں لوگوں کے لئے فراخ راستہ ہونا چاہئے لہذا حکم دیا گیا کہ راستہ کا عرض سات درعہ کا ہونا چاہئے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اونٹوں کی دو قطاریں ضرور اس راستے سے گذر سکیں بایں طور کہ ایک ایک جانب سے اور دوسری دوسری جانب سے تو ایسی صورت میں اس بات کی ضرورت ہے کہ انکے واسطے بخوبی نکلنے کا راستہ ہو ورنہ دقت لازم آتی ہے اور اسکا اندازہ سات ذرع ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے جو کوئی شخص کسی کی زمین بلا اسکی اجازت کے کھیتی کرے تو اسکو بجز اسکی حق محنت کے اور کچھ نہ ملیگا پس آنحضرت صلعم نے اسکو سبزہ لکیری کے گرو اناکر مالک زمین کیلئے اسنے محنت کر دی۔ واللہ اعلم۔

جہاد کا بیان

معلوم کرو کہ تمام شرائع میں زیادہ کامل اور تمام وہ شریعت ہے جسمیں جہاد کا حکم پایا جاوے اس واسطے کہ خدا تعالےٰ نے کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بندوں کا اوامر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو رہے ہیں اور اُس نے اپنے خاص لوگوں میں سے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ انکو کوئی دوا پلائے پھر اگر وہ شخص انکو مجبور کر کر کے اُنکے مُنہ میں دوا ڈالدے تو یہ بات نامناسب ہوگی مگر رحمت کا مقتضے ہے کہ اول اُن غلاموں سے اُس دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے ساتھ اُس دوا کو پی لیں اور نیز اُس دوا میں کوئی شیرین چیز مثلاً شہد شامل کر دے تاکہ رغبت طبعی اور نیز رغبت عقلی اُس کی معین ہو جائے پھر اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ریاستوں کی محبت اور اُن کا شوق اور شہوات دنیہ اور اخلاق سبعی اور وساوس شیطانی اُنپر غالب ہوتے ہیں اور اُنکے آباو اجداد کے رسوم اُنکے قلوب میں متمکن ہو جاتے ہیں تو اُن فوائد پر وہ کان نہیں دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اسمیں وہ فکر نہیں کرتے اور نہ اُسکی خوبی میں انکو غور ہوتا ہے تو اُن لوگوں کے حق میں رحمت کا مقتضے یہ نہیں ہے کہ صرف اثبات حجت کا اُنپر اقتصار کیا جائے بلکہ رحمت اُن کے حق میں یہی ہے کہ اُنپر جبر کیا جائے تاکہ خواہ مخواہ ایمان اُنپر ڈالا جائے جس طرح تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مغلوب کرنے کی یہی صورت ہے کہ جن لوگوں کی زیادہ تر ایذا رسانی ہو اور انکو زیادہ تر قوت ہے قتل کیا جائے یا اُن کی قوت کو متفرق کیا جائے اور اُن کے مال چھین لئے جائیں تاکہ وہ بالکل بے بس ہو جاویں ایسے وقت اُن کے اتباع اور ذریات خوشی اور اطاعت کے ساتھ ایمان میں داخل ہو سکتے ہیں لہذا رسول خدا صلعم نے قیصر کو لکھ بھیجا کہ تجھ پر خادموں کا وبال ہے اور بسا اوقات اُن کا مقید و مغلوب کرنا اُن کے ایمان کا سبب ہوتا ہے اسی کی طرف آپ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے عجب اللہ من قوم یدخلون الجنۃ فی السلاسل۔ جو لوگ جنت میں زنجیروں سے بندھے ہوئے داخل ہونگے خدا کو وہ اچھے معلوم ہونگے اور نیز انسان کی رحمت بہ نسبت بشر کی رحمت تامہ کاملہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ اُن کو احسان کی طرف ہدایت کرے اور اُن کو ظالموں سے چھڑائے اور اُن کے ارتفاقات اور اُن کی تدبیر منزلی اور اُن کی سیاست مدنی کی اصلاح فرمائے پس اُن کے مدن فاسدہ وہی ہیں جن پر نفوس سبعیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن کے لئے نہایت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور یہ بمنزلہ مرض آکلہ کے ہوتی ہے جو بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے کہ بغیر اُس کے قطع کئے اُسکی صحت ہی ممکن نہیں تو جو شخص اُسکے مزاج کی اصلاح اور اُسکی طبیعت کے قائم کرنے کی طرف توجہ کرے تو اُسپر لازم ہے کہ اُسکو قطع کرے اور تھوڑی سی قباحت جس سے خیر کثیر حاصل ہو اُسکا کرنا ضروری ہے اور تجکو عبرت حاصل کرنا چاہئے قریش کے حال سے اور جو عرب میں کہ تمام خدائی میں احسان کی اعتبار سے سب سے بعید ترین تھے اور ضعیفوں پر ظالم ترین تھے اور باہم اُن کے شدید مقاتلے ہوتے تھے اور بعض بعض کو قیدی بناتے تھے اور اکثر ایسے تھے کہ حجت میں تامل نہیں کرتے تھے صرف دلیل کو دیکھ لیا کرتے تھے تو حضور نبوی صلعم نے اُنسے جہاد کیا اور اُنکے سرکشوں کو جو نہایت مضبوط اور شریر تھے قتل کیا حتیٰ کہ امر الٰہی ظاہر ہو گیا اور آپ کے لوگ فرمانبردار ہو گئے اور بعد ازاں وہ اہل احسان ہو گئے اور اُنکے تمام کام بنگئے پس اگر ان لوگوں پر شریعت کے اندر جہاد نہ ہوتا تو یہ رحمت اُنکے حق میں کیونکر حاصل ہوتی اور نیز خدا تعالےٰ نے جب عرب و عجم سے ناخوش ہو گیا اور اُنکی دولت اور سلطنت زائل کرنے کا حکم دیدیا پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر بالذات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپکے واسطہ سے یہ بات اتفاق فرمائی کہ اسکی راہ میں لڑیں تاکہ امر جو مقصود ہے حاصل ہو پس وہ اس بات میں ملائکہ کی مانند ہوگئے کہ خدا تعالےٰ کے احکام پورا کرنیمیں کوشش کرتے رہتے ہیں اتنا فرق ہے کہ ملائکہ بلا تقرر کسی قاعدہ کلیہ کے کوشش کرتے ہیں اور مسلمان بندے ایک قاعدہ کلیہ کے موافق جسکو خدا تعالےٰ نے اُن کے لئے مقرر فرمایا ہے لڑتے ہیں اور انکا یہ عمل سب اعمال سے بڑھکر ہے اور قتل اُن کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اسکی نسبت حاکم کی طرف ہوتی ہے جیسے کسی مجرم کے قتل کی نسبت امیر کیطرف کیجاتی ہے نہ جلاد کی طرف چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم پس تم نے اُن کو قتل نہیں کیا اور لیکن خدا تعالےٰ نے انکو قتل کیا۔ اور اسی راز کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ مقت عربہم وعجمہم۔ الحدیث۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاکسری ولاقیصر۔ نہ کسریٰ ہے نہ قیصر ہے یعنی وہ لوگ دین جاہلیت پر تھے اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول کیطرف ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ جہاد میں تدبیر الٰہی اور اُسکے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اُسکے تمام کرنے میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اس کے ابطال میں کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہوا اور اس زمانہ میں جہاد کا ترک کرنا خیر کثیر کا ہاتھ سے فوت کرنا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد ایک دشوار عمل ہے کہ اسمیں سخت تکلیف کے گوارا کرنے اور جان ومال کے خرچ کرنے اور وطن اور ضروریات سے علیحدہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے پس ایسی عبادت شاقہ پر وہی شخص ہمیشگی کر سکتا ہے جو خدا تعالےٰ کے دین پر خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں اُس نے اختیار کر لیا ہے اور خدا تعالےٰ پر اُسکو ٹھیک ٹھیک بھروسا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایسی خواہش کا قلب میں واقع ہونا اسیوقت ہو سکتا ہے کہ اُس شخص کو تشبیہ بالملائکہ حاصل ہو اور اُس کمال سے اُسکو پورا حصہ ہو۔ اور شر درہمیہ سے اُسکو بُعد ہو اور دل سے رسوخ دین کیطرف اُسکو پورا پورا میلان ہو ایسا شخص اپنی سلامتی قلب پر خود دلیل ہوگا۔

یہ تمام باتیں اسیوقت حاصل ہو سکتی ہیں کہ جہاد شرائط کے ساتھ پایا جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت سے مقاتلہ کرتا ہے اور کوئی شخص حمیت کے اعتبار سے مقاتلہ کرتا ہے پس ان دونوں میں سے خدا تعالےٰ کی راہ میں قتال کرنیوالا کونسا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا تعالےٰ کی راہ میں لڑے جس سے خدا تعالےٰ کی بات اُسکو اونچی رکھنی مقصود ہو پس وہی شخص خدا کی راہ میں قتال کرنیوالا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جزا اعمال کی صورت میں متمثل ہوگی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ وجرحہ یثعب واللون لون الدم والریح ریح المسک۔ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو خدا تعالےٰ کی راہ میں زخمی ہو اور یہ بات خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ اُس کی راہ میں کون زخمی ہوتا ہے مگر قیامت کے روز جب وہ آئیگا اُس کے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ تو اس کا خون کا رنگ ہوگا اور اُسکی بو مشک کی بو ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد خدا تعالےٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے اور دستور کے اعتبار سے بغیر خرچ کرنے اور گھوڑوں کے جمع کرنے اور تیر اندازی وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا پس ضرور ہوا کہ خدا تعالےٰ کی رضامندی ان چیزوں کی طرف بھی ہو کیونکہ یہی اصل مطلوب کے اسباب میں سے پہنچ جاوے اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد کیوجہ سے ملت کی تکمیل ہو اور اسکی عزت دیجاوے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نیکوں کیلئے جہاد ایک لازمی چیز کیلئے مقرر کیا گیا ہے جب تم نے یہ اصول دریافت کر لئے تو اب تم کو اُن احادیث کی حقیقت جو فضائل جہاد میں وارد ہیں منکشف ہو جائیگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدھا اللہ للمجاہدین۔ الحدیث۔ جنت کے اندر سو درجے ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ دار الجزاء میں مکان کا بلند ہونا خدا تعالےٰ کے نزدیک بلندی مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اس واسطے کہ جبروتیت پر اطلاع پانی وغیرہ سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور نیز اس کا یہ سبب ہے کہ جہاد شعائر الٰہی اور اس کے دین اور تمام ان چیزوں کی جنکی مشہور ہونے میں خدا تعالےٰ کی رضامندی ہے شہرت دین کا سبب ہے اور اسی لئے وہ اعمال جنمیں ان دونوں صفت کا تحقق ہے انکی جزا لئے جنت میں درجات کا حاصل ہونا ہے چنانچہ قرآن کی تلاوت کرنیوالے کے حق میں وارد ہوا ہے کہ اس سے کہا اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا۔ اور جہاد کی بابت میں وارد ہوا ہے کہ یہ درجات کے بلند ہونیکا سبب ہے اسلئے کہ اسکو عملیں لانے سے دین میں رفعت حاصل ہوتی ہے تو اسکی جزا بھی مثل عمل کے ہوگی پھر درجہ کے بلند ہونے کی بھی بہت سی وجہیں ہیں اور ہر ایک وجہ جنت میں درجہ کے اعتبار سے متمثل ہوگی اور ہر درجہ مثل ما بین السماء والارض ہوگا کہ یہ بعد فوقانی باعتبار شرف علوم کے اندر غایت بعد ہے تو جیسا کہ ان کے علوم میں یہ تمکن تفاوت ہے ویسا ہی دار الجزاء میں بھی متمثل ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المجاہد فی سبیل اللہ کمثل القانت الصائم۔ کہ خدا تعالےٰ کے راستہ پر جہاد کرنیوالا ایسا ہے۔ جیسے قائم اللیل صائم الدہر۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ راز ہے کہ قائم اللیل صائم الدہر کو اپنے غیر پر اسلئے فضیلت ہوئی کہ وہ خدا تعالےٰ کی مرضی کی غرض سے اس فعل دشوار کو عمل میں لایا اور یہ شخص اس فعل کی وجہ سے بمنزلہ ملائکہ کے ہو گئے اور اُن کے ساتھ اس نے تشبہ حاصل کر لیا اور مجاہد جبکہ موافق شرع کے جہاد کرے تو اسکو ہر طرح سے قانت اور صائم کے ساتھ مشابہت ہے سوائے اسکے کہ طاعتوں میں کوشش کرنے سے اُسکے فضل کو سب لوگ مان لیتے ہیں اور جہد کو خاص خاص لوگ جانتے ہیں لہذا قانت و صائم کے ساتھ اس کو مشابہت دی تاکہ اُسکا حال منکشف ہو جائے پھر ترغیب دینے میں اُن مقدمات جہاد کی طرف حاجت پڑی کہ جہاد عادت درسم میں بغیر اُن کے ممکن نہیں کہ حاصل ہو مثل رباط اور رمی وغیرہ کے اس لئے کہ خدا تعالےٰ جبکہ کسی چیز کا حکم دے اور اسکے کرنے سے راضی ہوا۔ اور اس بات کو جانتا ہے کہ وہ چیز بغیر ان مقامات کے حاصل نہ ہوگی تو ضروری ہے کہ انکا بھی حکم فرمادے اور انسے راضی ہو رباط کے باب میں آیا ہے کہ یہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور نیز ایک مہینہ کے روزے اور اسکے قیام سے بھی بہتر ہے اور جو شخص مر جاوے تو جو عمل کرتے ہوئے مرا ہے وہی اس پر جاری کیا جائیگا اور اسپر اُس کا رزق جاری کیا جائیگا اور فتان سے محفوظ رہیگا۔ میں کہتا ہوں اُس کا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس میں ثمرہ ہے کہ قیامت میں باقی رہیگا اور دنیا کی جو نعمت ہے اُس کو خواہ مخواہ زوال ہوتا ہے اور ایک مہینے کے روزے اور اُس کے قیام سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایک نہایت شاق عمل ہے جو قوت بہیمی پر نہایت گراں ہوتا ہے اور یہ عمل صرف خدا تعالےٰ کے لئے اور اُس کی راہ میں ہوتا ہے جس طرح صیام و قیام اور اُس کا عمل جاری رکھنے میں یہ راز ہے کہ جہاد کا ایک جزو دوسرے جزو پر مبنی ہوتا ہے جس طرح عمارت میں دیوار کا قیام بنیاد پر اور چھت کا دیوار پر ہوتا ہے اس لئے کہ اولاً مہاجرین اور انصار قریش وغیرہ کے اسلام میں داخل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا سبب پڑے پھر خدا تعالیٰ نے قریش کے ہاتھ پر عراق و شام کو فتح کیا پھر اُن کے ہاتھ پر فارس و روم کو پھر فارس و روم کے ہاتھ پر ہند اور ترکستان اور سوڈان کو فتح کیا پس جہاد پر جو نفع مترتب ہوتا ہے وہ وقتاً فوقتاً بڑھتا رہتا ہے اور اُس کا اوقاف اور رباطات اور صدقات جاریہ کا سا ہوتا ہے اور فتان یعنی منکر و نکیر سے امن میں رہنے کی یہ وجہ ہے کہ منکر نکیر سے وہی شخص ہلاکت کی جگہ میں ہوتا ہے کہ جس کے قلب کو دین محمدی پر اطمینان نہیں ہے اور نہ وہ کبھی دین کی مدد کے لئے اٹھا ہے اور جو شخص جہاد کے لئے شرائط پورا کرنے کا التزام رکھتا ہے وہ شخص دل سے دین کی تصدیق کرتا ہے اور نور الٰہی کے ساتھ ساتھ چلنے میں اُس کا ارادہ پختہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے من جہز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا۔ جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان دیدے تو اُس کو ثواب جہاد کے مثل ہوگا اور جو مجاہد کے پیچھے اُس کے گھر کی خبرگیری کرتا رہا تو اُس نے بھی جہاد کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہترین صدقہ خدا کی راہ میں سایہ کے لئے خیمہ دینا ہے اور علیٰ ہذا القیاس۔ میں کہتا ہوں اُس میں یہ راز ہے کہ یہ کام مسلمانوں کے نفع کا ہے جس کا انجام اُن کی مدد ہے اور جہاد اور صدقہ میں مسلمانوں کا نفع ہی مقصود ہوتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یکلم احد فی سبیل اللہ۔ الحدیث۔ میں کہتا ہوں عمل کا نفس کے ساتھ بہیئۃ و صورۃ اتصال ہوا کرتا ہے اور اُس عمل کے اعتبار سے زیادتی کے معنی نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جزا و سزا کا مبنی نعمت و راحت کی صورت قریبہ میں متمثل ہونے پر ہوتا ہے پس قیامت کے دن جب شہید پیش ہوگا اُس کا عمل اُس پر ظاہر ہوگا اور عمل کی صورت سے اُس پر انعام کیا جائیگا۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔ الآیہ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں اُن کو مردہ مت سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے خدا کے ہاں رزق حاصل کرتے رہتے ہیں فرمایا ہے ارواحہم فی جوف طیر خضر لہا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح فی الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل۔ اُن کی ارواح سبز جانوروں کے جوف میں ہیں جن کے لئے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں جہاں چاہتے ہیں جنت میں چگتے ہیں پھر اُن قندیلوں میں واپس آ جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے اُس میں دو باتیں جمع ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس کی جان کامل اور وافر ہوتی ہے اور اُس کے علوم جن کے اندر دنیاوی زندگانی میں جان مستغرق رہتی ہے اُن علوم میں کسی قسم کا نقصان نہیں آتا بلکہ اس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے کاروبار میں مصروف ہو اور اسی اثنا میں وہ سو جائے بخلاف اُس میت کے جس نے بہت سے مرض کی تکلیف اٹھائی اور اُس کا مزاج صحت کی حالت سے بدل گیا اور بہت سے علوم سے اُس کو نسیان ہو گیا دوسرے یہ کہ وہ رحمت الٰہی جس سے خطیرۃ القدس اور ملاء اعلےٰ کے قلوب لبریز ہو رہے ہیں جو انتظام عالم کی طرف متوجہ رہتی ہے پھر اس شخص کو شامل ہو جاتی ہے پس جب اس شخص کی روح نکلتی ہے اور دین الٰہی کے قائم کرنے کا شوق اُس میں بھرا ہوتا ہے تو ایک نہایت وسیع راستہ اُس شخص میں اور خطیرۃ القدس میں مفتوح ہو جاتا ہے اور وہاں سے اُنس اور راحت اور نعمت کا نزول اس شخص پر ہوتا رہتا ہے اور خطیرۃ القدس کو اس شخص کی طرف ایک توجہ مثالی ہوتی ہے اور اُس کے عمل کے موافق اُس کی جزا متمثل ہو جاتی ہے پھر ان دونوں صلتوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اجتماع سے عجیب وغریب امور پیدا ہوتے ہیں۔ ازانجملہ یہ ہے کہ اُس کا نفس کسی وجہ سے عرش میں معلق ہو کر متمثل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ شخص حاملین عرش سے ہو جاتا ہے اور اُس کی ہمت اُسی طرف متوجہ رہتی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُس کے لئے سبز جانور کا جسم متمثل ہوتا ہے۔ سبز پرند ہونے کے بعد یہ ہے کہ وہ شخص ملائکہ کے اندر اجمالاً احکام جنسی کے ظاہر ہونے میں ایسا رہتا ہے جیسے چارپایوں میں پرند اور سبز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبزی نگاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُس کی نعمت اور راحت رزق کی صورت میں ظاہر اور متمثل ہوتی ہے جس طرح دنیا میں نعمت میوہ جات وغیرہ کی صورت میں متمثل ہوتی ہے پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ جو چیز نفس کو شائستہ کرتی ہے وہ چیز اُس چیز سے جو نفس کو شائستہ نہیں کرتی متمیز کی جائے اور اسمیں اشتباہ ہے اسلئے کہ شرع کے اندر دو باتیں ہیں ایک تو قبائل اور شہروں اور دین کا انتظام اور ایک نفوس کی تکمیل کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ کوئی شخص غنیمت کی خاطر لڑتا ہے اور کوئی شہرت کی خاطر اور کوئی اظہار شجاعت کے خاطر پس ان میں سے خدا کی راہ میں کون شخص لڑتا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا تعالےٰ کی بات ہی بلند کرنے کی خاطر لڑے وہ خدا تعالےٰ کی راہ میں لڑتا ہے میں کہتا ہوں اس کی وہی وجہ ہے جو ہم بیان کر چکے کہ اعمال اجساد ہیں اور ان کی روح نیت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے اعتبار نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف نیت ہی عمل کا فائدہ دیجاتی ہے اگرچہ اُس کے ساتھ عمل کا اقتران نہ ہو یہ جب ہوتا ہے کہ اُس عمل کا فوت ہونا اُسکی کوتاہی سے نہ ہو بلکہ کسی آسمانی عارضہ کے پیش ہونے سے ہو چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم سیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم حبسہم العذر مدینہ میں ایسے ایسے گروہ ہیں کہ تم کسی جگہ کو نہ چلے ہو گے اور کوئی جنگل تم نے نہ قطع کیا ہوگا جو وہ تمہارے ساتھ نہ رہے ہوں عذر کے سبب وہ اب رک گئے ہیں۔ اور اگر وہ عمل ایسے شخص کی کوتاہی سے فوت ہوا ہو تو اُس کی نیت ہی ناتمام رہی جس پر امر مترتب ہوتا ہے اور فرمایا ہے البرکۃ فی نواصی الخیل کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے اور فرمایا ہے الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ الاجر والغنیمۃ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک بھلائی برقرار ہے اجر اور غنیمت۔ معلوم کرو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے خلافت عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر جہاد کرنے اور سامان جنگ تیار رکھنے سے غلبہ ہو سکتا ہے اور جب جہاد چھوڑ دیا اور بیلوں کی دم کے پیچھے ہو لئے تو لامحالہ ہر طرف سے اُن کو ذلت احاطہ کریگی اور تمام اہل ادیان اُن پر غالب آجائینگے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیمۃ۔ جو شخص خدا پر یقین رکھکر اور اُس کے وعدہ کو سچا سمجھکر اُس کی راہ میں ایک گھوڑا باندھے پس البتہ اُس کا پیٹ بھرنا اور پانی پلانا اور اُس کی لید و پیشاب کی تکلیف گوارا کرے گا۔ تو اُس کا یہ عمل اُسی چیز کی صورت میں ظاہر ہوگا جس کی تکلیف گوارا کی ہے پس قیامت کے دن یہ سب چیزیں اپنی اپنی صورت میں ظاہر ہونگی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ یدخل بالسہم الواحد ثلثۃ نفر الجنۃ صانعہ یحتسب فی صنعتہ والرامی بہ ومنبلہ کہ خدا تعالےٰ ایک تیر کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل کریگا۔ ایک جس نے ثواب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نیت سے اُس کو بنایا ہے اور ایک چلانے والے کو اور ایک تیر کے دینے والیکو اور آپ نے فرمایا من رمی بسہم فی سبیل اللہ فہو لہ عدل محرر۔ کہ جو شخص خدا کی راہ میں ایک تیر پھینکیگا تو یہ مثل غلام کے آزاد کرنے کے ہوگا۔ میں کہتا ہوں جبکہ خدا تعالٰے کے علم میں یہ بات تھی کہ کفار کا سرنگوں و مغلوب ہونا بغیر ان چیزوں کے نہیں پورا ہو سکتا لہذا خدا تعالٰے کی رضامندی کفر و ظلم کے دور کرنے میں ان چیزوں کی طرف بھی منتقل ہوئی اللہ پاک فرماتا ہے لیس علے الاعمی حرج ولا علے الاعرج حرج ولا علے المریض حرج۔ کہ نابینا پر کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے و مریض پر کچھ مضائقہ ہے۔ اور نیز اللہ پاک فرماتا ہے لیس علے الضعفاء ولا علے المرضی ولا علے الذین لایجدون ما ینفقون حرج کہ ضعیف اور مریضوں پر کچھ حرج نہیں ہے اور نہ ان لوگوں پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے کسی سے فرمایا الکم والدان قال نعم قال ففیہما فجاہد۔ کیا تیرے ماں باپ ہیں اُس نے عرض کیا ہاں تو آپ نے فرمایا ان میں ہی جہاد کر۔ میں کہتا ہوں چونکہ سب لوگوں کا جہاد کرنا انکی تدابیر ضروریہ کی خرابی کا سبب تھا لہذا ضرور ہوا کہ اُن سب میں سے بعض لوگ جہاد کو قائم کریں اور وہ بعض وہ لوگ ہیں جو ان علتوں سے خالی ہیں اس لئے کہ جن میں یہ علتیں پائی جاتی ہیں اُنپر جہاد کرنے میں دقت ہیں اور نہ اسلام کو اُن کے جہاد کرنے سے قابل اعتبار نفع ہے بلکہ بسا اوقات اُن سے ضرر کا خطرہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا۔ اب تم سے خدا تعالٰے نے تخفیف کر دی اور جان لیا کہ تم میں ناتوانی ہے۔ میں کہتا ہوں اعلاء کلمۃ اللہ اسی طرح ممکن ہے کہ مسلمان لوگ اپنی جانوں کو ثبات اور دلیری اور قتال کی شقتوں پر صبر کرنے پر قرار دیں اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ اگر مشقت معلوم کریں تو بھاگ جائیں تو مقصود نہ حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات ذلت کی نوبت پہونچتی اور نیز بھاگنا بزدلی اور کم دری کی دلیل ہے اور یہ بدترین اخلاق میں سے ہے پھر ضرور ہوا کہ اُس کی حد بیان کی جائے جس سے واجب اور غیر واجب میں فرق ہو جاسے اور دلیری و شجاعت اسی وقت پائی جاتی ہے کہ شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے زیادہ ہوں لہذا اولا دس مثل سے اُس کا اندازہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ کفر اُس وقت کثرت سے تھا اور مسلمان بہت تھوڑے سے تھے پس اگر گریز کرنے کی انکو اجازت دیجاتی تو جہاد کبھی نہ ہوتا پھر مسلمانوں پر تخفیف کی گئی دو چند کی اس لئے کہ ثبات و دلیری اس سے کم میں نہیں ممکن ہے پھر جہاد چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے واجب کیا گیا تو وہ چیز بھی واجب ہوئی کہ جس کے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہ ہو سکے اور اسیوجہ سے قلعوں کا بنانا اور مقاتلہ کے لئے آمادہ رہنا اور تمام اطراف و قلعوں میں افسروں کا مقرر کرنا امام پر ضروری اور دستور قدیمی مقرر ہوا اور رسول خدا صلعم اور آپ کے خلفاء نے اس باب میں بہت سے طریقہ مقرر فرمائے اور رسول خدا صلعم جب کسی لشکر یا فوج پر کسی کو سردار مقرر کرتے تھے تو خاص اُس شخص کو خدا تعالٰے سے خوف کرنے اور ساتھ کے مسلمانوں کو بھلائی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے خدا کی راہ میں خدا تعالٰے کے نام سے جہاد کرو اور منکرین خدا تعالٰے سے مقاتلہ کرو اور جہاد کرو اور خیانت مت کرو الحدیث۔ خیانت کرنے سے آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانوں کے دل شکستہ ہونگے اور باہم انمیں اختلاف واقع ہوگا اور قتال چھوڑ کے لوٹ ڈالنے لگینگے اور اس سے بسا اوقات شکست ہوگی اور عذر کرنے سے آپ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا کہ امن و آمان اُنکے عہد و ذمہ سے مرتفع نہ ہو اور اگر امن جاتی رہے تو سب سے بڑی اور اقرب فتح یعنی ذمہ اُنکے ہاتھوں سے جاتا رہا اور مثلہ سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ اسمیں خلق اللہ کی تغییر ہے اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا اسلئے کہ اسمیں مسلمانوں کا ہرج اور اُن کا ضرر ہے اسلئے کہ اگر زندہ رہے تو مسلمانوں کے قبضہ میں آکر اُنکے غلام بنینگے اور جن مسلمانوں کے پاس رہینگے اسلام میں اُنکے تابع رہینگے اور نیز بچے اپنے دشمن کو نہ خود ضرر پہونچا سکتے ہیں اور نہ اپنے [illegible] کو [illegible] سکتے ہیں اور حدیث شریف میں جو تین خصلتوں کی طرف ترتیب وار بلانے کا حکم ہے اُن میں سے پہلی خصلت اسلام ہے ہجرت و جہاد کے ساتھ اور اُس وقت میں اس شخص کے لئے مجاہدین کے برابر فی اور غنیمت میں حصہ ہے دوسری خصلت اسلام ہے بلا ہجرت و جہاد کے سوائے اُس صورت کے کہ جہاں نفیر عام ہو اور اس وقت غنیمت اور فی میں اس شخص کا حصہ نہیں ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ فی کے صرف کرنیکا وہاں موقع ہے جہاں نہایت ضرورت ہو اور عادت اس بات پر حکم کرتی ہے کہ بیت المال میں اسقدر گنجائش نہیں ہوتی کہ جو لوگ سوائے مجاہدین کے شہروں میں رہتے ہیں اُن کا خرچ اٹھائے پس اس میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو بلاشبہ چرانیوالے کو بھی غنیمت میں سے حصہ پہونچیگا اگرچہ وہ حمیر کے کسی ٹیلہ پر رہتا ہو اور جسکی پیشانی پر اُس غنیمت کے حاصل کرنے میں پسینہ تک نہ آیا ہو انتہیٰ ۔ یعنی جب بادشاہوں کے خزانے فتح کیے جاوینگے اور کثرت سے خراج آئے اور مقاتلین وغیرہ کے حصہ کے بعد باقی رہ جائے تو پھر اور لوگوں کا حصہ ہے تیسرے یہ ہے کہ وہ لوگ اہل ذمہ ہوں اور سب کے سب بکر جزیہ عطا کریں پس پہلی خصلت میں دو مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک تو ملک کا انتظام اور باہمی نظام کا رفع دفع اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات پائیں اور علم الٰہی کی پیروی میں کوشش کریں اور دوسری خصلت میں دوزخ سے نجات کا حاصل ہونا ہے مگر مجاہدین کے درجہ سے وہ لوگ محروم ہیں ۔ اور تیسری خصلت میں کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور مسلمانوں کی شوکت کا ظاہر ہونا ہے اور آنحضرت صلعم انہیں مصالح کے قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہونے اور کفار کے بے بس کرنے کے اسباب میں غور اور اجتہاد اور تامل کرے اور جو اُسکا اجتہاد حکم کرے اُسپر عمل کرے بشرطیکہ وہ یا اُس کی نظیر رسول خدا صلعم یا آپ کے خلفاء سے ثابت ہو اسلئے کہ امام مصلحتوں کے قائم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے اور وہ اسکے بغیر تمام نہیں ہوتیں اور اصل اس باب میں رسول خدا صلعم کی سیرت ہے اور ہم اب ان احادیث کا حاصل بیان کرتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ امام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے قلعوں کو اسقدر فوج سے جو اُن کے گرد کے دشمنوں کو کافی ہو سکے درست رکھیں اور کسی ایسے شخص کو اُنپر حاکم مقرر کر دے ۔ جو مسلمانوں کا خیر خواہ اور دانشمند اور بہادر شخص ہو اور خندق کے کھودنے یا قلعہ کے بنانے کی حاجت ہو تو اُسکو بنائے یا کھودے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خندق کے دن ایسا کیا ہے اور جب کسی پلٹن کو روانہ کر دے تو ایک شخص کو اُنپر سپہ سالار کر دے جو اُن سب میں افضل اور مسلمانوں کے حق میں نفع رسان ہو اور رئیس کو خود اُسکے حق میں اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرے ۔ چنانچہ آنحضرت صلعم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب جہاد کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے خروج کا ارادہ کرے تو اپنی فوج کا معائنہ کرے اور پیادہ و سوار کو درست کرے اور پندرہ سال سے کم عمر کا آدمی فوج میں بھرتی کرے
چنانچہ رسول خدا صلعم کا یہی دستور تھا اور نہ اس شخص کو فوج میں بھرتی کرے جو مخذل ہو یعنی اوروں کو بھی جہاد سے تھکائے اور نہ
اس شخص کو جو مرجف ہو یعنی کفار کی قوت کا ذکر کرتا رہے اسکی دلیل یہ آیت ہے کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم وقیل اقعدوا مع القعدین
لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا ۔ ناگوار ہوا خدا تعالے کو ان کا اٹھنا پس انکو روک دیا کہدیا گیا کہ تم بیٹھ جاؤ بیٹھنے والوں کے
ساتھ اگر وہ تمہارے ساتھ خروج کرتے تو بجز فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور نہ مشرک کو فوج میں بھرتی کرے اس لئے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انا لا نستعین بمشرک ۔ کہ ہم بلا شبہ کسی مشرک سے مدد نہیں چاہتے البتہ جس صورت میں
ضرورت ہو اور اس پر اعتماد ہو اور نہ جوان عورت کو جس سے فتنہ کا خوف ہو فوج میں بھرتی کرے کھینچی ہوئی عمر کی عورت
کو اجازت دیدی کیونکہ رسول خدا صلعم ام سلیم اور انصار کی چند عورتوں کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور یہ عورتیں فوج کو پانی پلاتی
تھیں اور زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور امام کو چاہئے کہ فوج کے دو حصے یمین و یسار کرے اور ہر گروہ کا ایک
جھنڈا اور ہر طائفہ کے لئے ایک سردار اور لڑانیوالا مقرر کرے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فتح کے دن کیا تھا کیونکہ اس میں
دشمنوں پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج پر بھی قابو رہتا ہے اور نیز اسکو چاہئے کہ ان کیلئے کچھ شناخت مقرر کرے کہ
شبخون کرتے وقت باہم اسکو بولا کریں تاکہ کوئی کسی کو آپس میں قتل نہ کر ڈالے آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز
جہاد کے لئے خروج کرے کیونکہ ان دونوں میں اعمال پیش ہوتے ہیں اور پہلے اسکو ہم بیان کر چکے ہیں اور انکو اس قدر راستہ
چلنے کا حکم دے کہ ناتوان لوگ بھی اسکی طاقت رکھتے ہوں البتہ اگر ضرورت ہو تو اسکے موافق حکم دے اور انکے لئے وہ ایسا مقام
تجویز کرے جو سب مقامات میں عمدہ و بہتر ہو اور پانی کی وہاں کثرت ہو ۔ اور اگر دشمن کا خوف ہو تو اسکو چاہئے کہ پہرہ مقرر
کرے اور کسی بلند جگہ پر کچھ لوگوں کو مقرر کردے جو دشمن کو دور سے دیکھتے رہیں اور حتی الامکان اپنے حال پوشیدہ رکھیں مگر
جو لوگ عقلمند ہیں انسے پوشیدہ نہ رکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقطع الایدی فی الغزو ۔ جہاد میں ہاتھ نہ
قطع کئے جاویں (حدیث) اور اسمیں وہی راز ہے جو حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ اسمیں اس شخص کو غیرت شیطانی
کے لاحق ہونے اور کفار میں شامل ہوجانے کا اندیشہ ہے اور اسی لئے کہ اس سے بسا اوقات لوگوں میں نزاع واقع ہوجاتا ہے
اور اس سے مصلحت میں خلل پڑجاتا ہے اور امام کو اہل کتاب و مجوس سے مقاتلہ کرنا چاہئے کہ یا تو وہ اسلام لائیں یا دبا و قبول
کرکے سب کے سب جزیہ قبول کریں اور کسی بچے یا عورت یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نہ کریں مگر ضرورت کے وقت مثل
شبخون کے اور درخت نہ کاٹیں اور آگ نہ لگادیں اور مواشی کو ہلاک نہ کریں مگر جس وقت کہ مصلحت اسمیں مقرر ہے جیسے بنی
نضیر کے قریہ بویرہ میں کیا گیا اور امام کو چاہئے کہ نقض عہد نہ کرے اور سفیر کو قید نہ کرے کیونکہ اسمیں باہمی خط و کتابت کا انقطاع
کرنا ہے اور چاہئے کہ لڑائی میں دھوکہ دیا کرے کیونکہ لڑائی دھوکہ کا کام ہے اور بے خبری میں ان پر ہجوم کرے اور گوپھن انکی طرف
پھینکے اور ان کا محاصرہ کرے اور انکو تنگ کرے آنحضرت صلعم سے یہ سب باتیں ثابت ہیں اسلئے کہ ظاہر ہے ان باتوں کے
بغیر قتال نہیں ہوتا اور جس شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو امام کے حکم سے اسکو لڑنا درست ہے جیسے کہ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ
نے کیا اور مسلمانوں کو ملنے چارہ و دانہ جو ہاتھ لگے اسمیں تصرف کرنا درست ہے اور اسمیں سے خمس نہ لیا جائیگا اسلئے کہ آنحضرت [illegible]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجازت نہ ہو جائے تو لوگو نمود و قت ہوا اور جب کفار قید ہو گر ائیں تو چار باتوں میں سے امام کو ہر بات کا اختیار ہے چاہئے قتل کرے چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھکر چھوڑ دے، چاہے آزاد کر دے، انہیں سے جس بات میں نفع زیادہ دیکھے وہی عمل میں لائے اور امام کو جائز ہے کہ انہیں سے کسی کسی کو امن دیدے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ - اور اگر مشرکین میں سے کوئی پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے اور یہ اسلئے کہ انکا اسلام میں داخل ہونا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط کرنے اور ان کے دلائل اور ان کی سیرت معلوم کرنے سے ہوتا ہے اور نیز بسا اوقات تجار وغیرہ کی آمد و رفت کی حاجت ہوتی ہے اور امام کو جائز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو اُنسے صلح کرے خواہ مال لیکر خواہ بغیر مال کے کیونکہ مسلمانوں کو بسا اوقات کفار کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں ہوتی اور صلح کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات قوت حاصل کرنے کے لئے مال کی ضرورت ہے اور بسا اوقات اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک قوم کے شر سے بچکر دوسری قوم سے لڑنے کی حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لا الفین احدکم یجی یوم القیامۃ علے رقبتہ لبیر لہ رغاء یقول یارسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد بلغتک - میں تم میں سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤں کہ قیامت کے دن آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو اور وہ اونٹ چلاتا ہو اور وہ شخص کہتا ہو کہ یارسول اللہ میری خبر لیجیے تو میں اس سے کہوں مجھے تیرے لئے کسی بات کا اختیار نہیں ہے میں تجھ پر تبلیغ کر چکا اور اسی کے مثل حدیث شریف میں آیا ہے علی رقبتہ فرس لہ حمحمۃ و شاۃ لہا ثغاء و نفس لہا صیاح و رقاع تخفق - کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہنہناتا ہوا ہو گا اور بکری میاتی ہوئی اور کوئی شخص چلاتا ہوا ہو گا اور کپڑوں کے پارچے اُڑتے ہوئے ہونگے - میں کہتا ہوں اس کی اصل یہ ہے کہ جس چیز میں گناہ واقع ہوا ہے اسی کی صورت میں وہ متشکل ہو گا اور اُس کا اٹھانا اسکا بار اور اُسکے ساتھ تکلیف پانا ہے اور اُس کا آواز دینا لوگوں پر اُس گناہ کو مشہور کر کے اسکو سزا دینا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعہ کلہ فاضربوہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے خیانت کی تو اس کا سب اسباب جلا دو اور مارو - حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا میں کہتا ہوں یہ اُس خائن کو زجر کرنا اور لوگوں کو ایسے فعل سے باز رکھنا ہے اور معلوم کرو کہ کفار سے جو مال لئے جاتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مال ہے جو گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے اور قتال کے صدمات اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے اس کا نام غنیمت ہے اور ایک وہ مال جو بغیر قتال کے اُنسے حاصل ہوتا ہے مثلاً جزیہ و خراج و عشور جو اُن کے تجار سے لئے جاتے ہیں اور وہ مال جو صلح کرنے میں وہ خرچ کرتے ہیں یا وہ پریشان ہو کر اسکو چھوڑ بھاگتے ہیں غنیمت میں خمس نکالا جاتا ہے اور وہ خمس اُن مواضع میں صرف کرنا چاہئے جن کا خدا تعالے نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے - واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل - اور اس بات کو جان لو کہ تم نے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے پس خدا تعالے اور رسول اور اقارب اور یتیموں اور مساکین اور مسافر کے لئے ہے پس آنحضرت صلعم کے بعد آپ کا حصہ مسلمانوں کے مصالح میں بہ ترتیب خرچ کرنا چاہئے اور ذوالقربی کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو خواہ محتاج ہوں یا غنی مرد ہوں یا عورت خرچ کرنا چاہئے اور میرے نزدیک مقادیر کے تعین کرنے میں امام کو اختیار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آل رسول کیلئے بیت المال سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور انہیں سے جو لوگ قرضدار اور رفیق اور حاجتمند ہوا کرتے تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکی اعانت کیا کرتے تھے اور یتیموں کا حصہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو جن کا باپ نہ ہو دینا چاہئے اور فقرا و مساکین کا حصہ فقرا و مساکین کو دینا چاہئے مگر امام کو اسکا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد و رائے کے موافق اسکی تعیین کرے اور اہم فالاہم کو مقدم کرے اور اپنے اجتہاد کے وافق عمل کرے اور پانچ حصوں میں سے باقی چار حصے غانمین میں تقسیم کرے اور والی لشکر کے حال میں اسکو اجتہاد کرنا چاہئے پس جسکو زیادہ دینا مسلمانوں کی مصلحت کے مناسب ہو اسکو زیادہ دے اور اسکی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً امام دار الحرب میں داخل ہوا اور اسنے کسی قریہ کے لوٹنے کو کچھ فوج روانہ کی تو خمس کے بعد ربع یا ثلث اس کو مقرر کردے پس وہ فوج جسقدر مال لیکر آئے اسکا خمس تو علحدہ کرے اور باقی کا ربع یا ثلث اس فوج کو دیکر اس سے جو باقی رہے وہ غنیمت میں شامل کردے دوسری یہ صورت ہے کہ امام اس شخص کے لئے ایسے کام کے بدلہ جسمیں مسلمانوں کا نفع ہو کچھ مقرر کردے. مثلاً امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر چڑھ جاوے تو اسکے لئے اسقدر مال دیا جاویگا یا جو کسی کو قید کر لانے تو اسکو اسقدر مال دیا جاویگا یا جو کسی کو قتل کرے تو اسکا اسباب اسکو دیا جاویگا پس اگر مسلمانوں کے مال میں سے یہ مقرر کیا ہے تب تو اسمیں دے اور اگر غنیمت میں سے شرط کیا ہے تو خمس نکالنے کے بعد جو باقی رہا ہے تو اسمیں دے اور تیسری صورت یہ ہے کہ امام حاصل بعد غانمین کو کچھ مال دیدے اسلئے کہ دشمنوں کو اس سے خوف زیادہ ہو اور مسلمانوں کا اس سے نفع زیادہ ہو جسطرح آنحضرت صلعم نے سلمہ بن اکوع کو جنگ ذی قرد میں سوار و پیدل کا حصہ عطا فرمایا اسلئے کہ انکی ذات سے مسلمانوں کو بہت نفع پہونچا تھا اور میرے نزدیک اصح یہ بات ہے کہ مقتول کے اسباب کا قاتل مستحق ہوتا ہے خواہ قبل از قتل امام کے مقرر کرنے سے خواہ بعد کو نفل کے طور پر دینے سے اور امام کو چاہئے کہ حصہ سے کم کسیقدر مال انکو بھی تو دے جو مریضوں کی دوا دارو کرتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں اور مجاہدین کا کام کرتی ہیں اور غلاموں اور بچوں اور اہل ذمہ کیلئے جنکو امام نے اجازت دیدی ہے جدا کردیں اگر مجاہدین کو انسے نفع پہونچا ہو اگر امام کو معلوم ہو کہ مال غنیمت میں سے کچھ مال کسی مسلمان کا ہے جسکو کفار ظفر یاب ہو کر لیگئے تھے بغیر کچھ لئے وہ مال اسکو دیدے اور باقی مال کو تمام ان لوگوں پر تقسیم کردے جو لڑائی میں موجود تھے اس طرح کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ. اور میرے نزدیک اگر مناسب سمجھے امیر شتر سوار یا تیر انداز کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے سوار کو بیل وغیرہ کے سوار پر ترجیح دے تو اسکو یہ اختیار حاصل ہے مگر اہل رائے سے اسکو ایسے امر میں مشورہ کر لینا چاہئے تاکہ اسکی وجہ سے لوگ اسکی امامت میں مختلف نہ ہو جائیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سیرت میں اس باب کے اندر جو کچھ اختلاف ہے اسمیں تطبیق کی وجہ یہی ہے اور جس شخص کو امام لشکر کی کسی مصلحت سے روانہ کرے اسکو بھی حصہ دے اگرچہ وہ لڑائی میں موجود نہ ہو مثلاً قاصد طلیعہ یا جاسوس جس طرح جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ کو غنیمت میں حصہ دیا گیا۔ اور جو مال بطور فئی کے حاصل ہو اس کو ان مواضع میں صرف کرنا چاہئے جس کا خدا تعالےٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ما افاء اللہ علےٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل الیٰ قولہ رؤف رحیم۔ اور جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھا فرمایا کہ اسنے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا آپ اہم فالاہم کیطرف صرف کرتے تھے اور فئی صرف کرنے کے اندر مسلمانوں کی مصلحتوں کی طرف غور فرماتے تھے نہ اپنی کسی خاص مصلحت کی طرف اور فئی کی تقسیم کرنے کی کیفیت بھی مختلف طریقہ میں آنحضرت صلعم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توجس روز فئی آتی اسی روز اسکو تقسیم کردیتے تھے بیوی والے کو دو حصے اور غیر اہل والے کو ایک حصہ اور حضرت ابوبکر صدیق حر اور غلام دونوں میں تقسیم کرتے تھے اور انکو کفایت حاجت کا لحاظ تھا اور حضرت عمرؓ نے سوابق اور حاجتوں پر دیوان مقرر کیا تھا۔

اور اصل اسمیں یہ ہے کہ باہمی انکے یہ اختلافات جو واقع ہوئے وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ایسا کیا تو موافق اپنی مصلحت وقت کے ہر ایک نے کوشش کی اور جن اراضیات پر مسلمان غالب آگئے انمیں امام کو اختیار ہے چاہے باہم غانمین کے انکو تقسیم کردے چاہے مجاہدین پر انکو وقف کردے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے خیبر میں کیا کہ نصف اسمیں کی تقسیم کرکے نصف کو وقف کردیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو وقف کیا تھا اور اگر امام چاہے تو اراضیات کو ہمارے کفار ذمیوں کے لئے روک رکھے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے دینار یا اسکے برابر یمنی کپڑا اخذ کریں اور حضرت عمرؓ نے متمولین پر اڑتالیس درہم اور متوسطین پر چوبیس درہم اور غریب پر جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کئے۔ اور اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہئے کہ اس کا اندازہ امام کی رائے پر ہے جو اس کی مصلحت کا مقتضی ہو عمل میں لائے اور اسی لئے انکی سیرتوں اور عادتوں میں اختلاف ہے اور میرے نزدیک خراج کے مقادیر میں بھی یہی حکم ہے اور تمام ان امور میں جنمیں رسول خدا صلعم اور آپکے تمام خلفا کی عادات مختلف ہیں اور خدا تعالے اسنے ہم پر غنیمت اور فئی کے مباح کرنے کی یہی وجہ ہے جو آنحضرت صلعم نے بیان فرمائی ہے جیسا کہ آپنے فرمایا ہے کہ ہم سے پہلے کسی کیلئے غنیمت نہیں حلال کی گئی کیونکہ جب خدا تعالے نے ہمارے اندر ضعف اور عجز دیکھا تو غنائم کو ہمارے لئے حلال کیا اور آپنے فرمایا کہ خدا تعالے نے میری امت کو سب امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لئے غنیمتوں کو حلال گردانا اور قسم اول میں ہم نے اسکی تشریح کردی ہے پس یہاں اسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور مصارف کی اصل یہ ہے کہ بلاشبہ اصول مقاصد کے چند امور ہیں۔ از انجملہ ان آدمیوں کا باقی رکھنا جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں خواہ اپاہج ہونے کیوجہ سے خواہ تنگدست ہونے کی وجہ سے خواہ اس سبب سے کہ انکو اپنے مال سے بعد ہوگیا ہے اور از انجملہ شہر کی سرحدیں قائم کرنے اور لشکر اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کا خرچ اٹھا کر کفار سے محفوظ رکھنا ہے اور از انجملہ شہر کا انتظام اور بندوبست کرنا اور پاسبانوں اور قضات اور محتسبوں کا مقرر کرنا اور حدود کا قائم کرنا۔ اور از انجملہ دین کی حفاظت کیلئے خطبا اور واعظین اور ائمہ اور مدرسین کا مقرر کرنا اور از انجملہ منافع مشترکہ میں مثلاً نہروں کا نکالنا اور پل بنانا وغیرہ دوسرے یہ کہ شہر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شہر ہیں۔ جنکے باشندے صرف مسلمان ہیں مانند ملک حجاز کے یا مسلمان انمیں اور قوموں کی نسبت زیادہ رہتے ہیں دوسرے وہ شہر ہیں جنکے اکثر باشندے کفار لوگ ہیں اور بزور تلوار یا صلح کرکے مسلمانوں نے ان شہروں پر قبضہ کیا ہے دوسری قسم کے شہروں کیلئے فوج اور ہتھیاروں اور پاسبانوں اور قضات اور عمال کی ضرورت ہے اور پہلی قسم کے شہروں میں ان چیزوں کی زیادہ حاجت نہیں ہے اور شرع کو یہ منظور ہے کہ بیت المال میں جو مال مجتمع ہے وہ ان شہروں پر مناسب طریقہ سے تقسیم کیا جائے پس زکوۃ اور عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جسمیں اوروں کی نسبت محتاجوں کی زیادہ تر رفع ضرورت ہے اور غنیمت کا مصرف وہ لوگ مقرر کئے گئے جنسے لڑائی کا انتظام اور دین کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہذا غنیمت میں سے یتیم اور مسکین اور فقیر کا حصہ بہ نسبت صدقات کے حصہ کے کم مقرر کیا گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات کے غنیمت میں سے زیادہ مقرر کیا گیا۔ اور چونکہ غنیمت گھوڑے اور اونٹ اور لشکر کی مشقت سے حاصل ہوتی ہے پس جنگ کے لوگوں کو غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے وہ راضی نہیں ہو سکتے اور شرائع کلیہ میں جو لوگوں پر مقرر کی گئی ہیں اُنکے اندر اکثر خلقت کے حال کا ملحوظ رکھنا اور رغبت عقلی کے ساتھ رغبت طبعی کا جمع کرنا ضروریات سے ہے اور اُنکی رغبت طبعی اسی طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہے کہ قتال کے عوض میں اُنکو کچھ مال دیا جاوے لہذا پانچ حصوں میں چار حصے مال غنیمت میں غانمین کیلئے مقرر کئے گئے اور فی یعنی وہ غنیمت جو بلا مشقت قتال کے صرف رعب کیوجہ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ وہ بلا مشقت حاصل ہوتی ہے لہذا اُسکا خاص قسم کے لوگوں میں تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا اور اہم فالاہم کی تقدیم کی گئی اور خمس کی اصل یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں ربع کا قدیمی دستور تھا جو شخص قوم کا رئیس اور اُنکا پشت پناہ ہوتا تھا وہ اس ربع کو لیلیا کرتا تھا یہ بات اُنکے دلوں میں قرار پا چکی تھی اور یہ احتمال نہ تھا کہ اُس کے نکالنے سے اُنکے دل میں ناگواری پیدا ہو اسی کے بیان میں ایک شاعر کہتا ہے شعر

وان لنا المرباع من کل غارۃ — تکون بنجد او بارض التہائم

ہر لوٹ میں ہمارا چہارم حصہ ہے خواہ وہ نجد میں ہو خواہ تہائم کے ملک میں۔ پس خدا تعالے نے خمس کو اُنکے قدیمی دستور کے قریب قریب شہر اور دین کی ضروریات کے لئے مقرر فرمایا جس طرح خدا تعالے نے انبیا پر اُنکے دستور کی موافق آیات نازل فرمائی ہیں اور وہ ربع اُس شخص کو ملا کرتا تھا جو اُن کا سردار اور پشت پناہ ہوتا تھا تاکہ اسمیں اُسکی عظمت اور عزت ثابت ہو اور علاوہ بریں وہ شخص سب کے کام میں مصروف ہوتا ہے اور اُسکو بہت خرچ کی حاجت رہتی ہے پس خدا تعالے نے وہ خمس آنحضرت صلعم کیلئے مقرر فرمائی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے کام میں مشغول ہونے کیوجہ سے اتنی کہاں فرصت تھی جو اپنے اہل وعیال کے لئے کسب کرتے لہذا ضرور ہوا کہ آپکا نفقہ مسلمانوں کے مال میں مقرر ہو اور علاوہ بریں نصرت اور مدد الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے رعب کیوجہ سے جو آپکو اللہ پاک نے عنایت فرمایا تھا۔ حاصل ہوئی ہے پس آپکا حال ایسا ہوا کہ گویا آپ ہر جنگ کے اندر موجود رہے اور دوسری یہ خمس ذوی القربی کے لئے خدا تعالے نے مقرر فرمائی کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت کے ذوی القربی کو حمایت اسلامی ہے اسواسطے کہ اُنمیں حمایت دینی اور حمایت نسبی دونوں موجود ہیں کیونکہ اُنکا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے میں ہے۔ اور نیز اسمیں اہل بیت نبی صلعم کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اس مصلحت کا نتیجہ دین کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جبکہ علما اور قرا کی تعظیم میں دین کی تعظیم ہے تو ذوی القربی کی تعظیم میں بطریق اولی دین کی تعظیم ہوگی۔ اور ایک محتاجوں کے لئے مقرر کیا گیا اور خدا تعالے نے محتاجوں کا انضباط مساکین اور فقرا اور یتامے کے ساتھ فرمایا اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمس میں سے مولفۃ القلوب وغیرہم کو بھی عطا فرماتے تھے۔ اس تقدیر پر آیت کے اندر پانچ مصارف خاص کا ذکر کرنا اُن مصارف کے مہتم بالشان ہونے کیوجہ سے اور اس بات کی تاکید کرنے کے لئے ہے کہ خمس اور فی کو یکے بعد دیگرے اغنیا لوگ محتاجوں کی پروا نہ کر کے نہ لیلیا کریں اور تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقارب کیطرف کسی کو بدگمانی کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا موقع نہ مل سکے۔ اور افعال اور انعامات اسواسطے مقرر کئے گئے کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے جان جوکھوں کی جگہ میں اپنے آپکو نہیں ڈالتا ہے اور یہ ایسی خصلت اور پیدائشی بات ہے جس کی رعایت ضروریات سے ہے اور گھوڑے کے سوار کو پیدل کے حصہ سے سہ چند اسواسطے مقرر کیا گیا کہ سوار سے مسلمانوں کو زیادہ تر قوت اور نفع پہونچتا ہے اور اسکو زیادہ تر مشقت کرنی پڑتی ہے اگر تم لشکروں کا حال دیکھو تو اس بات کا تم کو یقین ہو سکتا ہے کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے سہ چند نہ دیا جائے اور کچھ کمی کی جائے تو وہ راضی نہیں ہو سکتا اور اسکی محنت کے اعتبار سے وہ ناکافی ہوتا ہے تمام عرب و عجم باوجود اختلاف احوال و عادات کے اس بات پر متفق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لئن عشت ان شاء اللہ لاخرجن الیهود والنصاری من جزیرة العرب واوصی باخراج المشرکین منها۔ اگر انشاء اللہ تعالیٰ میں زندہ رہا تو بلاشبہ یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے نکالدونگا اور مشرکوں کو وہاں سے نکالدینے کی میں وصیت کرتا ہوں میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ زمانہ کا حال ایک سا نہیں رہتا پس ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسلام میں ضعف آجائیگا۔ اور اسکی جمعیت منتشر ہو جائیگی پس اگر ایسے وقت میں دشمنان دین کا جزیرہ عرب میں جو اسلام کا اصل اصول ہے قیام رہا تو ضرور حرمات الٰہی کا ہتک و قطع ہوگا لہذا آپنے دار العلم کی حوالی اور محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا اور نیز کفار کے ساتھ اختلاط کرنیمیں دین کے بگڑنے اور قلوب کے بدلنے کا اندیشہ ہے اور چونکہ یہ بات محال تھی کہ تمام ملکوں سے بخوف مخالطت انکو نکالدیا جاتا لہذا صرف حرمین شریفین کو انسے پاک کرنیکا حکم فرمایا اور نیز آخر زمانہ میں جو دین کا حال ہونیوالا تھا آپ پر وہ ظاہر کر دیا گیا چنانچہ آپنے فرمایا ہے ان الدین لیارز الی المدینہ الخ اور پوری پوری حفاظت کی یہی صورت ہے کہ وہاں مسلمانوں کے سوا کوئی قوم نہ رہے۔ واللہ اعلم۔

معیشت کا بیان

معلوم کرو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندے انکا کھانے پینے اور پہننے اور قیام اور نشست اور تمام ہیأت اور احوال میں آداب کے ملحوظ رکھنے پر اتفاق ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بشرط سلامت مزاج اور ظہور مقتضاء نوعی کے باہمی اجتماع اور دیکھا دیکھی کے لحاظ سے گویا ہر ایک جبلت میں داخل ہے اور ان آداب کی رعایت میں لوگوں کے طریقے مختلف ہیں بعض فرقے حکمت طبعی کے قواعد کے موافق ان آداب کی رعایت کرتے ہیں اور تمام احوال و افعال میں ان آداب کا بیان کرتے ہیں کہ طب اور تجربہ کے اعتبار سے انمیں نفع ہی کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف نہیں ہوتا۔ اور بعض فرقے قوانین احسان کے موافق یعنی جس طرح انکا دین انکو حکم کرتا ہے ان آداب کو عمل میں لاتے ہیں اور بعض فرقوں کو اپنے بادشاہوں اور حکماء اور درویشوں کے سے آداب عمل میں لانے مقصود ہوتے ہیں اور بعض لوگ اور طریقوں کے موافق انکا برتاؤ کرتے ہیں۔ چونکہ انمیں سے بعض آداب میں منافع مترتب ہوتے ہیں۔ لہذا انپر آگاہ کرنا اور ان منافع کے لحاظ سے انکا حکم دینا ضروری ہوا۔ اور بعض آداب میں مفاسد پیدا ہوتے ہیں لہذا ضروری ہوا کہ ان سے نہی کی جاسے اور لوگوں کو ان آداب پر آگاہ کیا جائے اور بعض آداب میں دونوں باتوں سے ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ لہذا ضروری ہوا کہ ان کو مباح چھوڑا جائے اور انکی اجازت دیجائے پس آداب کی تنقیح و تفتیش بھی منجملہ ان مصالح کے ٹھہری جن کے پورا کرنے کے لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا ہے اور اصل اسکے اندر چند باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان اشغال میں مصروف ہونے سے ذکر الٰہی سے نسیان ہوتا ہے اور قلب کی صفائی میں کدورت پیدا ہوتی ہے پس ضروری ہوا کہ اس سم کو کسی تریاق سے علاج کیا جائے اور وہ تریاق یہ ہے کہ ان اشغال میں مشغول ہونے سے قبل اور بعد اور حالت اشتغال میں کچھ اذکار مقرر کئے جائیں تاکہ قلب کو ان اشغال کے اندر پورا پورا انہماک نہ ہو جائے اور ان اذکار میں منعم حقیقی کا ذکر اور جانب قدس کی طرف میلان فکر نہ پایا جاوے۔ اور ایک یہ ہے کہ بعض افعال و ہیئات کو مزاج شیطانی سے مناسبت ہوتی ہے اس طور پر کہ اگر کسی کے خواب یا بیداری میں شیطان متمثل ہو کر نظر آویں لامحالہ ان افعال میں سے کسی نہ کسی فعل کے ساتھ وہ متلبس ہوتے ہیں پس انسان کو ایسے افعال کے ساتھ متلبس ہونا شیاطین کے ساتھ نفرت اور شیاطین کے اوصاف قبیحہ کے اس شخص کے دل میں منقش ہونیکا سبب ہیں پس ضرور ہوا کہ ان افعال سے خواہ کراہتہ خواہ تحریماً مقتضائے مصلحت کے موافق نہی کی جائے اور وہ افعال یہ ہیں کہ مثلاً ایک جوتہ پہنکر چلنا اور بائیں ہاتھ سے کھانا وغیر ذلک۔ اور بعض افعال صفات انسان کو شیاطین سے دور اور ملائکہ سے قریب ہونیکا سبب ہوتے ہیں۔ مثلاً گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت خدا تعالےٰ کا ذکر کرنا اس قسم کے افعال پر رغبت دلانا ضروری ہوا اور ایک ان ہیات سے اجتناب کرنا جنسے بحکم تجربہ لوگوں کی ایذا رسانی ہوتی ہے مثلاً مکان کی چھت پر بغیر پردہ کے سونا، اور سوتے وقت چراغ کا گل نہ کرنا چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ چوہا گھر کو جلا دیتا ہے۔ اور از انجملہ عجمیوں کے ساتھ ان عادت میں مخالفت کرنا ہے جنکے وہ لوگ عادی ہیں مثلاً ہر چیز میں نہایت درجہ کا تکلف کرنا اور نہایت بیفکری سے دنیا کے اندر منہمک ہونا۔ کیونکہ یہ امور یاد الٰہی سے بھلاتے ہیں اور کثرت سے دنیا کے طلب کرنے اور قلوب کے اندر دنیا کے لذائذ متمثل ہونے کا سبب ہے پس ضروری ہوا کہ ان سب میں سے ان امور کو خاصکر حرام کیا جائے جو سب تکلفات میں بڑھکر ہے۔ مثلاً حریر[۱] اور قسی اور میاثر اور ارجوان اور وہ کپڑے جنمیں حیوانات کی صورتیں بنی ہوئی ہوں اور سونے چاندی کے برتن اور معصفر یعنی کسم کے رنگے ہوئے کپڑے اور خلوق وغیرہ اور باقی اور عادات کو عام طور پر مکروہ کیا ہے اور اور عیش کی اکثر چیزوں کا ترک کرنا مستحب ہے اور از انجملہ ان ہیات سے اجتناب چاہئے جو منافی وقار کے ہیں اور نیز ان ہیات سے جو انسان کو دیہاتیوں میں لاحق کر دیتی ہے ان لوگوں میں سے جو احکام نوع کے لئے ہیں فارغ ہوتے ہیں تاکہ افراط اور تفریط میں میانہ روی حاصل ہو۔

کھانے اور پینے کی چیزوں کا بیان

معلوم کرو جبکہ انسان کی سعادت انہیں اخلاق اربعہ کے اندر ہے جنکو ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس کی شقاوت ان کے اضداد کے اندر ہے لہذا حفظ صحت انسانیہ اور دفع ہونے امراض نفسانیہ کے لئے واجب ہوا کہ ان اسباب سے جو مزاج انسانی کو دو جانبوں میں سے کسی ایک کی طرف بدل دیتے ہیں بیان کئے ہیں از انجملہ وہ افعال ہیں جنکے ساتھ نفس متصف ہو جاتا ہے اور اسکی نفس ذات میں داخل ہو جاتے ہیں ان افعال کا ہم کافی بیان کر چکے ہیں اور ایک وہ امور ہیں جنسے نفس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفات ردیہ جو شیاطین کے ساتھ مشابہت اور ملائکہ سے بُعد پیدا ہونے کا سبب ہوتے ہیں اور اخلاق صالحہ کے خلاف صفات کو پیدا کرتے ہیں خواہ اُس شخص کو اس بات کی حس ہو یا نہ ہو پس جو نفوس ملحق بملاء اعلے اور الواث بہیمیہ سے جدا ہیں حظیرۃ القدس سے ان امور کی بدمزگی کا ادراک اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح طبیعت کو تلخی اور بدمزگی ناگوار ہونیکا ادراک ہوتا ہے۔ ایسے امور کی نسبت خدا تعالےٰ کے الطاف اور اُسکی رحمت کا مقتضےٰ ہوتا ہے کہ ان امور کے اصول اور چیزوں کے ساتھ جنسے وہ امور منضبط ہیں اور اُن کا اثر ظاہر ہے کسی پر پوشیدہ نہیں ہے لوگوں کو مکلف کیا جائے اور چونکہ تغیر بدن اور اخلاق کے تغیر کے اسباب میں سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ وہ اصول غذا کے لحاظ سے ہوں۔ پس ان سب سے زیادہ تر قوی الاثر ایسے جانور کا کھانا ہے جسکی صورت میں کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اسلئے کہ جب خدا تعالےٰ کی لعنت اور اُس کا غضب کسی انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اُس کے سبب سے انسان کے اندر ایک ایسا مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو تحت انسانی سے اسقدر بعید ہوتا ہے کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہو جاتا ہے بدن انسانی کے عذاب دینے کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے اور ایسے وقت میں اس کا مزاج انسانی صورت سے نکلکر کسی خبیث جانور کی صورت پکڑ جاتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے ایسے وقت میں کہا جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُس شخص کو مسخ کرکے بندر یا خنزیر بنا دیا پس حظیرۃ القدس میں اسکے متعلق یہ علم متمثل ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے جانور اور انسان کے مغضوب علیہ اور رحمت الٰہی سے بعید ہوتے ہیں ایک مناسبت خفیہ ہے اسمیں اور اُس طبیعت سلیمہ میں جو اپنی فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ کا بعد ہے۔ پس لامحالہ ایسے جانور کا کھانا اور اسکو اپنے بدن کا جزو گردانا نجاست کیساتھ اختلاط کرنے اور اُن افعال کے عمل میں لانے سے جو غضب کو ہیجان میں لاتے ہیں زیادہ تر برا ٹھہریگا۔ لہٰذا ہمیشہ سے حظیرۃ القدس کے ترجمان یعنی حضرت نوحؑ کیوقت سے تمام انبیاء علیہم السلام خنزیر کو حرام کرتے اور لوگوں کو اُس سے بعید رہنے کا حکم کرتے چلے آئے ہیں۔ حتی کہ عیسی علیہ السلام اسکو نازل ہوکر قتل ہی کر ڈالینگے اور چونکہ خنزیر کو کوئی فرقہ کھایا کرتا تھا لہٰذا شرائع میں نہایت شدت کیساتھ نہی کی گئی اور اُس کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور بندر و چوہا ایسے جانور ہیں کہ انکو ہرگز کوئی قوم نہیں کھاتی اسلئے اُن سے نہی کرنے میں تاکید شدید کی ضرورت نہ ہوئی جناب رسول خدا صلعم نے گوہ کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ پر جب غصہ ہوا تو انکو چہار پایوں کی صورت میں جو زمین پر چلتے ہیں مسخ کر دیا نہیں معلوم کہ شاید گوہ بھی انہیں میں سے ہو اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے جعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت کر دیا انہیں سے بندر اور خنزیر اور پرستش کرنے والے شیطان کے اور اسی کی مثل یہ ہے کہ جس زمین میں خسف یا عذاب نازل ہوا ہو اس زمین میں ٹھہرنا مکروہ ہے اور مغضوب علیہم کے ہیات بنانا مکروہ ہے کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ اختلاط کرنا نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہیں ہے اور اشیاء کے ساتھ ملتبس ہونیکا اثر اُن ہیات کے ساتھ ملتبس ہونے کے اثر سے کم نہیں ہے جو مزاج شیطانی کا مقتضےٰ ہے اور اُنکے بعد اُس جانور کا کھانا ہے جس کی سرشت میں ایسے افعال داخل ہیں جو اُن اخلاق کے متضاد ہیں جو انسان سے مطلوب ہیں حتی کہ وہ حضورت کیوجہ سے انکی طرف طبیعت نہ رہتی ہے اور وہ ضرب المثل ہو گیا ہے اور طبائع سلیمہ اُس کو خبیث جانتی ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُس کے کھانے سے اعراض کرتی ہیں مگر بارِ خدایا وہ گروہ جو قابل اعتبار کے نہیں ہیں اور وہ جانور جسمیں اس معنی کا کمال ہوگیا۔ اور اُس کا ظہور بیّن ہوگیا اور تمام عرب وعجم نے اسکو مان لیا وہ چند ہیں ازانجملہ ایک وہ حیوان سبعی ہیں جن کی خلقت میں خدش یعنی چھیلنا پنجوں وغیرہ سے اور زخم اور دبدبہ اور قساوت جبلی ہے؛ اسی لئے رسول خدا صلعم نے بھیڑیے کی باب میں فرمایا ہے اویأکلہ احد۔ کیا اس کو کوئی کھاتا ہے؛ اور ازانجملہ وہ حیوانات ہیں جن کی خلقت میں آدمیوں کو تکلیف پہونچانا اور اُن سے کسی چیز کا اُچک لیجانا اور اُنپر لوٹ کرنے کی غرض سے فرصت کے منتظر رہتے ہیں اور اس میں الہام شیطانی کا قبول کرنا ہے جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور مکھی اور سانپ اور بچھو وغیرہ۔ اور ازانجملہ وہ حیوانات ہیں جن کی خلقت میں ذلت اور گڑھوں میں چھپا رہنا ہے مثل چوہے اور حشرات الارض کے؛ اور ازانجملہ وہ حیوانات ہیں جو نجاستوں اور پاخانوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور انہیں میں رہتے ہیں اور وہی کھاتے پیتے ہیں یہانتک کہ اُن کے بدن انہیں سے بھرے رہتے ہیں؛ اور ازانجملہ گدھا ہے اور وہ بلاشبہ ذلت اور حماقت میں ضرب المثل ہے اور اکثر اہل عرب جنکی طبائع سلیم تھیں اُس کو حرام سمجھتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اسکو مشابہت دیتے تھے جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اذا سمعتم نہیق الحمار فتعوذوا باللہ من الشیطان فانہ رأی شیطانا۔ جبکہ تم گدھے کا رینگنا سنو تو خداتعالے کی مدد سے شیطان سے پناہ مانگو اس لئے کہ اُسنے شیطان کو دیکھا ہے؛ اور تمام اطبا نے اتفاق کرلیا ہے کہ یہ سب جانور بلاشبہ مزاج نوع انسان کے مخالف ہیں لہذا طب کے اعتبار سے بھی انکا کھانا نہ چاہئے اور معلوم کرو کہ اس جگہ چند امور پوشیدہ ہیں انکے حدود کو ضبط کرنے اور مشکل کی تمیز کرنے کی حاجت پڑی؛ ازانجملہ یہ ہے کہ مشرکین بلاشبہ اپنے معبودوں اور ٹھاکروں کیلئے اُن کو ذبح کرکے اُن کی طرف اسکا تقرب کیا کرتے تھے اور اسمیں ایک نوع کا شرک تھا۔ لہذا حکمت الٰہیہ کا مقتضے ہوا کہ اس شرک سے منع کیجاوے پھر اس تحریم کی اسطرح تاکید کیجاوے کہ طواغیت کیلئے جو جانور ذبح کیا جاوے اُس کے کھانے سے لوگونکو ممانعت کردیجاوے تاکہ اُس فعل سے باز رہیں اور نیز ذبح کرنے کی قباحت اُس مذبوح میں بھی سرایت کرجاتی ہے اسکی وجہ ہم صدقہ میں بیان کرچکے ہیں پھر ذبیحہ للطواغیت چونکہ ایک امر مبہم تھا اسلئے شارع نے ما اہل لغیر اللہ بہ اور ما ذبح علی النصب۔ اور نیز جانور کے ساتھ جسکو مسلمان اور اہل کتاب کے سوا کسی ملت کا کوئی شخص جسکے دین میں خدا تعالے کے نام کے سوا ذبح کرنیکی حرمت نہیں ہے ذبح کرے الحقبا؛ فرمایا اسلئے لازم ہوا کہ ذبح کے وقت خدا کے نام کا ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ حلال وحرام میں ظاہر تمیز کی یہی صورت ہے اور نیز جب حکمت الٰہیہ نے انسان کے لئے اُن حیوانات کو جو حیات میں اسی کے مثل ہیں مباح کردیا اور اُن حیوانات پر اسکو قدرت عطا فرمائی لہذا واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکالتے وقت اس نعمت سے غافل نہوں اور غافل نہونے کی یہی صورت ہے کہ خدا کا نام اُنپر ذکر کریں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام۔ تاکہ خدا کا نام ذکر کریں زبان سے اُس چیز پر جو خدا تعالے نے انپر عطا فرمائی ہے یعنی چارپایوں سے اور ازانجملہ یہ ہے کہ تمام اہل ملت حقہ و باطلہ میں مردار جانور حرام ہیں اہل حقہ کا اس بات پر اسواسطے اتفاق ہے کہ خطیرۃ القدس سے اُن ملت والوں کو اس بات پر تلقی ہوئی ہے کہ وہ چیزیں خبیث ہیں اور مذاہب باطلہ کا اسواسطے اتفاق ہے کہ اُن کے علم میں اکثر مردار چیزوں میں اثر سمی ہوتا ہے۔ مردار جانور کے بدن میں مرتے وقت اخلاط سمیہ تحلیل پاتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسکو انسانی مزاج سے منافات ہوتی ہے پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ مردار کو غیر مردار سے جدا کیا جائے پس اس کا انضباط باینطور کیا گیا کہ غیر مردار وہ ہے جسکی جان کھانے کی غرض سے نکالی جائے اس باعث سے اُس جانور کا کھانا حرام ہوگیا جو سینگ لگ کر یا کہیں سے گر کر مر جائے یا کوئی درندہ اسکو کھائے کیونکہ یہ سب خبائث اور موذی چیزیں ہیں اور از انجملہ یہ ہے کہ عرب بیہودہ ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور مجوس گلا مروڑ کر یا پیٹ پھاڑ کر کھایا کرتے تھے اور ذبح اور نحر انبیا علیہ السلام کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آتا تھا اور اسکے اندر بہت سی مصلحتیں تھیں ایک تو یہ کہ اسمیں ذبیحہ کو زیادہ تر تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ جان نکالنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلیرح ذبیحتہ - پس چاہیے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام دیوے - اور شریطۃ الشیطان یعنی نیم بسمل کر کے چھوڑ دینے سے جو آپ نے نہی فرمائی اسمیں یہی راز ہے اور ایک یہ ہے کہ خون منجملہ نجاسات کے ہے جن کے لگجانے سے کپڑے کو دھو ڈالتے ہیں اور اس سے بچتے رہتے ہیں اور ذبح کرنے میں ذبیحہ کا اس نجاست سے پاک کرنا ہوتا ہے بخلاف گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے کہ اسمیں وہ جانور متلطخ بالنجاست ہوجاتا ہے اور ایک یہ بات ہے کہ ذبح کرنا ملت ابراہیمی کے شعائر میں سے ہے جس کی وجہ سے اس دین کا آدمی اور دین والوں سے تمیز ہو سکتا ہے پس ذبح کرنا ختنہ اور خصال فطرت کے مانند ٹھہرا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالےٰ نے ملت ابراہیمی کے قائم کرنے کیلئے مبعوث فرمایا ہے اس واسطے آپ کے اوپر اس کا محفوظ رکھنا ضرور ہوا پھر گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے سے منع ضروری ہوئی اور اسکی یہی صورت ہے کہ کسی تیز چیز سے کاٹنا اور وہ بھی حلق اور گردن کی جڑ میں یہ وہ چیزیں ہیں جنسے صحت نفسانی کے محفوظ رکھنے اور مصلحت دینی کے قائم کرنے کیلئے منع کیا اور وہ چیزیں جنسے صحت بدنی کو نقصان پہونچتا ہے مثل سموم اور مخطرات انسے ممانعت کرنیکا حال ظاہر ہے اور جب یہ اصول ممہد ہو چکے تو اب ہم مفصل طور پر بیان کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کو ماکولات سے خدا تعالےٰ نے منع فرمایا ہے اُسکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قسم ہے کہ خدا تعالےٰ نے کسی قسم کے جانور کو کسی صفت کیوجہ سے جو اُس قسم میں پائی جاتی ہے حرام فرمایا ہے اور دوسری وہ قسم ہے جس کو ذبح کی شرط نہ پائے جانے سے حرام کیا ہے اب حیوانات کی کئی قسمیں ہیں ایک تو گھریلو جانوروں میں سے اونٹ و گائے بیل بھیڑ بکری مباح کئے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے احلت لکم بہیمۃ الانعام - اُس کی یہ وجہ ہے کہ یہ جانور پاک اور معتدل المزاج اور مزاج انسانی کے موافق ہوتے ہیں اور خیبر کے دن گھوڑے کے کھانے کی اجازت دیگئی اور گدھے کے کھانے سے منع کی گئی اسلئے کہ تمام عرب و عجم گھوڑے کو پسند کرتے ہیں اور تمام حیوانات میں گھوڑے کو فضیلت دیتے ہیں اور انسان کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے اور گدھا اپنی ذلت اور لعنت میں ضرب المثل ہے اور اُسکی خاصیت ہے کہ شیطان کو دیکھکر ہینگتا ہے اور عرب کے پاکیزہ اور ذکی الفطرت لوگ اسکو حرام جانتے تھے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مرغابی اور بط بھی مرغی کے مثل ہے اسلئے کہ یہ بھی پاک چیزیں ہیں اور مرغ کی خاصیت ہے کہ فرشتہ کو دیکھکر بانگ کہتا ہے اور کتا اور بلی حرام کئے گئے اس لئے کہ یہ دونوں درندوں میں داخل ہیں اور حرام چیزوں کو کھاتے ہیں اور کتا شیطان ہوتا ہے اور دوسری قسم وحشی یعنی جنگلی جانور ہیں ان جانوروں میں سے جو جانور تمام صفت میں بہیمۃ الانعام کے مشابہ ہیں مثلاً ہرن اور نیل گاے اور شتر مرغ اور ایکبار رسول خدا صلعم کو کسی نے بطور ہدیہ کے گورخر کا گوشت بھیجا تو آپ نے اُسکو تناول فرمایا اور کسی شخص سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرگوش کا گوشت آپ کو بھیجا تب بھی آپ نے اسکو قبول فرمایا؛ اور ایک مرتبہ آپ کے دسترخوان پر لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا اسلئے کہ عرب لوگ ان چیزوں کو پاک طیب جانتے تھے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے گوہ کے نہ کھانے کی نسبت یہ عذر کیا کہ میری قوم کے ملک میں یہ نہیں تھی۔ اسلئے مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی اور ایک مرتبہ احتمال مسخ کے ساتھ معذرت فرمائی اور ایک مرتبہ اُس سے نہی فرمائی اور میرے نزدیک انمیں کچھ تناقض نہیں ہے کیونکہ اسمیں دونوں وجہیں پائی جاتی ہیں کہ غذا کے لئے ہر ایک کافی ہے مگر مشتبہ چیز کا ترک کرنا تحرج میں داخل ہے پر وہ چیز حرام نہیں ہوتی اور نہی سے آپکی مراد کراہت تنزیہیہ ہے اور آپنے تمام درندوں کے کھانے سے نہی فرمائی ہے اسلئے کہ انکی طبیعت اعتدال سے خارج اور انکی عادات بد اور انکے دلمیں رحمت نہیں ہوتی اور پرندوں میں کبوتر اور چڑیا کو مباح کیا اسلئے کہ یہ پاک جانور ہیں؛ اور ہر شکاری پرند کے کھانے سے نہی فرمائی اور بعض جانوروں کو آپ نے فاسق سے تعبیر فرمائی لہذا اسکا کھانا بھی ناجائز ہے اور جو جانور مردار اور نجاست کھاتا ہے یا عرب کے لوگ اسکو خبیث جانتے ہیں اسکا کھانا مکروہ ہے؛ اللہ پاک فرماتا ہے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کیں اُنپر خبیث چیزیں اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ٹڈی کو کھایا کرتے تھے کیونکہ عرب اُس کو پاک جانتے تھے اور ایک قسم دریائی جانوروں میں انمیں سے جن کو عرب پاک جانتے ہیں انکا کھانا مباح کیا گیا ہے مثلاً مچھلی اور عنبر۔ اور جس کو وہ ناپاک سمجھتے ہیں اور حرام جانور سے ہکا نام لیتے ہیں مثلاً خنزیر تو اُسمیں اور متعارض ہیں مگر اجتناب اولے ہے؛ اور ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے کسی نے گھی کی نسبت جسمیں چوہا مر گیا تھا سوال کیا تو آپ نے فرمایا اُس چوہے اور اُس کے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو اور باقی کو کھالو۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر گھی میں چوہا گر پڑے پس اگر وہ گھی جما ہوا ہے تب تو اُس چوہے اور اسکے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالیں اور اگر پگھلا ہوا ہو تو اُس کے گرد نہ پھٹکو۔ میں کہتا ہوں جلال اور وہ چیز جسمیں مردار کا اثر ہو جاوے تمام ملتوں اور امتوں میں خبیث ہو جاتی ہے پس اگر وہ خبیث دوسری پاک چیز سے ممیز ہو تو اُس پاک کو کھالیا جائے اور ناپاک کو پھینکدیا جائے اور اگر ممیز نہ ہو تو وہ سب حرام ہو جاتی ہے اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جسمیں نجاست پڑی ہو حرام ہو جاتی ہے اور رسول خدا صلعم نے اُس جانور کے کھانے اور اُسکے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے جبکہ اُس کے اعضا نے نجاست کو جذب کر لیا اور اُسکے اجزا میں پھیل گئی تو انکا حکم مثل نجاست یا اُس جانور کے ہو گیا جو نجاست میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے؛ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال۔ ہمارے لئے دو میت اور دو خون حلال کئے گئے ہیں لیکن دو میت تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں؛ میں کہتا ہوں کبد اور طحال دو عضو ہیں اعضاء و بدن بہیمہ سے مگر یہ دونوں خون کے مشابہ ہیں تو آپ نے اُن کے اندر جو شبہ تھا اسکو دور کر دیا اور مچھلی و ٹڈی میں دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون ہی نہیں ہے لہذا اُن کے اندر ذبح مشروع نہیں کیا گیا؛ اور آنحضرت صلعم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور آپ نے اس کا نام فاسق رکھا اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر یہ پھونک مارتا تھا اور آپ نے فرمایا ہے من قتل وزغا فی اول ضربۃ کتب لہ کذا وکذا و فی الثانیۃ دون ذلک و فی الثالثۃ دون ذلک۔ جو شخص گرگٹ کو پہلے ہی ضرب میں مار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وے نوٹ سکے لئے ایسا اور ایسا لکھا جاویگا یعنی سو نیکیاں لکھی جاوینگی اور دوسری مرتبہ میں اس سے کم اور تیسری مرتبہ میں اس سے کم میں کہتا ہوں بعض حیوان کی خلقت میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ ان سے افعال اور ہیات شیطانیہ صادر ہوتی ہیں اور وہ حیوانات میں قریب تر شیطان کے ہوتے ہیں اور وسوسہ کے اعتبار سے وہ اُسکے تابع ہوتے ہیں اور رسول خدا صلعم نے معلوم کر لیا تھا کہ گرگٹ بھی انہیں حیوانات میں سے ہے اور اس بات پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو پھونکتا تھا اُسکے کرنے کے لئے یہ اُسکا مقتضای طبعی تھا شیطان کے وسوسے کے سبب اگرچہ اُس کی پھونکنے کا آگ کے اندر کچھ اثر نہ تھا اور اُس کے قتل کرنے میں آپ نے دو وجہ سے رغبت دلائی ایک تو یہ کہ اس میں نوع انسانی کی ایذا کا دفع ہے تو اس کا حال ایسا ہو گیا جیسے شہروں سے درختوں بھی کو قطع کرتے ہیں اور سوائے اُسکے جسمیں یہ خصلت پائی جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمیں لشکر شیطانی کا توڑنا ہے اور اُس کے وسوسہ کا دور کرنا ہے اور یہ بات اللہ تعالے اور ملائکہ مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے اُس کا مارڈالنا اول ضربہ میں دوسری مرتبہ مارنے سے اس لئے افضل ہے کہ اسمیں حذاقت اور سرعت الی الخیر پائی جاتی ہے واللہ اعلم۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب و ان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق۔ میں کہتا ہوں کہ میتۃ یعنی مردار اور خون کے مردار ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونوں نجس ہیں اور خنزیر کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا جانور ہے کہ اُس کی صورت میں ایک قوم مسخ ہو چکی ہے وما اھل لغیر اللہ بہ اور جو اصنام کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں اسمیں قطعی شرک ہے اور اس لئے کہ فعل کی برائے مفعول بہ میں سرایت کرتی ہے اور منخنقہ وہ جانور ہے کہ جسکا گلا مروڑا جاوے اور وہ مر جاوے اور موقوذہ وہ جانور ہے جو بغیر چھری کے مارا جاوے مثل لکڑی اور پتھر سے اور متردیۃ وہ جانور ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف گر پڑے اور نطیحۃ وہ جانور ہے جو سینگ لگا کر مر جاوے وما اکل السبع یعنی درندے کے کھانے سے جو بچ رہے یہ سب حرام ہیں اسواسطے کہ ذبیحہ طیبہ کا انضباط شارع نے اس صفت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جس کے حلق یا گردن پر کسی تیز چیز کا جان نکالنے کے قصد سے استعمال کیا جاوے پس اس سے لازم ہوا کہ ان سب صورتوں میں جو اس کے سوا ہیں وہ جانور حرام ہو اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں اس جانور کا بہتا ہوا خون اُس کے تمام بدن میں پھیل جاتا ہے اور اُس کی وجہ سے اُس کا تمام گوشت ناپاک ہو جاتا ہے۔ الا ما ذکیتم۔ یعنی مگر وہ جانور کہ جس کو اس طرح چوٹ لگے یا زخم پہنچ جاوے اور ہنوز وہ زندہ ہو اور پھر تم اُس کو ذبح کر لو اور جان کا نکلنا ذبح کرنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام یعنی تمہاری قسمت میں جو برائی یا بھلائی ہے جوے کے تیروں سے تم اسکا معلوم کرنا چاہو۔ جاہلیت میں ایسا کیا کرتے تھے کہ کسی بات کے معلوم کرنے کو وہ تیر پھینکا کرتے تھے ایک تیر میں افعل یعنی کر اور ایک میں لاتفعل یعنی مت کر اور ایک میں غفل یعنی خالی لکھا ہوتا تھا۔ اور اس کے اندر خدا تعالے پر افترا اور اپنے جہل پر اعتماد پایا جاتا تھا اس واسطے خدا تعالے نے اُس سے نہی فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے نہی فرمائی ہے کہ نشانہ بازی کے لئے کسی جانور کو زندہ باندھ دیا جاوے اور پھر نشانے لگا کر اُس کو مار ڈالیں اور اُس کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کو باندھکر اُس سے نشانہ بازی کیا کرتے تھے اور اسمیں بلا ضرورت اس جانور کو ستانا تھا اور نہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے قربانی یا کسی نعمت کا شکریہ ہوتا تھا اس واسطے اس سے نہی کی گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز پر لکھا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طور پر قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طور پر ذبح کرو اور تم میں سے کوئی ہو اُس کو چاہئے کہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام لینے دیا کرے میں کہتا ہوں قریب تر طریقہ جان کے نکالنے کے اختیار کرنیمیں داعیہ رحمت کا اتباع ہے اور یہ وہ خصلت ہے جس سے پروردگار عالم راضی ہوتا ہے اور اسپر اکثر مصالح منزلیہ اور مدنیہ موقوف ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کسی جانور کا عضو کاٹا جاوے اور حالانکہ وہ زندہ ہو تو اسکو مردہ کا حکم ہے میں کہتا ہوں وہ لوگ اونٹوں کے کوہان اور دنبوں کی چکیاں کاٹ لیا کرتے تھے اور اسمیں عذاب دینا تھا اور جو طریقہ خدا تعالیٰ نے ذبح کا مشروع کیا تھا اُس کے خلاف تھا تو آپ نے اس سے نہی فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو شخص چڑیا یا اس سے بڑے جانور کو ناحق مار ڈالے تو اللہ عزوجل اُسکے قتل سے استفسار فرمائیگا آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلعم اور اُس کا حق کیا ہے آپ نے فرمایا اُس کا حق یہ ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اسکو کھائے اور یہ نہ کرے کہ اُسکے سر کو قطع کر دے پھر اسکو پھینکدے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ دو چیزیں مشتبہ ہیں پس باہم انکی تمیز ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کی وجہ سے ہو اور مصلحت نوع انسانی کے داعیہ کا اتباع ہو اور دوسرا یہ ہے کہ قتل میں نوع حیوانی کے فاسد کرنے میں سعی ہو اور قساوت قلبی یعنی بیرحمی کے داعیہ کا اتباع ہو اور معلوم کرو کہ شکار بازی عرب کی عادت اور اُنکی عورت فاشیہ تھی حتی کہ شکار بازی منجملہ ان کے اُن پیشوں کے جن پر اُنکی معاش موقوف ہے ایک پیشہ تھا پس آنحضرت صلعم نے اسکو مباح کر دیا اور اس کی کثرت میں جو برائی تھی اُس کو اپنے اس قول کے ساتھ ظاہر کر دیا من اتبع الصید لھی جس شخص نے شکار کا پیچھا کیا اُس نے لہو کا کام کیا۔ اور شکار کے احکام اس بات پر مبنی ہیں کہ تمام شہروں میں شکار کرنا ذبح کرنے پر محمول ہے بجز اُس شرط کے کہ جس کا نبھانا دشوار ہے اور اُس کے لگانے میں اکثر کوشش شکار کرنے میں بیکار جاتی ہے لہذا شکاری جانور کے چھوڑتے یا تیر پھینکتے وقت خدا کا نام لینا شرط کیا گیا اور شکار کرنے والے کی نیت شرط کی گئی اور ذبح کرنا اور حلق یا گردن شرط نہ کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہے کہ شکار کرنے کی ذاتیات اس میں پائی جائیں مثلاً سکھائے ہوئے جانور کا قصداً شکار پر چھوڑنا اور اگر یہ بات نہ ہوئی تو اتفاق سے اُس شکار کا دبا لینا ہوگا۔ اور شکار کرنا نہ ہوگا اور ایک یہ کہ اُس شکاری جانور نے اُس شکار کو کھا نہ لیا ہو اور کچھ کھا لیا ہے تو اُس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زندہ مل گیا ہو اور اُس نے اُس کو ذبح کر لیا ہو تب تو وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے تا کہ معلم کے معنی پائے جائیں اور ما اکل السبع سے تمیز ہو جاوے اور آنحضرت صلعم سے جب شکار اور ذبائح کے احکام دریافت کئے گئے تو آپ نے انہیں اصول کے موافق جواب ارشاد فرمائے کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم اُن کے برتنوں میں کھا لیا کریں اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے کتے معلم و غیر معلم سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کیا بات مناسب ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تو نے حال بیان کیا پس اگر تم کو اور برتن میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں کھاؤ اور اگر میسر نہ ہوں تو انہیں کو دھو کر کھا لیا کرو اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر اپنی کمان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تو شکار کرے وہ اسے کھا لیا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو تو شکار کرے اسکو کھا لیا کر اور جو بغیر سدھائے کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اسکو ذبح کر کے کھالے۔ رسول خدا صلعم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تم کو اور چیزیں ہم پہنچیں تو ان میں مت کھایا کرو میں کہتا ہوں اسمیں پسندیدہ بات کا قصد کرنا اور وسواس سے دل کا مطمئن کرنا ہے اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سدھے ہوئے کتوں کو چھوڑا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو خدا کا نام لیلیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لیے پکڑ رکھے اور تو پہنچکر اس شکار کو زندہ پائے تب تو اس کو ذبح کیجیو اور اگر تو اسکو جا کر مرا ہوا پائے اور کتے نے اسکو نہ کھایا ہو تو اسکو کھاؤ اور اگر کتے نے اس کو کھا لیا ہو تو مت کھا کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لیے پکڑا تھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جا کر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو بھی مت کھا کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہیں کہ ان دونوں میں سے کس نے اسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں شکار کیطرف تیر پھینکتا ہوں اور پھر کل کو وہ تیر اس شکار میں گھسا ہوا مجکو ملتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ تیرے تیر سے وہ مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے اسمیں نہ معلوم ہو تو اسکو کھالے اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جب تو اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیلیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجکو نہ ملے اور پھر اسکے بعد ملے اور صرف تو اپنے ہی تیر کا اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اسکو کھالے اور اگر شکار کو پانی میں ڈوبا ہوا دیکھے تو اس کو مت کھا۔ اور کسی نے عرض کیا کہ معراض (وہ تیر ہے جسمیں پھال اور پر نہوں) مارتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ جو جانور زخمی ہو جائے اسکو کھالے اور جو جانور تیر کی چوڑائی سے چوٹ لگ کر مر جاوے تو وہ جانور موقوذہ ہے اس کو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم یہاں چند قومیں نو مسلم ہیں اور ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور ہم کو نہیں معلوم کہ آیا اسپر وہ خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم خود خدا کا نام لے کر اسکو کھا لیا کرو میں کہتا ہوں اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم کل دشمن سے مقابلہ کرنیوالے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے کیا ہم بانس سے ذبح کر لیا کریں فرمایا جو چیز خون کو بہادے اور اس پر خدا کا نام لیا جاوے اسکو کھالے بجز دانت و ناخون کے اور ان کا حال میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں دانت تو ایک ہڈی ہے اور ناخون حبشہ کی چھری ہے۔ اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اس کو روک لیا تو آپ نے فرمایا اس اونٹ کو وحشی جانوروں کی طرح آدمیوں سے نفرت ہوتی ہے پس اگر ان کی کوئی بات تم کو مجبور کرے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ میں کہتا ہوں چونکہ وہ وحشی ہو گیا تو اس کا حکم مثل حکم شکار کے ہو گیا اور ایک لونڈی کے باب میں آپ سے سوال کیا گیا کہ جس نے ایک بکری کو دیکھا کہ اس پر آثار موت کے طاری ہو رہے ہیں تو اس نے ایک پتھر کو توڑ کر اسکو ذبح کیا آپ نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا کہا گیا ہے کہ کھانوں میں سے بعض کھانے ایسے ہوتے ہیں کہ جس سے آپ حرج سمجھتے ہیں فرمایا کہ اپنے دل میں کسی بات کا اختلاج نہ کر ورنہ تیں نصرانیت کی مشابہت ہو جائے۔ اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلعم اونٹ کو نحر اور گائے و بکری کو ذبح کرتے ہیں ہم اور ان کے پیٹوں میں ہم بچہ پاتے ہیں اسکو پھینکدیں یا کھالیں آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اسکو کھا تو اس کا ذبح وہی ہے جو اس کی ماں کا ذبح ہے۔

www.Kitabo nnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جنکو امت کے لوگ عمل میں لایا کریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنی اور اُس کے بعد کلی کرنی ہے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم یبارک لکم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو تمہارے لئے برکت دیجائیگی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم طعاما فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا۔ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اُسکے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اُس کے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جائے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہ ہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اُس کا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور اُنمیں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر ان میں سے ایک کو تو اپنے تنگدست ہو جانیکا اندیشہ لگا رہتا ہے اور لوگوں کے مال میں اسکو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنیمیں موقع محل نہیں دیکھتا تاکہ اسکو دین یا دنیا کا کچھ نفع ہو اور دوسرا ایک محتاط آدمی ہے اور جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اسکا دل مطمئن رہتا ہے پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دیگئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دیگئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں صرف کرے تو وہ شے اُسکے لئے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ تر کافی ہوگی۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک اُنمیں سے ایک مثل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی ہے اور دوسرے کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے اور اُسکا کھانا اُسکے لئے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے اور بسا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اُس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جسمیں اُسکا زیادہ تر نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اُسکی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیئات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے فمن اخذہا باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ و کان کالذی یاکل ولا یشبع پس جس شخص نے اُسکو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اُس میں اسکو برکت نہ دیجاویگی اور وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھدیا جائے تو اُس پر سے چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اُسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جائے تو نہیں پھسلتا پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد کرتا ہے اور اُسکو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اُس کے لئے کافی ہو جائے اور اس بات پر اپنے نفس کو مطمئن کر دیتا ہے تو یہ اُسکی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اُس کو صرف کرتی ہے پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے اور جو چیز پریشانی آثار کی مفید ہو کر دیا اور اطمینان خاطر پیدا کیا تو ان باتوں کا اُس نے خوب لحاظ کیا اور غذا کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان سے نام لیا تو اُس پر برکت کا فیضان ہوجاتا ہے اور جب کوئی شخص غلہ ناپ کر اُسکی مقدار اُسکو معلوم ہوتی ہے اور میانہ روی کیساتھ اُسکو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو کم از کم اسکو اتنا غلہ کافی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور جب غلہ کو بے احتیاطی کیساتھ ڈالدیتا ہے اس سے وہ لین دین اسکی بے قدری ہوجاتی ہے اور اسکی سبب سے وہ ایک بے قدر چیز ہوجاتا ہے اور کم از کم غلہ جو اُسکے لئے کافی ہو سکتا ہے وہ اُس غلہ سے جو اوروں کے لئے کافی ہو سکتا ہے زیادہ ہونا چاہئے اور میرے گمان میں یہ بات ضروری ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان بسا اوقات ایک روٹی حاجت سے زیادہ کھا جاتا ہے یا چلتے پھرتے اور باتیں کرتے اُسکو کھا لیتا ہے اور اُس کے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اُسکے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے اور وہ اُس سے اُسکی بہت سیر ہوتی ہے اگرچہ معدہ بھرجائے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اُسکے وجود و عدم یکساں ہوا؛ اور وہ کسی کام میں نہ آیا مگر کچھ مدت کے بعد جب اُس غلہ کو دیکھا تو اُسکو معلوم ہوئی۔ الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب غیبی ہیں جنکے ضمن میں کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد کرتا رہتا ہے اور ان اسباب کی صورتیں روح ملکی یا شیطانی پھونک دیجاتی ہے واللہ اعلم۔ کھانے سے پہلے ہاتھ کے دھونے کی یہ وجہ ہے کہ اسمیں میل دور ہوجاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہوجاتی ہے اور اس بات کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُسکو کپڑے خراب ہوں یا کوئی درندہ اُس کے ہاتھ کو چاب ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات و فی یدہ غمر لم یغسلہ فاصابہ شیئ فلا یلومن الا نفسہ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اسکو بغیر دھوئے ہوئی سو جائے اور پھر اُسکو کچھ تکلیف پہونچے تو اُس کو چاہئے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے؛ اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم فلیاکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ۔ تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم بشمالہ فلا یشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ۔ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے؛ اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الطعام ان یذکر اسم اللہ علیہ کھانے پر خدا کا نام لینے سے شیطان اُسکو حلال کرلیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھاتے پر خدا کا نام لینا بھول جائے اور کھائے تو اُسکو یہ کہنا چاہئے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور آنحضرت صلعم نے ایسے شخص کے لئے فرمایا ہے کہ شیطان برابر اُس کے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے تو جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہوتا ہے قے کردیتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے کیوقت بھی اُسکے پاس آکر موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لئے اسکو نہ چھوڑے اور اس لقمہ کو خاک سے صاف کرکے کھالے۔ میں کہتا ہوں منجملہ اُن علوم کے جو خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ملائکہ اور شیاطین اور اُنکے زمین کے اوپر منتشر رہنے کا علم بھی ہمیں سے ہے انکا کام ہے کہ ملا اعلیٰ سے عمدہ باتوں کا فیضان الہام کے طور پر حاصل کرلیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے اُن الہامات کو بیان کردیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں آرا فاسدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا میلان انتظامات فضلہ کے بگاڑنے اور حکمت و وقار اور طبیعت سلیمہ کے تقتضی کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہ ان الہامات کو حاصل کر کے بنی آدم کی طرف جو انکے پیرو ہیں بیان کر دیتے ہیں منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا بیداری میں جب وہ کسی کو متشکل ہوتے ہیں تو ایسی ہیئت میں انکا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے مثلاً بائیں ہاتھ سے کھانے یا کتے وغیرہ کی صورت میں۔ اور منجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس میں ان صفات دنیہ کا انتعاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً بھوک شہوت جماع وغیرہ جب یہ صفات انکے اندر پیدا ہوتے ہیں پھر ان صفات کے پیدا ہونیکے بعد ان بعض حوائج کے ساتھ اختلاط و تلبس کے انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال میں ان افعال کیساتھ وہ شیاطین اپنی قضائے حاجت کرتے ہیں اس اعتبار سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جس میں شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اسمیں وہ شیاطین اپنی بھی قضائے شہوت کرتے ہیں قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی طرف اس کو میلان ہوتا ہے اور اسی طرح جس کھانے میں شیاطین کا اشتراک اور انکی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اس کھانے میں بھی برکت کم ہوتی ہے اس کھانے سے لوگوں کو نفع نہیں حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہو جاتا ہے اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع انکی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اسکی پناہ مانگے شیاطین اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور ہم کو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لئے آیا اور ہم نے کھانا اس کے سامنے پیش کیا اسکے کھانے کا ایک ٹکڑا اسکے ہاتھ میں سے گر پڑا اور زمین میں ڈھلک گیا وہ شخص پھر اسکے اٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا اتنا ہی وہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ حاضرین کو بیحد تعجب ہوا اور اسکو بھی اسکے پکڑنے میں کسی قدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اسکو اٹھا کر کھا گیا۔ پھر چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنی جن آگیا اور وہ جن اس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا اثناء کلام میں اس جن نے یہ بھی بیان کیا کہ فلاں شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجکو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اس نے مجکو کچھ نہیں کھلایا تو اس کے ہاتھ میں سے میں نے اسکو اچک لیا تو اس نے مجھ سے سخت جھگڑا کیا کہ اخیر کو وہ مجھ سے چھین لیگیا۔ اور ایک مرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجریں کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر انمیں سے گر کر ڈھلک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اسکو اٹھا کر کھا گیا پھر اسکے سینہ و پیٹ میں درد شروع ہوا اور اسپر جن آکر بولنے لگا۔ اور اسنے بیان کیا کہ میں نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی۔ اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہمارے کان میں پڑی ہیں جنسے ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہیں ان احادیث کے قبیل سے نہیں جنمیں معنی مجازی مراد ہیں واللہ اعلم

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احد جناحیه شفاء وفی الآخر داء وفی روایة وانه یتقی بجناحه الذی فیه الداء۔ جبکہ تمہارے کسی کے برتن میں مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اسکو پھینک دے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا اور دوسرے میں بیماری ہے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اس پر سے بچتی ہے جسمیں بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالیٰ نے حیوان کے اندر اسکی طبیعت کو تدبیر بدن کیلئے پیدا کیا ہے وہ طبیعت بسا اوقات مواد موذیہ کو جو جزو بدن ہونیکی قابلیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف دور کر دیتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی سبب ہے کہ اطبا جانوروں کی دُم کھانے سے منع کرتے ہیں اور کبھی بسا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونیکی صلاحیت
نہیں رکھتی کہائی رہتی ہے اور اسکی طبیعت اُس مادہ فاسد کو اُسکے عضو خسیس کے یعنی پر کی طرف پھینکتی ہے پھر وہ عضو جس
میں یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تا اوسکی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تکلیفوں کے مقدم ترین اعضا کا ہوتا ہے اور خدا کی
یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں سم رکھا ہے تو اُسمیں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تا کہ اُسکے سبب سے وجود انسان کا ہلاکت سے محفوظ
رہے اور اگر ہم اس مبحث طبعی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائیگا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ کھی کے کاٹنے کا زہر بعض جانوں
اور بعض غذاؤں کے کھانے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کیطرف یہ مادہ لذا عہ دفع ہوتا ہے اُس کا حرکت کرنا
معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جنکے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے پس
کونسی چیز ہے جو اس بحث سے مستبعد ہے اور آنحضرت صلعم نے خوان پر تناول نہیں فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور کبھی باریک
چپاتی آپ کیلئے پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر آپ نے کھایا اور نہ کبھی چلنی دیکھی بلا بھوسی اور
بغیر چھنے ہوئے جو نوش فرماتے تھے معلوم کر دکہ رسول خدا صلعم عرب میں مبعوث کئے گئے اور اُن کی عادات درمیانی عادات
تھی اور عجمیوں کے سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور اُن کا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور ادنی اسکا یہ ہے کہ دنیا میں نہ تعمق
کریں اور خدا تعالے کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کیلئے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ اپنے امام کے کم اور
زیادہ میں پیروی کریں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان المومن یاکل فی معا واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء بلا شک مومن
ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں میں کہتا ہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا بھر لینا ہے اور
مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اُس کا کھانے میں کمی کرنا منجملہ خصال
ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھوارے ملا کر نہ کھائے میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع کرنے
کی کئی معنی کی محتمل ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مضغ یعنی چابنا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت
سبب سے کم ہے کہ خوب ضبط نہ ہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اسکو تکلیف دینگی بخلاف اس کے جب ایک ہی گٹھلی ہو اور
ایک یہ ہے کہ یہ ہیئت منجملہ ہیئت شدت و حرص کے ہے اور ایک یہ ہے کہ اسمیں اپنے آپکو دوستوں پر اختیار کر لینا ہے
اور اس بات کا احتمال ہے کہ اُسکے مصاحب اس بات کو برا سمجھیں گراں جانیں۔ وہ اپنے مصاحبوں سے اس بات میں اجازت
لیلے تو کچھ مضائقہ نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یجوع اہل بیت عندہم التمر جنکے ان چھوارے ہیں انکے گھر کے
لوگ بھوکے نہ مرینگے اور نیز فرمایا ہے بیت لا تمر جیاع اہلہ جس گھر میں چھوارے نہیں اُنکے گھر والے بھوکے مرینگے اور
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے نعم الادام الخل کہ بہتر سالنوں کا سرکہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تدبیر منزل اسمیں ہے کہ اپنے گھر میں
کچھ چیز جمع کرے جو بازار میں ارزاں ہو جیسے مدینہ میں چھوارے اور ہمارے ملک کے دیہات میں گاجروں کی جڑیں وغیرہ پس
اگر کھانا اسکی طرف طبیعت رغبت کرتی سب پائے نہ اور نہ جو چیز اُس کے پاس ہو وہی اسکی سیدھی اور ستر ہو جائیگا پھر اگر وہ
ایسا نہ کرینگے تو بھوک کیوقت تکلیف اٹھائینگے اور یہی حال سالنوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اکل ثوما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوبصلا فلیعتزلنا۔ جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہم سے جدا رہے اور ایک ہانڈی آپکے سامنے پیش کی گئی جسمیں وہ ترکاریاں تھیں جنمیں بو آتی تھی تو آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم کھاؤ میں اسکو تمہارے واسطے دیتا ہوں جن کو تو نہیں دیتا میں کلتا ہوں لاکہ لطافت اور پاکیزگی کو محبوب جانتے ہیں اور ہر ایک اس چیز کو جو عادت پاکیزہ کو برانگیختہ کرے اور اسکے خلاف سے نفرت کرتے ہیں اور انحضرت صلعم نے درمیان شریعت محقین کے جنمیں انوار ملکیت کے چمکتے رہتے ہیں اور ما بین اُن کے غیر کے فرق کر دیا ہے انحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ اُس بندہ سے جو ایک لقمہ کھائے اور اسپر خدا کا شکر کرے اور ایک گھونٹ پانی پیئے اور اُسپر خدا کا شکر کرے راضی ہوتا ہے اُس کا راز سابقا گذر چکا ہے اور حمد کے باب میں چند طریقہ مروی ہیں جو شخص بجا لایا اُس نے سنت کو ادا کر دیا از انجملہ یہ ہے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنیٰ عنہ ربنا اور از انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا وجعلنا مسلمین اور از انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا۔ اور مہمانی کرنا منجملہ اسباب جوانمردی کے ایک باب ہے اور عادات مدنیہ کے جمع کرنے کیلئے ایک سبب ہے اُس کی وجہ سے مابین آدمیوں کے دوستی ہوتی ہے اور مسافر لوگ کچھ چیز نہیں پاتے ہیں تو اس کا باب زکوۃ میں شمار کرنا ضروری ہوا اور ضروری ہے کہ اسمیں رغبت اور حرص دلائی جائے انحضرت صلعم نے فرمایا ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ جو شخص خدا تعالےٰ اور روز آخرت پر ایمان لاتا ہے تو چاہیئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اب یہ حاجت لاحق ہوئی کہ مہمان نوازی کی مدت معین کی جائے تاکہ مہمان کے سبب سے میزبان کو دقت نہ واقع ہو یا احسان تھوڑے کو بہت نہ شمار کرے لہذا ایک رات دن اُسکی خاطر داری کی مدت مقرر کی گئی اور وہ بمنزلہ صلہ کے ہے اور انتہا مدت تین روز مقرر کئے گئے۔

مسکرات کا بیان

معلوم کرو کہ کسی نشہ آور چیز کے کھانے سے عقل کا زائل کرنا محالہ عند العقل ایک قبیح فعل ہے اسلئے کہ اسمیں نفس کو ورطہ بہیمیہ میں ڈالدینا اور ملکیت سے نہایت درجہ بعید ہو جانا ہے اور نیز اسمیں خلق الہی کی تغییر ہے اسلئے کہ اُس شخص نے اپنی عقل کو جس کیساتھ خدا تعالےٰ نے نوع انسان کو مخصوص و ممنون کیا ہے بگاڑدیا اور نیز اسمیں مصلحت منزلیہ اور مدنیہ کا بگاڑنا اور مال کا ضائع کرنا اور ہیات قبیحہ کا اپنے اوپر طاری کرنا اور مضحکہ اطفال بننا ہے خدا تعالےٰ نے ان سب باتوں کو حصراً اور اشارۃً اس آیت کریمہ میں جمع فرمایا ہے انما یرید الشیطان ان یوقع بینکما العداوۃ الآیۃ۔ یہی سبب ہے کہ تمام ملل و نحل کا یقیناً اس کی قباحت پر اتفاق ہے اور بعض ناقد بصیرت لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حکمت عملیہ کے اعتبار سے وہ ایک عمدہ چیز ہے کیونکہ طبیعت کی تقویت ہوتی ہے اُن کا یہ گمان حکمت طبیہ کی حکمت عملیہ کیساتھ اشتباہ کے قبیلہ سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دونوں متغائر ہیں اور اکثر اوقات اُن دونوں میں کشاکشی اور تنازع پیدا ہو جاتا ہے مثلاً قتال ایسی چیز ہے کہ طب کے اعتبار سے منع ہے کیونکہ اسمیں بدن انسانی کا قطع کرنا ہے طب کے اعتبار سے جسکی حفاظت واجب الاد[illegible] ضروری ہے اور اصلاح ملک یا عار شدید کے دور کرنے کی غرض سے حکمت عملیہ لیبا اوقات [illegible]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری جانتی ہے اسی طرح جماع ایک ایسی چیز ہے کہ غلبۂ شہوت اور اسکے چھوڑنے سے ضرر کے اندیشہ کی صورت میں حکمت طبیہ اسکو واجب کرتی ہے اور بسا اوقات عادت کے لائق ہونے یا سنت راشدہ کی مخالفت پائے جانے سے حکمت عملیہ اسکو حرام سمجھتی ہے اور ہر فرقہ اور ہر قرن کے دانشمند لوگوں کے نزدیک مصلحت کو طب پر ترجیح ہے اور یہ عقلاء لوگ اس شخص کو جو شہوت سے نفع نہ حاصل کرے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لئے اسکی پابندی چھوڑ دے بالاتفاق فاسق و فاجر اور بدکردار جانتے ہیں۔ خدا تعالے نے ہم کو اس آیت میں اس بات کی تعلیم فرمائی ہے فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ ان دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کیلئے منافع ہیں اور انکا گناہ انکے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ البتہ نشہ آور چیز کے استعمال کرنیمیں جس صورت کے اندر حد سکر کو نہ پہنچے اور اس پر مفاسد مترتب نہ ہوں عقلاء کا اختلاف ہے اور شریعت مستحکمہ محمدیہ جو سیاست امت و فساد کے اسباب بند کرنے اور احتمال تحریف کے قطع کرنیمیں درجہ کمال کا رکھتی ہے اس نے اس بات کا لحاظ فرمایا کہ تھوڑی شراب بہت سی کیطرف پہنچاتی ہے اور جبتک نفس کو شراب سے منع نہ کیجائے مفاسد سے منع کرنا کچھ موثر نہیں ہے اس کے لئے مجوس وغیرہ کا پورا حال شاہد ہے اور نیز اگر بعض شراب کی اجازت کا دروازہ مفتوح کردیا جائے تو سیاست ملیہ کا انتظام ہرگز نہیں ہوسکتا لہذا مطلق شراب کے ساتھ حرمت متعلق کی گئی خواہ قلیل ہو یا کثیر حدیث شریف میں آیا ہے لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا وبائعھا ومبتاعھا وعاصرھا ومعتصرھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ۔ شراب پر اور اسکے پینے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اور خریدنیوالے اور نچوڑنیوالے اور نچڑوانیوالے اور منگوانیوالے پر خدا تعالے کی لعنت ہے میں کہتا ہوں جب ایک چیز کے حرام کرنے اور اسکے نیست و نابود کرنیمیں مصلحت قرار پاگئی اور اسکی بابت حکم الٰہی نازل ہوگیا تو ضرور ہوا کہ تمام ان چیزوں سے نہی کی جائے جنسے اسکی قدر اور لوگوں میں دستور اور رغبت پائی جائے کیونکہ اس میں اس مصلحت کی مخالفت اور شرع کے ساتھ عداوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے بہت سی احادیث بیشمار طریقوں اور مختلف عبارتوں سے منقول ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الخمر من ہاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ۔ شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے چھوارے کا درخت اور انگور کا درخت اور ایک شخص نے اپنے تبع اور مرز وغیرہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جو نشہ لائے وہ حرام ہے اور آپ نے فرمایا ہے ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے۔ اور جو چیز بہت ساری نشہ لاوے وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے اور جس کا ایک پیالہ نشہ لائے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے اور جن لوگوں نے نزول آیت کا مشاہدہ کیا ہے انکا قول ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اسوقت میں شراب پانچ چیزوں سے بنا کرتی تھی انگور۔ چھوارہ۔ گیہوں۔ جو۔ شہد۔ اور خمر یعنی شراب اس چیز کا نام ہے جو عقل کو مخمور کردے اور نیز انہیں کا قول ہے کہ جب شراب حرام کی گئی ہے تو شراب انگوری بہت کم میسر ہوتی تھی اور اکثر شراب گدر چھوارے اور یا خشک چھواروں کی ہوا کرتی تھی اور جب آیت کا نزول ہوا ہے تو لوگوں نے شراب کے مٹکے جو گدر چھواروں کے بنی ہوئی تھی پھوڑ ڈالے اور قوانین شرع کا یہی مقتضیٰ ہے کہ مطلق شراب حرام ہو اسلئے کہ شراب انگوری کے خاص ہونیکے کیا معنی ہوسکتے ہیں حرام ہونے کی وجہ صرف عقل کا زائل کرنا اور قلیل کا کثیر کیطرف داعی ہونا ہے لہذا مطلق شراب کی حرمت کا قائل ہونا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہوا اور اس زمانہ میں کسی شخص کو جائز نہیں کہ جو شراب انگور سے نہ بنائی جاوے یا حد اسکار سے کم استعمال کیجائے اسکی حلت کا قائل ہو البتہ چند صحابہؓ اور تابعین کو شروع شروع میں یہ حدیث نہ پہنچی تھی اسلئے وہ معذور تھے اور جب حدیث تمام میں پہونچگئی اور نصف النہار کے مانند یہ بات ظاہر اور عیاں ہوگئی اور یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہونچگئی لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا۔ بلاشبہ میری امت کے لوگ شراب پیا کرینگے اور شراب کے سوا اور کچھ اس کا نام رکھینگے تو اب کوئی عذر باقی نہیں رہا اعاذنا اللہ تعالے والمسلمین من ذلک۔ اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے شراب سے سرکہ بنانے کی نسبت سوال کیا تو آپ نے اسکو منع فرمایا اُس سائل نے کہا میں دوا کے لئے اسکو بناتا ہوں تو آپنے فرمایا وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب کے حریص تھے اور اسکے پینے کے لئے حیلے کیا کرتے تھے اسلئے مصلحت تامہ اسمیں ٹھہری کہ بہرحال اُس سے منع کیجائے تاکہ کسی کو کوئی حیلہ اور عذر باقی نہ رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبیذ تمر اور بسر یعنی گدر چھوارے اور نبیذ کشمش اور چھوارے اور نبیذ زہو اور رطب سے منع فرمایا ہے اور زہو ان گدر چھواروں کو کہتے ہیں جنمیں سرخی نمودار ہو جائے اور رطب تازہ پکے ہوئے چھواروں کو کہتے ہیں میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ ملانے کے سبب سے مزہ بدلنے سے پہلے ہی اُن چیزوں میں نشا پیدا ہو جاتا ہے جسکے سبب سے پینے والے کو گمان ہوتا ہے کہ وہ مسکر نہیں ہے حالانکہ وہ مسکر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم جب کسی چیز کو پیا کرتے تھے تو تین سانسوں سے پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے سیرابی خوب ہوتی ہے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی اور طبیعت کو خوب گوارہ ہوتا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ معدہ میں جب تھوڑا تھوڑا پانی پہونچتا ہے تو طبیعت جہاں اسکو ضروری سمجھتی ہے اچھی طرح صرف کرتی ہے اور جب دفعتاً بہت سا پانی اسپر غلبہ کرتا ہے تو اُسکے اندر صرف کرنے میں متحیر ہو جاتی ہے بارد المزاج آدمی کے معدہ میں جب بہت سا پانی دفعتاً پہونچتا ہے تو مقدار کثیر کی مزاحمت واقع ہونے سے اسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اس شخص کی برودت اور زیادہ ہو جاتی ہے بخلاف اس صورت کے کہ بتدریج اسقدر پانی پہونچے اور حار المزاج آدمی کے معدہ میں جب دفعتاً پانی پہونچتا ہے تو ان دونوں میں مدافعت ہوتی ہے اور برودت پورے طور پر حاصل نہیں ہوتی تاکہ عمدہ طور پر اسکی سیرابی ہو اور جبکہ بتدریج پانی پیتا ہے تو اولاً مزاحمت ہوتی ہے اور بعد کو پھر برودت کو غلبہ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلعم پانی کے برتن سے منہ لگاکر پانی پینے سے اور مشک وغیرہ کے دہانے اور ہونٹے کے پانی پینے سے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جب مشک کا منہ وہ اکرکے کوئی شخص اس سے پانی پیئے تو پانی اسمیں سے اچھلکر دفعتاً اس کی حلق میں پہونچیگا اور اس سے درد جگر پیدا ہو جاتا ہے اور معدہ کو ضرر پہنچتا ہے اور نیز پانی کے دفعتاً منہ میں آنے سے تنکا وغیرہ متمیز نہیں ہوتا اور منقول ہے کہ ایک شخص نے مشک کو منہ لگاکر پانی پیا تھا تو ایک سانپ اس کے حلق میں پانی کے ساتھ ساتھ چلا گیا اور رسول خدا صلعم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نہی تادیب اور ارشاد کے لئے ہے کیونکہ بہترین صورت بیٹھکر پینا ہے اور سیرابی اور نفس کو سیری اسی عمدہ طرح حاصل ہوتی ہے اور طبیعت کی اس پانی کو محل پر صرف کرنے کی بہترین صورت یہی ہے اور آنحضرت صلعم کا فعل بیان جواز کیلئے اور آپ نے فرمایا ہے الایمن فالایمن۔ داہنی طرف کا پس داہنی طرف کا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے آپکی مراد فضل مناز عت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلئے کہ اگر فضل کا مقدم کرنا معتبر رکھا جاتا تو اکثر پیدا ہوتا کہ ایک شخص کی فضیلت کو سب لوگ نہ مانتے اور بسا اوقات ایک کے مقدم کرنے سے دوسرے کو ملال پہونچتا اور آنحضرت صلعم نے برتن میں سانس لینے یا اسمیں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ پھونکنے یا سانس لینے سے منہ یا ناک سے کسی ناگوار چیز کے گرنے کا خیال ہوتا جسکے سبب سے ایک ہیئت قبیحہ پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سموا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم رفعتم جب کوئی چیز پیو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب تم کھانا اٹھایا کرو تو خدا تعالےٰ کا شکر کیا کرو اس کا راز ہم بیان کر چکے ہیں ۔

لباس اور زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان

معلوم کرو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات اور لذاید دنیاوی کے اندر منہمک ہونیں انکے تکلفات پر نظر ڈالی تو انمیں سے جو سب کی جڑ اور سب کی اصل ہیں انکو حرام کیا اور جو انسے کم درجہ کے تکلفات ہیں انکو مکروہ کیا اسلئے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزیں دار آخرت کی بھلانیوالی اور طلب دنیا کی کثرت کے مستلزم ہیں منجملہ ان اصول کے لباس فاخرہ ہے کیونکہ سب سے زیادہ انکو اسی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسی سے انکو بڑا فخر ہوتا ہے اور اس سے کئی طرح بحث کی گئی ہے از انجملہ کرتہ اور ازار کا بہت نیچا کرنا ہے کیونکہ اس سے ستر اور زیبائش جو لباس سے مقصود ہوتی ہے انکو مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف فخر اور اپنی تونگری وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے اور زیبائش صرف اسی قدر میں ہے۔ جو بدن کے برابر ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا - جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسکی طرف نظر نہ کریگا۔ اور نیز فرمایا ہے ازرۃ المومن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین وما اسفل من ذلک ففی النار - مومن کی ازار اس کی پنڈلیوں کے نصف نصف تک ہوتی ہے نصف اور ٹخنوں کے مابین جو کچھ ہو اسپر مضائقہ نہیں ہے اور جو اس سے نیچی ہے تو وہ آگ میں ہے اور از انجملہ نہایت نادر اور نازک قسم کے کپڑے ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبس یوم القیمۃ جس نے دنیا میں حریر پہن لیا تو وہ قیامت کے اسکو نہ پہنے گا اسکی وجہ وہی ہے جو ہم شراب میں بیان کر چکے حریر اور دیبا کے پہننے اور قسی اور میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور بقدر دو یا چار انگشت یا تین کے اجازت دی ہے کیونکہ اسقدر استعمال کرنا پہننے میں داخل نہیں ہے قسی وہ کپڑا ہے جو کتان و حریر سے بنا جاتا ہے امیاثر میثرہ کی جمع ہے میثر ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جسکو سوار اپنے نیچے رکھ لیتا ہے شاید اس سے یہاں وہ تکیہ مراد ہے جو حریر سے بنا ہوا ہو یا نئی تکلف سے ہے۔ ارجوان ایک سرخ رنگ ہے اور یہاں سرخ کپڑا مراد ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو حریر کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی اسلئے کہ انکے بدن میں خارش ہو گئی تھی اور اس کے پہننے سے ترفع مقصود نہ تھا بلکہ خارش کا جاتا رہنا مقصود تھا- اور از انجملہ وہ کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہوا ہو جس سے سرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور اسمیں دکھاوا پایا جاتا ہے اسلئے آنحضرت صلعم نے کسم کا رنگے ہوئے اور زعفرانی کپڑے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہی عن المعصفر وہ ایک ہے دشمنوں کے لباس میں سے ہے اور نیز آپ نے فرمایا الا طیب الرجال ریح لا لون له وطیب النساء لون لا
ریح له. خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ بو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ رنگ ہے جسمیں خوشبو
نہ ہو اور رسول خدا صلعم کے ان ارشادات میں کہ ان البذاذة من الایمان۔ زینت کا ترک کرنا ایمان سے ہے اور
من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه الله ثوب مذلة یوم القیمة۔ جس نے شہرت کے لیئے دنیا میں کپڑا پہنا قیامت
کے دن خدا تعالے اس کو ذلت کا کپڑا پہنائیگا اور ان ارشادات میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ ان اللہ یحب ان
یری اثر نعمته علی عبده خدا تعالے کو یہ بات پسند ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر نظر آئے اور آنحضرت صلعم
نے ایک شخص کے سر کو پریشان دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے کہ بالوں کو درست کرلے اور
اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے کپڑے کو
دھولے اور آپنے فرمایا ہے کہ جب خدا تعالے تجکو مال دے تو مناسب ہے کہ اسکا انعام واکرام تیرے اوپر نظر آئے۔ ان
احادیث میں اختلاف نہ ہونے کیوجہ یہ ہے کہ یہاں دو امر ہیں اور وہ فی الحقیقت مختلف ہیں مگر بظاہر ان میں اشتباہ ہوتا ہے
انہیں سے ایک تو صفت مذمومہ ہے اور ایک شارع کو مطلوب ہے مقصود ہے مطلوب تو بخل کا ترک کرنا ہے اور لوگوں کے
درجات مختلف ہونے سے اسمیں بھی اختلاف ہوتا ہے مثلاً جو چیز لوگ کے اعتبار سے بخل میں داخل ہوتی ہے فقراء
کے اعتبار سے وہ اسراف میں داخل ہوتی ہے اور نیز شارع کو جنگلی اور ملحق بالبہائم کی عادات کا ترک کرنا اور پاکیزگی اور
پسندیدہ اخلاق کا اختیار کرنا مطلوب ہے اور مذموم تکلفات اور دکھاوے کیلئے کپڑا پہننا اور کپڑوں سے باہم فخر کرنا اور
فقراء کی دلشکنی کرنا وغیرہ امور ہیں اور الفاظ حدیث میں ان معانی کیطرف اشارے واقع ہوئے ہیں جیسا کہ متامل پر واضح
ہے اور جزاء کا مدار دراصل کبر اور فخر کے اتباع سے نفس کے باز رکھنے پر ہے اور آنحضرت صلعم جب کوئی جدید لباس
پہنتے تھے اسکا نام عمامہ یا کرتہ یا چادر لیکر فرماتے تھے اللهم لک الحمد کما کسوتنیه اسالک خیره وخیر ما صنع له واعوذ بک من شره
وشر ما صنع له۔ اسکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور منجملہ ان اصول کے اعلی درجہ کا زیور ہے اور یہاں دو اصل ہیں ایک تو یہ
ہے کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جسپر عجمی لوگ فخر کرتے ہیں اور اگر سونے کے زیور پہننے کا دستور جاری ہو تو کثرت سے
طلب دنیا کی ضرورت پڑے بخلاف چاندی کے اسلئے آنحضرت صلعم نے سونے کی بابت تشدد فرمایا اور فرمایا ولکن علیکم بالفضة
فالعبوا بها۔ مگر تم چاندی کو اختیار کرو پس اس سے کھیلا کرو۔ دوسری اصل یہ ہے کہ عورتوں کو آراستگی کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے تاکہ انکے خاوندوں کو رغبت ہو یہی سبب ہے کہ تمام عرب و عجم میں بنسبت مردوں کے عورتوں کی آراستگی کا
زیادہ تر دستور ہے اسلئے ضروری ہوا کہ عورتوں کو بنسبت مردوں کے زیادہ تر زینت کی اجازت دیجائے لہذا حضور نبوی
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ احل الذهب والحریر لاناث من امتی وحرم علی ذکورها۔ سونا اور حریر میری امت کی
عورتوں کو حلال اور مردوں کو حرام کیا گیا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں حضرت صلعم نے سونے کی انگوٹھی دیکھکر فرمایا
تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارہ کا ارادہ کرکے اسکو اپنے ہاتھ میں کر لیتا ہے چاندی کی انگوٹھی کو مردوں کے
لئے بھی آپنے اجازت عطا فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کیلئے اور فرمایا کہ برابر ایک مثقال کے اس کو مت پورا کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آنحضرت صلعم نے عورتوں کو سونے غیر منقطع سے منع فرمایا اور غیر منقطع وہ ہے جو ایک ہی ٹکڑے سے بنی ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اور جو کوئی اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہئے تو وہ اُسکو سونے کا حلقہ پہنائے من احب ان یحلق حبیبہ حلقۃ من النار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب ۔ اور اسی قاعدہ پر ہنسلی اور کنگن کو ذکر کیا اور اسی طرح سونے کے ہار اور سونے کی کان کی بالیوں اور سونے کے توڑے کے باب میں تصریح آئی ہے اور آنحضرت صلعم نے اس حکم کی وجہ بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے کوئی عورت دکھانے کے لئے زیور نہیں پہنتی مگر اُسکی زیور سے وہ عذاب دیجاوےگی حضرت ام سلمہؓ کے پاس سونے ایک ہیکل تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ منقطع کے قبیلہ سے تھی اور آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے سونا حلال ہے اُس کے یہی معنی ہیں کہ فی الجملہ حلال ہے یہ جو کچھ کہ ہم نے بیان کیا ان احادیث کا مفہوم ہے اور مجکو ان احادیث کا کوئی معارض نہیں ملا اور فقہاء کا جو اسمیں مذہب ہے وہ معلوم و مشہور ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

اور از انجملہ بالوں کی زینت ہے اسکے اندر لوگوں کے مختلف طریقے تھے ۔ مجوس تو اپنی داڑھیونکو ترشواتے اور موچھوں کو بڑھاتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اسکے خلاف تھا اسلئے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب ۔ مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیونکو بڑھاؤ اور موچھوں کو خوب ترشواؤ ۔ اور کچھ لوگ پراگندہ حال رہنے اور ذلت اور بدہیئت رہنے کو پسند کرتے تھے اور آرایش و زینت سے ان کو نفرت تھی اور کچھ لوگ آرایش میں نہایت تکلف کرتے تھے اور اُس کو ایک فخر کی بات سمجھتے تھے اور دوسرے لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے پس اُن سب کے طریقوں کا نیست و نابود کرنا منجملہ مقاصد شرعیہ کے ٹھہرا کیونکہ شرائع کا مبنیٰ افراط اور تفریط کے مابین حالت پر اور ان دونوں مصلحتوں کے جمع کرنے پر ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الفطرۃ خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط فطرۃ ۔ پانچ چیزیں ہیں ختنہ کرنا اور موے زیر ناف لینا اور مونچھ کا ترشوانا اور ناخنوں کا ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا ؛ پھر اس کے معین کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ اس طریقے کے مخالف انکار متوجہ ہو سکے اور ایسا نہ ہو کہ متورع لوگ ہر روز بال مونڈا کریں اور اکھیڑا کریں اور متہاون لوگ سال سال بھر تک خبر نہ ہوا کریں لہذا موچھوں کے اور ناخنوں کے ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی یہ مدت مقرر کی گئی کہ چالیس روز سے زیادہ دیر نہ کرے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ۔ ان الیہود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوہم ۔ یہود و نصاریٰ نہیں رنگتے ہیں پس تم اُن کی مخالفت کرو یعنی تم حنا سے رنگا کرو اور اہل کتاب سدل کیا کرتے تھے اور مشرک لوگ فرق کیا کرتے تھے پس آنحضرت صلعم نے اول سدل کیا اور بعد کو فرق کیا سدل کے معنی پیشانی کے بالوں کا منہ پر چھپا رکھنا ہے اور یہ ایک بدہیئتی کی صورت ہے اور فرق بالوں کے دو حصے کرکے ہر حصہ کو کنپٹی کی طرف پہونچا دینے کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے پیچھے رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ ہیئت شیطانی اور ایک قسم کا مثلہ ہے جسکو تمام نفوس بجز اُنکے جو اسکے عادی ہو کر مانوس ہو گئے ہیں مکروہ جانتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من کان لہ شعر فلیکرمہ جس کسی کے بال ہوں تو انکی عزت کرنی چاہئے اور آنحضرت صلعم نے کنگھی کرنے سے بجز تیسرے روز کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا ہے اس سے آپکی مراد افراط و تفریط ہیں تو سط ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ ۔ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور منہ کے بال اکھڑوانے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کے ریتوانے والیوں پر جو خلق الٰہی کو بدلتی ہیں خدا تعالیٰ کی لعنت ہے اور اسی طرح آنحضرت صلعم نے زنانے مردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت کی ہے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر نوع اور ہر صنف کو اس کے بدن میں ظہور احکام کا مقتضے بنایا ہے مثلاً مردوں کے اندر داڑھی وغیرہ کا شوق اور عورتوں کے اندر خوشی اور سرور کی باتیں سننے کی رغبت پیدا کی ہے پس اپنی استعداد کے اعتبار سے ہر واسطے مادہ میں پائی جاتی ہے کچھ احکام کا مقتضی ہونا بعینہ اُن احکام کی اضداد سے نفرت کرنا ہوتا ہے لہذا ہر نوع اور ہر صنف کا اسکے مقتضائے فطرت کے موافق باقی رہنا پسندیدہ ہوا اور تغییر خلق اللہ لعنت کا سبب ٹھہرا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از خچر پیدا ہونے کیلئے گھوڑے کو گدھے سے گابن کرانے سے نہی فرمائی ہے مگر بعض قسم کی آرایش تو ایسی ہوتی ہے جس میں طبیعت کے فعل کی تقویت اور اسکی تائید اور اُس کی پیروی ہوتی ہے مثلاً سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا اور یہ آرایش پسندیدہ چیز ہے اور بعض قسم کی آرایش فعل طبیعت کے مخالف ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی زینت ہے جس میں تکلف کر کے نئی نئی چیزوں کا ایجاد پایا جانے طبیعت جسکی مقتضے نہیں ہے اس قسم کی آرایش بھی ناپسندیدہ ہے اگر انسان کو اُس کی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جاتے تو انسان ضرور اُسکو شل خیال کرے اور ازاں جملہ کپڑوں اور دیواروں اور فرش میں تصاویر کا بنانا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی ہے اور اس نہی کا مدار دو باتوں پر ہے ایک تو یہ کہ اسمیں تزئین اور آرایش کی صورت ہے اسواسطے کہ وہ لوگ تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور مال کثیر اسمیں صرف کیا کرتے تھے پس اسکا حال بھی حریر کے مانند ہوا اور یہ امر درخت وغیرہ کی تصویر میں بھی موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تصاویر میں مشغول رہنا اور انکا بنانا اور ان کی طرف رغبت کرنے کا دستور جاری ہونا ایسا امر ہے کہ اس سے بت پرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور اسمیں بتوں کی عظمت اور بت پرستوں کیلئے انکی یاد دہانی اور اکثر امتوں میں بت پرستی کے جاری ہونے کا منشا یہی واقع ہوا ہے اور یہ بات صرف حیوانات کی تصویر میں پائی جاتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مورتوں کے سر کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ درخت کی صورت پر ہو جائیں اور درختوں کی تصویر میں اسقدر قباحت نہیں لازم آتی اور فرمایا ہے ان بیت الذی فیہ الصورۃ لا تدخلہ الملائکۃ ۔ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے نہیں آتے اور فرمایا ہے کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صورھا نفسا فیعذبہ فی جہنم ۔ ہر مصور آگ میں ہے جو جو تصویر اُس نے بنائی ہے ہر ایک کے بدلمیں اسکے لئے ایک نفس مقرر کیا جائیگا۔ وہ نفس اسکو جہنم کے اندر عذاب دیگا۔ اور فرمایا ہے من صور صورۃ عذب وکلف ان ینفخ فیہ ولیس بنافخ ۔ جس نے کوئی مورت بنائی ہے اسکو عذاب دیے جائینگے اور کہتے جائینگے کہ اسمیں جان ڈال اور وہ جان نہ ڈال سکیگا میں کہتا ہوں چونکہ تصاویر کے اندر بتوں کے معنی پائے جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں بتوں اور بت پرستوں پر لعنت اور غضب کا اقتضا پایا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ ملائکہ کو اُن سے نفرت ہو اور جب تمام لوگ قیامت کے روز اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اٹھائے جائینگے تو ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصوّر کا عمل اُن نفوس کی صورت میں متشکل ہوجائیگا تصویر بناتے وقت جنکا اسنے تصور کیا تھا اور آسنے نقل بنانی چاہی تھی اسواسطے کہ انھیں نفوس کی صورتیں ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اُس مصوّر نے اُن حیوانات کی نقل بنانے پر جو اقدام کیا ہے اور اس بات میں کوشش کی ہے کہ نقل بنانے میں کمال کے مرتبے کو پہنچا دے قیامت کے روز اسکا ظہور اس طرح پر ہوگا کہ اُس سے کہا جائیگا اس تصویر میں جان ڈال اور وہ نہ ڈال سکیگا اور ازانجملہ غم غلط کرنیوالی چیزوں میں مشغول رہنا ہے ایسی چیزیں ہوتی ہیں جنکی وجہ سے نفس کو دنیا و آخرت سے بیغمی ہوجاتی ہے اور اوقات ضائع ہوتی ہے مثلاً معزف اور شطرنج اور کبوتر بازی اور جانوروں کا لڑانا و علی ہٰذا القیاس کیونکہ انسان جب ان چیزوں میں مشغول ہوتا ہے پھر اُسکو کھانے اور پینے اور ضروریات کی خبر نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہاں سے نہیں ہلتا پھر اگر ایسی چیزوں میں مشغول رہنے کا دستور عام ہوجائے تو تمام شہر والے شہر پر بھاری پڑجائیں اور اپنی جان کی درستی کی انکو خبر نہ رہے معلوم کرو کہ راگ اور دف ولیمہ وغیرہ کے اندر تمام عرب و عجم کی عادات اور خصلت میں داخل ہے اسواسطے کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے اور اُن چیزوں میں سے نہیں ہے جس سے دنیا و دین خراب ہوجائے اور ان چیزوں میں ما بالامتیاز یہ ہے کہ جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام ملک حجاز اور تمام بستیوں میں فرح اور سرور سے جو ایک مطلوب چیزیں ہیں زائد ہوں وہ چیزیں ممنوع اور دنیا و عاقبت کی خراب کرنے والی ہیں مثلاً مزامیر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ۔ جس نے شطرنج کھیلا گویا اُس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اُس کے خون میں رنگا اور حدیث شریف میں آیا ہے لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف۔ میری امت میں بلاشبہ کچھ گروہ ایسے ہونگے جو فرج اور حریر اور شراب اور کھیل کی چیزوں کو حلال سمجھینگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدف۔ نکاح کا اعلان کرو اور اُس پر دف بجاؤ۔ پس ملاہی دو قسم کی ہیں ایک حرام یہ وہ کھیل کی چیزیں ہیں جو طرب اور سرور پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں مثلاً مزامیر اور ایک مباح وہ ولیمہ وغیرہ میں اظہار سرور کی غرض سے دف بجانا اور گانا ہے۔ اور حدی اصل میں تو وہ ہوتی ہے جو اونٹوں کے اندر جولانی کرنے کی غرض سے پڑھی جاتی ہے مگر یہاں مطلق خوش الحانی اور گھٹانا بڑھاؤ کے ساتھ کسی چیز کا پڑھنا مراد ہے وہ بھی مباح ہے اسواسطے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے دنیا و آخرت سے بیفکری ہوجائے بلکہ وہ ملال دور کرنے والی چیز ہے اور آلات جنگ سے بازی کرنا مثلاً تیر بازی کرنا گھوڑے کا پلٹانا یا نیزہ بازی کرنا تو فی الحقیقت یہ چیزیں کھیل میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان سے مقصود شرعی حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کے روبرو آپ کے ہی مسجد شریف میں ایک مرتبہ حبشیوں نے پٹا کھیلا ہے۔ اور ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کبوتر کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھا تو آپ نے فرمایا ایک شیطان ہے جو اپنے شیطان کے پیچھے جا رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے لڑانے سے نہی فرمائی ہے اور ازانجملہ حاجت سے زیادہ صرف دکھانے اور فخر کرنے کے لئے سواریوں اور فرش فروش کا اکٹھا کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فراش للرجل وفراش لامرأتہ والثالث للضیف والرابع للشیطان۔ ایک بستر تو مرد کے لئے ہوتا ہے اور ایک اسکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کے لئے اور تیسرا مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یکون ابل للشیاطین و
بیوت للشیاطین یعنی اونٹ شیاطین کے لئے اور بعضے گھر شیاطین کے لئے ہوتے ہیں۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں شیاطین کیلئے
اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں تم میں سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اونٹنیوں کو فربہ کر کے اپنے ساتھ لیکر نکلتا ہے اور ان میں سے کسی
پر سوار نہیں ہوتا اور راستہ میں اسکو کوئی بھائی مسلمان ملتا ہے جسکے پاس سواری وغیرہ نہیں ہوتی تو وہ اسکو بھی نہیں سوار
کرتا۔ اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے ملائکہ مقربین کو تکلیف پہنچتی ہے
کیونکہ اسکو شیاطین کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ چھپکلی کے اندر ہم نے بیان کیا ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس کے گھر میں رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا من اتخذ کلبا الا کلب ماشیۃ او صید و زرع انتقص من اجرہ کل یوم
قیراط وفی روایۃ قیراطان۔ جو شخص کتا رکھے بجز اس کتے کے جو مواشی یا شکار یا کھیتی کیلئے ہو ہر روز اس کے اجر میں
سے ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے اور ایک روایت میں دو قیراط آیا ہے اور بند ر اور خنزیر کے پالنے کا بھی حکم کتے کے
پالنے کے مانند ہے۔ میں کہتا ہوں اجر کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قوت بہیمی کو مدد پہونچتی ہے اور ملکیت
مغلوب ہوتی رہتی ہے اور قیراط کی مقدار کو تمثیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس سے جزو قلیل مراد ہے لہذا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک قیراط اور دو قیراط کے ساتھ بیان کرنے میں کچھ منافات نہ ہوئی۔ اور از انجملہ سونے چاندی
کے ظروف کا استعمال کرنا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الذی یشرب فی اناء الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ
نار جہنم۔ جو شخص چاندی کے برتن سے پیتا ہے بلاشبہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تشربوا فی اٰنیۃ الذہب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافہا فانہا لہم فی الدنیا ولکم فی الاٰخرۃ۔ سونے
اور چاندی کے برتن میں مت پیو اور نہ اس کی رکابیوں میں کھاؤ کیونکہ ان کے لئے تو وہ دنیا میں ہیں اور تمہارے
لئے وہ آخرت میں ہیں۔ اور سابقاً ہم جو بیان کر چکے ہیں اس سے اسکی وجہ صاف صاف معلوم ہو سکتی ہے اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خمروا الاٰنیۃ واوکوا الاسقیۃ واجیفوا الابواب واکفتوا صبیانکم عند المساء فان للجن
انتشارا وخطفۃ واطفئوا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقۃ ربما اجترت الفتیلۃ فاحرقت اہل البیت۔ شام کے
ہوتے ہی برتنوں کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزوں کے دہانے باندھ دیا کرو۔ اور دروازوں کو بند کر دیا کرو اور
اپنے بچوں کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ جن پھیلے رہتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو گل کر دیا کرو
اس واسطے کہ فویسقہ یعنی چوہا اکثر فتیلے کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والوں کو پھونک دیتا ہے اور ایک روایت میں اس
کے ساتھ یہ بھی آیا ہے فان الشیطان لا یحل سقاء ولا یفتح بابا ولا یکشف اناء۔ کیونکہ شیطان مشک کو نہیں کھولتا اور
نہ دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے فان فی السنۃ لیلۃ ینزل
فیہا وباء لا یمر باناء لیس علیہ غطاء او سقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من ذلک وباء۔ کیونکہ سال بھر میں ایک رات
ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے پھر اس وبا کا جس کسی برتن بغیر ڈھکے پر یا بغیر بندھی ہوئی مشک
پر گذر ہوتا ہے ضرور اس میں اس وبا میں سے کچھ نازل ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شام کے وقت جنات کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیلنے کا یہ سبب ہے کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہیں پس جہان میں تاریکی پھیلنے سے اُن کو بہجت اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جہان میں منتشر ہو جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ شیطان بند چیز کو نہیں کھولتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ شیاطین کا اثر افعال طبیعہ کے ضمن میں ہوا کرتا ہے مثلاً کسی گھر میں ہوا کا گذر ہوتا ہے تو جنات اکثر اُسکے ساتھ گھر میں گھس جاتے ہیں یا کسی پتھر کو اوپر سے ڈھکیلا جائے اور اُس کے لڑھکانے میں کوشش کی جائے تو مقتضائے عادت سے زیادہ وہ جنات کے اثر سے لڑھک جاتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ سال بھر میں ایک شب ایسی ہوتی ہے جسمیں بلا کا نزول ہوتا ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا وقت پیدا ہو جاتا ہے جسمیں ہوا بگڑ جاتی ہے اور میں نے ایک مرتبہ اُس کا مشاہدہ کیا ہے اُسکی یہ صورت ہوئی کہ مجھے ایک خراب ہوا چلتی ہوئی معلوم ہوئی جس سے اسی وقت میرے سر میں درد پیدا ہو گیا اور راز انجملہ بلند بلند مکان بنانا اور اُنکی زیب زینت کرنا ہے اس بات میں بھی لوگ نہایت تکلف کرتے تھے اور مال کثیر انہیں صرف کر ڈالتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت سخت حکم سنا کر اُسکا علاج کیا اور فرمایا ما انفق المومن من نفقۃ الا اوجر فیہا الا نفقتہ فی ہذا التراب۔ مومن کوئی خرچ ایسا نہیں کرتا جس میں اُسکو اجر نہ دیا جائیگا بجز اُس خرچ کے جو اس مٹی میں کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کل بناء وبال علی صاحبہا الا ما لا الا ما لا یعنی الا ما لا بد منہ ہر عمارت اپنے بنانے والے پر وبال ہے مگر ما لا مگر ما لا یعنی جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس لی اولیس لنبی ان یدخل بیتا مزوقا میرے لئے جائز نہیں یا کسی نبی کیلئے جائز نہیں کہ کسی آراستہ گھر میں داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ لم یامرنا ان نکسوا الحجارۃ والطین۔ خداتعالےٰ نے ہم کو اس بات کا حکم نہیں دیا ہے کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنا دیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے امراض اور مصائب میں طب اور منتر سے کام لیا کرتے تھے اور کسی آئندہ چیز کے معلوم کرنے میں فال اور شگون اور خطوط سے کام لیا کرتے تھے اُس کا نام رمل ہے اور نیز کہانت اور نجوم اور تعبیر خواب سے کام لیتے تھے اور اُنکے اندر بعض نا سزاوار امور تھے لہذا اُن سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور باقی کو مباح کیا پس طب کی حقیقت ادویہ حیوانیہ یا نباتیہ یا معدنیہ کے طبائع کے موافق عمل کرنا اور اخلاط کے اندر تصرف کر کے اُن میں کمی بیشی کرنا ہے اور قواعد شرعیہ سے اُنکا ثبوت ہوتا ہے اس واسطے کہ ان میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور نہ اُن میں دین و دنیا کا کچھ نقصان ہے بلکہ اُسمیں بہت منفعت اور لوگوں کی جماعت کا مجمع کرنا ہے مگر شراب سے علاج کرنا ممنوع کیا گیا ہے اس واسطے کہ شراب کی جس کو چاٹ لگجاتی ہے پھر اُس کا جانا دشوار ہوتا ہے اسی طرح خبیث ادویہ یعنی سمیات سے حتی الامکان علاج کرنا منع ہے کیونکہ بسا اوقات اُن سے جان جاتی رہتی ہے اور حتی الامکان داغ دینا بھی منع ہے کیونکہ آگ سے جلانا ایسی چیز ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو معالجات مروی ہیں اُنکی اصل وہی تجربات ہیں جو عرب کے نزدیک تھے اور منتر کی حقیقت اُن کلمات کا استعمال کرنا ہے عالم مثال میں جن کے لئے تحقق اور اثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلتا ہے اگر وہ کلمات شرک سے خالی ہوں تو قواعد شرعیہ انکو رد نہیں کرتی خصوصاً جب کہ وہ کلمات قرآن و حدیث سے ہوں جنمیں تضرع الی اللہ تعالےٰ کے معنی پائے جاتے ہیں اور نظر حق ہے . . . . . اور نظر حقیقت میں اُس اثر اور صدمہ کا نام ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے اُسکو صدمہ پہنچتا ہے جسکو نظر لگائی جائے کسی چیز کے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہی جنات کے نظر کا حال ہے اور جن احادیث میں منتر اور تعویذ اور حُب کے عمل وغیرہ سے نہی وارد ہوئی ہے وہ انہیں صورتوں کے ساتھ متعلق ہے جنمیں شرک یا سبب کے اندر اسقدر انہماک کے معنی پائے جاتے ہوں جسکی وجہ سے باریتعالےٰ سے غفلت ہو جائے اور شگون بد یا شگون نیک کی حقیقت یہ ہے کہ ملاء اعلےٰ میں جب کسی امر کا حکم دیدیا جاتا ہے تو بسا اوقات وہ واقعات جو اپنی جبلت کے اعتبار سے ہر چیز کا عکس بسرعت کیساتھ قبول کر لیتے ہیں اُس امر کا رنگ پکڑ لیتے ہیں وہ واقعات ایک تو دلوں کے خواطر اور خیالات ہیں اور ایک الفاظ ہیں جو مقصود الیہ بالذات ہوتے ہیں اور ایک وقائع جویہ یعنی وہ واقعات جو زمین و آسمان کے مابین فضا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں کیونکہ طبیعت کے اعتبار سے ان واقعات کے اسباب بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں اور انکا ایک صورت کے ساتھ خاص ہونا اور دوسری کے ساتھ نہ ہونا اسباب فلکیہ یا ملاء اعلیٰ میں کسی امر کے ثابت ہو جانے کیوجہ سے ہوتا ہے اور عرب کے لوگ ان باتوں سے واقعات آیندہ پر استدلال کیا کرتے تھے چونکہ ان باتوں میں صرف تخمین کو دخل ہوتا تھا اور وہم کا انمیں برانگیختہ کرنا بلکہ بسا اوقات کفر اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ خدا تعالےٰ سے اُن کی توجہ ہٹ جائے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی سے بالکل منع فرمادیا کہ خیرہا الفال بہتر انمیں فال ہے یعنی کوئی نیک کلمہ جو نیک آدمی کی زبان سے نکلے کیونکہ وہ ان قباحات سے پاک ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدوٰی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے سے انکار فرمایا ہے نہ بایں معنی کہ وہ بالکل ایک بے اصل چیز ہے بلکہ عرب کے لوگ اُسکو ایک سبب مستقل خیال کرتے تھے اور توکل کو بالکل بھول جاتے تھے اور حق بات یہ ہے کہ ان اسباب کی سببیت اسیوقت تک ثابت رہتی ہے جبتک انکے خلاف خدا تعالےٰ کا حکم ثابت نہ ہو اسواسطے کہ حکم الٰہی کے منعقد ہو جانے کے بعد خدا تعالےٰ اُسکو پورا کردیتا ہے اور نظام بھی بدستور قائم رہتا ہے زبان شرع سے اس نکتہ کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ یہ اسباب عقلیہ نہیں ہیں بلکہ اسباب عادیہ ہیں اور ہامہ (جانور جو قبر میں پیدا ہو جاتا ہے زمانہ جاہلیت کے اوہام کے موافق ہے) اور غول سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے اس واسطے ان امور کے اندر مشغول ہونے سے انکو منع کیا گیا نہ اسواسطے کہ یہ بالکل بے حقیقت چیزیں ہیں یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ احادیث متظاہرہ سے جنات اور جہان میں انکے منتشر رہنے اور عدوی کا ثبوت ہوتا ہے اور نیز احادیث سے عورت اور گھوڑے اور مکان کے اندر نحوست کی اصل کا ثبوت ہوتا ہے پس لامحالہ انکی نفی بایں معنی ہوگی کہ انکے اندر کا خوف رہنا منع ہے اور اسمیں مخاصمت نہیں ہو سکتی پس اگر کوئی شخص کسی پر دعوے کرے کہ اسنے اپنا بیمار اونٹ میرے اونٹ کے پاس کر کے اسکو بیمار کر دیا یا مار ڈالا وعلیٰ ہذا القیاس اُس کا دعوے مسموع نہ ہوگا اور یہ چیزیں بالکل بے اصل بھی نہیں ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہانت یعنی جنات کی خبر بیان کرنے سے ممانعت بھی فرمائی ہے اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اُس سے آپ نے بری الذمہ ہونا بیان فرمایا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کا حال دریافت کیا گیا تو آپ نے بیان فرمایا کہ ہوا کے جو میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ اُس امر کا باہم ذکر کرتے ہیں آسمان میں جس کا حکم دیا جاتا ہے تو شیاطین خفیہ طور پر وہاں سننے کیلئے جا پہنچتے ہیں اور اُسکو سن آتے ہیں۔ اور کاہنوں کو آکر کہہ دیتے ہیں اور وہ اُس کے ساتھ ایک میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں یعنی ملا اعلے میں جب کوئی امر ثابت ہو جاتا ہے تو ملائکہ سافلہ پر جو الہام کی قابلیت رکھتے ہیں اسکا القا ہوتا ہے۔ پھر بعض بعض جنات جو ہوشیار اور زکی ہوتے ہیں ملائکہ سے اُسکو معلوم کر لیتے ہیں پس اس بات کا یقین کر لو کہ ان امور کے ساتھ جو نہی متعلق ہے اُس کا مدار اس بات پر نہیں ہے کہ نفس الامر میں وہ چیزیں نہیں پائی جاتیں بلکہ اسواسطے اُسنے نہی کیگئی ہے کہ ان سب میں خطا اور شرک اور فساد کا اندیشہ ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ کہدے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم ہے اور لوگوں کے لئے منفعتیں ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے باقی رہے تنائے تو یہ بات بعید نہیں ہے کہ انکی بھی کچھ اصل ہو کیونکہ شرع نے صرف انکے اندر مشغول رہنے سے نہی فرمائی ہے ان کی حقیقت کی نفی بالکلیہ نہیں کی ہے اور اسی طرح سلف صالح سے ان چیزوں میں مشغول ہونا اور مشتغلین کی مذمت اور ان تاثیرات کا قبول نہ کرنا تو برابر چلا آیا ہے مگر ان سے ان چیزوں کا معدوم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں ان میں سے بعض اشیاء ایسی ہیں جو یقین کے درجہ میں بدیہیات اولی کے درجے کو پہونچ چکی ہیں مثلاً شمس وقمر کے حالات مختلف ہونے سے فصول کا مختلف ہونا وعلی ہذا القیاس اور بعض باتیں فکر یا تجربہ یا رصد سے ثابت ہوتی ہیں جسطرح تجربہ وغیرہ سے مثلاً سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور غالباً انکی تاثیر دو طریقہ سے ہوتی ہے ایک طریقہ تو طبیعت کے قریب قریب ہے یعنی جسطرح ہر نوع کے لئے طبائع مختلف ہوتی ہیں جو اُسی نوع کے ساتھ مختص ہوا کرتی ہیں یعنی حرارت وبرودت اور رطوبت ویبوست اور امراض کے دفع کرنے میں انہیں طبائع سے کام لیا جاتا ہے اسیطرح افلاک اور کواکب کے لئے بھی طبائع خاص اور جدا جدا خواص ہیں مثلاً آفتاب کیلئے حرارت اور چاند کیلئے رطوبت اور جب ان کواکب کا اپنے اپنے محل میں گذر ہوتا ہے زمین پر انکی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ دیکھو کر عورتوں کیلئے جو عادات اور اخلاق مخصوص ہیں انکا منشا عورتوں کی طبیعت ہی ہوا کرتی ہے اگرچہ اُسکا ادراک ظاہر پر نہ ہوسکے اور مرد کیساتھ جو اوصاف مختص ہیں مثلاً جرات آواز کا بھاری ہونا اسکا منشا بھی اُسکی کیفیت مزاجی ہوا کرتی ہے پس تم اس بات سے انکار مت کرو کہ جس طرح ان طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے اسی طرح زہرہ اور مریخ وغیرہ کے قوائے زمین میں حلول کرکے اپنا اثر ظاہر کریں اور دوسرا طریقہ قوت روحانیہ اور طبیعت کے باہم ترکیب کے قریب قریب ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جسطرح جنین کے اندر ماں اور باپ کیطرف سے قوت نفسانی حاصل ہوتی ہے اور آسمان وزمین کیساتھ ان عناصر ثلثہ کا حال ایسا ہی ہے جو ماں باپ کے ساتھ جنین کا حال ہوا کرتا ہے پس یہی قوت جہان کو اولاً صورت حیوانیہ اور بعد ازاں صورت انسانیہ کے قبول کرنے کے قابل بناتی ہے اور اتصالات فلکی کے اعتبار سے ان قوی کا حلول کئی طرح ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہیں جب کچھ لوگوں نے انکے اندر غور کرنا شروع کیا تو اُن کو ستاروں کا علم یعنی علم نجوم حاصل ہو گیا اور اُسکے ذریعہ سے آیندہ واقعات انکو معلوم ہونے لگے مگر جب مقتضائے الٰہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکے خلاف مقرر ہوجاتی ہے تو ستاروں کی قوت ایک دوسری صورت میں جواسی صورت کے قریب ہوتی ہے متصور ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا نظام بھی قائم رہتا ہے اور شرع میں اس نکتہ کو اسطرح پر تعبیر کیا جاتا ہے کہ کواکب کے خواص میں لزوم عقلی نہیں ہے بلکہ عادت الٰہی اسطرح جاری ہے اور یہ خواص بمنزلہ امارات اور علامت کے ہیں مگر جب کثرت سے لوگوں کو اس علم میں توغل ہوگیا اور بہت تن اسمیں مشغول ہوگئے تو اس واسطے اسمیں کفر اور خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم نہ رہنے کا احتمال پیدا ہوا کیونکہ جو شخص اس علم میں مشغول ہورہا ہے وہ تہ دل سے کیونکر یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت سے یہ مینہ برسا ہے بلکہ خواہ مخواہ یہی کہیگا کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے برسا ہے لہذا یہ امر اس کو اس ایمان سے جو نجات کا دارمدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے ناواقفیت ہو تو اسکی یہ ناواقفیت کچھ مضر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ خود تمام عالم کا مقتضائے حکمت کی موافق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اس سے واقف ہو یا نہ ہو پس ضرور ہوا کہ شرع میں ایسا علم نیست و نابود کردیا جائے اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سے ممانعت کردی جائے اور یہ بات ظاہر کردی جائے کہ جسنے نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جس قدر زیادہ سیکھے اسیقدر اسکا وبال ہوگا اس کا حال توریت وانجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ نہایت تشدد کیا ہے جو انکے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں میں تحریف ہوگئی ہے اور انکے دیکھنے میں احتمال ہے کہ آدمی انکو دیکھکر قرآن عظیم کی فرمانبرداری ترک کردے اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمادی۔ یہ جو کچھ بیان کیا ہماری عقل ہے اور ہمارے تفحص کا نتیجہ ہے پس اگر سنت سے اسکے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی بات ٹھیک ہے۔

خواب کا بیان

خواب کی پانچ قسم ہیں ایک خواب بشارت الٰہی ہوتی ہے اور ایک ان حمائد اور رذایل کے متمثل ہونے سے عبارت ہے جو ملکی طریقہ پر نفس کے اندر مندرج ہوتے ہیں۔ اور ایک صرف تخویف شیطانی ہوتی ہے اور ایک صرف تخیلات نفسانی ہوتے ہیں حالت بیداری میں جن کا نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ میں وہ خیالات محفوظ رہتے ہیں اور وہ خیالات مجسمہ حس مشترک میں ظاہر ہوجاتے ہیں اور ایک خیالات طبیعیہ جو غلبۂ اخلاط اور نفس کو ان اخلاط سے ایذا پہونچنے پر تنبیہ حاصل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کی خواب یعنی بشارت الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو حجابات بدنی سے بذریعہ اسباب خفیہ کے جو بلا تامل معلوم نہیں ہوسکتے جب فرصت حاصل ہوتی ہے تو اسمیں اس بات کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے جس قسم کے علوم اسکے پاس مخزون اور مجتمع ہوتی ہیں اور یہ خواب تعلیم الٰہی ہوا کرتی ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی اور خدا تعالیٰ کو ایک بہت عمدہ صورت میں آپ نے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو کفارات اور درجات تعلیم فرمائی اور ایک مرتبہ اور آپ کو خواب میں معراج ہوئی اور دنیا وی زندگی سے متعلق دونکے بعد مردونکا جو جو حال ہوتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہوا چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو دنیا کے واقعات آئندہ کا جو کچھ علم ہوا وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا اور خواب ملکی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر دو قسم کے ملکات ہیں حسنہ اور قبیحہ مگر ان ملکات کے حسن و قبح سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جسکو صورت ملکی کیطرف تجرد حاصل ہوتا ہے پس تجرد حاصل ہونے کے بعد اسکو اپنے حسنات اور سیئات صورت مثالیہ میں ظاہر ہوجاتے ہیں ایسا شخص کبھی خدا تعالےٰ کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا تعالےٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے، اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ فرمانبرداری اُس کے دل میں مرکوز ہوتی ہے؛ اور کبھی وہ شخص خواب میں انوار کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُسکی اصل وہ عبادات مکتسبہ ہوتی ہیں جو اُس کے سینہ اور اعضا میں مرکوز ہو رہی ہیں یہی عبادات انوار اور پاکیزہ پاکیزہ چیزوں کی صورت میں مثل شہد اور گھی اور دودھ کے ظاہر ہوتی ہیں پس جو شخص خواب کے اندر خدا تعالےٰ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا ملائکہ علیہم السلام کو بُری صورت یا غضب کی حالت میں دیکھے تو اُس کو سمجھنا چاہئے کہ اُسکا عقیدہ ناقص اور ضعیف ہے اور اُس کا نفس کامل نہیں ہوا اسیطرح طہارت کیوجہ سے جو انوار حاصل ہوتے ہیں کبھی وہ شمس و قمر کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتی ہے اُسکی اصل حیوانات ہونے سے اس شخص کا ڈرانا ہوتا ہے مثلاً بندر اور ہاتھی اور کتے یا کالے کالے آدمیوں کا خواب میں دیکھنا انسان کو چاہئے کہ جب خواب میں ایسی چیزیں دیکھے تو خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور جس کروٹ سے وہ لیتا ہے وہ کروٹ بدلدے۔ اور جو خواب بشارت الہٰی کے قبیلہ سے ہوتی ہے اُسکے لئے تعبیر ہوا کرتی ہے اور تعبیر کا بہتر طریقہ خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کس چیز میں کس چیز کا مظنہ ہوتا ہے اور اس سے کیا مقصود ہوا کرتا ہے پس کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مسمّےٰ سے اسم کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے جس طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے آپکو عقبہ بن رافع کے گھر میں دیکھا اور اسی خواب میں آپ کے پاس کوئی ابن طاب کے تازہ تازہ چھوارے لایا (ابن طاب ایک قسم کے خاص چھوارے ہوتے ہیں) پس آنحضرت صلعم نے فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی ہے کہ ہم دنیا میں رفعت یعنی سرفرازی اور آخرت میں عافیت کے ساتھ رہینگے اور ہمارا دین طیب یعنی پاکیزہ ہوگیا۔ اور کبھی دو چیزوں میں التزام ہوتا ہے اور ملزوم سے لازم کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص خواب میں تلوار کو دیکھے تو اُس کی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی ایک وصف سے ایک ذات کی طرف جو اُس وصف کے مناسب ہوتی ہے ذہن منتقل ہوتا ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شخص کو جن پر مال کی محبت غالب تھی خواب میں سونے کے دو کنگن کی صورت میں دیکھا الحاصل ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف ذہن کے منتقل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور یہ خواب نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اسواسطے کہ وہ ایک قسم کا فیضان غیبی اور خدا تعالےٰ کی خلق کے ساتھ ایک خاص تقرب کا اثر ہے اور نبوت کی اصل یہی ہے اور خواب کے اقسام باقیہ کی کچھ تعبیر نہیں ہوا کرتی ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آداب صحبت کا بیان

معلوم کرو کہ منجملہ اُن امور کے جنکو فطرت سلیمہ اور اشخاص انسانی میں باہم حاجات کا واقع ہونا اور اتفاقات وجیہ کرتے ہیں ایک آداب ہیں جنکا بنی آدم کے افراد باہم برتاؤ کریں۔ اکثر یہ آداب تو ایسے ہیں کہ تمام عرب وعجم کے مختلف گروہ اُن کے اصول پر متفق ہیں اگرچہ صرف صورتوں اور اشباح میں اُن کے اندر اختلاف ہے۔ ہمدا اُن آداب سے بحث کرنا اور اُن اداب میں سے آداب صالحہ اور آداب فاسدہ کو متمیز کرنا اُن مصلحتوں میں داخل ہوا جن کو پورا کرنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ ازانجملہ ایک تحیہ ہے کہ بعض بعض کیلئے اُسکو عمل میں لایا کریں کیونکہ لوگوں کو باہم خوشی اور بشاشت کے اظہار اور اس بات کی ضرورت ہوا کرتی ہے کہ بعض بعض کے ساتھ ملاطفت اور موالفت کریں اور چھوٹے بڑوں کو اپنا بزرگ سمجھیں اور بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور آپس میں بھائی بھائی اور دوست ہو کر رہیں اس واسطے کہ اگر یہ بات نہیں تو صحبت اور دوستی کا فائدہ اور نتیجہ حاصل نہ ہوا اور اگر اس خوشی کی اظہار کیلئے کوئی لفظ مقرر نہ کیا جائے تو وہ ایک اندرونی چیز ہے جو بدون قرائن سے استنباط کئے معلوم نہ ہو سکے لہذا ہمیشہ سے ہر گروہ کے سلف کا طریقہ اپنی اپنی رائے کے موافق باہم تحیہ کے برتاؤ کا چلا آتا ہے پھر ہوتے ہوتے انکی ملت کا شعار اور اپنی ملت کے آدمیوں کو پہچاننے کا طریقہ ہو گیا تھا مشرک تو عند الملاقات ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے تھے انعم اللہ بک عینا اور انعم اللہ بک صباحا۔ اور مجوس کہا کرتے تھے۔ ہزار سال بزی۔ اور قانون شرعی کا مقتضے تھا کہ اس بارہ میں اس طریقہ کو اختیار کیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور انہوں نے ملائکہ سے اس طریقہ کو سیکھا ہے اور وہ طریقہ دعا اور ذکر الہی کے قبیل سے ہے دنیاوی زندگانی میں دل لگنے کے قبیل سے نہیں ہے مثلاً درازی عمر اور دولت کی تمنا کرنا اور نہ اسمیں کثرت سے تعظیم ہے جو آدمی کو شرک کے قریب کردے جیسے سجدہ کرنے اور زمین بوسی میں اور وہ سلام ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لما خلق اللہ آدم قال اذہب فسلم علی اولئک النفر وہم نفر من الملائکۃ۔ الحدیث۔ خدا تعالے نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا جا تو پس سلام کر اور اس گروہ کے اور وہ ملائکہ کا گروہ بیٹھا ہوا تھا پس تو سُن کہ کس چیز سے تیرا تحیہ کرتے ہیں پس آدم علیہ السلام نے جا کر کہا السلام علیکم پس فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ فرمایا آپ نے پس زیادہ کیا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ۔ اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ انپر سلام کر واللہ اعلم۔ اس کے یہی ہیں کہ تحیہ کر تو اُنکے ساتھ اپنی رائے کے موافق پس یہیں اُنکی رائے صواب ہوئی اور انہوں نے کہا السلام علیکم اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ یہ تحیہ تیرا ہے یعنی وجوبا اسواسطے کہ انہوں نے معلوم کیا کہ خیرۃ القدس سے اسکا القا ہوا ہے اور خدا تعالے نے جنت کے بیان میں فرمایا ہے سلام علیکم طبتم فادخلوہا خلدین سلام تمہارے اوپر خوش ہو تم اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تدخلون الجنۃ الحدیث۔ نہ داخل ہوگے تم جنت میں جبتک ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان نہ لاؤ گے جبتک باہم محبت نہ کرو کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اُس کو عمل میں لاؤ تو آپس میں دوست ہو جاؤ باہم سلام کا رواج ڈالو۔ میں کہتا ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے سلام کا فائدہ اور اسکی مشروعیت کا سبب بیان فرمایا کیونکہ باہم محبت پیدا ہونا ایسی خصلت ہے جس سے خدا تیعالے کی رضامندی ہے پس سلام کا افشا محبت پیدا کرنے کو کافی ذریعہ ہے۔ اور اسیطرح مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یسلم الصغیر علی الکبیر الخ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گذرنیوالا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کرے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ لوگوں کا دستور ہے کہ جو کوئی کسی کے گھر آتا ہے تو وہ گھر والے کو سلام کرتا ہے اور ادنے درجہ والا اعلیٰ درجہ والیکو سلام کرتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایکمرتبہ لڑکوں پر گذر ہوا اور انکو سلام کیا اور عورتوں پر آپ کا گذر ہوا تو آپ نے انکو سلام کیا اس واسطے کہ آپ نے معلوم کیا کہ انسان کا اس شخص کو بزرگ سمجھنا جو اس سے بڑا اور اشرف ہو تمامات ملک کا جمع کرنا ہے اور اس میں ایک طرح کی خودپسندی ہے لہذا آپ نے بڑوں کا طریقہ تواضع اور خوردوں کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ بزرگوں کی توقیر کریں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یرحم صغیرنا الخ۔ جو شخص خوردوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عظمت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور سوار کے لئے یہ طریقہ کہ پیادہ پا کو سلام کرے اس واسطے مقرر فرمایا کہ سوار عند الناس باہیت اور اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے اسواسطے اس کے لئے تواضع کا طریقہ مقرر فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتبدأوا الیہود والنصاریٰ بالسلام الخ ابتدا۔ تم یہود و نصاریٰ کو سلام مت کرو اور جب نہیں سے تم کو کوئی راستہ میں ملجائے تو اسکو تنگ راستہ کیطرف مجبور کرو۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ منجملہ مصلحتوں کے جن کے اتمام کے لئے حضور نبوی کی بعثت ہوئی ہے ملت اسلامیہ کی عظمت اور تمام ملل سے اسکو اعلےٰ اور اعظم گردانتا ہے اور یہ بات اسی طرح پائی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کو تمام ملت والوں پر قدرت اور فضیلت ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے السلام علیکم عشر الخ السلام علیکم کی دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ورحمۃ اللہ کہے بیس نیکیاں اور جو شخص وبرکاتہ بھی کہے تیس نیکیاں ہیں اور جو شخص مغفرتہ بھی زیادہ کرے تو چالیس درجہ ثواب ہے؛ اور فرمایا اسی طرح فضیلتیں ہوا کرتی ہیں یعنی جس قدر الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اسیقدر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں زیادتی ثواب کیوجہ اور اسکا مدار یہ ہے کہ اسمیں اس چیز کا تمام کرنا ہے جسکو خدا تیعالے نے مشروع کیا ہے اور وہ بشاشت والفت اور دوستی اور دعا اور ذکر اور خدا تیعالے پر کام کا حوالہ کرنا ہے؛ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یجزی عن الجماعۃ الخ جماعت کے لئے جب وہ ہو کر گذریں اسقدر کافی ہے کہ انمیں ایک شخص سلام کرے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اسقدر کافی ہے کہ ان میں سے ایک شخص سلام کا جواب دے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جماعت حقیقت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور اسمیں ایک کا سلام کرنا باہمی نفرت کو دور کر دیتا ہے اور باہم الفت پیدا کر دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا انتہیٰ احدکم الی مجلس الخ تم میں سے جب کوئی شخص کسی جلسہ کیطرف پہونچے تو اگر اس کے دل میں بیٹھنے کا قصد ہے تو بیٹھ جائے۔ اور جب کھڑا ہو تو اسکو چاہئے کہ سلام کرے پس پہلا سلام کرنا دوسری مرتبہ سلام کرنے سے زیادہ تر سزاوار اور اولیٰ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں رخصت کیوقت سلام کرنے میں چند فوائد ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اسکی وجہ سے کراہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دل سے کھڑے ہونے نہ ہونے میں تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرورت کیوجہ سے قیام کیا ہے اور پھر جو کوئی بات کہنی ہو باقی رہجاتی ہے اسکو پورا کرے اور منجملہ ان فوائد کے یہ ہے کہ اس کا جانا خفیہ طور پر نہ ہو اور مع ہاتھ دینے اور مرحبا کہنے اور معانقہ وغیرہ کرنے میں یہ راز ہے کہ مصافحہ وغیرہ سے محبت بڑھتی ہے اور خوشی پیدا ہوتی اور باہمی وحشت اور نفرت دور ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا التقی المسلمان الخ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور خدا تعالے کی حمد کریں اور خدا تعالے سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگیں تو ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے میں کہتا ہوں یہ اسواسطے ہے کہ مسلمانوں میں خوشی پیدا ہونا اور ان میں محبت اور مہربانی کا پایا جانا اور خدا تعالے کے ذکر کا انمیں جاری ہونا خدا تعالے کی رضامندی کا سبب ہے اور قیام میں احادیث مختلف ہیں پس آپ نے فرمایا من سرہ ان یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جسکو یہ بات پسند ہو کہ اسکی خدمت میں کوئی شخص کھڑا رہے تو اسکو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضا۔ مت کھڑے ہو تم جس طرح کھڑے ہوتے ہیں عجمی بعض بعض کی تعظیم کے لئے اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے نسبت قوموا الی سیدکم۔ کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے اور حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ انکو بٹھلاتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تھے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جایا کرتی تھیں اور آپکا دست مبارک پکڑ کر چومتی تھیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھاتی تھیں میں کہتا ہوں ان میں فی الحقیقت اختلاف نہیں ہے اور جس معنی پر امر و نہی کا مدار ہے وہ مختلف ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں کا قاعدہ تھا کہ انکے خدمتگار انکے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے اور رعایا بادشاہوں کے روبرو کھڑی رہا کرتی تھی۔ اور وہ ان کی تعظیم میں افراط تھی یہانتک کہ شرک میں واقع ہونیکا احتمال تھا لہذا اس سے ممانعت کی گئی اور اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کما یقوم الاعاجم۔ اور من سرہ ان یتمثل۔ کہا کرتے ہیں مثل میں یہ مثولا جب خدمت کے لئے سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور جو کھڑا ہونا واسطے خوشی مومن کے ہو اور اسکا اکرام اور اس کے دل کی خوشنودی منظور ہو نہ یہ بات کہ اسکے سامنے خدمت کیلئے کھڑا ہو تو اسمیں مضایقہ نہیں اس لئے کہ اس میں شرک کی آمیزش نہیں ہے اور کسی نے عرض کیا اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص ہم میں سے اپنے بھائی سے ملے آیا اسکے واسطے جھک جائے فرمایا نہیں اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہ جھکنا رکوع نماز کے مشابہ ہے پس وہ بمنزلہ سجدہ تحیہ کے ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الخ اے ایمان والو گھروں میں سوا اپنے گھروں کے داخل مت ہو یہانتک کہ اجازت لو اور سلام کرو ان گھر والوں پر اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم الخ اے ایمان والو چاہیے کہ وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں کے مملوک ہوئے ہیں تم سے اجازت لیں اور وہ لوگ جو تم میں سے بلوغ کو نہیں پہونچے الی قولہ کما استاذن الذین من قبلکم۔ پس خدا تعالے کا قول تستانسوا تستاذنوا کے معنی میں ہے میں کہتا ہوں استیذان اسی واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ بات تم کو ناپسندیدہ ہے کہ لوگ آدمیوں کی شرمگاہوں پر مطلع ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ چیز جو انکو گوارا نہ ہو دیکھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ استیذان بینائی کے لئے مقرر کیا گیا ہے پس مناسب ہے کہ لوگوں کے مختلف ہونے سے وہ بھی مختلف ہو پس بعض اُن میں سے اجنبی ہیں کہ اُس سے اور اُن سے میل جول نہیں ہے اور اُسکے لئے مناسب ہے کہ جبتک آواز و بکرا اجازت نہ مانگے اور آواز سے اُسکو اجازت نہ مل جاوے داخل نہ ہو اسیواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کلدہ بن حنبل اور بنی عامر کے ایک شخص کو تعلیم فرمایا کہ یہ کہے السلام علیکم ادخل۔ اور فرمایا کہ استیذان تین مرتبہ ہے پس اگر تجکو اذن دیا جاوے فبہا و گرنہ لوٹ آ اور بعض اُن میں حرمیں اگرچہ محارم نہیں ہیں مگر آپسمیں میل جول اور دوستی ہے پس انکا اجازت لینا اُن کے استیذان سے کمتر ہے اسی واسطے آپ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تیرا اذن میرے اوپر یہ ہے کہ تو پردہ کو اُٹھا دے اور یہ کہ سُنے تو میرے کلام کی آواز یہانتک کہ میں تجکو منع کردوں اور بعض اُنمیں سے لڑکے اور غلام ہیں کہ اُن سے پردہ فرض نہیں ہے لہذا اُن کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں ہے مگر اُن اوقات میں کہ عادتاً کپڑے اُتار دیے جاتے ہیں اور خدا تعالے نے ان تین اوقات کو اس واسطے خاص کیا ہے کہ وہ اوقات لڑکوں اور غلاموں کے آنے کے ہیں بخلاف آدھی رات کے مثلاً اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسول الرجل الی الرجل اذنہ۔ آدمی کی طرف آدمی کا قاصد اُسکا اذن ہے اسواسطے کہ اُس نے معلوم کر لیا اُس چیز کو جسکی طرف وہ بھی بھیجا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازے کے سامنے سے نہ آتے تھے پس فرماتے تھے السلام علیکم اور یہ اسواسطے تھا کہ ان لوگوں کے گھروں کے سامنے پردے نہ تھے اور منجملہ آداب کے بیٹھنے اور سونے اور سفر کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقیم الرجل الرجل من مجلسہ الخ کوئی شخص کسی کو اُسکی جگہ سے اُٹھا کر نہ بیٹھے بلکہ کہے کشادہ ہو کر اور کھل کر بیٹھو میں کہتا ہوں یہ اسواسطے ہے کہ کسی کو اُٹھا کر بیٹھنا غرور اور خود پسندی کی بات ہے اور دوسرے کے دلمیں اس سے رنج اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام من مجلسہ الخ جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پھر وہیں آیا تو اُسکا وہ سزاوار زیادہ ہے میں کہتا ہوں جو شخص پہلے بیٹھ گیا اور وہ جگہ اُسکے لئے مباح تھی خواہ مسجد ہو یا خانقاہ یا گھر پس اُسکا حق اس سے متعلق ہوگیا پس جبتک اُسکو اُس جا کی حاجت ہو اُسوقت تک اُسکو بر گشتہ نہ کیا جاوے اور اسکا ... ن تحجیر زمین کا سا ہے کہ جو کوئی بنجر کو توڑ کر کھیتی کرے وہی اسکا مستحق ہے اور پہلے اُسکا حال گذر چکا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایحل لرجل ان یفرق بین اثنین الا باذنہما کسی شخص کو روا نہیں کہ دو شخصوں کے بیچ میں انکو علیحدہ کرکے بیٹھے مگر انکی اجازت سے میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ دو شخص اکثر اوقات باہم خوشنودی اور مسرت کی باتیں کرنے کے لئے پاس پاس بیٹھ جاتے ہیں پس اُن دونوں کے بیچ میں بیٹھ جانا اُن کے دل کو مکدر کرنا اور کبھی وہ باہم محبت کرنے کی باتیں کرتے ہیں پس ان کے درمیان میں بیٹھنا انکو متنفر کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایستلقین احدکم الخ تم میں سے چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے چت لیٹے ہوئے اور ایک قدم کو دوسرے پر رکھے ہوئے دیکھا ہے میں کہتا ہوں لوگ لنگی باندھا کرتے تھے اور لنگی باندھنے والا جب ایک پیر کو دوسرے پر رکھتا ہے تو وہ شرمگاہ کو کھلنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ملعون نہیں ہوتا پس اگر پاجامہ پہنے ہوئے ہو یا ستر کے کھلنے سے مامون ہو تو اسطرح لیٹنے میں مضایقہ نہیں ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو اوندھا پڑا تھا فرمایا یہ ایسا لیٹنا ہے جو خدا تعالےٰ کو ناگوار ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لیٹنا ایک منکر اور قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بات علی ظہر بیت الخ جو شخص گھر کی چھت پر رات کو سووے اور اُس چھت پر کوئی آڑ نہ ہو تو اس سے ذمہ بری ہے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ اُسنے اپنی جان کے ہلاک کرنیکا سامان کیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملعون علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھے ملعون ہے بعض کے نزدیک اُس سے ماجن مراد ہے جو اپنے آپ کو مسخراپن میں ڈالتا ہے تاکہ اُس سے مسخراپن کریں اور شیطانی کام ہے اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ایک گروہ کیطرف پشت اور دوسرے کیطرف منہ کرے اور اس سے لوگوں کے دل کو ناگوار گذرے اور ایک مرتبہ مرد و عورت ملے بیٹھے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا استاخرن الخ پیچھے کو ہٹو تم کو روا نہیں ہے کہ راستہ کے درمیان میں ہٹو بلکہ تم کو لازم ہے کہ راستے سے ادھر اُدھر ہٹو پس عورتیں دیوار سے چپٹنے لگیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے بیچ میں ہو کر گذرے میں کہتا ہوں اس میں اندیشہ ہوتا ہے کہ مرد عورت سے لپٹ جائے اور وہ عورت غیر محرم ہے یا اسکی طرف دیکھے اور فرمایا ہے اذا عطس احدکم الخ تم میں سے جب کوئی چھینکے تو اسکو الحمد للہ کہنا چاہیے اور اسکے بھائی کو یا اسکے صاحب کو یرحمک اللہ کہنا چاہیئے اور پھر اسکو یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہنا چاہیئے اور ایک روایت میں ہے اور وہ اگر الحمد للہ نہ کہے تو اسکو جواب مت دو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شمت اخاک ثلاثا الخ اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اور جو زیادہ ہو تو وہ زکام ہے میں کہتا ہوں چھینکتے وقت حمد اسواسطے مقرر کی گئی ہے کہ ایک تو وہ دلیل شفا ہے اور اس سے دماغ کی ابخرہ غلیظہ نکل جاتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص تابع سنن انبیا علیہم السلام ہے اور ملت انبیا پر وہ ہوتا ہے اور اسیواسطے جواب دینا واجب ہوا اور وہ حقوق اسلام سے ہوا اور جواب دینے والے کیلئے جواب دینا اسواسطے مقرر کیا گیا کہ اسمیں مبادلۃ الاحسان بالاحسان ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے التثاؤب من الشیطان الخ جماہی لینا تو شیطان کیطرف سے ہے پس تم میں سے جب کوئی جماہی لے تو جہانتک اُس سے ہو سکے اُسکو روکے اور تم میں سے جب کوئی جماہی لیتا ہے تو اُس سے شیطان ہنستا ہے میں کہتا ہوں جماہی سستی طبیعت اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور شیطان کو اسمیں موقع ملتا ہے اور منہ کھولے اور ہاہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اسواسطے کہ وہ ایک قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب احدکم الخ تم میں سے جب کوئی جماہی لے تو اسکو چاہیئے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اسواسطے کہ شیطان گھس جاتا ہے میں کہتا ہوں شیطان مکھیں اور مچھروں کو اکثر اُسکے منہ میں گھسا دیتا ہے اور اکثر اوقات منہ کے عضلات سکڑ جاتے ہیں اور جسنے ایسا دیکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم الناس ما فی الوحدۃ الخ اگر لوگونکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہو کہ وحدت میں لیاقت ہے جو میں جانتا ہوں تو سوار رات کو تنہا نہ چلے۔ میں کہتا ہوں اس سے آپکی مراد یہ ہے کہ ہلکات میں پڑ جانا اور انکی دلیری کرنا بلا ضرورت ایک ناپسندیدہ امر ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت زبیر کو مقدمۃ الجیش کر کے تنہا بھیجا تھا تو اسکی ضرورت تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصحب الملئکۃ الخ نہیں ساتھ ہوتے فرشتے اُن رفیقوں کے جنمیں کتا اور گھنٹہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الجرس مزامیر الشیطان۔ گھنٹہ شیطان کے مزامیر ہیں۔ میں کہتا ہوں جو آواز تیز اور سخت ہو شیطان اور اُس کے ذریات کے موافق ہے اور ملائکہ کو اُس سے نفرت ہے اور اُن دونوں کے جبلی مزاج کا مقتضے ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سافرتم فی الخصب۔ الخ جب تم ارزانی میں سفر کیا کرو تو اونٹ کو اُسکا حق ادا کیا کرو جو زمین میں ہے اور جب تم قحط میں سفر کرو تو اُسکو جلد جلد چلاؤ اور جب اخیر رات میں آؤ تو راستے سے بچو کیونکہ وہ رات کیوقت دواب کا رہگذر ہے اور حشرات کا ماوا ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ سب ظاہر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السفر قطعۃ من العذاب۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم میں سے ایک کو نیند اور کھانے پینے سے باز رکھتا ہے پس جب کر پورا کر چکے اپنی حاجت کو جو اُس کے سامنے ہے تو اُس کو چاہیئے کہ اپنے اہل کو جلد ہی سے چلا آئے میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ آدمی حقیر چیزوں کے پیچھے پڑا رہے اور اُن کی وجہ سے اُسکو زیادہ روز تک سفر کرنا پڑے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اطال احدکم الغیبۃ الخ جب تم میں سے کوئی غیبت کو دراز کرے تو اُسکو چاہیئے کہ رات کو اپنے گھر نہ آوے میں کہتا ہوں بسا اوقات انسان کو سبب پراگندہ ہونے بالوں وغیرہ کے نفرت ہوجاتی ہے اور وہ ان دونوں کے تکدر حال کا باعث ہوتی ہے۔

ازانجملہ کلام کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخنی الاسماء یوم القیامۃ عند اللہ رجل الخ یعنی بدترین ناموں کا خدا تعالے کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک ہو اور فرمایا۔ آپ نے کہ نہیں بادشاہ مگر خدا تعالے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو الحکم کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے ان اللہ ہو الحکم کہ حکم خدا تعالے ہی ہے اور اُسی کی طرف حکم ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کنیت سے اسواسطے منع فرمایا کہ اسمیں تعظیم کثرت پائی جاتی ہے اور وہ شرک کے قریب آتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسمین غلامک یسارا الخ۔ اپنے لڑکے کا نام یسار ہرگز مت رکھو اور نہ رباح اور نہ نجیح اور نہ افلح پس تو کہتا ہے کہ یسار اُس جگہ ہے پس نہیں ہوتا پس کہا جاتا ہے نہیں۔ اور جابرؓ نے فرمایا ہے آنحضرت صلے اللہ کا مقصود اس بات سے منع کرنا تھا کہ نام رکھا جاوے ساتھ یعلے اور برکت اور نافع وغیرہ کے پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ اُس منع کرنے سے خاموش ہو رہے پھر آپ کی وفات ہوگئی اور اُس سے منع نہیں کیا میں کہتا ہوں ان ناموں کا مکروہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ ایک ہیئت منکرہ کی طرف پہونچاتے ہیں کہ وہ ہیئت اقوال میں ایسی ہے جیسے اجدع وغیرہ افعال میں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاجدع شیطان۔ کہ اجدع شیطان ہے اور احادیث میں تطبیق باینطور ہے کہ آپ نے نہی میں تاکید نہیں کی مگر ارشاد کے طور پر بمنزلہ مشورہ کے اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا یا نہی کے علامات آپکو ظاہر ہوئے پس راوی نے کہا یہ از روے اجتہاد کے منع کیا جسنے اسکو محفوظ کیا حجت ہے اس شخص پر جسنے محفوظ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک یہ وجہ صحابہؓ کے فعل کے موافق ہے اسواسطے کہ وہ ہمیشہ اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سموا باسمی الخ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت کرو اور فرمایا آپ نے نہیں گردانا گیا میں قاسم مگر اسوجہ سے کہ تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ کہتا ہوں اگر کسی کا نام نبی کے نام پر ہوتا تو اس گمان کا موقع تھا کہ احکام میں اشتباہ واقع ہوتا اور ان احکام کی نسبت اور رفع کرنے میں تلبیس واقع ہوتی اور جب کہا جاتا کہا ابو القاسم نے یہ گمان ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور لیسا اوقات مراد کوئی اور ہوتا اور بسا اوقات آدمی کو نام لیکر کوئی گالی دیتا ہے اور لڑائی جھگڑوں میں اس کے لقب سے ذم کیجاتی ہے پس اگر نبی کے نام پر نام ہو تو اسمیں ایک ہیئت منکرہ پائی جاتی ہے پھر یہ بات کنیت کے اعتبار سے اکثر پائی جاتی ہے بہ نسبت علم کے بدو وجہ ایک تو یہ وجہ ہے کہ لوگونکو شرعاً اس بات سے ممانعت تھی اور سعادت کے اعتبار سے اس بات سے باز رہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر ندا کریں اور مسلمان یارسول اللہ کہکر ندا کرتے تھے اور ذمی لوگ کہتے تھے یا ابا القاسم۔ دوسرے یہ کہ عرب نام لیکر بزرگی یا حقارت کا قصد نہ کیا کرتے تھے بلکہ کنیت سے بزرگی یا حقارت کا قصد کیا کرتے تھے جیسے ابو الحکم اور ابوجہل کہ اول میں تشریف اور دوسری میں تحقیر مقصود ہے وعلی ہذا القیاس اور آپ کی کنیت ابو القاسم اسواسطے ہوئی کہ آپ قاسم تھے پس دوسرے کی یہ کنیت رکھنا ایسا ہوا جیسے آپ سے برابری کرنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اس بات کی رخصت کہ آپکے بعد آپنے لڑکے کا نام آپکے نام پر رکھیں اور آپکی کنیت پر اسکی کنیت کریں اسیواسطے دی کہ التباس رفع ہو گیا کیونکہ آپ کا زمانہ گذر گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقولن احدکم عبدی وامتی۔ الخ چاہئے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے عبد میرا اور امت میری بلکہ تم سب خدا ہی کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں خدا یتعالے کی بندیاں ہیں بلکہ اسکو یہ کہنا چاہئے غلام میرا اور لونڈی میری اور جوان میرا اور جوان میری اور غلام کو چاہئے کہ یہ نہ کہے رب میرا بلکہ اسکو یہ کہنا چاہئے کہ میرا آقا۔ میں کہتا ہوں کلام میں درازی کرنی اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا سبب کبر اور خود پسندی ہے اور اسمیں لوگونکی دلشکنی ہے اور نیز چونکہ کتب آسمانی میں اس نسبت کو جو خالق اور مخلوق کے اندر پائی جاتی ہے عبدیت اور ربوبیت کیساتھ تعبیر فرمایا ہے لہذا لوگونکو باہم اسکا استعمال کرنا بےادبی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انگور کی نسبت فرمایا ہے کہ کرم مت کہا کرو بلکہ عنب اور حبلہ کہا کرو اور یہ مت کہو یا خیبۃ الدہر یعنی اے زمانہ کی بےنصیبی کیونکہ خدا یتعالے تو دہر ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دہر کو برا کہکر ابن آدم مجکو ایذا دیتا ہے دہر تو میں ہی ہوں میرے ہاتھ میں ہی امر میں ہی رات و دن کو لوٹتا پوٹتا رہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ جب خدائے پاک نے شراب سے نہی فرما دی اور وہ ایک آتری ہوئی چیز ہو گئی تو مناسب ہوا کہ جس بات میں اسکی عظمت پائی جائے اور جس بات سے اسکی عمدگی کا خیال ہو سکے اس سے بھی ممانعت فرمائی جائے اور انگور شراب کی اصل اور مادہ ہے اور عرب کا دستور تھا کہ اکثر اوقات شراب کو بنت کرم کہکر تعبیر کیا کرتے تھے اور اسی نام سے اسکو مشہور کرتے تھے اور اہل جاہلیت کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ تھا کہ واقعات کو دہر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور یہ ایک قسم کا شرک تھا اور نیز اکثر دہر سے مطلب دہر انکو مراد ہوا کرتا تھا بہرحال دہر کے برا کہنے کا مآل خدا تعالےٰ سے ناخوشی کیطرف تھا اگرچہ اُسکو عنوان میں وہ خطا کرتے تھے غلط تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا بلکہ اسکو یہ کہنا چاہیے کہ میرا نفس بگڑ گیا میں کہتا ہوں کہ اکثر خباثت کا استعمال کتب آسمانی میں خباثت باطنی اور بدطینتی پر آیا ہے لہذا یہ کلمہ بیزار ہیات شیطانیہ کے ٹھہرا۔ اور اگر کوئی شخص کی بات کو اس طرح پر بیان کرے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ بات اسطرح ہے تو اُسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بئس مطیۃ الرجل۔ برا ذریعہ آدمی کا ہے یعنے صرف لوگوں کے گمان کرنے سے کسی بات کا بیان کردینا برا ہے میں کہتا ہوں اس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ کچھ یہ بات ناگوار ہے کہ کوئی شخص بلا ثبوت کسی بات کو ذکر کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان الخ یہ بات مت کہو کہ جو خدا نے چاہا اور فلان نے چاہا اور یہ کہو کہ جو خدا نے چاہا پھر فلان نے چاہا میں کہتا ہوں برابر برابر ذکر کرنے سے رتبہ کے اندر برابری کا وہم ہوتا ہے لہذا اس قسم کے لفظ کا زبان سے نکالنا سوء ادبی ٹھہرا اور معلوم کرو کہ بے فائدہ باتوں میں غور کرنا اور کلہ درازی اور فصاحت وبلاغت میں انہماک اور اشعار اور مزاح کی کثرت اور قصہ کہانیوں میں وقت کا گذارنا یہ سب امور منجملہ اُن امور کے ہیں جو انسان کو دنیا و دین سے بیخبر کرتے ہیں اور جن کا مدار باہمی تفاخر اور نمود پر ہوتا ہے لہذا انکا حال عادت اہل عجم کا سا حال ہوا اسواسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ناپسند فرمایا اور انکے نقصانات بیان فرمائے مگر جس قدر میں کراہت کے معنی نہیں پائے جاتے اُسقدر کی اجازت عطا فرمائی اگرچہ بادی الرائے میں انکے اندر اشتباہ پایا جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہلک المتنطعون۔ فضول باتوں میں غور کرنے والے برباد ہو گئے تین مرتبہ اس کلمہ کو ارشاد فرمایا اور فرمایا ہے الحیا والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق۔ حیا اور ترک گرمانیں کرنا ایمان کے دو شعبے ہیں اور بیحیائی اور بیان بیدھڑک تقریر کرنا چاہیے زبان سے کچھ نکلجائے نفاق کے دو شعبے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے آپکی مراد بیحیائی اور تشدق اور تطاول کلام کا ترک کرنا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احبکم الی واقربکم منی یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقا الحدیث تم میں سے مجکو زیادہ تر پسندیدہ اور بروز قیامت تم میں سے مجھ سے زیادہ تر قریب وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق عمدہ ہیں اور تم میں سے مجکو زیادہ تر مبغوض اور مجھ سے زیادہ تر دور تم میں سے وہ لوگ ہیں جو بداخلاق اور بڑے باتونی اور کلہ دراز اور متکبر ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے جانا یا حکم دیا کہ گفتگو میں اعتدال اور اختصار بقدر کفایت کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا شکم پیم سے پر ہو جس کو تم دیکھتے ہو اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔ حضرت حسان سے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تک تو مشرکین کے مقابلہ میں خدا اور رسول کی جانب سے مخاصمت کریگا دکفار کا مقابلہ) تو روح القدس ہمیشہ تیری مدد کریگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کیا کرتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارے اشعار مشرکین کی ہجو میں تیر مارنے کا حکم رکھتے ہیں مسلمان کے باب میں جہاں ہم نے آفات ربانی کے اصول و قواعد بیان کئے ہیں وہاں وہ حدیثیں ظاہر کردی ہیں جہاں سے حفظ لسان ہوتا ہے جیسے انحضرت نے فرمایا ہے کہ جسکو خدا اور آفات پر ایمان ہے اسکو چاہئے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے اور انحضرت نے فرمایا مسلمانوں کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا فسق ہے اور انحضرت نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے غیبت اس بات کا بیان کرنا ہے جو تیرے بھائی کو ناگوار ہو۔ اس پر آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں کیا یہ بھی غیبت ہے فرمایا وہ بات کہنا جو اس میں ہے یہی تو غیبت ہے اور اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان کیا •

علما کا قول ہے کہ حرام غیبت سے چھ امور مستثنے ہیں اول اپنا ظلم ظاہر کرنا۔ خدا فرماتا ہے خدا بری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر جو شخص مظلوم ہے۔ دوسرے کسی ایسی حالت میں کہ برائی ظاہر کرنے سے کسی امر منکر کا بدل دینا منظور ہو۔ اور عاصی کو بہتری کی طرف لوٹانے کا قصد کیا جائے۔ جیسے زید بن ارقم نے عبداللہ بن ابی کا قول انحضرت صلعم سے نقل کردیا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ نے حنین کی غنیمتوں کے متعلق انصار کا قول بیان کردیا تھا تیسرے فتوے لینے میں جیسے ہند نے کہا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ چوتھی مسلمانوں کو کسی شر سے محفوظ کرنا جیسے انحضرت نے فرمایا۔ اس خاندان کا بھائی برا ہے یا جیسے حدیث میں زخمیوں کا زخمی کرنا آیا ہے۔ اور جیسے انحضرت نے فرمایا کہ معاویہ تنگدست ہیں اور ابوجہم اپنے کندھے سے عصا کو نہیں اتارتا۔ پانچویں فاسق کے شر سے متنفر کرنا۔ انحضرت نے فرمایا ہے کہ میں فلان فلان شخصوں کو نہیں جانتا ہوں کہ ہمارے حال سے کچھ بھی واقف ہیں چھٹی کسی کی حالت بیان کرنا جیسے فلان شخص اعمش ہے یا لنگڑا ہے •

اور علما نے یہ بھی کہا ہے کہ جب کوئی مقصود شے بغیر کذب کے حاصل ہی نہ ہوسکتی ہو تو وہاں کذب جائز ہے انحضرت نے فرمایا ہے وہ شخص کذاب نہیں ہے جو لوگوں میں اصلاح کرنے کیلئے کسی نیک کو ظاہر کرے یا کوئی نیک بات کہدے •

اسی بحث کے متعلق نذروں اور قسموں کے احکام ہیں

ہمیں مختصر بصریہ ہے کہ تندیں مقرر کرنا اور قسمیں کھانا لوگوں کی عادات میں سے ہے عرب ہوں یا عجم کسی فرقہ اور امت کو تم پاؤ گے کہ اپنے موقعوں پر انکا استعمال نہ کرتے ہوں اسواسطے انکے مباحث کی ضرورت ہوئی یہ نذریں اور قسمیں نیکی کے اصول سے نہیں ہیں لیکن جب کسی نے اپنے اوپر ایک شے و زم قرار دے لی اور خدا کا نام اس کے لئے ذکر کیا تو یہ ضروری ہوا کہ خدا کی عظمت میں اور اس شے میں جس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہے کوتاہی نہ کی جائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نذریں مت مقرر کیا کرو اس لئے کہ نذر سے کوئی امر مقدر نہیں دور ہوسکتا ہے ان کے سبب سے بخیل کی جانب سے کوئی شے نکل جایا کرتی ہے یعنی انسان جب کسی حالت میں گھر جاتا ہے تو اسوقت اس کو کسی تدریج کرنا آسان معلوم ہوتا ہے جب خدا اس کو تنگی سے نجات دیدیتا ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تکلیف نے اسکو چھوا بھی نہ تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس لئے ضرور ہے کہ جس شے کو اس نے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا اسکو دل سے باہر کردے اس سے قصد و عزیمت میں پختگی اور استحکام ہوتا ہے۔

قسم کی چار قسمیں ہیں اول یمین منعقدہ یہ اس قسم کا نام ہے جو کسی آئندہ شے کے لئے کھائی جائے وہ شے ممکن بھی ہو۔ اور دل میں اس کے متعلق فیصلہ کرلیا ہو اس کو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا تم سے ان قسموں کا مواخذہ کریگا جو تم نے منعقد کی ہونگی دوسرے لغو الیمین جیسے کہ لوگ بلا قصد کہدیا کرتے ہیں۔ واللہ یا اللہ بلے واللہ یا ایسی شئے پر قسم کھا بیٹھیں جسکے ہونے کا گمان ہو اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو۔ اسمیں خدا تعالےٰ کا قول ہے کہ خدا لغو قسموں میں مواخذہ نہیں کرتا تیسری یمین غموس کہ قصداً جھوٹی قسم اس لئے کھائی جائے کہ اس سے ناحق کسی مسلمان کا مال ہضم کرلیا جائے۔ یہ قسم کبائر میں سے ہے۔ چوتھی وہ قسم جو کسی محال عقلی سے کھائی جائے۔ جیسے یہ کہنا کہ گذشتہ کل کا روزہ رکھونگا یا ضدین کا جمع کرنا یا کسی محال عادی پر قسم کھائی جائے مثلاً مردہ کو زندہ کرنا یا اشیاء کی حقیقت بالکل بدل دینا اور ان دونوں قسموں میں جن میں نفی وارد نہیں ہے یہ اختلاف ہے کہ ان میں قسم کا کفارہ آتا ہے یا نہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھایا کرو جس کو قسم کھانی ہو وہ خدا کی قسم کھائے یا خموش رہے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جس نے خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

میں کہتا ہوں کہ کسی کے نام کی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ اسمیں عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو اس کے نام میں برکت خیال کی جائے اسمیں کوتاہی اور جس امر کے لئے وہ نام ذکر کیا گیا ہے اس کو فروگذاشت کرنا گناہ تصور کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور قسم میں باللات والعزیٰ کہے تو اسکو چاہئے کہ اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کہے اور جو اپنے رفیق سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اس کو چاہئے کہ صدقہ کرے میں کہتا ہوں کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور اس کی مقدمہ ہوتی ہے دلی تہذیب جبتک حاصل نہیں ہوسکتی کہ زبان کی محافظت کا لحاظ کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھائے اس کے بعد دوسرے سے اس کو بہتر معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دیکر اسی بہتر شے کو عمل میں لانا چاہئے آنحضرت نے فرمایا ہے تم قسم کھا کر اپنے اہل میں اس کے امضاء کا اصرار کیا کرتے ہو اسمیں خدا کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ ہے کہ اس کا کفارہ جو خدا نے اس پر فرض کیا ہے ادا کیا جائے میں کہتا ہوں اکثر لوگ کسی بات پر قسم کھا بیٹھتے ہیں پھر اپنے نفس پر اور لوگوں پر سختی اور تنگی سے اسکو پورا کرتے ہیں اور یہ امر مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ صرف اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کی نفسانی حالت کو روک دے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیری قسم اسی حالت پر رہیگی کہ تیرا مقابل یعنی مدعی اسکی تصدیق کرے میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال ہضم کرنے کے لئے حیلہ کیا جاتا ہے اور قسم میں تاویل کی جاتی ہے۔ مثلاً یوں قسم کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے اس سے قصد یہ ہوتا ہے کہ خاص میرے ہاتھ میں نہیں ہے اگرچہ میرے قبض و تصرف میں ہو ظلم اس پر آمادہ کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور انشاء اللہ کہدے۔ وہ حانث نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ اس وقت میں دل کا قطعی فیصلہ اور قصد مصمم نہیں ہوا کرتا۔ اور کفارہ کے لئے اسی کی ضرورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا لغو قسموں میں تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مصمم قصد کر لیا ہے اُنکا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دیا جائے۔ جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا انکا لباس یا ایک بردہ آزاد کرنا اور جس کو اُس کی قدرت نہ ہو وہ تین روزے رکھ لے۔ تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے گذر چکا ہے۔ فراجع۔

نذر کی چند قسمیں ہیں (۱) نذر مبہم۔ اسمیں آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اگر نذر معین نہ ہو تو اُس کا کفارہ اور قسم کا کفارہ ایک ہی ہے (۲) نذر مباح۔ اسکے متعلق آپ نے فرمایا نذر کو پورا کر لیکن پورا کرنا واجب نہیں ہے ابو اسرائیل کا قصہ اس کے متعلق آگے آنیوالا ہے (۳) کسی خاص جگہ اور خاص صورت میں کسی طاعت ادا کرنے کے لئے نذر کی جائے اُس کے متعلق بوانہ اہل کا قصہ ہے اُنہوں نے نذر کی تھی کہ میں کھڑا رہونگا نہ بیٹھونگا نہ سایہ کی آڑ لونگا نہ بولونگا اور روزہ رکھونگا اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو حکم کرو کہ باتیں کرے اور سایہ میں رہے اور اپنا روزہ پورا کرلے اور ایک شخص نے نذر کی تھی کہ مقام بوانہ میں جہاں نہ کوئی بت تھا نہ اہل جاہلیت کا میلہ وغیرہ ایک اونٹ ذبح کرونگا تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر لے (۴) نذر معصیت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو شخص کسی معصیت کی نذر کریگا اُس کا کفارہ وہی ہے جو یمین کا ہے (۵) نذر محال۔ آنحضرت نے فرمایا ہے جو شخص ایسی چیز کی نذر کرے جس کو ادا نہ کر سکے اُسکا کفارہ بھی یمین کا سا ہے۔ نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ اس لئے مشروع ہوا ہے کہ گناہ کا لوث اُس سے جاتا رہے اُس کے سینہ میں جو چیز اڑ رہی ہے وہ دور ہو جاوے اس لئے جو شخص کسی طاعت کی نذر کرے وہ پورا کرے اور جو غیر طاعت کی نذر کرے در دل میں تنگی دیکھے تو کفارہ واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مختلف ابواب

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب میں قصد کیا تھا اُس سے ہم فارغ ہو گئے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن جو اس میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اُن تمام اسرار شریعت کا استیعاب نہیں ہوا ہے جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں ملکہ دل میں ہر وقت یہ فیاضی نہیں ہوتی کہ اسرار کا انکشاف کر دیا کرے زبان ہمیشہ دلی رازوں کا اظہار نہیں کرتی ہے اور عوام اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ہر ایک نکتہ کا اُن کو مخاطب کریں اور ہر شے اس قابل نہیں ہوتی کہ بغیر تمہید مقدمات کے اُنکو معرض بیان میں لائیں اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جو راز ہمارے دلوں میں ہیں وہ ان علوم کے برابر ہو سکیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کئے گئے ہیں۔ اس درجہ والے کو جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا اپنی امت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ہیہات ذلک ان دونوں کی حالت میں بڑا فرق ہے اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جن علوم کو خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کے دل میں مکمل طور پر جمع کیا تھا وہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا پورا مجموعہ ہوں جو احکام الٰہی میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اس نسبت کو خضر علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ میرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بہتر ہے (حضرت موسے) علم کو خدا کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اس نمی کو جو چڑیا کی چونچ میں ہے ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان مصلحتوں کا کس قدر پایہ بلند ہے جنکا احکام شریعت میں لحاظ کیا گیا ہے یقیناً انکی کوئی نہایت نہیں ہے جتنا ان کا ذکر کیا جائے ان مصلحتوں کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا ہے ورنہ انکی پوری واقفیت کے لئے کافی ہو سکتا ہے لکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ ۔

اب ہم کسیقدر اجمالی طور پر ایک حصہ سیرت اور فتنوں اور مناقب کا بیان کرتے ہیں۔ استیعاب سے بیان کرنا ہم کو مقصود نہیں ہے واللہ الموفق والمعین والیہ المرجع والمآب۔

رسالت مآب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصے آپ تمام عرب میں بزرگ خاندان اور نسب سے پیدا ہوئے شجاعت اور بُردلی میں سب سے زیادہ توانا۔ سب سے زیادہ فیاض۔ سب سے زیادہ خوش بیان۔ سب سے زیادہ آپ کا دل صاف اور پاک تھا ایسے ہی تمام انبیا اپنے خاندان میں عالی نسب ہوا کرتے ہیں اسلئے کہ آدمی ایسے ہوتے ہیں جیسے کانیں سونے اور چاندی کی۔ اور اخلاق کی خوبی آدمی کو اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا کرتی ہے اور نبوت کا استحقاق انہیں لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے جنکے اخلاق کامل ہوں۔ انبیاکی بعثت سے خدا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ سچائی اور حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فرقہ کجرو درست ہو جائے۔ خدا انکو لوگوں کا پیشوا بناتا ہے اور ان مناصب کے لئے زیادہ موزون وہی ہوا کرتے ہیں جو مفتخر خاندان سے ہوں۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے اَللّٰہُ یَعلم حیث یجعل رسالتہ آپ کے خلق اور خُلق میں اعتدال تھا۔ میانہ قد تھے نہ زیادہ دراز قد۔ نہ کوتاہ۔ موئے مبارک نہ بالکل گھونگروالے تھے نہ چھوٹے ہوئے بلکہ بین بین چہرہ مبارک میں گولائی تھی۔ سر بڑا۔ ریش مبارک گھنی۔ شانے اور قدم پرگوشت چہرہ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ اعضا میں فربہی تھی سب سے زیادہ طبیعت میں نرم دلی تھی لب لہجہ میں سب سے زیادہ پر صداقت جو شخص فوراً آپ کو دیکھتا آپ کی عزت کرتا اور جو ملا کرتا آپ سے ملتا جلتا تو آپ پر فدا ہو جاتا۔ بزرگ نفسی کے ساتھ نہایت خاکسار۔ اپنے اہل بیت پر نہایت مہربان تھے۔ حضرت انسؓ نے دس سال تک آپکی خدمت کی لیکن کبھی انکو اف تک نہ کہا اور کبھی نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ اہل مدینہ کی کوئی کنیزک خدمت میں حاضر ہوتی اور جہاں چاہتی لے جاتی اپنے اہل کی خدمت خود کر دیا کرتے تھے بحش امر یا لعنت کرنا یا بدگوئی کرنا آپکی عادت نہ تھی۔ اپنی کفش کو خود سی لیا کرتے۔ کپڑا خود سی لیتے بکری کا دودھ خود دوہ لیا کرتے حالانکہ بڑے اولوالعزم تھے کوئی شے آپکو مغلوب نہ کر سکتی تھی اور کوئی مصلحت آپ سے فوت نہ ہوتی تھی۔ سب سے زیادہ فراخ دل تھے تکلیف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ مستقل و ثابت قدم لوگوں پر نہایت ہی مہربان کسی کو آپکی ذات سے برائی نہیں پہنچی تھی۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے بجز اسکے جب خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ تدبیر منزلی کی درستی کا بڑا اہتمام کرنیوالے اپنے اصحاب کا بڑا لحاظ کرتے بہادر مت من سکے بڑے نگران کہ جس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتا ہے ہر شے کے اندازہ سے واقف عالم ملکوت کی جانب ہمیشہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توجہ و ذکر الٰہی کے سوا نہ تھا آپ کی گفتگو، و تمام حالات سے ذکر الٰہی کے آثار نمایاں رہتے تھے۔ ہمیشہ غیب سے آپ کی اعانت و تائید ہوتی۔ دعا آپ کی قبول ہوتی۔ حظیرۃ القدس سے علوم کا فیضان ہوتا رہتا تھا۔ معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے مثلاً دعاؤں کی قبولیت آئندہ واقعات کی پیشین گوئی جس شے میں برکت کی درخواست کرتے اسمیں برکت ہوتی ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی سرشت میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ ان کی فطرت ہی ان امور کی جانب انکو جھکا دیا کرتی ہے۔ اپنی دعا میں حضرت ابراہیم نے آپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے بلند رتبہ کی بشارت دی تھی۔

حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰی علیہم السلام نے آپکے وجود باجود کی پیشین گوئی کی تھی اور باقی انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے روشنی نکلی اور تمام زمین اس سے نورانی ہوگئی۔ اس کی تعبیر دیکھی کہ ایک پر برکت لڑکا پیدا ہوگا جس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیل جائیگا جنوں نے آپکے پیدائش کی خبریں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی پیدائش اور ترقیات کی خبر دی اور واقعات جو نے آپ کی اعزاز و سربلندی کی جانب رہنمائی کی جیسے ایوان کسریٰ کے کنگرے ریزہ ریزہ ہوگئے نبوت کی دلیلیں آپ کے نتیجے ہوگئیں جیسے کہ ہرقل قیصر روم نے انکی خبر دی۔ آپ کی پیدائش اور شیرخوارگی کے زمانے میں لوگوں نے برکت کے آثار مشاہدہ کئے فرشتوں نے ظاہر ہوکر آپ کے قلب میں چیرہ دیا اور ایمان و حکمت سے اسکو بھر دیا۔ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اسلئے چیر دینے سے ہلاکی کا خطرہ پیش نہیں آیا اور رشتہ کا اثر باقی رہا جو واقعات عالم مثال اور عالم شہادت کی آمیزش سے پیش آیا کرتے ہیں ان کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جب ابوطالب سفر شام میں آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے تو راہب نے آپ کے اندر نبوت کی علامتیں دیکھکر نبوت کا اقرار کیا جب شباب شروع ہوا تو فرشتوں سے تناسب اور تعلق ظاہر ہونے لگا کبھی غیبی آواز کے ذریعے کبھی فرشتے بدلی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ خدا تعالٰی نے ظاہری حوائج کی بندش اصلاح فرمائی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے ساتھ ہمدردی کا خیال پیدا ہوگیا۔ یہ قریش کی عورتوں میں سے باثروت تھیں۔ جب خدا کسی کو دوست رکھتا ہے تو اپنے بندوں ہی میں سے کسی کو اسکا کارساز بنا دیتا ہے۔ جب دوسروں کے ساتھ تعمیر میں شریک تھے اور عادات عرب کے موافق اپنے ازار کو دوش مبارک پر ڈال لیا تھا اس سے آپ بے ستر ہوگئے اور بے ستر ہوتے ہی بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور غشی کی حالت میں ہی منع فرمایا کہ کہیں ستر کشادہ ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ نبوت کی ایک حفاظت تھی نفس کے مواخذہ نہ کرنے کی یہ بھی ایک قسم ہے۔

اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے مقام حرا میں چند راتوں تک مدت گزارتے تھے پھر دولت خانہ کو تشریف لاکر پھر ہی چند روز کی غذا ہمراہ لیتے [illegible] دنیا سے آپ کی توجہ کو ہٹا دیا تھا اور [illegible] کی جانب پھیر دیا تھا جس پر خدا تعالےٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اول آغاز رویائے صالحہ سے ہوا آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر اسکا ایسا ظہور ہوتا جیسے صبح کا سپیدہ۔ یہ بھی نبوت کی طاقت کا ظہور تھا اس کے بعد مقام حرا میں صداقت یعنی حضرت جبرائیل اور وحی کا نزول شروع ہوا اور غایت ہیبت کے وقت طبیعت کا قانون ہے کہ اسمیں حیرت اور پریشانی پیدا ہوتی ہے [illegible] حضرت خدیجہ آپ کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئیں اور یہ حالت بیان کی۔ انھوں نے کہا ھوالناموس الذی نزل علی موسےٰ۔ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسےٰ پر نازل ہوا تھا۔ اس کے بعد چند روز تک وحی منقطع ہوگئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک بشری دوسری ملکی جب تاریکیوں سے نور کی جانب خروج ہوتا ہے تو مختلف مزاحمتیں اور اوہام پیش آتے ہیں۔ یہانتک کہ جو خدا کی مرضی ہے وہ پوری ہوجاتی ہے آپ فرشتہ کو کبھی آسمان وزمین میں بیٹھا ہوا دیکھتے تھے کبھی حرم میں کھڑے ہوئے کہ اُس کے اغار باندھنے کی جگہ کعبہ تک ممتد ہوتی تھی۔ ونحو ذلک اس کا راز یہ ہے کہ جن نفوس میں نبوت کی استعداد ہوتی ہے تو ملکیت اُسکی روح کے سامنے مستحضر ہوجاتی ہے بدنی مشاغل سے آزادی ہوتی ہے اُسکے سامنے ملکی تجلی درخشان ہونے لگتی ہے جیسا وقت کا اقتضا۔ ہوتا ہے ویسے ہی یہ حالت پیدا ہوتی ہے جیسے عوام لوگوں کو آزادی کی حالت میں خواب کے ذریعہ سے بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ پر نزول وحی کس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کبھی گھنٹہ کی جھنکار کی طرح اسکی مجھ پر زیادہ گرانی ہوتی ہے اس آواز کے جدا ہوتے ہی میں اس کی بات کو محفوظ کرلیتا ہوں اور کبھی مجھ کو فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے وہ کہتا جاتا ہے اور میں یاد کرتا جاتا ہوں میں کہتا ہوں اُس آواز کی حقیقت یہ تھی کہ جب کوئی پر زور تاثیر حواس سے ٹکراتی ہے تو اُن میں ایک تشویش اور شورش پیدا ہوجایا کرتی ہے بینائی میں تشویش اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ مختلف رنگ کی چیزیں سرخ زرد۔ سبز وغیرہ نظر آتی ہیں اور شنوائی میں اسطرح اُس کا ظہور ہوتا ہے کہ بے معنی آوازیں جیسے بھنبھناہٹ جھنکار وغیرہ محسوس ہوتی ہیں جب یہ اثر ختم ہوجاتے ہیں تو علم حاصل ہوجایا کرتا ہے اور فرشتہ کا صورت میں نظر آنا ایسے موقع پر ہوا کرتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہود دونوں کے احکام اور اثر یکجا جمع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کو بعض لوگ دیکھتے تھے بعض نہیں دیکھتے تھے۔

ان حالات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ دعوت اسلام کریں اور مخفی طور پر آپ نے اسلام کی تعلیم شروع کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق وغیرہما رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔

پھر ارشاد ہوا فاصدع بما تؤمر جو حکم تم کو دیا جاتا ہے اس کی آشکارا تعمیل کرو اور فرمایا گیا وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قریب رشتہ داروں کو ڈراؤ اب آپ نے علانیہ دعوت اور شرک کی رسموں کو باطل کرنا شروع کردیا۔ اس وجہ سے تمام لوگ بگڑ گئے نہایت سختی سے پیش آنے لگے۔ زبان اور ہاتھ سے برابر تکلیفیں دینے لگے مذبوحہ جانوروں کی جھلی آپ پر ڈالتے تھے۔ آپ کا گلا گھونٹ دیتے تھے لیکن آنحضرت صلعم نہایت استقلال کے ساتھ ان شدتوں کو جھیلتے تھے اور برابر مسلمانوں کو فتح کا مژدہ دیتے تھے اور کافروں کو شکست اور بربادی کا خوف دلاتے رہے جیسے خدا تعالے فرماتا ہے قوم ماہنالک مھزوم من الاحزاب یہاں کے لوگ جماعتوں سے بھاگ جائینگے۔ اب ظالموں نے اور بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔ اور قسمیں کھا کھا کر باہم معاہدہ کرلیا مسلمانوں کو اور ہاشمی اور مطلبیوں کو جو مسلمانوں کے ہمدرد ہیں خوب توبیخ کریں اس وقت مسلمانوں کو رہبری ہوئی کہ حبشہ کی جانب ہجرت کرجائیں۔ اس سے وسعت کرنے سے پہلے کسی قدر وسعت اور کشادگی ہوگئی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابو طالب آپ کے چچا کا انتقال ہوگیا اور ہاشمیوں کی جماعت اور قوت منتشر ہوگئی تو اس کی وجہ سے آپ کو بے اطمینانی پیش آئی اور یہ امر اجمالی طور پر آپ کے قلب میں القا کیا گیا تھا کہ ہجرت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے اپنے خیال و فکر سے ہجرت کا آپ نے قصد فرمایا۔ اولاً طائف۔ ہجر۔ یامہ کی جانب توجہ اور میلان ہوا اور مختلف طریقے سوچے لیکن عجلت کر کے طائف تشریف لیگئے وہاں آپ کو نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد بنی کنانہ کی طرف تشریف فرما ہوئے یہاں بھی کوئی خوشکن امر پیش آیا اسلئے دمعہ کے زمانے میں مکہ کو مراجعت کی اور آیت نازل ہوئی وما ارسلنا من رسول الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ۔ جب ہم نے کوئی رسول بھیجا ہے تو اسکی یہ حالت ہوئی کہ جب اس نے کسی امر کی تمنا کی تو شیطان نے اسکی آرزو میں کوئی شے ملا دی ہے آپ کی تمنا یہ تھی کہ جن امور کو اپنے دل میں غور کرتے تھے ان سے خدا کے وعدوں کے پورے ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا اس میں ملا دینا یہ ہوا کہ ارادۂ الٰہی کے خلاف امور پیش آئے اور اصلی حالت پر ایک نقاب حائل ہوگیا۔ اسی اثنا میں مسجد اقصےٰ کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے سدرۃ المنتہےٰ اور جو خدا کی مرضی تھی وہاں تک سیر واقع ہوئی۔ یہ تمام امور بدن کے ذریعہ سے ہوئے بیداری کی حالت میں لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں برزخ کی طرح واقع ہے سب کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری ہوئے۔ روح اور روحانی امور بدنوں کی صورت میں پیش آئے۔ اسواسطے ان واقعات میں ہر ایک واقع کی ایک تعبیر ہے حضرت حزقیل اور حضرت موسےٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کو بھی ایسے ہی واقعات پیش رہے تھے۔ اولیائے امت کو ایسے امور پیش آتے ہیں تاکہ ان کے برتر مقامات کیحالت ایسی ہو جیسے خواب میں دوسروں کے حالات ہوا کرتے ہیں واللہ اعلم۔ شق صدر اور ایمان سے اس کے بھردینے کے معنی یہ ہیں کہ ملکی طاقت کے انوار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہوگئے اور طبیعت کی آگ فرد ہوگئی اور طبیعت اس قابل ہوگئی کہ جن علوم کا خطیرۃ القدس سے افاضہ کیا جائے انکو مطیعانہ اخذ کرسکے اور براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ پر جسمیں کمال حیوانی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہوگیا براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے یعنی بہیمیت پر نفس ناطقہ کے احکام مسلط ہوگئے اور مسجد اقصےٰ کیطرف سیر کرنا اسلئے ہوا کہ وہ مسجد شعائر الٰہیہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے۔ ملاء اعلےٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے ؛

معراج

مراد از شق صدر

براق

انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے مفاخرت کرنا اسکی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس کے ارتباط اور تعلق سے سب کا اجماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف میں آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی ؛

اور آسمان پر ترتیب ایک شے دوسرے پر صعود کرنیکے معنی یہ ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت اور الوہیت تک منزل بمنزل آپ نے ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقرر ہیں ان بزرگ روحانیوں سے تعارف ہوا۔ جو آدمیوں میں سے فرشتوں میں منسلک ہوگئے ہیں ان تدابیر کا اب علم حاصل ہوا۔ جن کی وہاں وحی کی گئی اس خصوصیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دریافت کیا جو اُن منازل میں حاصل ہوتی ہے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا لقا کرنا بدن سے نہ تھا بلکہ وہ اُس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے اُن کو پیش آئی اور جس کمال کے وہ خواستگار تھے اُس کے پورا ہونے میں ایک حصّہ کی کمی رہ گئی ۔

سدرۃ المنتہٰی سے وجود کا درخت مراد ہے جس کے حصّوں میں ترتیب ہوتی ہے اور اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں جیسے قوت غاذیہ نامیہ وغیرہ کہ کل سب قوتیں صورت شجری میں جمع ہوا کرتی ہیں اور اس حالت کو جس میں مجموعی اور اجمالی تدبیر کیطرف اشارہ ہو اور اس کے تمام افراد میں عموم اور کلیت ہو زیادہ تر مشابہت درخت سے ہے نہ حیوان سے۔ حیوان میں تفصیلی طاقتیں ہوتی ہیں اور ارادہ حیوانی طبیعت کے قوانین کو مصرح اور ظاہر حالت میں کردیا کرتا ہے۔ اس درخت کی جڑ میں نہروں سے مراد وہ عالم ملکوت کی رحمت ہے جسکا وہاں سے فیضان مسلسل رہتا ہے۔ عالم شہادت کی جانب وہ جاری اور ساری رہتی ہے۔ اسکا اثر ہے زندہ رکھنا اور زندگی کو بالیدہ کرنا ہے۔ اسی لئے وہاں بعض نافع امور کی تعیین کی گئی جیسے نیل وفرات۔ اور جو انوار اس درخت کو تغشیہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدبیریں ہیں جنکی عالم شہادت میں ہر شے کی استعداد کے موافق چمک دمک رہتی ہے۔ اور بیت المعمور تجلی الٰہی کا نام ہے۔ اسی کی جانب آدمیوں کے سجدہ اور سجدے کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں۔ اسکی تشبیہ بیت کے ساتھ کعبہ اور بیت المقدس کی مثال پڑی گئی ہے ۔

ان امور کے بعد معراج میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ظرف دودھ کا اور ایک شراب کا پیش کیا گیا۔ آپ نے دودھ والا پسند فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا آپ فطرت کی جانب رہنما کئے گئے۔ اگر شراب کا پسند کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اسلئے کہ دودھ میں اشارہ تھا کہ آپ کی اُمت فطرت کو پسند کریگی اور شراب میں اشارہ تھا کہ دنیوی لذتوں کو پسند کرے گی اور معراج ہی میں پنجگانہ نمازیں فرض کی گئیں اور ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں۔ آہستہ آہستہ خداوند کریم نے اُس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت بھی کامل ہو گئی اور تسلی بھی مشبع ہوگئی۔ اور اس معنی کو حضرت موسے کی جانب اسواسطے منسوب کیا کہ تمام انبیا میں وہ اُمت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ واقف تھے معراج کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبائل عرب سے تقویت اور امداد طلب کرتے رہے لیکن انصار کو خدا نے اسلام کی توفیق دی اور انہوں نے دو بار بیعت کی۔ ایک عقبۂ اولے میں دوسری عقبۂ ثانیہ میں۔ اور اس کے بعد اسلام مدینہ شریف کے ہر ایک گھر میں داخل ہو گیا اور خدا تعالےٰ نے اپنے نبی پر صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ دین کی ترقی جب ہی ہوگی کہ مدینہ کیطرف ہجرت کی جائے اسلئے ہجرت کا پورا قصد فرمالیا۔ اب قریش میں غصّہ کی آگ اور زیادہ جوشزن ہوئی اور مختلف منصوبے کرنے لگے کہ آپکو قتل کردیں یا ٹھیرائے رکھیں یا کہیں کو نکال دیں لیکن آپ خدا کے محبوب برکت والے تھے خدا نے آپکے غالب ہونیکا فیصلہ کردیا تھا اس لئے چند معجزات کا ظہور ہوا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سانپ نے کاٹا اور آنحضرت نے برکت کی دعا کی اور فوراً انکو آرام ہوگیا۔ کفار جب غار کے منہ پر آکھڑے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور ان کے خیالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہٹا لیا۔ جب سراقہ بن مالک نے دونوں حضرات کا تعاقب کیا تو آپ نے اس پر بددعا کی جس کے اثر سے اس کا گھوڑا شکم تک سنگلاخ زمین میں دھس گیا زمین خدا کی قدرت سے پھٹ گئی۔ سراقہ نے اس پر یہ کفارت لی کہ میں آپ دونوں کو دشمن سے پوشیدہ رکھونگا اس کے بعد وہ رہا ہو گیا۔ جب ام معبد کے خیمہ پر آپ کا گذر ہوا تو اس بکری نے دودھ دیا جس کا دودھ بالکل خشک تھا اور دودھ کے قابل نہ تھی جب مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو عبداللہ بن سلام نے آکر تین مسئلے دریافت کئے جس کا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ اول یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی۔ دوسری جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا۔ تیسری کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول علامت قیامت کی آگ ہے جو مشرق سے مغرب تک لوگوں پر پھیل جائیگی اور پہلا کھانا اہل جنت کا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا اور جب مرد کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر ماں کا نطفہ پہلے پہنچتا ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علمائے یہود میں خاموشی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے یہودیوں سے صلح کر لی اور ان کے شر سے نجات مل گئی۔ مسجد کی تعمیر شروع کی اور لوگوں کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دینے لگے اور اس میں مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کس چیز سے دیجائے۔ عبداللہ بن زید نے اپنی خواب میں اذان کے کلمات سیکھے فرشتے فیضان غیبی کا انتظار آنحضرت صلعم کو تھا۔ عبداللہ بن زید بواسطہ ہو گئے۔ لوگوں کو جماعت، جمعہ، روزہ پکا ارادہ کیا زکوٰۃ کا حکم دیا اور زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم دی۔ لوگوں کو علانیہ دعوت اسلام دینی شروع کی اور ان کو راغب کیا کہ اپنے اپنے وطنوں سے ہجرت کریں اسلئے کہ ان کے وطن دار الکفر تھے۔ وہاں حدود اسلام کا قائم کرنا ممکن نہ تھا اور تمام مسلمانوں کی جمعیت کو مواخاۃ سے نہایت مستحکم کر دیا۔ اس مواخات نے مسلمانوں میں صلاح و مصارف میں ایک دوسرے کی امداد اور باہم ایک دوسرے کا وارث ہونا لازم کر دیا تاکہ اس سے ان میں وحدت پیدا ہو جائے اور اس قابل ہو جائیں کہ مجموعی طاقت سے جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو روک سکیں۔ پہلے اہل عرب میں دستور تھا کہ ایک خاندان دوسرے خاندان سے مدد لیا کرتے تھے جب خدا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں وحدت اور قوت جمع ہو گئی ہے تو اپنے نبی کو جہاد کی وحی بھیجی کہ کفار کی خوب ہوشیاری سے دیدبانی کریں۔

جب جنگ بدر واقع ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہ تھا۔ خدا نے وہاں خوب مینہ برسایا۔ لوگوں سے آنحضرت نے مشورہ کیا کہ قافلہ کا قصد کرتے ہو یا لشکر سے مقابلہ کا تو آنحضرت صلعم کی رائے سے صحابہ رضی اللہ عنہ کی رایوں میں مدد دیگئی اور سب نے مقابلہ کا اہتمام کیا۔ پہلے ایسے مقابلے کا گمان بھی نہ تھا۔ جب آپ نے دشمن کی کثرت کو ملاحظہ کیا تو خدا کی حضور میں نہایت عاجزی کی۔ اور آپ کو فتح کا مژدہ دیا گیا اور وحی سے ان مواقع کی اطلاع دیگئی جہاں مخالف مقتول ہو کر گرینگے آپ نے فرمایا فلان جگہ میں فلان شخص مرا پڑا ہوگا اور فلان جگہ میں وہ شخص۔ آپ اپنا ید مبارک رکھکر فرماتے جاتے تھے کہ یہاں وہ ہوگا اور یہاں وہ ہوگا۔ پس کوئی ایسا نہ تھا کہ سرمو اس جگہ سے ہٹا ہو جو آپ نے اپنے ہاتھ سے تعیین کر دی تھی فرشتے اس روز لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے تاکہ مومنین کے دل پختہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائیں۔ اور مشرکوں کے دل تھرا جائیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح ہوئی۔ اس جنگ نے انکو غنی بنا دیا اور شرک کی طاقت کو پس پا کر دیا۔ قریش کے منتخب لوگ اور جگر گوشے ہلاک ہو گئے اسی واسطے اس جنگ کا نام فرقان ہے اور خدا تعالےٰ کی مرضی تھی کہ شرک کی بیخکنی ہو جائے اور صحابہؓ نے اپنی رائے سے فدیہ لے لینے کی طرف میلان کیا۔ اس سے مورد عتاب ہو گئے لیکن اخیر میں اُن کی معافی دیگئی۔ اس کے بعد یہود کے جلائے وطن کرنے کی تقریب پیش آئی۔ یہودی جب تک مدینہ کے جوار میں رہتے دین الٰہی کے خالص اور مطمئن ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ انہوں نے عہدشکنی کی اس لئے آنحضرت صلعم نے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلاوطن کر دیا اور کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا۔ اور اُن کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ اُنہوں نے اُن لوگوں کی جانب رخ نہ کیا جنہوں نے مدد دینے کے وعدے کئے تھے اور خوب اُن کے دلوں کو بڑھایا تھا۔ اُن کے مالوں کو خدا نے اپنے نبی کی طرف پھیر دیا اور اول دولت میں فراخی مسلمانوں کو اسی سے حاصل ہوئی۔ اور ابورافع حجاز کا تاجر مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا اُس کی طرف آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن عتیک کو روانہ فرمایا۔ اُنہوں نے آسانی سے اُسے قتل کر دیا۔ جب عبداللہ اس کے گھر سے باہر آ رہے تھے تو انکی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلا دو۔ آپ نے اُس پر ہاتھ پھیر دیا وہ ایسا صحیح وسالم ہو گیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ ہوئی تھی ❖

جب اسباب سماوی کا اقتضا ہوا کہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کی شکست ہو تو اس موقع پر چند طریقوں میں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا کہ اس واقعہ سے بڑی مذہبی بصیرت اور بیداری پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ شکست کی وجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوئی۔ آپ نے فرما دیا تھا کہ درہ پر جمے رہیں اور لوگوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ حملہ آوروں کا کام پورا ہو گیا اور خدا نے اجمالی طور پر اپنے نبی کو شکست پر آگاہ کر دیا تھا۔ آپ کو خواب میں شکستہ تلوار اور ذبح کی ہوئی گائے دکھا دی گئی تھی شکست اور صحابہ کا شہید ہونا اسی کی تعبیر تھی۔ یہ جنگ نہر طالوت کی نظیر ہو گئی جس میں با اخلاص لوگ غیروں سے متمیز ہو گئے۔ اس میں رہبری ہو گئی کہ حد مناسب سے زیادہ کسی پر اعتماد نہ کیا جائے اور جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور انکے رفقا شہید ہونے تو بِرُّوں نے انکو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دشمن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے ❖

جب قرار صحابہ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں قاتلوں پر بددعا کرنے لگے اور اسمیں ایک قسم کی عجلت تھی جو بشریت کے اقتضا سے ہوا کرتی ہے۔ خدا نے اس پر تنبیہ فرمادی کہ رسالت کے تمام امور فی اللہ اور محض خالصۃً للہ ہونے چاہئیں۔ انمیں کوئی لوث بشری نہ ہو ❖

جب عرب کے بڑے قبائل نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا اور خندق کھودی گئی تو بھی مختلف عنوانوں سے رحمت الٰہیہ کا ظہور ہوا۔ خدا نے کفاروں کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہونچی اور حضرت جابرؓ کے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک صاع جو اور ایک بزغالہ سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے خوب سیر ہو گئے کسریٰ اور قیصر کے ایوانات پتھر کی ضرب سے جو شرارہ اُڑا تھا اُس میں نظر آئے اور اُن کے فتح ہونے کی آپ نے بشارت دی اور شب تاریک میں ایسی سخت ہوا کو جنبش ہوئی کہ کفار کے دل مرعوب ہو گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعدؓ کے فیصلے کے موافق وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے تو حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ اُنمیں سے جو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں قتل کر دئیے جائیں اور اُنکے بال بچے قید کر لئے جائیں۔ اسمیں اُنکی رائے حق بجانب تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جانب طبعی میلان تھا اور اس میں ایک مذہبی مصلحت تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پبلک کی بیوی بریوں کے لئے درست ہے اس لئے خدا تعالے نے اس کا انجام یوں کیا کہ ان کے خاوند نے انکو طلاق دے دی اور خدا نے اُن کا نکاح آنحضرت صلعم سے کروا دیا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ھلک المال وجاع العیال فاستسق۔ اے رسول مویشی ہلاک ہو گئے اور کنبہ بھوکا مرتا ہے آپ بارش کی دعا فرمائیے اس وقت اسمان پر ابر کا ایک ٹکڑہ بھی نہ تھا۔ ہاتھ اُٹھا کر آپ دعا مانگنے لگے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ بادلوں کے دَل پر دَل پہاڑوں کی طرح گھر گئے اور سات روز تک بارش کی جھڑی لگ گئی۔ اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہونے لگا تب آپ نے فرمایا حوالینا ولا علینا۔ ہماری اطراف میں پڑے نہ ہم پر کوئی سمت نہ تھی کہ اُسطرف بادل ہٹنے کا اشارہ فرماتے ہوں اور بادل نہ ہٹ جاتا ہو۔

جس شئے میں آپ نے برکت کی خواستگاری فرمائی ہے بارہا اُس میں برکت ہوئی۔ جیسے حضرت جابرؓ کا انبار خرما۔ اور اُم سلیمؓ کی روٹیاں ونحو ذلک۔

بنی مصطلق کی لڑائی میں ملائکہ ظاہراً نمودار ہوئے اور دشمن پر خوف طاری ہو گیا اسی جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی گئی اور خدا کی رحمت سے آپ کی برأت ثابت ہوئی۔ اور جس نے ایسی شناعت کو آپ کی جانب سے شائع کیا تھا اُس پر حد قذف قائم کی گئی۔ ایک بار سورج گرہن ہوا تو آپ نے اس لئے بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کیا کہ ایسا انقلاب خدا کے نشانات میں سے ایک نشان تھا۔ ایسے وقت میں برگزیدہ لوگوں کے دل میں خوف طاری ہوا کرتا ہے۔ اسی نماز میں آپ نے اپنے اور دیوار قبلہ کے مابین جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ یہ مشاہدہ اسی طرح تھا کہ عالم مثال کے احکام کسی موقع خاص پر ظاہر ہوا کرتے ہیں اور خواب میں جناب الٰہی نے آپ کو مطلع کیا کہ فتح کے ساتھ مکہ میں حلق اور قصر کے بعد داخل ہو نگے بلا خوف و ہراس۔ اس لئے لوگوں نے عمرہ کا قصد کیا اور ابھی تک عمرہ کا وقت نہیں آیا تھا اور یہی تقریب صلح کی ہو گئی جو بڑے بڑے فتوحات کا مقدمہ تھی۔ لوگوں کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔

اس موقع پر نبوت کے چند نشانات ظاہر ہو گئے۔ لوگ پیاسے تھے اور پانی صرف ایک برتن میں موجود تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ید مبارک اُس ظرف میں رکھدیا اور آپ کی انگلیوں میں سے پانی کی دھار نکلنے لگی۔ حدیبیہ کا تمام پانی صحابہ نے کھینچ لیا تھا اُس میں ایک قطرہ باقی نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمائی تب تمام لوگ سیراب ہو گئے۔

اور مخلصین کے اخلاص کی جانچ کے لئے بیعۃ الرضوان واقع ہوئی۔ اس کے بعد خدا تعالے نے خیبر کو فتح کیا۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اتنا مال غنیمت ملا جس سے جہاد کی طاقت بڑھا سکیں۔ اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت کے منتظم ہونے کی بنیاد پڑ گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر خلیفۃ اللہ ہو گئے اور یہاں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے آپ کے کھانے میں یہودیوں نے زہر ملا دیا اور خدا تعالے نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا اسی جنگ میں ملعون اکوع کے چوٹ لگ گئی تھی۔ آپ نے کئی بار اس ضرب پر دم کر دیا پھر کبھی انہوں نے درد کی شکایت نہ کی۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا کوئی شے ستر کی نہ تھی اس وقت آپ نے دو درختوں کو بلایا وہ اس اونٹ کی طرح جس کے ناک میں نکیل ہو مطیعانہ کھینچے چلے آئے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو ان کو اپنی جگہ واپس کر دیا۔ جب محاربی نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو جائے تو خدا نے اس کے دل پر رعب بٹھا دیا آپ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔

اور جس امر کا ملاء اعلےٰ میں فیصلہ ہو گیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا القاء ہوا کہ تمام بڑے بڑے سرکش ملعون ہوں ان کی صولت زائل ہو جائے ان کی رسمیں نابود ہو جائیں اس لئے اس میں سعی فرما کر خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا۔ قیصر اور کسرےٰ اور تمام معاند سرکشوں کو نامے تحریر فرمائے کسرےٰ نے نامے سے سوء ادبی کی۔ اس لئے آپ نے اس پر بد دعا کی اور اس کو خدا نے ریزہ ریزہ کر دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم موتہ (مقام ملک شام میں) کو روانہ فرمایا اور ان پر وہاں جو حالت گزری وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گئی۔ آپ نے اس سے پیشتر کہ کوئی خبر وہاں سے پہنچی ہو ان کی وفات کی خبر دی۔ آنحضرت صلعم جب تمام قبائل عرب کے جہاد سے فارغ ہو گئے اور قریش نے عہد شکنی کی اور کورانہ روش اختیار کی تو آپ نے فتح مکہ کا اہتمام فرمایا اور حاطب بن بلتعہ صحابی نے اہل مکہ کو آپ کے ارادہ پر مطلع کرنا چاہا تو خدا نے اپنے رسول کو اس پر آگاہ کر دیا اور آپ نے مکہ کو فتح کیا ولو کرہ الکفرون اہل مکہ میں اس طریقے سے اسلام پھیل گیا کہ اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

جنگ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور کفار نے جولانی کی تو رسول خدا صلعم اور آپ کے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال ظاہر فرمایا آپ نے ان کی جانب گرد پھینکی۔ یہیں یہ اعجاز تھا کہ کوئی شخص نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ گرد نہ پہنچی ہو۔ اسی وجہ سے وہ لوٹ گئے اس کے بعد خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں جمعیت اور اطمینان پیدا کیا اور سب نے ہمت کر نہایت سخت کوشش کی اور فتح کر لیا۔ آپ نے ایک شخص کی نسبت جو مدعی اسلام تھا اور اس نے بہت ہی سخت مقابلہ کیا تھا فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

اور آپ پر جادو کیا گیا آپ نے خدا سے دعا کی کہ اصلی حالت ظاہر ہو جائے تو خواب میں دو شخصوں نے آپ کو جادو اور جادو کرنے والے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ اور ذوالخویصرہ نے آ کر کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمایئے اس پر آنحضرت صلعم کو اس شخص کا اور اس کی قوم کا انجام منکشف ہو گیا کہ یہ لوگوں میں سے ایک بہترین فرقہ سے جنگ کرینگے ان کی شناخت آدمی سے کی جائیگی جس کا رنگ سیاہ ہوگا اور اس کا ایک بازو ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ نے ان سے مقاتلہ کیا او جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی اس کی صفت آپ نے پائی حضرت ابوہریرہ کے لئے آپ نے دعا فرمائی اور وہ اسی روز ایمان لے آئے۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ میں اپنی اس تقریر کو ختم کروں جونسا شخص اپنا کپڑہ پھیلا کر اپنے سینہ سے لگا لیگا وہ کبھی اپنی بات نہ بھولیگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا بچھا کر سینہ سے لگا لیا۔ پھر کبھی ان کو اپنے قول میں نسیان نہ ہوا۔

آنحضرت صلعم نے ایک روز اپنا ید مبارک جریر کے سینہ پر مار کر فرمایا بار خدایا اس کو جمائے رکھ اس کے بعد پھر کبھی وہ گھوڑے سے نہیں گرے اور پہلے وہ گھوڑے پر خوب نہیں جم سکتے تھے۔ ایک شخص مرتد ہو گیا تھا تو اسکو زمین نے قبول نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاخ پر سہارا دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بن گیا اور اس پر قیام فرمایا تو اس شاخ میں گریہ و آواز پیدا ہو گیا یہانتک کہ آپ نے اس کو پکڑ کر چپ کرا لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم ایک سست گھوڑے پر سوار ہو کر فرمانے لگے ہم نے تمہارے گھوڑے کو رفتار میں بحر کی طرح پایا اس کے بعد سے کوئی گھوڑا اسکا مقابلہ نہیں کرتا تھا۔

ان امور کے بعد خدا نے اپنے دین کو خوب مستحکم کر دیا اور ایلچیوں کی پیاپے آمد و رفت شروع ہو گئی اور متواتر فتوحات ہونے لگیں تمام قبائل عرب پر حکام وعمال کا تقرر فرمایا شہروں میں قاضی مقرر کر دئے گئے اور خلافت مکمل حالت میں ہو گئی۔ اس اطمینان کے بعد آپ کے قلب مبارک میں القا کیا گیا کہ مقام تبوک کی طرف نہضت فرمائی جاوے تاکہ رومیوں پر آپ کی شوکت وجلالت ظاہر ہو اور ان اطراف کی طاقتیں مطیع ہو جائیں۔ یہ جنگ نہایت گرمی اور تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے خدا نے خالص اور منافق میں تمیز کروا دی۔ آنحضرت صلعم ایک عورت کے باغیچہ پر گزرے جو وادی القرے میں تھا اس باغیچہ کا اندازہ آپ نے بھی فرمایا اور دیگر صحابہ نے بھی فرمایا لیکن جیسے آپ نے ارشاد کیا تھا اسی کے موافق برآمد ہوا۔ جب دیار حجر کے قریب پہونچے تو لوگوں کو اس کے پانیوں سے ممانعت فرما دی تاکہ موقع لعنت سے لوگ متنفر رہیں۔ ایک دفعہ شب کو آپ نے ممانعت فرما دی کہ کوئی شخص باہر نہ جاوے۔ اتفاقاً ایک شخص باہر چلا گیا تو اس کو ہوا نے طے کی پہاڑیوں میں پھینکدیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کا اونٹ گم ہو گیا تو ایک منافق کہنے لگا کہ اگر نبی ہوتے تو اپنے اونٹ کا حال معلوم کر لیتے کہ کہاں ہے اس پر خدا تعالے نے آپ کو اس منافق کے قول اور مقام اونٹ سے آگاہ کر دیا اور بعض مخلصین نے تردد اور غلطی کی وجہ سے رفاقت نبوی سے تخلف کیا تھا لیکن بعد میں زمین ان پر تنگ ہو گئی وہ نہایت ہی نادم ہوئے اس لئے ان کا قصور معاف کر دیا گیا اور ارشاد الیکو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قید کر لیا جس کا پہلے سے گمان بھی نہ تھا۔ جب اسلام میں پوری طاقت آگئی اور خدا کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہونے لگے تو خدا تعالے نے اپنی وحی سے آپ کو حکم فرمایا کہ مشرکین سے جو معاہدے ہیں ان کو خیرباد کہدینا چاہئے اور سورہ برات کا نزول ہوا۔ نجران کے عیسائیوں سے آپ نے مباہلہ کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے عاجز ہو کر جزیہ قبول کر لیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے آپ کی معیت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسک حج انکو بتائے اور زمانہ شرک کی تحریفات کو دور کردیا جب تمام احکام اسلام کی تکمیل ہوچکی اور وفات کا زمانہ قریب ہوا تو خدا تعالے نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا سب لوگ اُن کو دیکھتے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپسے دریافت کیا کہ ایمان و اسلام اور احسان کی حقیقت کیا ہے اور قیامت کا حال دریافت کیا آپ بیان فرماتے رہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اُسکی تصدیق کرتے گئے یہ گویا دین کا تتمہ و تکملہ تھا۔

جب آپ مریض ہوئے تو برابر رفیق اعلےٰ کو یاد کرتے رہے اور ملاء اعلےٰ کی جانب اظہار شوق اور کشش فرماتے رہے یہانتک کہ خدا نے آپکو وفات دی اور آپ کی حفاظت دین کا متکفل ہوگیا ایسے لوگونکو اُس نے قائم کیا جو کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے اُنھوں نے مدعیان نبوت اور روم و عجم سے جنگ کئے یہانتک کہ اس کے حکم کی تکمیل ہوگئی اور اُس کا وعدہ پورا ہوگیا۔ صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وعلےٰ اصحابہ وسلم۔

الفتن فتنوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیئے کہ فتنوں کے مختلف اقسام ہیں (۱) ذاتی فتنہ اس طرح پر کہ آدمی کے دل میں قساوت اور سختی آجائے اسکو طاعت میں کچھ حلاوت اور مناجات میں کوئی لذت محسوس نہ ہو۔ انسانی زندگی کے تین منبع ہیں اول دل وہ تمام حالات انسانی غصہ۔ دلیری۔ حیا۔ بیم و رجا۔ انقباض و انبساط وغیرہ کا مبدا ہے۔ دوسرے عقل جو تمام ان علوم کا مبدا ہے جنپر حواس کی انتہا ہوتی ہے مثلاً وہ بدیہی احکام جو تجربہ اور حدس وغیرہ سے معلوم ہوں یا علوم نظری جو دلیل خطابیات وغیرہ سے مستفاد ہوں تیسرے طبعیت جو کہ تمام نفسانی رغبتوں کا مبدا ہے خواہ وہ رغبتیں قیام بدن کے لئے خود ضروری ہوں یا انکی جنس کی ضرورت ہو مثلاً وہ خواہشیں جو کھانے پینے خواب ہمبستری کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں جب عقل پر بہیمی خصلتیں غالب ہوجاتی ہیں تو اُس کے تمام ارادے انقباض اور انبساط کے متعلق ایسے ہی ہونگے جیسے بہائم کے جو طبیعت اور اوہام کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں ایسے دل کو بہیمی کہتے ہیں اور جب دل شیطانیت سے بیداری اور خواب میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے لگے تو ایسے انسان کو شیطان الانس کہتے ہیں اور جب دل پر فرشتوں کے سے صفات غالب ہوں تو اُس کو قلب انسانی کہتے ہیں اس وقت اُس کے تمام جذبات خوف و رغبت وغیرہ اعتقادات حقہ کی جانب مائل ہوا کرتے ہیں جنکو اُس نے حاصل کیا تھا۔ جب قلب کی حالت نہایت صاف اور اُس کی نورانیت اور لمعان کامل ہوجاتی ہے تو قلب روح ہوجاتا ہے تب اُس میں بغیر انقباض کے ہمیشہ انبساط رہتا ہے اور بغیر اضطراب و بیچینی کے اطمینان اور سکون ہوتا ہے تمام ملکی خاصیتیں اُس کی عادت اور طبیعت ہوجاتے ہیں اور وہ ایسی نہیں ہوتیں جیسے مکتسب چیزیں ہوتی ہیں اور جب بہیمی عادات عقل پر غالب ہوتے ہیں تو وہ سبک ہوجاتا ہے نفسانی جنبشوں میں مبتلا رہتا ہے طبیعت کے دواعی کی طرف اسکی کشش رہتی ہے اگر خواہش نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو مجامعت کے خیال میں رہتا ہے بھوک معلوم ہونے لگے تو کھانے کے خیال میں پڑا رہتا ہے وعلیٰ ہذا اور شیطانی وسوسوں سے جب وہ مغلوب ہوتا ہے تو اعلےٰ قسم کے جو انتظامات ہیں اُن کے ابطال اور تسنیخ میں بسر کرتا ہے سچے اعتقادات میں شبہات پیدا کرتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ان بدنما افعال کی جانب اس کوشش رہتی ہے جس سے نفوس سلیمہ متنفر رہتے ہیں اگر ان کی خصائل کا نفع لجابیہ قوی تر ہوتا ہے تو عقل کے لوازم سے ہوتا ہے کہ جن علوم کی تصدیق ضروری ہے اسکی تصدیق کی جاتی ہے جنکا تعلق تدابیر نافع اور ان تدابیر سے ہوتا ہے جو درجہ احسان سے متعلق ہیں انکا ثبوت بدیہی ہو یا نظری طور پر۔

اور جب اس کی نورانیت اور انجلا میں اور ترقی ہوتی ہے تو نفس کی حالت کو سِر کہتے ہیں۔ اسوقت میں وہ مختلف طریقوں سے خواب فراست کشف۔ آواز غیبی وغیرہ کے ذریعہ سے ان علوم کا ادراک کرتا ہے جنکا فیضان عالم غیب سے ہوتا ہے اور جب اسکا میلان ان موجودات کی طرف ہوتا ہے جو زمانہ اور مکان سے برتر ہیں تو نفس کو خفی کہتے ہیں۔

اور نفس کی کشش جب طبعی مادات میں سلک محصور ہو جاتی ہے تو اسوقت اسکا نفس امارہ نام ہوتا ہے اور قوائے بہیمی اور ملکی میں جب اسکی مذبذب حالت ہو اور میلانوں کا فیصلہ کبھی اس جانب ہو کبھی اس جانب تو اسکو نفس لوامہ کہتے ہیں۔

اور جب نفس شریعت کا پورا پابند ہو اسکی حکومت سے بغاوت نہ کرے اسکی ہر ایک جنبش شریعت کے موافق ہی ہو اسکو نفس مطمئنہ کہتے ہیں ھذا ما عندی من معرفۃ لطائف الانسان واللہ اعلم۔

ایک انسانی فتنہ وہ ہے جس کا تعلق اس کے اہل سے ہوتا ہے یعنی تدابیر منزلی کا ابتر ہو جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ یہانتک کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان اسکے پاس آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو نہیں چھوڑا جبتک کہ اسمیں اور اسکی بیوی میں جدائی نکر دی اس شیطان کو ابلیس اپنے نزدیک بلا کر کہتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔

اور ایک فتنہ وہ ہے جو دریا کے امواج کیطرف موجزن اور متلاطم ہوتا ہے وہ تمدن کی تدابیر کا برباد ہونا ہے اور لوگوں کا خلاف حق خلافت میں طمع کرنا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں لیکن وہ ان میں فساد ڈلوا تا رہیگا۔ ایک فتنہ مذہبی ہے کہ صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حواری فنا ہو جائیں اور نااہل لوگ مذہب کے معتمد علیہ بنیں علما اور درویش مذہبی امور میں زیادہ تعمق کریں اور سلاطین جاہل دین میں تہاون اور کسالت ظاہر کریں کوئی نیکی کا رہنما اور بدی سے روکنے والا نہ ہے اور زمانہ جاہلیت کے زمانہ سے ہمرنگ ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کیلئے حواری ہوتے رہے ہیں الی آخر الحدیث۔

اور ایک فتنہ وہ ہے جو آفاق میں پھیل جاتا ہے کہ لوگ انسانیت کے اصلی نظام اور مقتضائے انسانی سے بالکل الگ ہو جائیں سب میں ازکی اور اعلے درجے کے زاہد تو طبیعت کے جذبات کو بالکل ترک کر دیں۔ انکی اصلاح اور تنظیم کی فکر پیدا نہ کریں۔ اپنے آپکو مجردات کے مشابہ کسی نہ کسی طرح سے کریں اور عوام خالص بہیمیت میں جذب ہو جائیں کچھ لوگ دونوں کے درمیانی حالت میں ہوں۔ لَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی ھٰؤُلَاءِ۔

اور ایک فتنہ وقعات جو سے متعلق ہے جنہیں عام تباہی اور بربادی کی تہدید اور تخویف ہوا کرتی ہے مثلاً ہولناک قانونی کا ظاہر ہونا وبا کا پھیلنا۔ زمین کا دھس جانا دور تک اطراف عالم میں آتشزدگی کا ہونا مثل ذلک۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کی تفصیل اور تشریح بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اگلے لوگوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام طریقوں میں ایسی ہی پیروی کروگے جیسے بالشت کے ساتھ اور گز گز کے برابری کرتا ہے حتی کہ انہیں سے اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی اسکی پیروی کروگے اور آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائینگے اور بقدر رسک طبع ایسے باقی رہتے جائینگے جیسے جو کی بھوسی خدا تعالے کو اُن کی کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم کو معلوم ہوگیا تھا کہ جب نبوت کا زمانہ منقرض اور ختم ہو جائیگا اور آپ کے صحابہ میں حواریوں کے درجہ کے لوگ باقی نہ رہینگے اور نا اہل لوگ معتمد علیہ بنائے جائینگے۔ تو ضرور ہے کہ نفسانی اور شیطانی تحریکات اور دواعی کے موافق رسمیں پھیل جائینگی اور وہ الا ما شاء اللہ سب میں سرایت کرجائینگے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی ہدایت نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا پھر اُس کے بعد گزندہ حکومت ہوگی۔ اس حکومت کے بعد ظلم سرکشی اور زمین پر فساد ہوگا ریشم سرکا ہو اور شراب کو لوگ جائز اور درست سمجھینگے اسی حالت پر انکو رزق دیا جائیگا اُن کی مدد کی جائیگی جبتک کہ وہ خدا سے ملیں۔

میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہوگیا اور وہ خلافت جسمیں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصل خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہوگئی اور ملک عضوض یعنے گزندہ کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سے صحابہ رضہ کی لڑائیاں رہیں اور بنی امیہ سختیاں کرتے رہے یہانتک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اسلئے کہ انہوں نے کسرے اور قیصر کی رسم و آئین کے موافق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنے دلوں پر پیش ہونگے وہ دلوں کو گھیر لینگے جیسے چٹائی کی بناوٹ میں ایک جزو دوسری جز میں گتھا ہوا ہوتا ہے جن دلوں میں وہ فتنہ سرایت کرجائینگے ان میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائیگا اور جو قلوب اُن سے بیگانہ رہینگے اُن میں سپید نقطہ پیدا ہوگا اس طرح دو قسم کے دل ہو جائینگے ایک سپید چٹیان کیطرح صاف جسے داغ اُس کو کوئی فتنہ مضرت نہ پہنچا سکیگا جب تک زمین آسمان قائم ہیں۔ دوسرے سیاہ گرد آلود جیسے ٹیڑھا کوزہ نہ نیکی کی شناخت کرتا ہے نہ بدی کی بجز اپنی خواہش کے جو دل میں سرایت کرگئی ہے۔

میں کہتا ہوں جب فتنے برپا ہوتے ہیں تو نفسانی اور شیطانی ولولوں کی دل میں جنبش ہوتی ہے بد اعمالیاں دلوں کو گھیر لیتی ہیں کوئی ہادی نہیں ہوتا جو حق پر آمادہ کرے اس واسطے انہیں دلوں کو ان فتنوں سے علیحدگی اور بیگانگی ہوا کرتی ہے جو اُن کی مخالف اور بدمناسبت سے ناآشنائے محض ہوتے ہیں باقی اور سبھوں پر اُن کا عام اثر ہوا کرتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت اصل طبیعت میں پیدا ہوا کرتی ہے پھر اُس کا علم قرآن وحدیث کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے اور امانت کے جاتے رہنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ آہستہ آہستہ امانت کا اثر دل سے زائل ہوتا ہے اول اول اوسکا نور زائل ہو کر کسی قدر تیرگی رہجاتی ہی پھر اثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلعت کا دیرپا ہو جاتا ہے ۔

میں کہتا ہوں جب خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کو غلبہ ہو تو ایک قوم کو اُس نے پسند کیا اور اطاعت و جان نثاری کا انکو مرتاض و مشتاق بنایا حکم الٰہی کے موافق اُن کی ہمت او عزم کو جمع کیا پھر اسی اجمالی فرمان پذیری کی احکام کی قرآن و حدیث میں پوری تفصیل کر دیگئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غفلت اور بے پروائی بڑھتی جاتی ہے اس وقت نہایت ہوشمندی اور فراست میں دیکھا جاتا ہے کہ اُس کے دل میں دین الٰہی اور لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات میں ادنےٰ حصہ تدین اور امانت کا نہیں ہوا کرتا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پیشتر تاریکی پھیل رہی تھی کیا بعد کو بھی ہو جائیگی آپ نے فرمایا ہاں ایسی ہی ہو جائیگی میں نے کہا اُس سے نجات کیسے حاصل ہوگی آپ نے فرمایا تلوار نجات دے سکیگی میں نے کہا بعد تلوار کے بھی کیا کچھ تاریکی باقی رہیگی آپ نے فرمایا ہاں ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور مکر و فساد سے صلح ہوگی میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا گمراہی کی طرف لوگ بلائینگے اگر اس وقت میں کوئی خلیفہ موجود ہو جو امور باطل پر تیرے پیٹ پر درے لگائے اور تجھ سے مال وصول کرے تو اُس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس و غم کی حالت میں مرجانا ۔

میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے حاصل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور مکر و فساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہؓ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واقع ہوئی اور گمراہی کیطرف بلاتا۔ اُن میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار وغیر ذلک یہانتک کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت مستقل ہو گئی ۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ اسمیں کیا ہوگا آپ نے فرمایا بھاگنا اور جنگ کرنا پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد فتنہ سراء ہوگا اُس کا ظہور ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو کہیگا کہ مجھ میں سے ہے حالانکہ مجھ میں سے نہ ہوگا یقیناً مجھ میں سے قریب متقی لوگ ہیں اُس کے بعد تمام لوگ ایک شخص سے صلح کر لینگے لیکن اس کی حالت کچھ منتظم نہ ہوگی اور اُسکے بعد فتنہ دہیماء ہوگا کوئی شخص اس امت کا اُسکے طمانچے سے محفوظ نہ رہیگا جب لوگ کہینگے کہ اب اُسکی انتہا ہوگئی اُس میں اور امتداد ہو جائیگا۔ میں کہتا ہوں کہ فتنہ احلاس واللہ اعلم وہ ہوا جس میں اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی وہ جب مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آگئے تھے اور فتنہ سراء سے مراد یا تو مختار کا غالب آکر اس دعوے سے کہ میں اہل بیت کا قصاص لیتا ہوں قتل و غارت کرنا ہے آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ وہ کہیگا کہ مجھ میں ہوگا اسکے ایک معنی یہ ہیں کہ اہل بیت کے ایک گروہ اور انصار میں سے ہوگا اس کے بعد مروان اور اولاد مروان پر صلح ہوگئی تھی یا اس فتنہ سے ابو مسلم خراسانی کا عباسیوں کے مقابلے کیلئے خروج کرنا مراد ہے اُس کا بھی یہی قول تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت کرنا چاہتا ہوں اُس کے بعد سفاح پر صلح ہوگئی اور فتنہ دہیماء سے چنگیزیوں کا مسلمانوں پر غالب آجانا مراد ہے اُنہوں نے ممالک اسلام میں خوب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غارتگری کی۔

اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات بیان فرمائے ہیں۔ ان علامات کی انتہا بھی نہیں مختلف فتنوں پر ہوتی ہے جنکا اوپر ذکر ہو چکا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے علامات سے ہے کہ علم اٹھ جائیگا جہل کی کثرت ہوگی زنا اور شراب کی زیادتی ہو جائیگی مرد کم ہو جائینگے عورتیں زیادہ ہو جائینگی پچاس پچاس عورتوں پر ایک شخص کی حکومت ہوگی۔

زبان شریعت میں حشر کے دو معنی ہوتے ہیں ایک لوگوں کا ملک شام میں جمع ہونا قیامت سے پیشتر یہ واقع اسوقت ہوگا جبکہ زمین پر لوگوں کی قلت ہو جائیگی تو بعض لوگ مختلف تفریقوں کی وجہ سے اور بعض لوگ آگ کی وجہ سے وہاں جمع ہونگے دوسری حشر کے معنی ہیں بعد موت کے زندہ ہونا اس سے پیشتر ہم معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول خدا صلعم نے خبر دی ہے وہ چار ہیں:۔

اول فتنہ ناگوار حکومت کا یہ فتنہ اس حالت پر صادق آتا ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ میں شورشیں پیدا ہوئیں یہانتک کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہوگئی بذنیہ علی دخن اسی خلافت کی طرف اشارہ ہے حضرت معاویہؓ کے ہی متعلق ہے یعرف امرہ وینکر کہ ان کے حکم کی تعمیل بھی کی جائیگی اور اس سے انکار بھی کیا جاوے گا اس لئے کہ ان کی سیرت سلاطین کی طرز پر تھی نہ خلفاء کے روش پر۔

دوسرا فتنہ احلاس ہے جسمیں لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلائینگے یہ اس زمانہ پر صادق ہے کہ حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوا اور خلافت کی تمنا میں انہوں نے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ عبد الملک کی حکومت قائم ہوگئی۔

تیسرا فتنہ سراء ہے جبر و سرکشی کا زمانہ ہے جس میں عباسیوں نے بنی امیہ پر خروج کیا یہانتک کہ خلافت عباسیہ کی بنیاد قائم ہوگئی عباسیوں نے سلاطین عجم کی سی ٹھاٹ قائم کی اور زبردستی حاکم بن بیٹھے۔

چوتھے فتنہ مطبقہ ہے جو سب کو طمانچہ لگائیگا جب کہینگے کہ اب ختم ہو گیا ہے وہ اور ممتد ہو جائیگا اور لوگ دو حصوں میں منقسم ہو جائینگے وہ چنگیزی ترکوں کا بلاخیز حملہ تھا جنہوں نے عباسی خلافت کو پاش پاش کر دیا۔

اور جو حدیثیں فتنوں کے باب میں وارد ہیں۔ ان میں سے دس پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اسلام کی آسیا پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کرتی رہیگی پس اگر لوگ ہلاک ہو جائیں تو ان کی ہلاکی ایسی ہی ہوگی جیسی اگلوں کی ہوئی اور اگر انکا دین ثابت اور مستقیم رہا تو ستر برس باقی رہیگا راوی نے کہا یہ مدت ستر سال کی آئندہ سے ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر آپ نے فرمایا ان گذشتہ کو ملا کر اس قول کے کہ اسلام کی آسیا گردش کرتی رہیگی معنی یہ ہیں کہ اسلام کی پوری قوت ان سالوں میں ہوگی حدود قائم ہونگے جہاد تمام امت میں ہوگا اور یہ حالت جہاد کی ابتدا اور اوائل ہجرت سے جب تک باقی رہے کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور مدت میں تعداد کے لحاظ سے جو شبہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کے متعلق اجمالی وحی کی گئی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے معنی یہ ہیں کہ اسقدر دشواریاں اور دقتیں پیش آئینگی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا کہ تمام امت تباہ ہوجائے اور تمام اُن کے امور نابود نہ ہوجائیں اور ستر برس سے ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہؓ کی انتقال تک کا زمانہ مراد ہے اسکے بعد فتنہ دعاۃ الضلال کا قائم ہوگیا۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے وہ لوگ لڑینگے جنکی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہونگی اُن سے ترک مراد ہیں وہ تم کو تین مرتبہ ہٹائینگے یہانتک کہ جزیرۂ عرب سے تم مل جاؤ گے پہلی دفعہ جو بھاگیگا وہ بچ جائیگا دوسری مرتبہ کچھ بچینگے کچھ ہلاک ہونگے تیسری مرتبہ وہ بالکل استیصال کر دینگے اسکے معنے یہ ہیں کہ اہل عرب اُن سے لڑینگے اور غالب آجائینگے اس کی وجہ سے باہم ان میں عداوتیں اور رنجشیں پیدا ہونگی جنکا انجام یہ ہوگا کہ وہ اپنے شہروں سے عرب کو دور کر دینگے اور اس پر بھی قناعت نہ کرینگے بلکہ خود بلاد عرب کے اندر آجائینگے حتی تلحقوا بجزیرۃ العرب سے یہی مراد ہے اُن کے اول بار کی جنبش میں بھاگنے والے کو نجات مل جائیگی یعنی جو مقابلہ نہ کریگا وہ بچ جائیگا اور یہ پیشینگوئی چنگیزیوں کے جنگ پر صادق ہوئی جو عباسی بغداد میں تھے ہلاک ہوگئے اور جو مصر کو بھاگ گئے تھے محفوظ رہے۔ دوسری مرتبہ فرمایا گیا کہ بعض بچینگے بعض ہلاک ہونگے یہ امر تیمور کے حملے پر صادق ہے جس نے ملک شام کو پامال کر دیا اور عباسیونکو تہ و بالا کر دیا اور تیسری بار سب کا استیصال کر دینگے یہ عثمانیہ حکومت پر صادق ہے یہ تمام دائرہ حکومت پر غالب آگئے واللہ اعلم۔

المناقب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب چند امور پر مبنی ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی وہ نفسانی ہیئت اور حالت معلوم ہوئی جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوجایا کرتا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ اُن میں نمائش نہیں ہے اور انہوں نے اُن اوصاف کو مکمل کر لیا ہے جن کی صورت مثالی جنت کے دروازے ہوتے ہیں تب آپ نے فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تو اُن لوگوں میں سے ہے یعنی اُن لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائینگے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو کبھی راستہ میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے سو ہو لیتا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے اگر کوئی محدث اور ملہم بالغیب ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خواب کے ذریعہ سے کسی کا راسخ فی الدین ہونا آپ کو معلوم ہوجائے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت اُن کا استقبال کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں اُن کا ایک محل ہے اور بڑی لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے دودھ سے بقیہ عطیہ فرمایا ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ علم اور دین سے انکو کافی حصہ ملیگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے اپنی محبت ظاہر فرمائیں اُن کی توقیر کریں اُن کے ساتھ مواسات اور ہمدردی کریں اسلام کے پہلے خدمات اور ابتدائی اوصاف اُن میں پائے جاتے ہوں ان سب امور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور اسی لئے متحقق ہوئے کہ ان کے دل نور ایمانی سے منور تھے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ بعض زمانوں کی بعض پر فضیلت اور فوقیت مشکل الوجوہ نہیں ہو سکتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمت کی صفت بارش کی سی ہے میں نہیں جانتا کہ پہلا مینہ اچھا ہے یا اخیر مثل امتی کمثل المطر لا ادری اوله خیر ام اخره اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے صحابہ ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئینگے انتم اصحابی واخوانی الذین یاتون بعدی اس کی وجہ یہی ہے کہ مختلف اعتبارات اور مختلف وجہیں ہر زمانہ میں موجود ہوا کرتی ہیں۔

اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول زمانہ پر فوقیت او فضیلت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو قرون بالاتفاق عمدہ اور بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے انہیں زمانوں میں حجاج - یزید بن معاویہ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے والے تھے اور ان کے علاوہ اور جن کی بداعمالیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ قرن اول کے جمہور لوگ قرن دوم کے جمہور لوگوں سے افضل اور بہتر تھے اور مذہب کا ثبوت اور وجود نقل سے ہوا کرتا ہے کہ ایک دوسرے کا وارث ہوتا چلا جاتا ہے اور توارث جب ہی ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی تعظیم و توقیر کی جائے جنہوں نے وحی کے موقعوں کا معائنہ کیا تھا اُن کی تفسیر اور تاویل اُنکو معلوم تھی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو آنکھ سے دیکھا تھا اس میں تعمق اور سستی کو مخلوط نہیں کیا تھا دوسرے مذہب کی آمیزش سے اُسکو پاک صاف رکھا تھا۔

اور تمام اُن لوگوں کا جو اُمت محمدیہ میں شمار اور اعتنا کے قابل ہیں اس پر اتفاق ہے کہ تمام اُمت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلئے کہ نبوت میں دو حصے ہوا کرتے ہیں علوم کو خدا کی جانب سے حاصل کرنا اور لوگوں میں اُن کی اشاعت کرنا پہلے حصہ میں نبی کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں ہوا کرتا اور ان علوم کا شائع کرنا - انتظام تالیف قلوب سے حاصل ہوا کرتا ہے اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور آپ کے بعد کوئی شخص اس امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں ایسا نہیں ہے کہ اس حصہ میں شیخین رضی اللہ عنہما سے اُسکو سبقت اور فوقیت حاصل ہو واللہ اعلم۔

ولیکن ھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ فی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ والحمد للہ تعالیٰ اولاً واٰخراً وظاھراً وباطنا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ [illegible] اجمعین ٭

المکتبۃ الرحمانیۃ
www.KitaboSunnat.com
٩٩ ... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ